یوروپین سلطنتیں
سنہ ۱۷۹۲ء میں

فہرست مضامین

یورپ کا عصر جدید جلد اول

باب اوّل

۱۷۹۲ء میں انقلابی جنگ کا شیوع۔ اس کے اسباب قریبہ! اعلان پلنٹز کا اعلان و بازستانی قسیسین و تارکین وطن میں اضطراب فریق جرانڈ کی جنگجویانہ روش۔ فرانس کو دول کی اشتعال دہی۔ ۱۷۹۲ء میں وسطی یورپ کی حالت۔ مقدس رومانی شہنشاہی۔ آسٹریا۔ خاندان ہیپسبرگ کی حکمرانی۔ میریا تھریسیا اور جوزف دوم کے اصلاحات لیوپولڈ دوم کی حکمت عملی فرینسس دوم کی حکومت اور اس کی غیر ملکی حکمت عملی پرشیا فریڈرک ولیم دوم کی حکومت۔ پرشیا کی معاشری حالت۔ جرمانیہ کی دوسرے درجہ کی سلطنتیں۔ کلیسائی سلطنتیں۔ آزاد بلاد۔ نائٹ جرمانیہ کی کمزوری۔

پیرس میں ہفتوں تک طوفان خیز شور و شر برپا رہنے کے بعد ۱۹ اپریل ۱۷۹۲ء کی صبح کو لوئس شانزدہم کے وزرا، فرانس کی مجلس تشریعی کے نام، بادشاہ کا ایک خط لے کر آئے۔ خط مختصر مگر پر از اہمیت تھا۔ اس خط میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ بادشاہ کا ارادہ دوسرے دن دوپہر کو ایوان مجلس میں رونق افروز ہونے کا ہے، خط میں اگرچہ بادشاہ کی تشریف آوری

کا منشا ظاہر نہیں کیا گیا تھا مگر یہ معلوم تھا کہ لوئس نے جنگ کے لیے اپنی وزارت اور قوم کی چیخ پکار کے دباؤ کو مان لیا ہے اور مجلس میں بادشاہ بذات خاص جس امر کی تجویز کرنا چاہتا تھا وہ آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا تھا۔ دوسرے دن صبح ہی سے عوام کے مجمع نے ایوان کو گھیر لیا۔ مجلس نے دوپہر کو اپنا مباحثہ بند کر دیا تاکہ بادشاہ کی آمد کے لئے تیار رہے لوئس جب ایوان میں داخل ہوا تو ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، وہ صدر کے پہلو میں اُس کرسی پر بیٹھ گیا جو اب تخت فرانس کی بجائے رکھی گئی تھی۔ بادشاہ کے حکم پر جنرل ڈوموریا وزیر خارجہ نے دول غیر کے ساتھ فرانس کے تعلقات پر ایک رپورٹ (یادداشت) مجلس کے روبرو پڑھی۔ اس یادداشت میں آسٹریا کے خلاف الزامات کی ایک طویل فہرست شامل تھی اور آخر میں جنگ کی سفارش کی گئی تھی۔ جب ڈوموریا اس یادداشت کو پڑھ چکا تو لوئس اٹھا اور بہت پست آواز میں یہ اعلان کیا کہ وہ خود اور کل وزرا اس یادداشت کو قبول کرتے ہیں جو مجلس کے سامنے پڑھی گئی ہے۔ اس نے یہ کہا کہ صلح کے قائم رکھنے کے لئے اس نے ہر ایک کوشش کی مگر سب بیکار ثابت ہوئی۔ اور اس لئے اب وہ نظام سلطنت کے شرائط کے مطابق یہ تجویز کرنے کے لئے آیا ہے کہ مجلس فرمانروائے آسٹریا کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ابھی تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ خود اپنی رعایا کے خلاف مسلح امداد کے لئے لوئس نے یورپ کے درباروں سے التجائیں کی تھیں، اس وقت جو الفاظ اس نے کہے تھے وہ ان لوگوں نے اس کی زبان سے ادا کرائے تھے جن سے وہ نفرت کرتا تھا مگر ان کی مقاومت نہیں کرسکتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جو شور تحسین بلند ہوا خود اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ بادشاہ اور قوم کے درمیان کس قدر خطرناک عناد قائم ہے۔ صدر مجلس کے مختصر جواب کے بعد لوئس ایوان سے چلا گیا۔ خود مجلس بھی منتشر ہو گئی تاکہ چند گھنٹوں کے وقفہ کے بعد بادشاہ کی

تجویز پر بحث شروع ہو۔ جب شام کے وقت مجلس دوبارہ جمع ہوئی تو جن چند باہمت اشخاص نے قومی مفاد و انصاف کی بنا پر وقتی جوش کے خلاف گفتگو کرنا چاہی ان کی شنوائی بھی نہ ہوئی۔ دوسرے دن کے لئے بحث کی درخواست مسترد ہو گئی۔ مباحثہ دفعۃً بند کر دیا گیا اور سات مخالف رایوں کے خلاف اعلان جنگ منظور ہو گیا۔ اسی دن سے انقلابی فرانس اور یورپ کے قائم شدہ نظم کے درمیان کشاکش کا آغاز ہوا۔ ایک دور ایسا شروع ہوا جس میں فرانس کے دست تطاول، فاتح کے رائج کردہ قوانین و سیاسی تغیرات اور کامیاب مقاومت یا تذلیل کے نازک دقتوں میں قومی زندگی کے جدید قوی کی بیداری کے باعث براعظم کی ہر ایک سلطنت میں کچھ نہ کچھ نئی خصوصیت پیدا ہو گئی، میرا ارادہ یہ ہے کہ اس وقت سے اس موجودہ زمانہ تک یورپی تاریخ کے نمایاں خط و خال کو واضح کروں اور انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت بعض خاص سلطنتوں کی حالت کا مختصر خاکہ پیش کروں اور یہ کوشش کروں کہ ان کارروائیوں کو ممیز کر کے دکھاؤں جن کے ذریعہ سے ۱۷۹۲ء کا یورپ دائم التغیر حالات کے اندر سے گزرتا ہوا آج کے دن کا یورپ بن گیا۔

فرانس کے خلاف دربارہائے غیر کے اولین تہدیدات ۱۷۹۱ء

انقلاب کے پہلے دو سال اس طرح ختم ہو گئے کہ دول غیر کے ساتھ فرانس کا تصادم نہیں ہوا، لیکن اس کا باعث یہ نہیں تھا کہ یورپ کے دربار فرانسیسی قوم کی طرف سے کچھ اچھا خیال رکھتے تھے یا یہ کہ فرانسیسی امراء نے یورپ کی فوجوں کو اپنے ملک پر چڑھا لانے میں کوئی دقیقہ اٹھا رکھا تھا۔ ۱۷۸۹ء میں جس مجلس قومی کا اجتماع ہوا تھا اس نے اختیار شاہی کی جڑ کاٹ دی تھی امراء کو ان کے امتیازات سے محروم کر دیا تھا، کلیسا کے محاصل پر ہاتھ ڈال دیا تھا۔ لوئی شانزدہم کے بھائی اور ان کے ساتھ امراء کے غول

رجعت کی بے صبری اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ وطن میں مستقل سیاسی مخالفت کی روش پر چلنا نہیں چاہتے تھے، فرانس کو چھوڑ کر نکل گئے تھے۔ اور مسلح امداد کے دونوں رستوں سے غیر ملکی درباروں کو پریشان کر رکھا تھا، براعظم کے متعلق العنان بادشاہوں نے ان کا خیر مقدم گرمجوشی بلکہ شان کے ساتھ کیا مگر انھوں نے اپنی تائید کو الفاظ اور علامات امتیاز تک محدود رکھا اور ۱۷۹۱ء کے موسم بہار تک انقلاب کو اجانب کی مخالفت سے شدید خطرہ نہیں محسوس ہوا۔ جون ۱۷۹۱ء میں لوئس کے پیرس سے بھاگنے اور اس کے بعد گرفتار ہو کر محل ٹیولیریز کے اندر سختی کے ساتھ نظر بند کئے جانے سے پہلی مرتبہ غیر ملکی مداخلت کی قطعی تجویز کی صورت رونما ہوئی[عله]۔ لوئس اپنے دار الصدر اور مجلس ملکی سے بھاگا تھا اور وہ ایسے عوام الناس کا یرغمال بن کر واپس آیا جو قتل و غارت کے پہلے سے عادی ہو چکے تھے۔ ایک لمحہ کے لئے تو پیرس کے اشتعال نے شاہی خاندان کو واقعی خطرہ میں ڈال دیا تھا، میری آنتوانئٹ کا بھائی شہنشاہ لیوپولڈ اپنی بہن کی سلامتی کے لئے کانپ رہا تھا اور اس نے ۶ جولائی کو، پیڈوا سے ایک خط یورپی درباروں کے نام جاری کیا جس میں یہ تجویز کی کہ فرانس کے شاہی خاندان کو عوام الناس کی زیادتیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے دول کو متحد ہو جانا چاہیے۔ چند ہفتہ بعد شہنشاہ اور فرڈیننڈ ولیم دوم (شاہ پرشیا) پلنیز واقع سیکسنی میں ملاقی ہوے۔ اور دونوں فرماں رواؤں کی طرف سے ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا گیا کہ وہ شاہ فرانس کی حالت کو ایک ایسا معاملہ سمجھتے ہیں جس کا تعلق تمام یورپ سے ہے اور اگر تمام دوسرے دول عظام متحدہ کارروائی پر رضامند ہو جائیں تو وہ فرانسیسی سرحد پر کارروائی کرنے کے لئے مسلح قوت کے مہیا کرنے کے لئے

عله - رانکے "جنگہائے انقلاب کا آغاز" Ursprung und der Beginn Revolution Skriege صفحہ ۹۰ وایوناطے۔ "آسٹروی شہنشاہوں کی حکمت عملی کی تاریخ کے مآخذ" Quellen Zur Geschichte der Kai Ser Politik Oesterreichs صفحات ۱۸۵-۱ - ۲۰۸ -

تیار ہیں

اگر مجلس قومی لیوپولڈ اور فریڈرک ولیم کے خلاف فوراً ہی اعلان جنگ کر دیتی تو اس کا یہ فعل بین الاقوامی قانون کے ہر ایک قاعدہ کے مطابق حق بجانب ہوتا۔ لیکن مجلس نے اعلان جنگ نہیں کیا اور اس کے لیے معقول وجہ تھی پیرس میں یہ معلوم تھا کہ یہ اعلان نامہ اس سے زیادہ کچھ نہ تھا کہ شہنشاہ نے شاہی خاندان کے دشمنوں کو ڈرانے کی ایک تدبیر اختیار کی تھی۔ لیوپولڈ نے جب تمام دول کے اتحاد میں شریک ہونے کا اقرار کیا تو وہ فی الواقع اس امر سے آگاہ تھا کہ انگلستان اس قسم کے کسی اتحاد کا فریق نہیں بنے گا۔ وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ وہ کوئی ایسا فعل نہ کرے گا جس سے اُسے مجبور ہو کر جنگ کرنا پڑے اور اس کے ذہن میں یہ نہ آیا کہ فرانسیسی مدبرین اس کے ان خالی تہدیدات کو اسی طرح سمجھ جائیں گے جس طرح وہ خود سمجھا تھا۔ لیکن ہوا ایسا ہی۔ فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس میں، پلنز کے اس اعلان نامہ سے جو کچھ بھی غیظ و غضب برپا ہوا ہو مگر جو لوگ معاملات یورپ کے واقفکار تھے وہ اسے خطرے سے زیادہ مضحکہ سمجھتے تھے۔ مجلس قومی کے تمام مدبرین یہ جانتے تھے کہ ابھی حال ہی میں مشرقی مسئلہ کے متعلق پرشیا اور آسٹریا میں جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی اور دول عظام کی موجودہ مخاصمت کے ساکت کر دینے میں فرانسیسی انقلاب کا جو اثر بڑا تھا اس کا بھی اندازہ انھوں نے کم کیا تھا۔ فرانس کے کسی بااہمیت فریق کا خیال یہ نہیں تھا کہ اعلان پلنز مخاصمات کے لیے کوئی وجہ ہو سکتا ہے۔

اعلان پلنز کی بازستانی

اور فرانس کو جو مبارزت نامہ پیش کیا گیا وہ بہت جلد واپس لے لیا گیا۔ جب لوئس شانزدہم نے مجلس قومی کے بنائے ہوئے نظام سلطنت کو قبول کر کے یورپ کی نظروں میں خود کو ایک آزاد کارکن کی حیثیت سے پیش کیا تو پھر یہ اعلان واپس لے لیا گیا۔ ۱۴ ستمبر ۱۷۹۱ء کو بادشاہ نے ایک عام اقرار صالح کے ذریعہ سے خود کو قوم کے ساتھ متحد کر دیا پیرس

میں یہ معلوم تھا کہ جلا وطنوں نے اس پر زور دیا تھا کہ اس کی منظوری سے
انکار کر دے اور مجلس کے ساتھ علانیہ شکست تعلقات سے قوم
کو خانہ جنگی کے گڑھے میں گرا دے مگر لوئس نے جس صفائی کے
ساتھ نظام سلطنت کے قبول کرنے کا اقرار کیا اور اپنی وطن پرستی
کو جس صادقانہ رنگ میں دکھایا اس سے رائے عامہ کا رُخ دوبارہ
پھر اس کی جانب پھر گیا۔ اس کا فرار معاف کر دیا گیا۔ اس کی ذاتی
آزادی پر جو قیود و عواید کئے گئے تھے وہ ڈھیلے کر دئے گئے یہ
یہ معلوم ہوتا تھا کہ لوئس ایک مرتبہ پھر فرانس سے رضامند ہو گیا تھا اور فرانس کو یورپ
کی لعنت سے نجات حاصل ہو گئی تھی۔ شہنشاہ نے یہ تشہیر کر دی کہ جو حالات اعلان
پلنز کا باعث ہوئے تھے وہ اب قائم نہیں رہے اور دول اگرچہ
اس امر کے لئے تیار ہیں کہ آئندہ ضرورت پڑنے پر وہ پھر اس معاہدے
کی تجدید کریں مگر (سر دست) انہوں نے فرانس کے اندرونی معاملات
کے متعلق ہر طرح کی متفقہ کارروائیوں کو معلق کر دیا ہے۔

قسمیں و تارکیں وطن نے فرانس میں ستور و ستر پار کھا۔

مجلس قومی جس نے دو برس میں
فرانس کو سیاسی و معاشری آزادی کی اس
منزل تک پہنچایا تھا، اب اس نے یہ
اعلان کر دیا کہ اس کا کام ختم ہو گیا ہے۔ قوم کے عامۃ الناس میں
اب تغیر و تبدل کی کچھ خواہش نہیں تھی۔ لوگوں کی زندگی کی عام رفتار پر
جن شکایات کا بہت سخت اثر پڑتا تھا وہ سب رفع ہو گئے تھے،
نامناسب و ناروا محصول، خدمات سرکاری سے محرومیت، اہل شہر کے
اندر اجارات، اور جاگیری مواجبات جو کسانوں کی پیداوار کو ہضم کر جاتے
تھے، یہ سب ساقط ہو چکے تھے۔ پس فرانس اب جن ہنگامہ خیز تغیرات
کے نئے سلسلہ میں مبتلا کیا گیا اس کا سبب مزید اصلاح کا عام مطالبہ
نہیں تھا بلکہ اس کا سبب زیادہ تر وہ بغض و عناد تھا جو انقلاب سے
بھڑک اٹھا تھا۔ خود بادشاہ بھی صدق دل سے قوم کے ساتھ متحد و متفق

نہیں تھا، اس کے ایمان و ایقان پر جن امور کا بہت سخت اثر پڑتا تھا، اُن میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ اس نے غیر رضامندانہ طور پر مجلس کے کاموں کو قبول کیا تھا۔ کلیسا اور امرا اس خیال پر جمے ہوئے تھے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اُسے الٹ دیں، عقیدے یا شعار میں فرق کئے بغیر مجلس قومی نے فرانس کے کلیسائی نظم کو از سر نو مرتب کیا تھا، اور پادریو پر سلطنت کی اسی قومیت کو عائد کر دیا تھا جس کے لئے اٹھارھویں صدی کے تمام دوران میں کیتھولک یورپ کی حکومتیں برابر سعی کر رہی تھیں۔ پادریوں کے ملکی نظم نے (جسے مجلس قومی نے ۱۷۹۰ء میں قائم کیا تھا) پادریوں کو زمینداروں کے گروہ کے بجائے سلطنت کے تنخواہ دار عہدہ داروں کی جماعت میں بدل دیا تھا اور دگروہ مذہبی سے خارج، عام اشخاص کو اپنے اساقفہ و قسیس کے تقرر و انتخاب کا حق دے دیا تھا۔ اس انتہائی شکل میں جو تغیر عمل میں آیا، اس نے اساقفہ کی تمام جماعت اور نیچے درجہ کے پادریوں کے بہت بڑے حصہ کو سرتابی پر آمادہ کر دیا۔ گرجا کی زمینوں کی فروخت سے ان کے مقاصد کو نقصان، اور عام انتخاب سے جسے پوپ نے مردود کر دیا تھا، ان کے ایمان کو صدمہ پہنچتا تھا۔ فرانس کے نصف منابر پر انقلاب کے اصول پر لعنت بھیجی جاتی تھی اور سلطنت کے زیر اختیار کلیسا کی زمینوں کے خریداروں کے خلاف خدائی انتقام کا اعلان کیا جاتا تھا، سرحد کے دوسرے جانب وہ جلاوطن امرا جو اپنے طبقے کے ان متعدد آزاد خیال اشخاص کے ساتھ مل کر جو وطن میں رہ گئے ہیں، انقلاب میں اعتدال پیدا کر دینے وہ مسلح ہو کر جمع ہو گئے تھے اور اس قوم کے خلاف جس میں انھیں اپنے باغی تابعین کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا تھا، غیر ملکیوں سے مدد مانگ رہے تھے، تارکان وطن کے صدر مقام والئی ٹریوز کی مملکت کے اندر کابلنز میں تھا۔ انھوں نے اپنی رجمنٹیں (فوجی دستے) بنا لئے تھے جن میں کل چند ہزار آدمی تھے، اور اُن تمام فرانسیسیوں کے

خلاف جنھوں نے ان کے طبقہ کے امتیازات کو تباہ کیا تھا، انتقام کی
حد سے بڑھی ہوئی تجویزوں میں مشغول ہو گئے ۔

مجلس تشریعی اکتوبر ۱۷۹۱ء

مجلس قومی کی برطرفی کے بعد جو انتخابات ہوئے اگر ان
انتخابات سے ایسے لوگ مجلس وضع قوانین میں آجاتے جو صرف
حاصل آمدہ فوائد کے قائم رکھنے ہی پر تلے ہوئے تو بھی دربار،
کلیسا اور جلاوطنوں کی خفیہ و علانیہ مخالفت کے مقابلہ میں فرانس کے امن کا
قائم رکھنا آسان کام نہ ہوتا، مگر اس امتحان کی نوبت نہیں آئی ۔ جدید
نمایندوں میں سربرآوردہ اشخاص سازگاری کرنے والے لوگ نہیں
تھے، ۱۷۹۱ء میں جو تشریعی جماعت مجتمع ہوئی اس میں ۱۷۸۹ء کی مجلس کا
جوش تو بتمامہ موجود تھا مگر اس مجلس نے جو تجربہ حاصل کر لیا تھا اس
کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا ۔ سیاسی حماقتوں میں ایک یادگار حماقت
یہ ہوئی تھی کہ سابق ایوان کے ارکان کو دوبارہ انتخاب میں آنے سے
ممنوع قرار دیدیا گیا تھا، نئی مجلس وضع قوانین ایسے لوگوں سے مرکب
تھی جنھوں نے اپنا سیاسی عقیدہ تمام تر کتابی ذرائع سے حاصل کیا تھا،
سابق مجلس کے نہایت ہی خطرناک ارباب نظریات پارلیمنٹی قیود سے
آزاد ہوکر رابسپیر کی طرح بزمگاہوں کے مقرر بن گئے تھے ۔ نئے
وکلا میں سے زیادہ نمایاں اشخاص کا ایک گروہ بن گیا جو ضلع جرانڈ
کے نام پر (جہاں سے اس گروہ کے اکثر سرگروہ منتخب ہوے تھے)
جرانڈ کہلانے لگا تھا ۔ سرآمد فصحائے روزگار ورنیو، فلسفی عدیم المثال
کانڈارسٹ، صحافی باخبر بریسو، یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اس فریق کو
ایوان کے اندر فایق اور ملک کے اندر بااثر بنا دیا تھا، یہ تفوق و اثر
اس وجہ سے اور بھی زیادہ خطرناک ہو گیا کہ اس کا تعلق بظاہر ایسے
لوگوں سے تھا جو سیاسی مناقشہ کی سطحی باتوں سے اعلیٰ وارفع سمجھے جاتے
تھے، اس قطعی ارادے کے بغیر کہ بادشاہی کو جمہوریت میں بدل دیں،
فریق جرانڈ کے خطبا یہ چاہتے تھے کہ ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت نے

جو سد قائم کی تھی اسے توڑ کر انقلابی تحریک کو آگے بڑھا لیجائیں مجلس کے افتتاح کے وقت سے ہی یہ عیاں ہو گیا تھا کہ اس فریق نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ جو مسائل فرانس کے شدید تفرقہ کے باعث تھے انھیں پر اپنی فصاحت و بلاغت کا زور صرف کر دے اور اس طرح دربار اور قوم کے درمیان جلد از جلد طوفانی تصادم برپا کر دے۔ بریسو اور ان لوگوں کو جو اس فریق کے خیالات کے مہیا کرنے والے تھے، ۱۷۹۱ء کے نظام سلطنت سے معقول طور پر کام لینا ایک مصیبت معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس نظام سلطنت میں امتیاز شاہی کی وقعت اور ازمنۂ وسطیٰ کے اوہام پرستی کی رواداری قائم رکھی گئی تھی۔ رابسپیر کی اس پیشین گوئی کے باوجود کہ جنگ سے فرانس پر کمزور فرمانروا کے بجائے مضبوط فرمانروا متمکن ہو جائے گا، فریق جرانڈ نے اپنے دل کو اس طرح سمجھا لیا کہ فرانس میں شاہی طاقت کے کم کرنے یا اسے بالکل الٹ دینے کے لئے بہترین ذریعہ یہی تھا کہ یورپ کے بادشاہوں سے جنگ چھیڑ دی جائے اور اس وقت کے بعد سے انھوں نے بالکل بے حجاب ہو کر جنگ کے لئے کوشش شروع کر دی[1]۔

جرانڈ کی جنگی روش

فرانس کے لئے اگر جنگ کی ضرورت تھی تو اس کے لئے مواقع کی بھی کمی نہیں تھی۔ والئی ٹریوز نے کالنز میں جلاوطنوں کی فوج کو جو حمایت عطا کر رکھی تھی وہ بین الاقوامی قانون کی ایسی صریح خلاف ورزی تھی، کہ فریق جرانڈ نے جب بادشاہ سے یہ چاہا کہ وہ نہایت ہی قطعی و غیر مشروط طور پر ان جلاوطنوں کے منتشر کر دینے

[1] ۔ وان سیبل "تاریخ زمانۂ انقلاب" Geschichte der Revolution szeit جلد اول صفحہ ۲۸۹۔

کا مطالبہ کرے، تو اس خواہش میں فریق مذکور کو تمام قوم کی تائید حاصل تھی۔ تارکان وطن کی فوجی تیاریوں اور غیر ملکی حکمرانوں کی طرف سے ان کی ہمت افزائیوں پر جب جنوب کی فصاحت و بلاغت کے پورے زور کے ساتھ لعنت و ملامت بھیجی جانے لگی تھی ان مباحث سے قومی جوش میں سخت اشتعال و برانگیختگی پیدا ہو گئی۔ ۱۳ر دسمبر کو لوئی نے والیان ٹریوز اور مینز کو یہ اعلان دے دیا کہ اگر ۱۵ر جنوری تک ان کے حدود مملکت کے اندر کا سامان جنگ منتشر نہ کر دیا گیا تو وہ ان کے ساتھ دشمن کا سا برتاؤ کرے گا، اور اس کے ساتھ ہی اس نے شہنشاہ لیوپولڈ سے یہ خواہش کی کہ جرمانی جماعت کے سرگروہ کی حیثیت سے وہ اپنے اثر سے ان حکمرانوں کو عقل سے کام لینے پر مائل کرے۔ ۱۶ر جنوری ۱۷۹۲ء کو لوئی نے مجلس کو یہ اطلاع دی کہ تارکان وطن ان امارتوں سے خارج کر دیئے گئے اور اس نتیجہ کے حاصل ہونے کے لئے لیوپولڈ کی مساعدت نیک کا اعتراف کیا۔

یادداشت کونیز ۲۱ر دسمبر ۱۷ر فروری

جنگ کا اصلی سبب بظاہر ناپید ہو گیا مگر اس کے بجائے دوسرا سبب پیدا ہو گیا۔ آسٹریا کے وزیر کونیز نے اپنی ۲۱ر دسمبر کی ایک یادداشت میں ایسے الفاظ استعمال کئے تھے جن سے مفہوم یہ پیدا ہوتا تھا کہ فرانس کے خلاف ہنوز دول کا کوئی اتحاد موجود ہے، مجلس کے جنگجو فریق کے لئے اس سے زیادہ موقع کی کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی، برلیسو نے فوری اعلان جنگ کے لئے شور مچا دیا اور فرانسیسی قوم سے یہ التجا کی کہ وہ تارکان وطن اور ان کے حمایتی شہنشاہ دونوں پر حملہ کر کے اپنی عزت کو برقرار رکھے۔ اس معاملہ کا انحصار تاج اور فریق مخالف کی نسبتی قوت پر تھا۔ لیوپولڈ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر آئینی فریق نے (جو ہنوز برسر اقتدار تھا) ایک آخری کوشش کر کے اپنے مخالفوں پر قطعی فتح نہ حاصل کر لی تو جنگ

کا ہونا لابدی تھا۔ عام رائے کو فریق جرانڈ کے خلاف پھیر دینے کی امید میں اس نے کوئنٹز کو پیرس میں ایک ایسا مراسلہ بھیجنے کی اجازت دیدی جس میں جنگجو فریق کے سرگروہوں پر اچھی طرح سے لعن طعن کیا گیا تھا اور فرانسیسی قوم کو یہ نصیحت کی گئی تھی کہ وہ ان لوگوں سے خلاصی حاصل کرے جو تمام یورپ کو اس کا دشمن بنادیں گے (۲۰ فروری)[علہ]۔ اس مراسلہ سے اپنے وقت کے سب سے زیادہ ہوشیار بادشاہ اور سب سے زیادہ تجربہ کار وزیر کی اس عدم قابلیت کا ثبوت مل گیا کہ وہ ایک کمزور دل وزارت کے اندیشوں اور ایک مشتعل قوم کے جذبات میں فرق و تمیز کرنے سے قاصر رہے۔ لیوپولڈ کی یہ زجر و توبیخ اگر بیڈان کے سردار، یا وینس کے دوج (صدر) کے خلاف ہوتی، تو اس سے غرض حاصل ہو جاتی مگر جب روئے سخن فرانسیسی قوم اور اس کی مجلس عمومی کی جانب ہو اور وہ بھی ملکی تصادم کے انتہائی حد کو پہنچی ہوئی حالت میں تو پھر یہ جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنا تھا۔ لیوپولڈ جس فریق کو تقویت دینا چاہتا تھا اُسے اس نے تباہ کر دیا۔ اس نے قوم کو ان لوگوں کے ہاتھ میں دے دیا جن پر اس نے اعتراض کیا تھا۔ مجلس میں اس کے مراسلہ کا خیر مقدم اس طرح ہوا کہ کبھی لوگ بڑبڑاتے تھے اور کبھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑتے تھے۔ اور بزمگاہوں میں اس سے دیوانہ وار غیظ و غضب بھڑک اُٹھا۔

چند ہفتوں اور سفارتی یادداشتوں کا تبادلہ ہوتا رہا مگر آسٹریا کے نام فرانس کا اصلی جواب نغمہ مارسیلز تھا، جو اسٹراسبرگ میں تقریباً اسی زمانہ میں مرتب ہوا تھا، کونبز نے فریق "جیکوبن" پر حملہ کیا تھا۔ یکم مارچ کو شہنشاہ کے دفعۃً انتقال کر جانے سے اس مباحثہ میں کوئی

علہ والیونانٹ "منابع" (Quellen) جلد اول صفحہ ۲۷۲ بعد سے تقابل کرو۔ جلد سیزدہم صفحہ ۳۴۰، جلد چہاردہم صفحہ ۲۴۔

وقفہ نہیں پڑا۔ لوئس کا وزیر خارجہ ڈسمارٹ عہدے سے ہٹا دیا گیا اور اس کے بجائے جنگجو فریق کا نمایندہ ڈوموریا مقرر ہو گیا۔

اعلان جنگ
۲۰۔ اپریل ۱۷۹۲ء

باہمی عتاب و خطاب کا انداز اور سخت ہو گیا، شکایتوں کے پرانے مباحث از سر نو کھولے گئے، اور جانبین سے فوجیں سرحد کی طرف بڑھائی جانے لگیں، یہی وقت تھا جب بدقسمت لوئس کو وزرا مجلس میں لے آئے اور اسے اعلان جنگ کی تجویز پر مجبور کیا۔

ادعائے وجوہ جنگ

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ جنگ کے لئے جن وجوہ کا اظہار کیا جاتا ہے وہ مقاصد دلی سے متفق ہوتے ہوں اور ۱۷۹۲ء میں بھی یہ صورت نہیں تھی۔ آسٹروی حکومت کے بلاغ نہائی میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ الساس میں جن جرمانی امرا کے حقوق جاگیری ان کے کاشتکاراں پر سے منسوخ کر دئے گئے ہیں ان کا معاوضہ دیا جائے۔ پوپ کو اونیاں اور وینس کا ہرجانہ دیا جائے جنھیں فرانس نے پوپ سے لے لیا تھا، اور یہ کہ پیرس میں ایک ایسی حکومت قائم کیجائے جو دول یورپ کو عمومی شورانگیزی کے پھیلنے کی طرف سے اطمینان دلا سکے۔ پہلی دو بناؤں کو کسی نے بھی مخاصمت کے لئے قوی وجہ نہیں خیال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ الساس میں جرمانی امرا کو اپنے اہل دہ پر جو حقوق حاصل تھے وہ ان معاہدات میں محفوظ رکھے گئے تھے جن کے بموجب یہ اضلاع فرانس کو دئے گئے تھے مگر یورپ کا ہر مدبر اس حکومت پر ہنستا جو ڈیڑھ صدی قبل کی قرارداد کے پاس خیال کی وجہ سے اپنی مملکت کے ایک کونے میں جاگیری طریق کو باقی رہنے دیتی، اس کے سوا مجلس نے ان غیر ملکی رؤسا کے لئے اس معاوضہ سے انکار بھی نہیں کیا تھا جس کے لیے لوئس نے فرانسیسی امرا کے واسطے کوشش کی، اور کچھ حاصل نہ ہوا،

ادنیان اور دینس کے الحاق کی کیفیت یہ ہے کہ آسٹریا کے مانند جس طاقت نے پولینڈ کے ٹکڑے کرنے میں شرکت کی ہو اور حال ہی میں ترکی کو تقسیم کر لینے کی ناکام کوشش کر چکی ہو، وہ فی الواقع فرانس کو اس امر پر ملامت نہیں کر سکتی تھی کہ اس نے ایک ایسے ضلع کو ملحق کر لیا تھا جو دراصل اسی کے حدود کے اندر واقع تھا، اور جس کے باشندے اور ان باشندوں کا ایک بڑا حصہ فرانس کی رعایا (شہری) بننے کے لئے مضطرب تھا، تیسرا مطالبہ یعنی ایک ایسی حکومت کا قائم کرنا جسے آسٹریا قابل اطمینان سمجھے کسی بلند خیال قوم سے اس کے قبول کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ درحقیقت آسٹریا کو بھی اس کی توقع نہیں تھی، لیوپولڈ کی خواہش فرانس پر حملہ کرنے کی نہیں تھی مگر اس نے تہدیدات کا استعمال کیا تھا اور ان سے رجوع کرنے کی ذلت کو وہ گوارا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ شہنشاہ فرانس کو خلاصی دلانے کے لئے وہ جنگ کا آغاز نہ کرتا مگر جب اسے یہ معلوم ہو گیا کہ خود اس پر حملہ کا ہو جانا یقینی ہے تو اس نے انقلاب کے خلاف بلا تاسف جنگ کو قبول کر لیا۔ دوسری طرف جرانڈ نے جب "معاقدۂ شاہاں" کو مردود قرار دیا تو انھوں نے اپنی خانگی حکمت عملی کی ضرورت سے ایک دور دست خطرے میں مبالغہ سے کام لیا۔ درحقیقت براعظم کے تاجداروں نے انقلاب کے متعلق اپنی نفرت کو راز میں نہیں رکھا تھا، روس کی ملکہ کیتھرائن نے یورپ کے ہر ایک دربار کو جنگ کے لئے ابھارا تھا، گستیوس (شاہ سویڈن)، فرانس کے خلاف تیاریاں کرتے ہوئے دفعۃً ناگہانی موت سے انتقال کر گیا۔ اسپین، ہیلز اور سارڈینیا اپنے سے قومی تر سرگروہوں کی تبعیت کے لئے تیار تھے مگر فرانسیسی مجلس کے مدبرین اچھی طرح سمجھتے تھے کہ معاندانہ خیالات اور واقعی حملہ کے درمیان

بیرونی حملہ کا اندیشہ فرانسیسی قوم میں واقعاً موجود تھا گر فرانسیسی مدبروں میں واقعاً نہیں تھا

کتنا وقفہ ہوتا ہے، اور شمالی و جنوبی طاقتوں کی جانب سے فرانس کے خطرے کی نوعیت کا بے اصل ہونا خود اس واقعہ سے ثابت تھا کہ فرانس کے موروثی دشمن اور مبغوض میری آنٹوانٹ کے وطن آسٹریا ہی کو فی الحقیقت خاص دشمن سمجھا جاتا تھا۔ تاہم ان درباروں نے اتنا کچھ کیا تھا کہ اس سے فرانسیسی قوم کے ان لاکھوں آدمیوں کا غصہ بھڑک اٹھا تھا جو ان کے خطروں سے تو واقف تھے مگر ان کے تذبذب و احتیاط سے آگاہ نہ تھے۔ جس شخص نے "مارسیلز" کا نغمہ بنایا تھا وہ عیارانہ قصوں کا گھڑنے والا نہیں تھا۔ عوام کے جن گروہوں نے اس نغمہ کو اول اول گایا انھیں اس میں مطلق شک نہیں تھا کہ مجلس کے مقررین جن خطرات کا اندیشہ ظاہر کر رہے تھے وہ حقیقۃً موجود تھے۔ یورپ کے درباروں نے لکڑیوں کا انبار لگا دیا تھا، فریق جرانڈ کے لوگوں نے اسے مشعل دکھا دی۔ یورپ میں کیا کچھ ہو رہا تھا، اسے صحیح طور پر سمجھنے کے لئے فرانسیسی قوم کے عامۃ الناس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ واقعات کو اپنے سرگروہوں سے اخذ کرتے تھے اور یہ سرگروہ اسے کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے تھے کہ اندرونی آزادی کو آگے بڑھانے کے لئے ایک قوم کو جنگ میں مبتلا کر دیں۔ وقت قریب تھا کہ فریق جرانڈ کے تدبر کی دانائی پر خود واقعات اپنا سخت و ہتک آمیز فیصلہ صادر کر دیں۔

جرمانیہ نے جنگ میں آسٹریا کی اقتدا کی	اعلان جنگ پر رائے دینے کے بعد مجلس فرانس نے ایک اعلام نامہ قبول کیا جسے کنڈارسٹ نے مرتب کیا تھا اور جس میں فرانسیسی قوم کے نام

سے فتح کے ہر طرح کے ارادے سے تبرا کیا گیا تھا۔ اس اعلام نامہ میں ان امور کا لحاظ کیا گیا تھا جنھیں کنڈارسٹ کے ایسے لوگ دل سے مانتے تھے اور جن کے نزدیک انقلاب ہنوز ایک ایسا مقدس معاملہ تھا کہ اسے توسیع مملکت کی حرص دنی سے ملوث

نہ کرنا چاہیے تھا، مگر اہل فرانس نے جس ارادے سے جنگ کا آغاز کیا، اس کی واقعی رفتار کا تعین ان ارادوں سے اتنا نہیں ہوا جتنا ان سلطنتوں کی سیاسی حالت سے ہوا جو فرانسیسی سرحد پر واقع تھیں۔ اولاً و اقداماً جنگ آسٹریا کے ساتھ تھی مگر فرمانروائے آسٹریا جرمانیہ کا سرگروہ بھی تھا، جرمانیہ کے وہ کلیسائی والیان ملک جو صوبہ جات رائن میں حکمراں تھے، وہی فرانس کے تارکان وطن کے سب سے زیادہ پرجوش محافظ تھے۔ پس اب یہ غیر ممکن تھا کہ وہ غیر جانب داری کے سایہ میں پناہ لے سکیں۔ پرشیا نے فرانس کے خلاف شہنشاہ سے مخالفہ کیا تھا اور دوسری جرمانی سلطنتیں بھی کسی نہ کسی بڑی سلطنت کے تبع میں چل سکتی تھیں۔ اگر فرانس اپنے دشمن سے زیادہ قوی ثابت ہوتا تب بھی آسٹریا کے علاوہ اور ایسی حکومتیں تھیں جنھیں انقلاب کے متعلق اپنے طور پر سمجھنا تھا، درحقیقت آسٹریا وہ سلطنت نہیں تھی جو بہر استداد تغیر کے لیے سب سے زیادہ وقف ہو، اس کی مملکت کا بیشتر حصہ فرانس سے بہت دور واقع تھا، زیادہ سے زیادہ یہ کہ اسے لمبارڈی اور نذرلینڈ کے نکل جانے کا خطرہ ہوسکتا تھا، جس رقبہ کو واقعی جنگ کا خطرہ تھا وہ جرمانیہ کا کل ملک تھا، اور اٹھارھویں صدی کے آخر میں کسی حملہ کی مدافعت کے لیے جرمانیہ جس قدر کم تیار تھی، یہ حال کبھی کسی سیاسی جماعت کا نہ رہا ہوگا۔ جنگ انقلاب کے دوران میں فرانس کو سب سے زیادہ یقینی تائید اور فتح کے لیے سب سے زیادہ قوی محرک جرمانی قوم کے تفرقوں اور دونوں سربرآوردہ جرمانی حکومتوں کی رقابتوں سے حاصل تھا۔ اگر ہم اس موقع پر ذرا توقف کرکے آغاز جنگ کے وقت جرمانیہ کی حالت کا مختصراً تبصرہ کرلیں، اس کے حکمراں تاجداروں کے شمائل اور خصائل

جرمانیہ کی حالت

اور ان کی حکمت عملی کو سمجھ لیں، اور ان حالات گرد و پیش پر ایک سرسری نظر ڈال لیں جو وسطی یورپ کے اس حالت میں، آنے کے واقعی باعث ہوئے، تو اس سے ان تغیرات پر روشنی پڑے گی جو اب یورپ میں آنا فاناً رونما ہونے لگے تھے۔

مقدس رومانی شہنشاہی

ملک جرمانیہ نے اب تک ازمنۂ وسطیٰ کی "مقدس رومانی شہنشاہی" کا نام اور اس کے اشکال کو باقی رکھا تھا، لیکن اس نام نہاد شہنشاہی کے ارکان خود مختار سلطنتوں کی ایک جماعت پر مشتمل تھے، اور ان سلطنتوں میں سے خاص سلطنت آسٹریا اپنے جرمانی صوبوں کے ساتھ ایک بہت بڑی مملکت ایسی بھی رکھتی تھی جو رسماً بھی جرمانی جماعت کا جزو نہیں تھی۔ حکومتوں کا یہ معجون مرکب ہر درجہ کی قوی و کمزور سلطنتوں سے بنا تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کو ایسے سیاسی روایات و وسائل حاصل تھے جنھوں نے ان کو اعلیٰ یورپی طاقتوں کے درجہ پر پہنچا دیا تھا مگر سکسنی اور بویریا کی ایسی دوسرے درجہ کی بادشاہیوں کو نہ تو قوت کی طمانیت حاصل تھی اور نہ وہ آزادانہ زور یا زمیسر تھا جو اکثر چھوٹی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ ان کے سوا جرمانیہ کی اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں جن کی تعداد سو کے قریب تھی، مدتوں قبل ہر طرح کی زندگی عامہ دلوں سے محو ہو چکی تھی، اگر کچھ تھا تو یہی کہ عہدہ داروں کے رحم و کرم یا ظلم و ستم کا ایک چکر جاری تھا، اور اسی میں لوگ اونگھ رہے تھے۔ اصولاً اس وقت تک ایک متحدہ جرمانی جماعت موجود تھی، واقعاً جرمانیہ دو جلیل القدر بادشاہوں سے مرکب تھی جنھیں ایک دوسرے سے سخت رقابت تھی اور ان کے سوا خود مختار امارات و بلاد کا ایک غول تھا جن کی رکنیت شہنشاہی کا مطلب اس سے زیادہ کچھ نہیں تھا کہ اپنے سے زیادہ طاقتور ہمسایوں کے مناقشات میں کھنچ آنا ان پر بھی لازم تھا، کسی قسم کا جرمانی قومی احساس موجود نہیں

تھا جس میں تمام جرمانیہ کے اغراض متحد و متفق ہوں، یہ سیاسی اتحاد کے اسما و اشکال بہت بعید زمانہ گزشتہ سے چلے آرہے تھے اور اور اٹھارھویں صدی کے واقعات کے درمیان ایک مضحکہ خیز خارج الوقت شے معلوم ہوتے تھے۔ جرمانی جماعت کا سرگروہ موروثی حق کے ذریعہ سے قابض نہیں ہوتا تھا بلکہ شارلیمین اور رومانی قیاصرہ کے منتخب شدہ جانشین کی حیثیت سے قابض ہوتا تھا۔ پندرھویں صدی سے شہنشاہی اعزاز ہیبسبرگ کے آسٹروی خاندان میں رہا تھا، مگر باستثنار چارلس پنجم اس خاندان کے کسی فرماں روا کے پاس اتنی قوت نہیں تھی جو ایک متحدہ جرمانی سلطنت کے پیدا کرنے کے لئے کافی ہو اور اس وقت جو موقع آگیا تھا اسے ہاتھ سے نکل جانے دیا گیا۔ "اصلاح" نے شمالی جرمانیہ کو جنوب کی کیتھولکی بادشاہی سے جدا کر دیا تھا۔ جنگ سی سالہ جس کا خاتمہ سترھویں صدی کے وسط میں ہوا، اس نے براعظم یورپ پر مذہب پروٹسٹنٹ کے وجود کو مستحکم کر دیا مگر یہ استحکام جرمانیہ کو کھو کر ہوا جو اس جنگ کے بعد خستہ و منتشر ہو گئی تھی ۱۶۴۸ء کے معاہدہ وسٹ فیلیا کی رو سے شہنشاہی کے ہر رکن کی خود مختاری تسلیم کی گئی تھی، اور اس کے بعد سے مرکزی اقتدار محض ایک سایہ رہ گیا تھا۔ شہنشاہی کی ڈائیٹ جہاں انتخاب کنندگان، والیان ملک اور آزاد شہروں کے نمایندے جمع ہوتے تھے وہ ازمنۂ وسطیٰ کی ترتیب میں منعقد ہوتی تھی اور اب اس کی حالت "جامعۂ نقبا" کی سی ہو گئی تھی جو خطابات و تقدمات کے مسائل میں مصروف رہا کرتی تھی۔ اصل اہمیت کے مسائل وہ ایلچی طے کرتے تھے۔ جو ایک دربار سے دوسرے دربار میں جایا کرتے تھے، جنگ کے اغراض کے لئے "شہنشاہی"

۱۶۴۸ء کے بعد سے تمام جرمانی سلطنتیں شہنشاہ سے خود مختار ہو گئی تھیں۔

حلقوں میں منقسم تھی اور نظریہ کی رُو سے ہر حلقہ فوج کا ایک رسالے
(رسالہ) مہیا کرتا تھا، مگر اس فوجی تنظیم کا وجود صرف کاغذ پر تھا، اعلیٰ اور اوسط
درجہ کی سلطنتیں اپنی حکمت عملی کے پابند اپنے سلاح جنگ کا انتظام بھی
ریئسان کی ڈائٹ سے مستغنی ہو کر کرتی تھیں، چھوٹے درجے کی بادشاہیوں
اور آزاد شہروں، کے رسالے ہر اعتبار سے نامکمل، ناقص اور بے ترتیب
تھے اور جرمانی سپاہیوں کی شجاعت کے باوجود یورپی جنگ میں اس
سے کچھ بھی فرق نہیں پڑ سکتا تھا کہ آیا کوئی رجمنٹ جس کا کپتان (قائد)
شہر گمنڈ کی طرف سے، اس کا لفٹنٹ (مددگار) خانقاہ رانمنسٹر کی طرف
سے اور اس کا علمبردار جگنباک کے شیخ الصومعہ کی طرف مقرر ہوا ہو، وہ
اپنے کاغذی شمار سے پچاس فی صدی کم کی تعداد میں میدان میں آتی
ہے یا نہیں آتی۔ شہنشاہی کے ارکان کے درمیان جو تعلقات قائم
تھے وہ کس درجہ کمزور تھے[1]۔ اس کی آئینی کل کس قدر سست اور
بے ہنگام تھی، اس کا نمایاں ثبوت اس وقت ملا جب فرانسیسیوں نے
۱۷۹۲ء میں پہلی مرتبہ جرمانیہ پر یورش کی اور ڈائٹ شہنشاہی کے
فوجیں طلب کرنے کے قبل چار ہفتے تک اور اعلان جنگ کرنے
سے قبل پانچ مہینے تک بحثیں کرتی رہی۔

آسٹریا

درحقیقت جرمانیہ کی مدافعت کا انحصار آسٹریا اور
پرشیا کی فوجوں پر تھا، آسٹریا کے خاندان ہیپسبرگ کو شہنشاہی کا لقب
حاصل تھا اور اس نے اپنے گرد کم ترقی کن جرمانی سلطنتوں کے بادشاہوں
کو جمع کر لیا تھا، دوسری طرف شمالی جرمانیہ کی پروٹسٹنٹ جماعتوں نے
اپنے اغراض کو ترقی کن پرشیا کی شہنشاہی کے اغراض کے ساتھ
متحد کر دیا تھا، مذہبی ہمدردی اور مدتوں کے روایات نے چھوٹے
چھوٹے کیتھولک درباروں کو وائنا کے سیاسی نظم سے مربوط
کر دیا تھا۔ آسٹریا کو اپنی اس سرپرستی سے کچھ فائدہ بھی ہوا، مگر

---

[1] ہاسر: "تاریخ جرمانیہ" Deutsche Geschichte صفحات ۱-۸۸۔
والوناٹ: "ہرزاگ البرکٹ" Herzog Albrecht صفحات ۱-۸۱۔

حقیقت میں وہ جرمانی خاندان کی رکن نہیں تھی، اس کے اغراض جرمانیہ کے نہیں تھے، اس کی طاقت اگرچہ عظیم الشان اور بہت برداشت کن ثابت ہوئی مگر اس حالت کا انحصار زیادہ تر جرمانی عناصر پر نہیں تھا اور نہ اس کا استعمال زیادہ تر جرمانی اغراض کے لئے ہوتا تھا۔ آسٹروی فرمانروا کے لقب سے ان نسلوں اور قوموں کی عجیب و غریب گوناگونی کا اظہار ہوتا ہے جن کے سیاسی اتحاد کا باعث صرف یہ تھا کہ وہ سب کے سب ایک مشترک سرگروہ کے تابع تھے۔ سرکاری حیثیت سے مختصر صورت میں خاندان ہیپسبرگ کے حکمراں کے القاب یہ ہوتے تھے۔ شاہ ہنگری، بوہیمیا، کروشیا، سلیونیا، وگلیشیا، آرچ ڈیوک آسٹریا، گرینڈ ڈیوک ٹرنیسلونیا، ڈیوک آسٹریا، کینیز تمسا، دکانیوالا اور حکمراں کاونٹ ہیپسبرگ وٹرول۔ ۱۷۹۲ء کی جنگ کے آغاز کے وقت، خاندان ہیپسبرگ کی قلمرو میں اس وسیع الرقبہ مملکت کے علاوہ جس پر وہ اب تک حکمراں ہے، جنوبی نذرلینڈ، اور ملان کی ڈچی بھی شامل تھی۔ آسٹروی بادشاہی کے اندر گیارہ مختلف السنہ اور بے شمار مقامی زبانیں بولی جاتی تھیں آبادی کے عناصر میں سلافی عنصر اوروں سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا تھا اس کا شمار تقریباً ایک کرور نفوس کا تھا اس کے برخلاف جرمانی پچاس لاکھ اور مگیر (مجر) تیس لاکھ تھے، لیکن جو خاندان کہ اپنی تمام ماتحت قوموں کی نسبت بے پروائی کے ساتھ یہ سمجھتا ہو کہ وہ صرف اس کی شان و شکوہ کے بڑھانے کا ذریعہ ہیں اس سے یہ توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ اس کی حکمت عملی تعدادی قوت یا قومی مقاصد کے مطابق رنگ اختیار کرے گی۔ ملان اور نذرلینڈز تو اٹھارھویں صدی کے آغاز سے آسٹریا کے قبضہ میں آئے تھے مگر خاندان ہیپسبرگ کے قدیم ممالک کی قسمت جنگ سی سالہ کے دوران میں کئی نسلوں سے متعین ہوچکی تھی۔ اس کشمکش سے آسٹریا کو جہاں تک تعلق تھا قدیم وجدید عقیدے کے تصادم کے معنی

یہ ہو گئے تھے، کہ ایک طرف شاہی تھی اور کلیسا اس کے ساتھ تھا دوسری طرف قومی زندگی اور آزادی کا ہر ایک عنصر تھا اور "اصلاح" اس کی جاندادتھی، اور فریقین میں تصادم برپا تھا، مذہب پروٹسٹنٹ کو اس زمانہ میں خاندان "ہیپسبرگ" کے تقریباً تمام ممالک میں قبضہ حاصل ہوچکا تھا اور اس کا زیر کرنا بغیر اس کے نہ ہوسکا کہ آسٹروی جرمانیہ کی سیاسی آزادی بوہیمیا کی قومی زندگی، ہنگروی امرا کا جوش وحوصلہ سب ایک طرف سے فنا کر دیا جائے۔ شہنشاہ فرڈینینڈ کی یہ قابل نفرت خواہش کہ ملک میں زندیقوں کے بھرے رہنے سے ملک کا ویران ہونا بہتر ہے" اس کے مملکت کی آیندہ کی تاریخ میں بہت اچھی طرح پوری ہوگئی۔ ٹرول کے سوا اور دوسرے جرمانی صوبوں میں، قدیم پارلیمنٹیں اور ان کے ساتھ آزادی کے تمام علامات ناپدید کر دئے گئے، بوہیمیا میں قومی پروٹسٹنٹ امرا کی جائدادیں جاتی رہیں اور اگر باقی بھی رہیں تو اس کی قیمت مذہب، زبان، اور جذبات نسلی کے ترک سے ادا کرنا پڑی، تا آنکہ اس کا ملک متمدن یورپ کی نظروں سے غائب ہوگیا، اور بوہیمیا کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں رہ گی کہ وہ زمین جوتنے والوں کا ایک بے حقیقت ملک ہے جس پر کسی کی نظر بھی نہیں پڑتی ہنگری جنگ سی سالہ کے دوران میں اس قدر کامل طور پر پامال نہیں ہوئی تھی اور مذہب پروٹسٹنٹ کچھ باقی رہ گیا تھا، وہاں ۱۶۸۶ء میں عدالت مشہور بہ "مذبح اپیریس" کے ہیبتناک فتاوائے موت نے صاف روشن کر دیا کہ قومی آزادی کے جذبات کی جانب بادشاہ کی روایتی حکمت عملی کیا تھی۔ آسٹروی ممالک میں صرف دو طاقتوں کو باقی رہنے کی اجازت تھی، ایک تاج کی طاقت اور دوسری قسیسوں کی اور چونکہ محکوم نسلوں میں کسی قسم کا حقیقی قومی اتحاد نہیں قائم رہ سکتا تھا، اس لئے سلطنت کا تمام اقتدار اس امر پر صرف

کر دیا گیا تھا کہ بادشاہی کے بیشتر حصہ پر مذہب کیتھولک کا کورانہ اتباع بزور قائم رکھا جائے۔

اس ہیجان مطلق العنانی کے دباؤ کے نیچے یہ معلوم ہوتا تھا کہ انسان کی تمام نازک و لطیف قوتیں زائل ہو جائیں گی۔ سترھویں اور اٹھارھویں صدیاں جن میں انگلستان و فرانس میں کوئی عشرہ ایسا نہیں گزرتا تھا کہ کوئی نہ کوئی استادانہ ادبی تصنیف یا کوئی نہ کوئی علمی تحقیقات یا سیاسی بحث و استدلال میں کسی نہ کسی طرح کی ترقی نہ ہو، مگر ان صدیوں میں آسٹریا کے اندر ایک ہیڈن مغنی کے سوا اور کوئی درخشاں نام نظر نہیں آتا۔ جنگ سی سالہ کے جمود کے تین پشتوں بعد جب وکلمین اور لیسنگ نے پھر لوگوں کے دلوں کو ابھارا اور وسیع الشیوع تعلیم سے طبقۂ متوسط کو سیاسی آزادی کے فقدان کلی کا کچھ عوض مل گیا اس وقت بھی اس تجدید کا کوئی اثر آسٹریا میں نہیں ظاہر ہوا۔ امرا شکار کھیلتے اور سوتے تھے، زرعی نیم غلام روح فرسا محنت برداشت کرتے تھے، جہاں کوئی مدرسہ موجود ہوتا وہاں فرقۂ جزوٹ کے پادری طلبہ کو کلیسائی لاطینی سکھاتے تھے اور مدرسہ سے انھیں فارغ التحصیل کر کے اس طرح واپس کرتے تھے کہ وہ اپنی مادری زبان نہیں پڑھ سکتے تھے۔ ایسے کاہل اور بے استعداد نظم معاشرت میں ترقی کا شیوع صرف فوجی بربادی ہی سے ہو سکتا تھا۔

میریا تھریسیا کے اصلاحات ۱۷۴۰ء۔ ۱۷۸۰ء

میریا تھریسیا کے اوائل عہد میں سلیشیا کے نکل جانے سے حکومت کے خواب خرگوش میں ذرا فرق پڑا اور اصلاح کا آغاز ہوا۔ اگرچہ ہنگری اور ندرلینڈز کے سوا قدیمی صوبجاتی مجلسوں کے اختیارات مدت سے زائل ہو چکے تھے مگر تاج نے کبھی یہ سعی نہیں کی تھی کہ انتظام مملکت کا کوئی یکساں نظم قائم کرے۔ محصولوں کا جمع کرنا، رنگروٹوں کا بھرتی کرنا، ابھی تک ہر ضلع کے جاگیری زمینداروں کا کام تھا، کسی مستعد کار دشمن کے مقابلہ میں اس قسم کے دقیانوسی انتظام سے تاب مقاومت

کی کس قدر توقع ہوسکتی تھی اس کا حال فریڈرک اعظم کے پہلے حملہ میں روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ بہتر فوجی تنظیم کی بنیاد رکھنے اور رعایا میں قوی تر قومی مقصد پیدا کرنے کی امید میں تھریسا نے مرکزی بادشاہی کے بعض عہدے اسی زمانے میں قائم کیے جب اس نے وابستہ ارا‌ضی غلاموں کی حالت کو ترقی دی، اور جزوٹ کی تعلیم اور جزوٹ معلموں کے بجائے جرمانی تعلیم اور جرمانی معلم مقرر کیے۔ کسان، جو بادشاہی کے بیشتر حصص میں اب تک زمین سے وابستہ تھے انھیں اب اپنے آقا کی زمین کے چھوڑ دینے کی آزادی مل گئی، اور جب تک کہ وہ سال کے چند مقررہ ایام میں اپنے آقا کے لئے مزدوری کی خدمت انجام دیتے رہیں اس وقت تک وہ اخراج سے محفوظ کر دے گئے۔ تھریسا کی اصلاح اس سے آگے نہیں بڑھی، اسے ملک کی زندگی کی جاگیری نوعیت کے بدلنے کی مطلق خواہش نہیں تھی، وہ نہ تو مذہب کیتھولک کے تسلط و اقتدار میں کسی قسم کا اعتدال پیدا کرنا چاہتی تھی اور نہ ان صوبجاتی اشکال کو محو کرنا چاہتی تھی۔ جن سے امرا کو ان کے اضلاع کے اندر سیاسی خود مختاری کا انداز حاصل ہو جاتا تھا، اس کے خیالات خود قدامت پرستانہ تھے، طبقۂ امرا اسے عزیز تھا، اور ذاتی طور پر اسے مذہب سے توغل تھا، اندریں حالات، اس نے صرف اسی تغیر کو منظور کیا جس کے لئے اس کے معتمد علیہ مشیروں نے صلاح دی، اور اس نے اس سے زیادہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جتنا خود اس کی یکجائی خصوصیت کی دلفریبی سے حاصل ہوسکتا تھا۔

جوزف دوم ۱۷۸۰ - ۱۷۹۰

۱۷۸۰ء میں میریا تھریسا کے فرزند جوزف دوم کی تخت نشینی کے وقت سے آسٹریا کے لئے ایک نئے دور کا آغاز ہوا، جس کام کو تھریسا نے تعویق میں ڈال دیا تھا اسے اب ایک ایسے بادشاہ نے اپنے ہاتھ میں لیا کہ مذہبی و معاشری اصلاح کے متعلق اس کے تخیلات نے

دس برس بعد فرانس کے بڑے سے بڑے مبدعین کے لئے کچھ اٹھا نہ رکھا۔ اس میں شک نہیں کہ جوزف کے دل میں ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ممالک غیر کی فتح کے مبادرات کے لئے ایک عظیم الشان فوجی قوت مہیا کرے، اور بیقید مطلق العنان قوت کا شوق بھی اس کے دل سے کبھی رفع نہیں ہوا مگر ان درشت عناصر کے ساتھ، جوزف کی فطرت میں اس شخص کے دل کی سی سچی آگ بھی بھڑک رہی تھی جو تخیلات کے لئے زندگی بسر کرتا ہو۔ اپنی رعایا کے ہر طبقہ کو ایک سطح پر بلند کر دینے کی پرجوش خواہش کے ساتھ ہی اس نے ان کے عادات و میلانات کو فراموش کر دیا تھا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس نے یہ کوشش کی کہ اپنی زیر حکومت قوموں کے اس معجون مرکب مجموعے کو جس پر قیسیوں کا تسلط تھا ایک ہم رنگ جماعت میں بدل دے اس کی تنظیم فرانس یا پرشیا کے طرز پر ہو، طریق عبادت روادارانہ و روشن خیالانہ عیسائیت کے انداز کا ہو، اور طبقات کے باہمی تعلقات میں اٹھارھویں صدی کا فلسفہ حب انسانی جوشزن ہو۔ اپنے عہد حکومت کے پہلے سال میں جوزف نے ان تمام عدالتی اختیارات کو منسوخ کر دیا جو براہ راست بادشاہ سے نہ ماخوذ ہوں اور آسٹنڈ سے بنسٹر تک عہدہ داروں کی ایک فوج پھیلادی کہ اس کی کل قلمرو کے تمام سرکاری کاموں کو وائنا کے مرکزی اقتدار کے بلاواسطہ ہدایت کے تحت میں انجام دیں۔ بعد کے برسوں میں فرامین پیاپے جاری ہوتے رہے، خانقاہیں توڑ دی گئیں، گرجا کی تقریبیں اور زیارتیں ممنوع قرار پائیں، مسیحی عبادت کے ہر طریق کے لئے سلطنت کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا، امرا کی معافی لگان اور سرکاری عہدوں پر ان کا بلا شرکت غیرے قبضہ منسوخ کر دیا گیا، جامعات (دار العلوم) راہبانہ جہالت کے حجرہ ہائے تاریک کے بجائے دنیاوی علوم کے مدارس بنا دئے

گئے۔ کسانوں کی شخصی خدمت کو نقدی معاوضے میں بدل دیا گیا، اور اپنے آقا کے ساتھ ان کے تمام معاملات میں ان کے لئے شاہی عہدہ دار کی حیثیت میں ایک محافظ اور ایک حکم مہیا کر دیا گیا۔ جوزف اپنے مقاصد میں ضرور شریف الطبع و روشن خیال تھا مگر اٹھارھویں صدی کے ہر ایک مصلح کی طرح اس نے اس قوت کا اندازہ کم کیا جو گزشتہ کو موجودہ پر حاصل ہوتی ہے۔ صوبجاتی رواج یا مدتوں کی باوقعت رائے کے ساتھ وابستگی میں اسے سوائے تعصب اور بدعقلی کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اس اخلاقی قانون کے نسبت کچھ جانتا ہی نہ تھا جو انقلابات کی کامیابی کو حالات ماقبل سے محدود کر دیتا ہے۔ اس کے اصلاحات کی مقاومت کے لئے بد ترین، بہترین کے ساتھ متحد ہو گئے۔ دار العلوم لوئن کے متعصبوں نے جو اب تک نیوٹن کے انکشافات کے خلاف جمے ہوئے تھے، جوزف کو مذہب کا دشمن بتا کر عوام کو بھڑکا دیا اور شورش برپا کرا دی، ہنگری میں قوم مگر کے زمینداروں نے اس نظم و طریق کی مقاومت کی جس نے ان کی قومی خود مختاری کے آخری نشانوں کو فنا کرنے کے ساتھ ہی ان کے اس سخت تسلط کو بھی نیست و نابود کر دیا تھا جو وہ اپنے کسانوں پر عمل میں لاتے تھے۔ جوزف کبھی مراعات کرتا اور کبھی انتہائی خود مختارانہ زیادتی پر اتر آتا۔ ایک وقت میں اس نے یہ عزم کر لیا کہ اس کے اختیار کے عمل در آمد میں جس حق سے خلل پڑتا ہو ان سب کو دریا برد کر دے، اس کے بعد، جب ندرلینڈز میں کامیاب بغاوت ہو گئی اور ہنگری نے بھی مجبور ہو کر ہتیار سنبھالے تو اس نے اپنے غیر آئینی احکام منسوخ کر دئے (۲۸ جنوری ۱۷۹۰ء)۔ اور ہنگروی بادشاہی کے جو تنظیمات اس کی تخت نشینی کے وقت قائم تھے انھیں بحال کر دیا۔

لیوپولڈ دوم
(۱۷۹۰-۱۷۹۲)

ایک مہینہ بعد موت نے جوزف کو اس کی کشمکش اور اس کے ہم و غم سے نجات دلائی۔ اس کے جانشین لیوپولڈ دوم نے یہ دیکھا کہ روس کے حلیف کی حیثیت سے اس کی بادشاہی ترکی پر حملہ کرنے کی پابندی میں مبتلا ہے، پرشیا، انگلستان اور ہالینڈ کے معاہدۂ شمالی سے اسے خطرہ درپیش ہے، ندرلینڈز کی قیادت نے اسے کمزور کر دیا ہے، اور ہر صوبہ میں قدیم و جدید نظم حکومت کے تصادم سے اور جدید معاشری حقوق کے دعاوی سے (جو صرف فنا کرنے کی غرض سے پیدا کئے گئے تھے) ابتری برپا ہے۔ بلجیم کی بازستانی اور ترکی سے صلح ایسے حالات کے ساتھ بروئے کار آئیں جن سے لیوپولڈ کی آبادکاری اور حاذ ما نہ تدبّر کی واجبی و بجا تعریف نکلتی ہے۔ تاج اور صوبجات، کلیسا اور تعلیمات، امرا اور کسانوں کے درمیان جو تصادم برپا تھا انھیں جس طرح اس نے طے کیا اس سے وہ روش قائم ہو گئی جس پر آسٹریا کی حکمت عملی آئندہ ساٹھ برس تک چلتی رہی خواہ اس میں بہتری ہوئی ہو یا ابتری۔ لیوپولڈ نے صوبجاتی حقوق اور طبقات و مشخصہ جماعات کے امتیازات خاص کو بحال کر دیا۔ اپنے خاندان کی شخصی فرمانروائی کو اس نے بے خرخشہ قائم رکھا۔ جوزف کے وضع کردہ قوانین کے زیادہ حریت پسند اجزا یعنی تعلیم کی پادریوں کی نگرانی سے آزادی محصولات میں ناروا امتیاز کی بندش، کسانوں کی جاگیری خدمات کی منسوخی، ان تمام معاملات میں لیوپولڈ کلیسا اور طبقۂ امرا کے ساتھ مراعات کرنے پر آمادہ تھا۔ مگر بوہیمیا اور نیز ہنگری میں اس کے پیشرو کی دست اندازی سے قومی خودمختاری کا جو جذبہ بھڑک اٹھا تھا اس کی نسبت اس نے کسی طرح کی مراعات نہ کی بجز اس کے کہ بعض دلپذیر اشکال ظاہری کو بحال کر دیا۔ میگیر (مجر) امرا کی اس کوشش کو شکست ہو گئی کہ لیوپولڈ کو شاہ ہنگری تسلیم کرنے کے لیے وہ بعض شرائط عائد کرنا چاہتے تھے، اور آسٹریا اور ٹرینسلونیا کے معاملات

کے لیئے وائنا میں کئی عہدے قائم کرکے اور ان صوبوں کو ہنگری کی ڈائٹ سے آزاد کرکے لیوپولڈ نے یہ ظاہر کردیا کہ ہنگروی بادشاہی کے سلافی ورومانی عناصر بادشاہ کے ہاتھ میں ایک ایسا آلہ ہیں جسے وہ حاوی وغالب مجلس کے خلاف استعمال کرسکتا ہے۔ دوسری طرف لیوپولڈ[1] اس امر پر راضی ہوگیا کہ اعلیٰ تعلیم پر کلیسا کی نگرانی کو بحال کردے اور محصول کا بار پھر اس زمین پر ڈال دے جو طبقۂ امرا کے مالکوں کے قبضہ میں نہ ہو۔ مطابع کے احتساب میں اس نے نئی سختی قائم کردی مگر اس کا نفع کلیسا کو نہیں پہنچا جس سے قبل ازیں احتساب کا تعلق تھا بلکہ نفع حکومت کو ہوا جس نے اب احتساب سے سلطنت کے آلۂ کار کے طور پر کام لینا شروع کردیا۔ زرعی نیم غلاموں کی آزادی کے مسئلۂ عظیم میں، لیوپولڈ کو امرائے ہنگری کی اس جماعت سے دوچار ہونا پڑا جن سے زیادہ صادق العزم وطاقتور جماعت امرا کی اور صوبے میں نہیں تھی۔ امرا کا یہ حق کہ وہ کسانوں کو زمین کا پابند بنائے رکھیں اور ان کے عقد کو اپنی نگرانی میں رکھیں، اسے تو اپنی قلمرو کے کسی حصہ میں بھی بحال کرنے سے لیوپولڈ نے انکار کردیا۔ لیکن جہاں بوہیمیا میں اسے جوزف کے اس عطا کردہ حق کے قائم رکھنے میں کامیابی ہوگئی کہ کسان اپنی شخصی خدمت کو نقدی معاوضہ سے تبدیل کرلیں، وہیں ہنگری میں اسے مجبور ہوکر تھریسیا کے طریق کی طرف پلٹنا اور اس ... کے آخری تصفیہ کو ڈائٹ کے اوپر چھوڑ دینا پڑا۔ بیس برس بعد جس مدبر نے پرشیا کے کسانوں کو آزادی دی اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آسٹریا کے تمام قلمرو میں ہنگری ہی وہ ملک ہے جہاں کے کسان شمالی جرمانیہ کے کسانوں سے بہتر حالت میں نہیں ہیں[2] مگر ڈائٹ کی مردم ترسی تجیبی کے اس درجے پر پہنچی ہوئی

---

[1] اسپرنگر: "تاریخ آسٹریا" (Geschichte Oesterreichs) صفحات ۱۰-۴۶،

[2] برز سوانح اسٹین۔ (Leben Stein) جلد دوم صفحہ ۴۰۲۔

پیگٹ: "اسفار ہنگری" (Travels in Hungary) جلد اول صفحہ ۱۳۱۔

تھی کہ ۱۸۳۵ء تک قید خانہ اور تختہ بید زنی ہنگری کے ہر ایک تعلقہ کا جزو ہوا کرتا تھا۔

جوزف، میں ایثار نفس کا جو جوش تھا، لیوپولڈ کی طینت میں اس کا کہیں پتہ بھی نہیں تھا۔ تاہم اس کے سیاسی مقاصد پست درجے کے نہیں تھے۔ ٹسکنی کی چوبیس برس کی حکومت میں اس نے امن، مذہبی روشن خیالی اور اپنی چھوٹی سی بادشاہی کی مادی ترقی کی فکر کے لحاظ سے اپنے کو تقریباً ایک تجربہ کار حکمران ثابت کر دیا تھا، تخت آسٹریا پر جلوہ فرما ہو کر اس نے کلیسا اور طبقۂ امرا سے جو مصالحت اختیار کی وہ اس کے طبعی میلان کے بجائے زیادہ تر ایک مفروضہ سیاسی ضرورت کا نتیجہ تھی۔ جب تک لیوپولڈ زندہ رہا، آسٹریا کو ایک ایسے شخص کی کمی محسوس نہ ہوئی جس میں سیاسی معاملات کے تمام عرض و طول پر نظر ڈالنے کی ذہانت اور سلطنت کے جملہ ملازمین سے متحداً کام لینے کی قابلیت موجود ہو، لیکن یورپ اور اس سے بڑھکر خود اس کے ممالک کی بدقسمتی تھی کہ لیوپولڈ عین اس وقت نذر اجل ہو گیا جب انقلابی جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ وائنا کے سرکاری حلقہ میں جوزف کے اصلاحات کے خلاف ہیجان کن بازگشت اور ہنگری اور نذرلینڈز میں قومی تحریکات کا صحیح البیان خوف پہلے ہی سے خاص زور پیدا کئے ہوئے تھا، اب انقلاب کے بزور سلاح تبدیل خیال کی نئی بلا اور مستزاد ہوئی، لیوپولڈ کا جانشین فرینسس دوم، ایک مریض سا شہزادہ تھا، جس کے خانہ پسند اور بے تخیل دل میں جوزف کے جلیل القدر مبادرات کی طرف سے صرف تنفر ہی تنفر تھا، حالانکہ اس نے خود اسی عالم میں پرورش پائی تھی۔ جو لوگ اس کے گرد و پیش جمع تھے وہ ایک مقررہ روش پر چلتے رہنے کے خواہاں اور تغیر سے خائف تھے، اس سے سیاسی زندگی کی تمام صورتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ حکومت

لیوپولڈ کا انتقال
یکم مارچ ۱۷۹۲ء

نے علانیہ یہ اعلان کر دیا کہ جب تک جنگ جاری ہے جملہ تغیرات بند رہنا چاہئیں۔ یہاں تک کہ زمیندار کے ساتھ کسان کے تعلق کے ایسے وزن دار مسئلہ کو بھی ہنگری کی ڈائٹ نے بلے تصفیہ چھوڑ دیا کہ مبادا مباحث کے اندر قومی خود مختاری کے جذبات کا اظہار ہونے لگے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آسٹریا کے تمام اندرونی نظم و نسق پر پھر وہی جمود چھا جائے گا جو تھریسیا کے قبل تھا۔

لیکن اس حکومت کی غیر ملکی حکمت عملی میں اس ہراسان و مستحفظ طبیعت کا مطلق اظہار نہیں ہوتا تھا۔ جوزف اپنے وطنی معاملات میں جیسی بےچین طبیعت کا شخص تھا وہی حال ان کا بیرونی معاملات میں بھی تھا، وہ روس کی ملکہ کیتھرائن کی حرص و ہوس میں شریک ہو گیا تھا، اور ترکی، وینس اور بویریا کے متعلق اپنے منصوبوں سے یورپ کو پریشان کر رکھا تھا۔ یہ تجویز اور مملکتی توسع کی اسی قبیل کے دوسرے تجاویز آسٹریا کے درباریوں اور سفیروں کے دلوں میں بھرے ہوئے تھے۔

فرانس کے ساتھ جنگ کے شروع ہونے کے تھوڑے ہی زمانہ بعد معمر وزیر کوئنز جو تین عہدوں میں دفتر خارجہ کا سرگروہ رہ چکا تھا، اپنے عہدہ سے علیحدہ ہو گیا۔ ۱۷۷۲ء میں روس اور پرشیا کی شرکت میں پولینڈ کو تقسیم کر لینے اور بعد میں ترکی اور بویریا پر جوزف کے ہاتھ بڑھانے کے باوجود کوئنز کی حکمت عملی محض مبادرات اور ادھر ادھر حملہ کر دینے کی نہیں تھی۔ وہ فرانس کے ساتھ اتحاد اور پرشیا سے مخالفت کے اصول پر فی العمل صداقت کے ساتھ جما ہوا تھا، اور جب انقلاب کی وجہ سے جنگ آنکھوں کے سامنے آ گئی تو اس کی خواہش یہ تھی کہ جنگ کے مقصد کو فرانس میں شاہی حکومت کے بحال کر دینے تک محدود رکھا جائے۔ جن حالات کے تحت میں نوعمر شہنشاہ اور شاہ پرشیا نے جنگ کو توسع ممالک کی اغراض کی طرف پلٹ دینے پر اتفاق کیا، اسی وجہ سے کوئنز نے صدق دل سے یہ سمجھ کر کہ اس

کی حکمت عملی سے مہلک کام لیا جائے گا، اس اقتدار سے دست برداری کی جس سے وہ چالیس برس تک کام لیتا رہا تھا۔ دونوں درباروں میں خفیہ طور پر یہ قرارداد ہو گئی تھی کہ پرشیا اپنے اخراجات جنگ کو پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کر کے پورا کریں اور آسٹریا کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا تھا کہ شہنشاہ بوریا کو ملحق کر لے اور والی بوریا کو بلجیم بطور معاوضہ کے دیدے۔ کونِتز جسے صحیح حکمت عملی سمجھتا تھا یہ دونوں تجویزیں اس کے برعکس و منافی تھیں۔ اس کا یقین یہ تھا کہ آسٹریا کے اغراض کا اقتضا پولینڈ کو مستحکم و مجتمع کرنا تھا نہ کہ اسے تباہ کرنا۔ اور یہ تو اس نے صاف کہدیا تھا کہ معاملات کی صورت واقعیہ کے دیکھتے ہوئے ندرلینڈز کا بوریا سے بدل لینا ناممکن العمل ہے[1] اگر ۹۲-۱۷۹۱ء کا اتحاد ان اصولوں پر مرتب ہوا ہوتا جن کی وکالت کونِتز کر رہا تھا تو اگرچہ آسٹریا کو فرانس میں شاہی طاقت کے بحال کر دینے میں کامیابی نہ ہوتی، تو بھی اس محالفہ کی شکست پولینڈ کی تقسیم ثانی کے جرموں اور رسوائیوں کی ذلت پر نہ ہوتی۔

جس ساعت سے کونِتز عہدے سے ہٹا، اسی ساعت سے مملکتی توسع، دربار آسٹریا کا مقصد عظیم ہو گیا۔ آسٹروی سلطنت کے منتشر صوبوں اور اس کی مختلف النوع آبادی کی وجہ سے عاقبت اندیش مدبروں کے ذہن میں یہ خیال آجاتا کہ اس روش میں وہ تمام یورپی سلطنتوں کے بہ نسبت آسٹریا کا نقصان زیادہ ہوگا۔ لیکن ۱۷۹۲ء کے افراد کو یہ نظر آتا تھا کہ نفع زیادہ ہوگا فرانسیسی فلینڈرز کے ایک ٹکڑے کے شمول سے ندرلینڈز میں اضافہ ہو جائے گا۔ بوریا، پولینڈ اور اطالیہ سب کمزور ہمسائے تھے اور ان سے اپنی اپنی جگہ پر آسٹریا کو دولتمند بنانے کا کام لیا جا سکتا تھا۔ حصول مملکت کے ساتھ کسی قسم کے سحر آفریں خوبی وابستہ ہو گئی تھی۔ ۱ تنے مربع میل زمین اور

[1] رانکے، مبدو آغاز (Ursprung und Beginn) صفحہ ۲۵۶

وابونانٹ: منابع (Quellen) جلد اول صفحہ ۱۳۳-۱۶۵

آسٹروی کابینہ بوریا کے اصول کو شاہی کے منافع اعلیٰ سے تعبیر کیا تھا۔

اتنے افراد آبادی کے حاصل ہو گئے خواہ غیر قوم کے ہوں یا اپنی قوم کے، غدار ہوں یا دوست، اس سے بحث نہیں، مدبری کا مآل کار ہاتھ آگیا اور جان و مال کی شدید سے شدید قربانی کا عوض مل گیا۔ آسٹریا نے ظاہرا یہ رنگ اختیار کیا کہ وہ ایک مدافعتی محالفہ کے مرکز کے طور پر کام کرتا اور اس مقصد مشترک کے لئے لڑنا چاہتی ہے کہ فرانس میں ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو اپنے ہمسایوں کے حقوق کا پاس و لحاظ کرے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ خود اس کی فوجی کارروائیوں کی کیفیت یہ تھی کہ ایک وقت میں اس کا رخ فرانسیسی فلینڈرز کی طرف ہوتا، دوسرے وقت پولینڈ یا بوریا کی سازش اس پر غالب آجاتی اور تیسرے وقت اطالیہ کے فتوح اس پر حاوی ہو جاتے اور اس وجہ سے پر زور مشترک جنگ درہم برہم ہو جاتی تھی۔ خاندان ہیپسبرگ کے سرگروہ کی ذات میں جتنے مقاصد و اغراض مجتمع تھے ان میں سے وائنا میں سب سے کم محبوب شہنشاہی اور جرمانیہ کا مقصد تھا۔

پرشیا

لیکن اگر آسٹریا میں کمی تھی تو اس کی رقیب پروٹسٹنٹ سلطنت کی ذات سے جرمانیہ میں بھی کوئی مستقل تحفظ نہیں تھا۔ جرمانی طاقتوں میں دوسرے درجہ پرسب سے بڑی طاقت اور آسٹریا کی بیرونی دشمن پرشیا کو فریڈرک اعظم اور اس سے قبل کے حکمرانان خاندان ہوہنزوان کی ذہانت و طباعی سے یورپ میں وہ اثر حاصل ہو گیا تھا جو اس کے محقر وسائل کے تناسب سے بہت بڑھا ہوا تھا، اس کی آبادی فرانس یا آسٹریا کی ایک تہائی بھی نہیں تھی، اور اس کی دولت غالباً جمہوریہ وینس سے زیادہ نہیں تھی۔ جو سلطنت آدمی اور روپیہ دونوں اعتبارات سے ایسی کم حیثیت ہو اس کا یورپ کے دول عظام میں سے ایک دولت ہونا صرف اسی وقت ممکن تھا جب تک کہ کوئی مستعد کار حکمران اس پیچیدہ کل کی ہر ایک حرکت پر نظر رکھے جس نے فوج اور قوم دونوں کو حکمرانی کے طرز پر ڈھال دیا

تھا۔ فریڈرک نے اپنی رعایا کو قانون کا منصفانہ انتظام عطا کیا اس نے انھیں پُر نفع حرفتیں سکھلائیں، اس نے تعلیم کو ان کے دروازے تک لیجانے کی کوشش کی[۱] مگر اس نے یہ بھی چاہا کہ شہریوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ وہ سب سے اول سلطنت کے خادم ہیں۔ ہر ایک پرشیاوی یا تو بذات خود عہدہ داروں کے وسیع دائرہ کے اندر کام کرتا تھا یا اس کی طرف اس نظر سے دیکھتا تھا گویا وہی وہ قدرت کاملہ ہے جس سے اس کے تمام افعال کی رہبری ہوتی اور اس کے تمام ارادوں کی کفالت ہوتی تھی۔ فوج تناسبی اعتبار سے کسی دوسری سلطنت کے مقابلہ میں سہ چند زائد تھی مگر اتنی بڑی فوج کے ضروریات قیام کے لئے جو محصول لگایا جاتا تھا اسے فریڈرک کی جزرسی نے حیرت انگیز طور پر ہلکا بنا دیا تھا۔ فریڈرک کی زندگی میں اس کی رعایا تنباکو کے اجارے اور چارے گھاس کی بندش کے متعلق کتنا ہی کچھ گلہ شکوہ کیوں نہ کرتی رہی ہو مگر اس سے اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا خطرہ اس امر کا تھا کہ جس قوم نے سیاسی عظمت صرف اس سخت گیر نظم و نسق کی اطاعت سے حاصل کی ہو، وہ اس وقت سیاسی بے لبی کے گرداب میں پھنس جائے گی جب اس کا وہ حکمراں باقی نہ رہے گا جس کے عزم صادق و فکر واثق کے بغیر یہ سارا نظم ایک قالب بے جاں ہو کر رہ جائیگا۔ انگلستان میں لوگ جس شے کو سیاسی زندگی کی روح رواں سمجھنے کے عادی ہو گئے ہیں پرشیا میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں تھا۔ وہ روح رواں سیاسی مقصد وراے کا وہ مجموعہ عام ہے جو کسی نہ کسی حد تک تمام طبقات میں جاری و ساری ہے، اور جس سے سلطنت کے ملازمین کی تائید بھی ہوتی ہے اور ان کے افعال کی جانچ

---

[۱] بیڈرماں: "جرمانہ اٹھارھویں صدی میں" (Deutschland im Acht zehnten Jahrnumdert) جلد چہارم صفحہ ۴۴ ۱۱ ۱

بھی ہوتی ہے۔ فریڈرک کی رعایا اپنے بادشاہ کی اطاعت کرتی اور اس پر اعتماد رکھتی تھی، ملازمان سرکاری کے زمرے سے شاید پانچسو آدمی بھی ایسے نہ رہے ہوں گے جن کی اپنی سیاسی رائے ہوتی۔ پرشیا میں قومی نیابت کا ظاہری وجود تک نہیں تھا، اور اگرچہ بعض صوبجاتی مجلسوں کا انعقاد ہوتا رہتا تھا مگر ان کا انعقاد اپنے ضلع کے حکام شاہی کے ہدایات کے قبول کر لینے کے لیئے ہوتا تھا اور بس۔ انتقاد عام کے فقدان کلی کے ہوتے ہوئے، فریڈرک کی پیرانہ سالی۔ اس فوجی نظم کے لیئے جس نے پرشیا کو دفعۃً اس عروج پر پہنچا دیا تھا، بجائے خود باعث خطرہ تھی۔[1] فریڈرک کے جانشین کا میلان طبع اس امر کے لیئے کافی تھا کہ وہ پرشیا کی خارجی حکمت عملی کے تمام نظام کو بدل دے اور اپنے ملک کو آسٹریا کا حلیف بنا کر ایک وہمی اور بے ضرورت جنگ میں پھنسا دے۔

فریڈرک ولیم دوم ۱۷۸۶

۱۷۸۶ء میں فریڈرک کے انتقال کے بعد تاج اس کے بھتیجے فریڈرک ولیم دوم کی طرف منتقل ہوگیا فریڈرک ولیم تمام طرز کا ایک نمائش پسند و عیش پرست شخص تھا معاملات عامہ سے دلچسپی ضرور تھی مگر کسی معین اصول پر کام کر لینے کی قابلیت اس میں نہیں تھی۔ درباریوں کا گروہ بادشاہ پر قابو حاصل کر لینے کے لیئے ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے لگا اور جب ایک غیر مستقل جذبہ کے بجائے دوسرا غیر مستقل جذبہ پیدا ہوتا تو اسی کے موافق پرشیا کی حکمت عملی بھی ادھر ادھر گھوم جاتی۔ بادشاہ کی شخصی مستعد کاری پر جس ملک کا انحصار پرشیا کا اتنا نہ ہوتا وہاں فریڈرک ولیم کے نقائص، قابل وزرا کی وجہ سے رفع ہو جاتے، مگر پرشیا میں بادشاہ کی کمزوری سلطنت کے زوال کے مرادف تھی، قومی عظمت کی ساری عمارت شاہی طاقت کی

[1] کارلائل، فریڈرک، جلد ششم صفحہ ۲۶۷

بنیاد پر قائم تھی، عمال سرکاری کو چھوڑ کر اس قوم کی کوئی سیاسی ہستی نہیں تھی اور عمال کی خوبی معلق تھی سر گروہ (بادشاہ) کی خوبی پر۔ جب محل میں فریڈرک اعظم کی بے تکان محنت کے بجائے شان و نمائش اور سازشوں کا بازار گرم ہوا تو پھر صداقت، محنت، اور قطعیت کے وہ پرانے اوصاف جن پر پرشیاوی نظم و نسق کو فخر و ناز تھا، ہر جگہ خارج از بحث ہو گئے۔ پھر بھی دربار کی خفیف الحرکاتی قومی تنزل کا اتنا زوردار سبب نہیں تھی جتنا کہ پرشیاوی حکمت عملی کے اصول اولین کا ترک کر دینا اس کا باعث ہوا[1]۔ قوم میں اگر کوئی سیاسی جذبہ موجود تھا تو وہ آسٹریا کی مخالفت کا جذبہ تھا، شاہ اعظم کے تمام روایات کے ساتھ، فوج کی حب الوطنی بالکلیہ اسی جانب میں تھی۔ جب خاندان ناربن اور جلاوطن فرانسیسی امرا کی ہمدردی میں فریڈرک ولیم (فروری ۱۷۹۲ء میں) آسٹریا کا حلیف بن گیا اور ایک ایسی قوم پر حملہ کرنے کے لئے جس نے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا، اس نے خود کو اپنے قدیمی دشمن کے آغوش میں دے دیا، تو پھر اس نے اپنے خدام میں ہر طرح کی پرجوش اطاعت کا خاتمہ کر دیا۔ پرشیاوی سپہ سالار اعظم برنسوک جس قدر انقلاب سے نفرت رکھتا تھا اسی قدر فرانسیسی جلاوطنوں سے بھی متنفر تھا، اور جو سپہ سالار کہ ابتدا جنگ کے متعلق برنسوک کی نفرت میں شریک نہیں تھے، پہلی شکست کے بعد آسٹریا کے ساتھ ان کی رقابت بھی عود کر آئی اور انھوں نے کوشش یہ کی کہ جس ساعت سے بھی یہ ممکن ہو کہ پرشیا بغیر ذلت کے جنگ سے دست کش ہو جائے، اسی ساعت جنگ کو ترک کر دیا جائے۔ خود وہی مبادرت جس کے متعلق آسٹریا اس امر پر مُصِر

---

[1] ہاسر، جلد اول صفحہ ۹۷، ہارڈنبرگ، ٹریٹسکے، جلد اول صفحہ ۱۳۹ اور ان سبل، جلد اول صفحہ ۲۷۲۔

ہوگئی تھی کہ دربار برلن اس کے ذریعہ سے اپنا انعام حاصل کرے
یعنی پولینڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کرے، وہی اس اتحاد کے لئے
مہلک ثابت ہوئی۔ ملکہ کیتھرائن اس بدقسمت ملک پر اس سے
پہلے ہی دوسری مرتبہ ہاتھ ڈال چکی تھی۔ آسٹروی مخالفہ کے مخالفین
جو شاہ فریڈرک ولیم کے گرد و پیش جمع تھے، ان کے لئے یہ آسان
تھا کہ وہ فرانس کے خلاف بے سود کوشش کا مقابلہ ان آسان
وقطعی فواید سے کرکے دکھائیں، جو روس کے ساتھ شریک ہوکر
ممالک پولینڈ کے الحاق سے حاصل ہوتا۔ ان دونوں میں سے کسی
ایک مقصد کو زور کے ساتھ چلانے کے لئے یہ ضروری تھا کہ
دوسرے مقصد کو ترک کردیا جائے۔ پرشیا اتنی دولتمند نہ تھی کہ
دریائے وسٹولا اور دریائے رائن دونوں پر فوجیں قائم رکھے
اور اپنے حکمرانوں کے خیال میں وہ اتنی دولتمند بھی نہ تھی کہ اسے
اپنے پاس عزت کا بہت زیادہ احساس ہو یا وہ اپنے حلیفوں
کی بہت زیادہ وفادار رہے [1]

---

[1] خاندان آسٹریا سے تعلق اور موجودہ مہم دونوں بدستور بہت ہی غیر ہر دلعزیز ہیں۔
یہ علانیہ کہا جاتا ہے کہ نصف خزانہ بے مصرف طور پر ریکنباک میں خرچ
کردیا گیا، اور اب نصف ثانی اس موجودہ موقع پر خرچ ہو جائے گا اور بادشاہ سرحد دار
برینڈبرگ کی سابق سطح پر آجائے گا۔" اڈن از برلس ۱۹ر جون ۱۷۹۲ء دفاتر پرشیا
جلد ۱۵۱ = اس نے (موانڈارف) آسٹریا کے ساتھ مخالفہ پر لعنت بھیجی اور معاملات
فرانس میں اس وقت کی دخل ہی کو زیانکارانہ بنایا اور پولینڈ کی قسمت کا روس کو تنہا
فیصلہ کن چھوڑ دینے پر ملامت کی کہ اس ملک کے نہایت ہی اہم مقاصد کے دون
مرتبت و مخالف ہے لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ یہ ملک اس پر ہرگز رضامند
نہ ہوگا کہ پولینڈ میں کوئی اچھی حکومت قائم ہو جائے۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں میں
اس حکومت کو قطعی غلبہ حاصل ہو جائے گا اور یہ ایسی بات ہے کہ بغیر کسی شریفانہ

پرشیا کا معاشری نظم

پرشیا کے تنظیمات میں دو مخالف یک دگر نظم ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو موجود تھے، اور ان سے نہایت قوی صورت میں اس اجتماع ضدین کا اظہار ہوتا تھا جو اس سے کم درجہ میں براعظم کی بیشتر سلطنتوں میں موجود تھا۔ امرا کی سیاسی خودمختاری مدتوں سے پامال ہو چکی تھی، بادشاہ کی حکومت شہر اور دیہات کے نظم ونسق کی ہر ایک جزئیات کا انتظام و انصرام کرتی تھی لیکن سلطنت کے اتحاد واقتدار کے اس عقیدۂ جدیدہ کی پرزور ترقی کے باوجود اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسا معاشری نظم بھی قائم تھا جو ازمنۂ وسطیٰ کے بہتر دوروں کے بہ نسبت زیادہ صحیح طور پر دقیانوسی طرز کا تھا۔ پرشیا کے باشندے، امرا، اہالیِ شہر اور مزارعین کے تین طبقوں میں منقسم تھے، اور ہر ایک طبقہ اپنے معینہ مشاغل کے اندر محدود تھا اور اپنے طبقہ سے باہر عقد نہیں کرتا تھا۔ ملک کی زمین میں بھی یہی امتیاز قائم تھا۔ کسان کی زمین کسی شہری کے قبضہ میں نہیں آسکتی تھی۔ امرا جو بالعموم غریب شرفا سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے، ان کے لئے سلطنت کی خدمت کے سوا اور کوئی شغل حسب قانون نہیں تھا اور کسان جہاں آزاد تھے وہاں بھی اہل شہر کی حرفت نہیں اختیار کر سکتے تھے۔ لیکن دریائے ایلبی کے مشرقی جانب کے ملک میں کسان زیادہ تر زمین کے ساتھ وابستہ تھے۔ امرا جنھیں اپنے ملک کی حکومت پر ادنیٰ اثر ڈالنے کا موقع بھی نہیں حاصل تھا انھیں اپنے علاقہ کے ساتھ اس علاقہ میں بسنے والوں پر عدالت اور پولیس کے اختیارات بھی وراثتہً حاصل ہو جاتے تھے۔ فریڈرک نے نیم غلامی کے طریقہ کو اس وجہ سے جاری رہنے دیا تھا کہ اس طرح اسے ہر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) بحث کے ہر ایک پرشیا وہی یہی کہے گا" حسب بالا ۱۷ ار جولائی مسٹر کابڈن کے اس خطرے سے برکس میں کسی قدر استعجاب پیدا ہو گیا تھا کہ پولینڈ کی تقسیم عمدہ حکومت کی غرض سے عمل میں آئی تھی۔

علاقہ کے مالک کی صورت میں ایک کارگزار مل جاتا تھا جس سے وہ اپنا کام لے سکتا تھا۔ نظم و اطاعت اس کے اختیار کے منابع تھے اور اگر اس کی رعایا میں ایک طبقہ ایسا ہوتا جسے حکومت کی تربیت ملی ہوتی اور دوسرے کو اطاعت کی تو اس سے اس کے لئے بہت کچھ آسانی اس امر میں پیدا ہو جاتی کہ وہ اپنے ملک میں محنت کی وہ عادت پیدا کر دے جس کا وہ خواستگار تھا۔ اسی خیال سے فریڈرک نے اپنی فوج میں صرف امرا کے طبقہ سے افسر مقرر کئے تھے۔ وہ حکومت کرنے کی بنی بنائی عادت پہلے ہی سے اپنے ساتھ لائے تھے جو کسان ان کے حکم سے ہل جوتتے اور اور کھیت کاٹتے تھے اُن سے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ دشمن کے سامنے اُن کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے۔ جب تک فریڈرک خرابیوں کے تحفظ کے لئے موجود تھا، اس وقت تک ممکن تھا کہ اس قسم کے نظم سے جلیل القدر نتائج پیدا ہوں لیکن فریڈرک کا گزرنا تھا کہ غلامی کی ذلت اور نسب کا تمرد باقی رہ گیا اور سب ہیچ ہو گیا۔ جب فرانس کی فوج نے (جس کی رہبری وہ لوگ کر رہے تھے جنھوں نے اپنے باپوں کے ساتھ کھیتوں میں کام کیا تھا)، شاہ پرشیا کا اس طرح پیچھا دبایا کہ اُس کے امرا خود کو حوالہ کرتے جاتے تھے اور شاہ اپنی مملکت کے مرکز سے دبتے دبتے آخری حد پر پہنچ گیا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ اس نظم کی مستقل قدر و قیمت کیا تھی جو غربا کی طینت میں اس کے سوا کوئی اور قابلیت ہی نہیں مانتا تھا کہ وہ نسلاً بعد نسل اطاعت کرتے رہیں۔ فرانسیسی کسان جنھیں سلطنت لوٹتی تھی اور جاگیری مطالبات انھیں پریشان رکھتے تھے، وہ پرشیا کے نیم غلاموں کی سی کسی پابندی کو جانتے ہی نہ تھے، جو اس جگہ کو چھوڑ نہیں سکتا تھا جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ دونوں ملکوں کے کسانوں کی خودداری کا فرق اس سے ظاہر ہے کہ معمولی سپاہیوں کو مارنے کا رواج جو جرمانیہ میں عام طور پر شایع تھا، اور فریڈرک کے مداح اس پر عمل کرتے اور خود انھیں میں کے اچھے عہدہ دار اس

کی مذمت کرتے تھے، فرانس میں اسے نہایت مذموم سمجھا جاتا تھا۔

جرمانیہ کی چھوٹی سلطنتیں

جرمانیہ کی تمام دوسرے درجہ کی سلطنتوں میں حکومت کی شکل مطلق العنان شاہی کی تھی، تاہم ورٹنبرگ کی طرح جا بجا طبقات کی قدیم مجلس بھی باقی رہ گئی تھی اور ہینوور میں والی (یعنی شاہ جارج سوم) کی عدم موجودگی کی وجہ سے اختیار امرا کے ایک گروہ کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ جو اس کے نام سے حکومت کرتے تھے۔ نظم معاشرت کی بنا ہر جگہ طبقات کی اسی قسم کی شدید تقسیم پر تھی جیسی کہ پرشیا میں رائج تھی۔ کسانوں کی حالت یہ تھی کہ مکلنبرگ[1] وغیرہ میں تو وہ نیم غلامی کی حد کو پہنچے ہوئے تھے اور جنوبی اور مغربی سلطنتوں کے حصص میں انھیں نسبتہً آزادی حاصل تھی۔ حکمرانوں کے طبائع میں حکومت کے معاملے میں روشن خیالی اور خود غرضی کے اعتبار سے بڑا فرق تھا، مگر بہ حیثیت مجموعی گزشتہ برسوں میں حکومت کی حالت بہتری کی طرف مبدل ہو گئی تھی اور بالتخصیص پروٹسٹنٹ سلطنتوں میں قوم کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں کچھ کمی نہیں تھی۔ درحقیقت فریڈرک اعظم نے جرمانیہ میں بادشاہی کے لئے ایک نیا معیار پیدا

---

[1] مکلنبرگ کی حالت کو اسٹین نے اپنے ۱۸۰۲ء کے سفر کے دوران میں ایک خط میں اس طرح بیان کیا ہے: ... میں نے اس ملک کی حالت کو ایسا ہی بے کیف پایا جیسا اس ملک کا کہر آلود شمال آسمانی ہے۔ بڑے بڑے علاقے ہیں جن میں سے بیشتر چراگاہ یا پرتی زمین ہیں، آبادی بھی بہت ہی قلیل ہے، تمام مزدوری پیشہ طبقہ نیم غلامی کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ناقص التعمیر دہقانی کسانوں کے ساتھ شامل ہیں جو بالکل بکھ و تنہا ہیں مختصر یہ کہ ایک طرح کا سکوت و جمود تمام ملک پر طاری ہے، زندگی اور سرگرمی کا ایسا فقدان ہے کہ میری طبیعت بالکل افسردہ ہو گئی۔ مکلنبرگ کے دیرہ کا مکان مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وحشی جانور کا پیٹ ہے جو اپنے اردگرد کی تمام چیزوں کو خود برد کر ڈالتا اپنے گرد قبر کی خاموشی سے گھیرے رہتا ہے۔ یہ امیر اپنے کسانوں کی حالت کو ترقی دینے کے بجائے ان کے اوپر ایک طرح کا بوجھ ہے۔

پیدا کر دیا تھا۔ چالیس برس قبل ورسیلز شاہی کا نمونۂ کمال تھا، بے فکرانہ جلالت و شوکت اور بادشاہ کے شخصی عیش و عشرت کی شان وبہجت نے جرمانی حکمرانوں میں ان کی پستی کا احساس پیدا کر دیا تھا اور انھوں نے تا بمقدور اس کی نقل کی کوشش کی تھی۔ بادشاہ ہونے کے معنی یہ تھے کہ بکھوں زمین پر شاہی عمارتیں بن جائیں، اوباش عورتوں اور شہدوں کا ایک غول جمع کر لیا جائے اور ملک کے محاصل بیدریغ ان پر نثار کئے جائیں، فنون لطیفہ کی سرپرستی کی جائے۔ قدیم مصوری کے استادانہ کام (جن سے ڈرسڈن کے اوراق کی زینت ہے) اسی ذوق و شوق سے جمع کئے جائیں جس شوق سے ان قیمتی چیزوں کا انبار جمع کیا جائے جن کی دلچسپی نقد کے ان صندوقوں سے زیادہ نہ ہو جو ان کی قیمت میں ادا کئے جائیں۔

کلیسائی سلطنتیں

کلیسائی سلطنتیں جن کی سرگروہ منیین، ٹریوز اور کولون کی امارتیں تھیں، ان کی خاص تھی یا روحانی نوعیت کا ادعا مدت سے ضایع ہو چکا تھا، حکمران اساقفہ اور مقتدایان مذہبی جو کسی دوسرے صوبہ کے امرا ہوا کرتے تھے، اپنے زمانہ کی عام رنگینی کی شان میں زندگی بسر کرتے تھے اور یہ سب کچھ اس سرزمین کے صرف سے ہوتا تھا، جس کے متعلق انھیں کوئی غرض اپنی زندگی سے زائد نہیں ہوتی تھی۔ امرائے کلیسا اور چھوٹے درجہ کے دنیاوی حکمرانوں کی اقامت گاہوں کا فرق صرف یہ تھا کہ اول الذکر میں راہب گرجوں کے اندر صف آرائی کرتے تھے اور ثانی الذکر میں سپاہی میدان قواعد میں مشق سپہ گری کرتے تھے اور نازنین پریوں کی وجہ سے جو مجردین کے درباروں پر برابر جلوہ فگن ہوتی رہتی تھیں غیر متاہل زندگی کا ادعا بھی کچھ یوں ہی سا تھا، لیکن کنار راین اور کنار ویسل پر بھی پرشیا کے شاہ اعظم کا اثر محسوس ہونے لگا تھا، فریڈرک کی شدید اور دور رس محنت پژوہی ہر اس ادنی فرمانروا کے بس کی بات

نہیں تھی جو اس کے نتائج پر حد کرتا ہو مگر اس زمانے کے بہتر اندازہ
کا اثر بعض کلیسائی حکمرانوں کے تحت میں اس صورت سے ظاہر ہونے
لگا تھا کہ مدارس کی ہمت افزائی، سڑکوں کی درستی و ترقی اور درباری
اخراجات کی تخفیف عمل میں آرہی تھی — وہ عمیق الاصل اخلاقی
غرض جو صدیوں کی قسیسانہ حکومت کا نتیجہ تھی، وہ اس آسانی سے زائل
نہیں ہو سکتی تھی۔ جن اقطاع ملک میں فطرت انسان کی محنت کا انعام
نہایت فیاضی کے ساتھ عطا کرتی تھی، یہاں آبادی کے ہر سو آدمی
میں چوبیس آدمی، راہب، راہبہ یا گداگر تھے۔

ادنیٰ درجہ کی سلطنت، آزاد شہر، نائٹ،

دو سو چھوٹی چھوٹی امارتیں تھیں۔ جن میں گیٹی کا وطن
ویمر نہایت تابناک طور پر شاہانہ دستور عمل اور خودکامی
کی سطح سے بلند نظر آتا تھا، پچاس شہنشاہی شہر تھے
جن میں سے اکثر شہروں میں کسی زمانہ کی مدنی زندگی کی پرزور تنظیم گھٹتے
گھٹتے انگلستان کے بوسیدہ قصبات کے طرز پر آگئی تھی، اور پھر بھی
جرمانیہ کی تفریق و تقسیم کا خاتمہ انھیں شہروں پر نہیں ہوگیا تھا، (ان کے
علاوہ) شہنشاہی کے کئی سو نائٹ تھے جو شہنشاہ کے سوا اور کسی کی
اطاعت کے پابند نہ تھے اور ہر ایک اپنے حدود کے اندر (باستثناء
حق جنگ و معاہدات) فرمانروائی کے تمام حقوق عمل میں لاتا تھا، اور ان
لوگوں کی قلمرو میں تین سو سے چار سو تک آدمیوں کا اوسط ہوتا تھا۔ جن
اضلاع میں یہ طبقہ باقی رہ گیا تھا وہ جنوب مغربی جرمانیہ کے کیتھولک
سلطنتوں میں پھیلے ہوئے تھے، اور وہاں یہ نائٹ آپس کے اتحادات
اور شہنشاہ کی تائید سے (جسے وہ نقد رقم دیا کرتے تھے) اپنے امتیازات
خاص کو قائم کئے ہوئے تھے، ایسی مثالیں بھی تھیں جن میں فرمانروا اور
زمیندار کے ان حقوق سے اچھا کام لیا جاتا تھا، مگر نائٹوں کی زمین
بالعموم ایسی غربت و ذلت کا منظر پیش کرتی تھی کہ مسافر جب اس
زمین میں داخل ہوتا تھا تو اسے اس امر کے بتانے کے لئے

کسی رہبر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ ان زمینوں کے تباہ حال ٹکڑے، آمد و رفت کی ان شاہراہوں میں خلل انداز رہتے تھے جو دریائے رائن اور جرمانیہ بعیدہ کے درمیان جاری تھیں۔ ان زمینوں کے ذلیل مکانات گرد و نواح کے تمام جرایم پیشہ اور اوباش لوگوں کے مامن تھے۔ وجہ یہ تھی کہ نائٹ اُن کے محصلوں کے سوا اور کسی قسم کی کوئی پولیس نہیں تھی اور عدل گستری جو کچھ تھی وہ اس قانون پیشہ شخص کی تھی جسے نائٹ قریب ترین شہر سے لے آتا تھا۔ لیکن یہ نقصان صرف ایسی لوگوں کے سر نہیں تھا جن پر اس طرح حکومت ہوتی تھی، خود نائٹ خواہ وہ اس شہنشاہی کے سایہ کا کسی قدر روایتی احترام بھی مد نظر رکھتا ہو مگر اس کی بھی حالت یہ تھی کہ وہ ایک ایسا شخص ہوتا تھا جس کا تعلق کسی واقعی ملک سے نہ ہوا اس کے لڑکوں کی اگر یہ خواہش ہوتی کہ وہ اپنے خاندانی علاقہ کے گزارہ دار ہونے سے زائد کچھ کام کریں تو وہ صرف یہی کر سکتے تھے کہ کسی نہ کسی بڑے دربار میں کوئی خدمت حاصل کریں اور خود کو اس زمین کے اغراض سے متحد کر دیں جہاں وہ بہ حیثیت اجنبی کے داخل ہوئے ہوں۔

جس وقت فرانسیسی انقلاب کی جدید و غیر معروف قوتوں سے جرمانیہ کا تصادم ہوا ہے، اس وقت اس کی حالت کا مختصر خاکہ وہ تھا جو اوپر بیان ہوا۔ چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا وہ نظم جس نے زمانہ گذشتہ میں یونان و اطالیہ کے اندر قوت عمل اور ذہانت کے بہترین نمونے پیدا کئے تھے، اس نظم کا نتیجہ جرمانیہ میں یہ ہوا تھا کہ تمام زوردار زندگی کا خاتمہ ہو گیا تھا اور کاہلی، و نائت و تخریب کو ہر طرح کا فوق و غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اگر انتشار، جوش عام کا انحطاط اور کسی قومی تخیل کا فقدان آنے والے زوال کے علامات تھے تو (اس وقت کی) جرمانیہ غیر ملکی فتح کے لئے بالکل تیار تھی۔

شہنشاہی کی متروک و ویران عمارت صرف توازن طاقت کی یورپی روایت کے سہارے پر قائم تھی یا اس وجہ سے ٹھہری رہ گئی تھی کہ باہر سے کوئی اس پر حملہ کرنے والا نہیں تھا، آسٹریا ایک مرتبہ بے قابو ہو جاتی تو شہنشاہی کے ازخود پرخچے اڑ جاتے اور یہ سوال یہ ہے کہ جرمانیہ کی قوم یا اس کے حکمرانوں میں وہ کون سے عناصر تھے جن سے شہنشاہی کے کسی بہتر شکل میں دوبارہ جنم لینے کی امید ہوتی۔

باب دوم

فرانسیسی اور آسٹری فوجیں فلینڈرز کی سرحد پر پرشیا کا جنگ میں داخل ہونا۔ برنسوک کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔ برنسوک کا اعلان پیرس میں دسویں اگست کی شورش۔ ستمبر کے قتلہائے عام۔ جنگ کی نوعیت۔ برنسوک کا والمی میں روکا جانا، اسکی بازگشت فرانس کے لئے جنگ کا بمنزلہ جہاد کے ہو جانا فرانس کے ہمسائیگان کسانتین کا منیز میں داخل ہونا۔ ڈومورییا کا آسٹرویی نیدرلینڈ کا فتح کرنا۔ نائیس و سیوائے کا الحاق۔ مجلس عارضی کا فیصلہ تمام حکومتوں کے خلاف۔ لوئیس شانزدہم کا قتل۔ انگلستان سے اور اس کے بعد بحر متوسط کی سلطنتوں سے جنگ۔ انگلستان کی حالت۔ انگلستان کے فریق اور ان پر انقلاب کا اثر۔ فریق ہرایڈو فریق ماڈنیٹن آسٹریا کا نذرلینڈ کو واپس لے لینا متخالفین کا فرانس پر حملہ کرنا۔ لاونڈی ۱۷۹۳ء کا انقلابی نظم متخالفین کی غلطیاں۔ جدید سپہ سالاران فرانسیسی و فوج عمومی۔ ژردرداں اوش، اور پشگرو کے فتوحات پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

معاملات پولینڈ۔ آسٹریا کا ہدرلینڈ کو چھوڑ دینا
معاہدات باسل۔ فرانس ۱۷۹۵ء میں نظامت ۱۷۹۵ء تک
یورپ کے طبائع پر انقلاب کا اثر۔

سرحد فلینڈرز پر جنگ، اپریل ۱۷۹۲ء

فرانس و آسٹریا کے درمیان جنگ کا آغاز اپریل ۱۷۹۲ء میں فلینڈرز کی سرحد پر ہوا ابتدائی معرکے فرانسیسی سپاہیوں کے لئے باعث ننگ ثابت ہوئے کیونکہ انھوں نے نہ صرف راہ فرار اختیار کی بلکہ اپنے ایک سپہ سالار کو بھی مار ڈالا۔ ان نقصانات کے گوشزد ہونے سے قوم میں بددلی پیدا ہوئی اور جب ہفتے اور مہینے گزر گئے اور فوجیں سرحد پر بے کار پڑی رہیں اور دشمن سے مقابلہ بھی ہوا تو خفیف معرکوں میں جن سے دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر جمے رہے، تو پھر دربار کے خلاف قوم کا خاموشانہ غصہ اور سخت ہو گیا۔ اگر انقلاب کے اس نازک موقع پر جب کہ فرانس کی ہر طرح کی حب الوطنی، ہر طرح کی شجاعت و بسالت، ہر طرح کی فوجی ذہانت و طباعی، خدمت ملک کے لیے مضطرب و بیچین تھی، حکومت نے جنگ کو اس طرح چلایا کہ اس کے نتائج منطقی قواعد سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہوں تو پھر یہ بغایت اغلب تھا کہ دربار کی جانب سے غداری کا خیال دلوں میں پیدا ہو جائے۔ ملک کے اندرونی مشکلات بڑھتے جا رہے تھے مجلس یہ عزم کر چکی تھی کہ ان پادریوں کو فرانس سے نکال دے جنھوں نے جدید کلیسائی نظم کو مسترد کر دیا تھا اور بادشاہ نے اپنی طرف سے ان کے فیصلے کو محو کر دیا تھا۔ اس نے پیرس کے قرب میں رضا کاروں کے معسکر قائم کرنے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اس نے اس عمومی وزارت کو بھی برطرف کر دیا تھا جسے فریق جرانڈ نے بزور مسلط کر دیا تھا۔ ۲۰ جون کے ایک غوغے سے (جبکہ انبوہ عوام بزور ٹیولیرز میں گھس گیا تھا) یہ واضح ہو گیا تھا کہ

اگر لوئیس قوم کے مطالبات کی یوں ہی مخالفت کرتا رہا تو بادشاہی پر آیندہ جو حملہ ہونے والا ہے اس کی نوعیت کیا ہوگی، مگر بادشاہ نے اس سے کچھ سبق نہ لیا۔

لوئیس جس طرح کلیسائی احکام کے متعلق اپنے دل کو تسلی نہیں دے سکتا تھا اسی طرح اس میں یہ قابلیت بھی کم تھی کہ وہ مسلح ہو کر عوام سے آمادہ پیکار ہو جاتا، اور جس وقت کہ غیر ملکی حملہ نے تمام فرانس میں انقلابی جوش کو دوبالا کر دیا تھا، اس وقت وہ ایک طرح کی متقیانہ سہل انگاری کا مطمع بن گیا تھا۔ پرشیا نے فروری کے ایک معاہدے کے متابعت میں اپنی فوجیں آسٹریا کی فوجوں کے ساتھ ملا دی تھیں۔ فریڈرک کی آنکھیں دیکھے ہوئے سپہ سالاروں میں سے جو سپہ سالار اب باقی رہ گئے تھے، ان میں سے بہترین سپہ سالار ڈیوک برنسوک کے تحت میں چالیس ہزار پرشیاوی فوج دریائے موسیل کے برابر برابر آگے بڑھی۔ بلجیم اور بالائے رائن سے دو آسٹروی فوجیں خط جنگ پر اد جانب سے بڑھیں اور جلاوطن امرا کو مخالفین کی فوجوں میں مناسب جگہیں دی گئیں۔

پرشیاوی فوج کا فرانس پر حملہ آور ہونا۔
جولائی ۱۷۹۲ء اعلان

۲۵ جولائی کو ڈیوک برنسوک نے شہنشاہ اور شاہ پرشیا کے نام سے فرانسیسی قوم کے نام ایک اعلان شائع کیا، اور اس وقت کے بعد سے معاملہ عمومی کے دامن پر جن ستمگاریوں کا دھبہ لگا ہوا ہے ان کے دیکھتے ہوئے اس اعلان کی شکایت کی کوئی وجہ باقی نہ رہتی مگر ہے یہ کہ سخت الفاظ اور سخت افعال میں فرق ہے۔ اس اعلان میں یہ ظاہر کرنے کے بعد کہ مخالفین لوئیس کو قید سے آزادی دلانے کے لئے فرانس کے اندر داخل ہوئے ہیں اور قومی دستہ محافظ کے جو ارکان حملہ آوروں کے خلاف جنگ کریں گے انھیں اپنے بادشاہ کے خلاف بغاوت

کرنے والوں کی حیثیت سے سزا دی جائے گی۔ فرمانروایان پرشیا و آسٹریا نے شہر پیرس اور فرانسیسی قوم کے نمایندگان کو خطاب کر کے یہ کہا تھا کہ "شہر پیرس اور اس کے باشندوں کو متنبہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ بلا تاخیر اپنے بادشاہ کے مطیع ہو جائیں اسے بالکل آزادی دیدیں اور قانون فطرت اور قانون اقوام کے مطابق رعایا پر اپنے فرمانروا کے لئے جو ناقابل شکست حرمت و وقعت عاید ہوتی ہے اسے شاہ مذکور اور جملہ شاہی خاندان کے ساتھ ملحوظ رکھیں۔ شہنشاہ آسٹریا اور شاہ پرشیا مجلس قومی، بلدیہ اور پیرس کے قومی دستہ محافظ کو تمام واقعات کے لئے فوجی عدالتوں کے سامنے ذمہ دار قرار دیں گے اور بغیر کسی امید رحم کے ان کے سر قلم ہونگے۔ اس کے سوا شاہان مذکور یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ اگر ٹیولریز پر بزور قبضہ کیا گیا، یا اس کی کسی طرح بے حرمتی کی گئی یا بادشاہ، ملکہ یا شاہی خاندان کے ساتھ ادنی زیادتی بھی روا رکھی گئی اور فوراً ہی ان کی حفاظت و آزادی کا انتظام نہ کر دیا گیا تو وہ ایسا انتقام لیں گے کہ یہ انتقام زمانہ میں یادگار رہ جائے گا، شہر پیرس کامل قتل و غارت کے لئے فوج کے حوالے کر دیا جائیگا اور جو باغی مذکورہ بالا جرائم کے ملزم ہوں گے انھیں وہ سزا دیجائیگی جس کے وہ مستحق ہوں گے"[۱]

لوئیس کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے اس مبارزت نامہ کی ضرورت نہ تھی۔ انقلاب کے ابتدائی ایام میں بیسٹائل کے قبضہ کے وقت سے قومی حکومت دار الصدر کے عوام کے مقابلہ میں بہت، مشکلوں سے اپنے کو سنبھالے ہوئے تھی، اور اس کے قبل ہی کہ غیر ملکی پیرس کو آگ اور تلوار کا خوف دلاتے پیرس

[۱] ۔ ہیو سٹے اور رو جلد شانزدہم صفحہ ۲۷۹۔ اس اعلان کا ایک اصلی نسخہ جو برطانی سفیر کو دیا گیا تھا وہ لندن کے دفاتر میں موجود ہے۔ پرشیا جلد ۱ ۱۵۱۔

لئے یہ سیکھ لیا تھا کہ اسی کو فرانس کی مرضی کا آئینہ سمجھنا چاہیئے۔ جب برنسوک کی فوج قطار در قطار شمال مشرقی سرحد سے پار ہو کر آگے بڑھی، اسی وقت میں ڈینٹن اور شہری عمومیت کے دوسرے سرگروہوں نے اپنے غریبوں اور دل چلوں کی فوج کو اس شاہی کا تختہ الٹ دینے کے لئے آگے بڑھایا جس کے معاملہ کو حملہ آور رد لئے اپنا معاملہ بنا لیا تھا۔ وہ جمہوریت جو اتنے دنوں تک فریق جرانڈ کے خیالوں میں چکر لگا رہی تھی، پیرس کے عوام نے اسے توپوں کی گرج اور سنگینیوں کی چمک کے اندر ایک دن میں حاصل کر لیا۔

شورش۔ ۱۰ اگست ۱۷۹۲ء	دسویں اگست کو ڈینٹن نے مسلح انبوہ عوام کو ٹیولیرز کیطرف بڑھا دیا۔ لوئس نے محل کو چھوڑ دیا اور محافظین کو کوئی حکم اس باب میں نہ دیا کہ

وہ لڑیں یا ہٹ جائیں مگر محافظین اس امر سے آگاہ نہ تھے کہ ان کے آقا کی خواہش یہ تھی کہ وہ کسی قسم کی مقاومت نہ کریں اور قبل اسکے کہ فوج کے پاس محل کے چھوڑ دینے کا حکم پہنچے عوام میں سے ایک سو سات آدمی نشانہ تفنگ ہو چکے تھے۔ قوم کی فتح کے بعد جو مظالم ہوئے ان سے یہ واضح ہو گیا کہ حملہ آور جنکی حفاظت کیلئے آئے تھے انکی قسمت میں کیا لکھا تھا۔ انقلاب کی وجہ سے فرانس میں جو شدید تغیرات پیدا ہو گئے تھے انکے پلٹ دینے میں غیر ملکی دربار کوئی تدبیر کوشش کرتے یا نہ کرتے۔ یہ امر معرض شک میں ہے مگر یہ کسی کا بھی گمان نہیں تھا کہ وہ ہزاروں تارک وطن امرا جو اب برنسوک کی توپوں کے عقب میں واپس آ گئے تھے وہ اس غرض سے واپس آئے تھے کہ نئی معاشری ترتیب میں پرامن طور پر اپنی جگہ پر آ جائیں جس طرح قوم کا خیال تھا اسی طرح انھوں نے بھی اپنے تصور میں یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ آگ اور تلوار لئے ہوئے اس غرض سے واپس آئے ہیں کہ جن حقوق سے انھیں محروم کر دیا گیا ہے ان پر دوبارہ قابض ہو جائیں اور جو لوگ کہ ۱۷۸۹ء کے بعد سے فرانس کے تغیرات کے ذمہ دار ہیں ان سے انتقام لیں [1]

---

[1] لارڈ الجن جو برسلز میں ایلچی تھا اور سر جے۔ مرے جو برنسوک کی فوج کے (بر صفحہ آئندہ)

ایک ایسے اضطراب کے عالم میں جو واقعی فوجی حالت کے اعتبار سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ساتھ انگریزی اٹاشی تھا" انھوں نے ان تارکان وطن کے جو حالات انگلستان کو روانہ کئے تھے وہ بہت سبق آموز ہیں (قلینٹ، جلد ۱، ۲۲۱): "شہزادگان فرانس کے ماتحت فوج کے اعمال و اطوار کی عام مذمت ہو رہی ہے۔ ان کی ظاہری حالت، لباس، خدام، اور طیاریوں کے اعتبار سے مضحکہ انگیز ہے۔ اگرچہ یہ ایک خفیف سی بات ہے مگر مثالاً اس کا ذکر کرتا ہوں کہ ایک گاڑی کے اوپر یہ لکھا تھا کہ "سنگار کا سامان" لیکن انتقام کا جذبہ جو ان میں ہر محل و موقع پر نظر آتا ہے وہ نہایت ہی شدید ہے۔ جہاں کہیں بھی ان کا گزر ہوا ہے، انھوں نے ظالمانہ افعال کئے ہیں" اور جن لوگوں پر پرشیا دی سپہ سالار نے ان کے مجرم ہونے کے باوجود ہاتھ نہیں ڈالا تھا، انھیں ان امرا نے جلا وطنی کی اور دوسری سخت سزائیں دی ہیں۔ یہ کارروائی اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ وردان کے سپہ سالار نے کسی فرانسیسی (جلا وطن) کو بغیر اجازت کے قصبہ میں رات گزارنے کی اجازت نہ دی" ۱۲ر ستمبر۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد انجن ان جلا وطنوں کے بارے میں یوں لکھتا ہے کہ: "انھوں نے ہر جگہ ان مظالم میں اضافہ کر دیا جن کے لئے متعدد سواروں کو سزائے موت دی گئی۔ ڈیوک برنسوک نے اپنے اعلان میں جس انتظام کی دھمکی دی تھی اسے انھوں نے انتہا کو پہنچا دیا۔ جہاں سے ان پر ایک گولی بھی چلی وہاں پورے پورے دیہاتوں کو جلا دیا اور دوسری طرف خودداری، نقص فرماں برداری اور شخصی بے وقعتی کی وجہ سے متحدہ فوجوں کی نظروں میں اپنے کو حقیر بنا دیا ہے۔ ۶ر اکتوبر سنہ ۱۷۹۶ء تک جلا وطن لوئس ہینز دہم نے اپنے اس ارادے کا اعلان کیا کہ وہ امیروں اور پادریوں کے "ملک و حق" (یعنی عشر و مواجبات جاگیری وغیرہ) کو بحال کر دے گا۔ ملاحظہ ہو بشگرو کا خط مورخہ ۴ر مئی سنہ ۱۷۹۶ء (لوئس ہینز دہم کے غیر شائع شدہ مسودات صفحہ ۲۶۴۔

بیجا نہ تھا، ڈینٹن نے قوم کو اپنی ہی سی پرجوش جرأت و استقامت سے مشتعل کر دیا لیکن بدقسمتی سے اس نے کامیاب قومی مدافعت کے لئے اسے بھی ضروری سمجھا کہ پیرس کے رجعت پسند فریق پیرس میں قتل عام کو ایک ہولناک مثال کے لیے حس و حرکت کر دینا چاہئے۔ قید خانے ان لوگوں سے بھر دئے گئے جن پر غیر قومی معاملہ کی مخالفت کا شبہ تھا، اور ستمبر کے ابتدائی ایام میں ان بدقسمتوں میں سے کئی سو شخصوں کا قتل عام کر دیا گیا۔ یہ قتل عام قاتلوں کے ایک غول کے ذریعہ سے ہوا جسے بلدیہ کی ایک مجلس اس کام کا معاوضہ دیتی تھی۔ ڈینٹن نے اس فعل کے متعلق اپنی پسندیدگی کے اظہار کو پوشیدہ نہیں رکھا۔ اس نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ انقلاب کا کام صرف اسی طرح سے بچ سکتا ہے کہ انقلاب کے دشمنوں کے دلوں پر خوف و دہشت طاری ہو جائے، اور حامیان شاہی کو حملہ آوروں کے ساتھ اتحاد عمل سے روک دیا جائے۔ مگر ۱۷۹۲ء کے جھنڈوں کے نیچے جو لوگ گروہ در گروہ جمع ہوئے تھے ان میں ڈینٹن کی سی حب الوطنی تو تھی مگر وہ اس کے جرائم کے دھبے سے پاک و صاف تھے۔ ابتدائے کار کے لحاظ سے صحیح ہو یا غلط مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اب یہ جنگ فرانس کے لئے جائز و درست جنگ تھی۔ یہ جنگ ایک ایسے ذی امتیاز طبقہ کی خلاف تھی جس نے بزور اپنے ان نادر و التفوق کو واپس لینا چاہتا تھا جنھیں وہ قائم نہ رکھ سکا تھا، یہ جنگ غیر ملکیوں کے خلاف قوم کے اس حق کی مدافعت میں تھی کہ اسے خود اپنی حکومت سے ہر طرح کا برتاؤ کرنے کا اختیار ہے۔ مذہبی جنگہائے عظیم کے بعد سے کوئی معاملہ ایسا نہیں پیش آیا تھا جس نے لوگوں کے دلوں میں جو اس کے لئے لڑ رہے تھے اس طرح جڑ پکڑ لی ہو اور ان کی جانوں سے اس طرح پیوست ہو گیا ہو جیسے کہ یہ معاملہ تھا۔

ہر ایک سپاہی جو ۱۷۹۲ء میں فرانس کی فوجوں میں شامل ہوا وہ اپنی آزادانہ مرضی سے شامل ہوا۔ کسی عام فوجی خدمت نے کسانوں کو کشاں کشاں محاذ جنگ پر نہیں پہنچایا تھا۔ لوگوں نے اپنے گھروں کو اس غرض سے چھوڑا تھا کہ غریب آدمیوں کی محنت کا ثمر خود ان کے لئے ہو، فرانس کے بچوں کا پیدائشی حق محض زیر بار جبر ستانی و غربت سے کچھ زیادہ ہو، اور حق انسانی کا جو احساس حال ہی میں حاصل ہوا ہے وہ امتیاز و ذات کی ہتیاروں کے ذریعے سے دنیا سے ناپدید نہ ہو جائے یہ زمانہ بہت بلند عمل امید اور فیاضانہ و دلگیر ایثار کا زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جن لوگوں نے اپنی عینی شہادت سے اس پر رائے قائم کی ہے ان پر اس کا عمیق و ناقابل محو اثر پڑا۔ برسوں بعد شاعر ورڈسورتھ (جو اس وقت فرانس سے برگشتہ اور حریت کے معاملہ میں سرد دل ہو گیا تھا) جب ۱۷۹۲ء کے واقعات کو یاد کرتا تھا تو آبدیدہ ہو جاتا تھا[۱]۔

برنسوک کا والمی میں روک دیا جانا۔ ۲۰ ستمبر

فرانس کی مدافعت کا انحصار سپہ سالار ڈوموریا پر تھا، لانگوی اور وردن کے قلعے جو نیوز کے راستہ پر حاوی تھے، بہت ہی مختصر مقاومت کے بعد سر ہو گئے تھے۔ برنسوک کے پہنچ جانے کے قبل جو فوج جمع کی جا سکتی تھی وہ اتنی کم تھی کہ اس فوج کو لے کر کھلے میدان میں مقابلہ نہیں ہو سکتا تھا فرانس کی خوش قسمتی تھی کہ پروشیا دی سپہ سالار کی سست قدمی کی وجہ سے ڈوموریا کو ارگون کے دشوار گزار ملک میں قدم جما لینے کا موقع مل گیا۔ اور یہاں وہ اس قابل ہو گیا کہ کمک کے انتظار میں کچھ دیر کے لئے حملہ آوروں کو روکے رکھے آخر الامر برنسوک اس تنگ راستہ سے ہو کر آگے بڑھا جسے ڈوموریا نے اپنے پہلے خط مدافعت کے طور پر منتخب کیا تھا، اور یہاں اس

---

[۱] ورڈسورتھ، مقدمہ، کتاب نہم۔

نے یہ دیکھا کہ فرانسیسی اس کے بازو پر اس استحکام سے جمے ہوئے ہیں کہ اگر وہ کچھ بھی آگے بڑھا تو خود اس کی فوج خطرے میں پڑ جائے گی اگر پیش قدمی کا جاری رکھنا منظور تھا تو ڈوموریا کو اس جگہ سے ہٹانا ضروری تھا۔ لہٰذا ۲۰ ستمبر کو برنسوک نے اپنے توپخانہ کا رخ والمی کی پہاڑیوں کی طرف پھیر دیا جہاں فرانسیسی میسرہ خیمہ زن تھا۔ گولہ باری چند گھنٹوں تک جاری رہی مگر اس کے بعد کوئی عام حملہ نہیں ہوا۔ برنسوک کی آتشباری کے اندر فرانسیسیوں کی استقامت نے یہ صاف ظاہر کر دیا کہ وہ بغیر شدید معرکہ آرائی کے جگہ سے ہٹنے والے نہیں ہیں۔ فتح سے ناامید ہو کر شاہ پرشیا ڈوموریا کی فرستادہ تجاویز صلح کے سننے پر مائل ہو گیا؛ علہ گفت و شنید میں جو ایک ہفتہ کا وقت صرف ہوا اس کا حاصل صرف یہ تھا کہ فرانسیسی اور مستحکم ہو گئے اور جرمانی لشکرگاہ کے اندر گرانی بیماری اور بڑھ گئی۔ پرشیاوی اور آسٹروی سپہ سالاروں کے درمیان مناقشات برپا ہو گئے، بازگشت کا حکم دے دیا گیا، اور یورپ نے حیرت سے دیکھا کہ برنسوک کی آزمودہ کار فوجیں انقلاب کے غدر انگیز سپاہیوں اور غیر معروف سپہ سالاروں کے سامنے سے ہٹ گئیں، اور ان میں اتنی قوت بھی نہ رہی کہ فرانس کے تخلیہ اور اپنے قبضہ کردہ قلعوں کی حوالگی میں، ایک ماہ کی بھی تاخیر کر سکتیں۔

مجلس عارضی کا انعقاد؛ جمہوریت کا اعلان ۲۱ ستمبر سنہ

اسی اثنا میں دسویں اگست کو شاہی کا تختہ الٹ جانے کی وجہ سے، جمیعت تشریعی نے خود اپنی

علہ یہ مراسلت رانکے کی تصنیف بدو آغاز (Urspreengund Beginn) صفحہ ۱۷۳، میں موجود ہے۔ پرشیاوی لشکرگاہ میں قحط کا یہ حال تھا کہ ڈوموریا نے شاہ پرشیا کے لئے بارہ روٹیاں، بارہ پونڈ کافی، اور بارہ پونڈ شکر بھیجی تھی۔ اس صلح کا سرکاری بیان ووسِشن زیٹنگ کے ( ) کو ۱۲ اکتوبر سنہ کی اشاعت میں ہے۔

برطرفی کا فیصلہ صادر کر دیا اور یہ حکم دے دیا تھا کہ فرانس کے نظام سلطنت
کے مرتب کرنے کے لئے نمایندگان کا انتخاب کیا جائے۔ انتخابات
حملے کے نازک زمانہ میں عمل میں آئے جب کہ غیر ملکیوں کے ساتھ امرا
کے اتحاد کے خلاف قومی غیظ و غضب انتہائی حد کو پہنچا ہوا تھا، اور
بعض اضلاع میں تو یہ انتخابات خود ان لوگوں کے زیر اثر ہوئے
جنھوں نے قید خانوں کے اندر قتل عام کے حکم دینے میں بھی باک
نہیں کی تھی۔ فریق جرانڈ جو مجلس قومی کے اندر انتہا پسند فریق تھا
وہ اس مجلس عارضی کے اندر اعتدال و امن کا فریق ہو گیا تھا۔ انہیں
کے پہلو بہ پہلو وہ لوگ منتخب ہو کر آئے تھے جن کی کل ہستی ہی فوری
تصادم سے مرکب معلوم ہوتی تھی۔ یہ ایسے لوگ تھے کہ بعض وقت
بغیر کسی قسم کے اراد ے مفاسد کے، سیاسی اور معاشری جد و جہد
میں قوت کے اس راست اور بے خرخشہ استعمال سے کام لیتے تھے
جو عام طور پر جنگ یا عقائد مذہبی کی اشاعت کے لئے محفوظ سمجھی جاتی
ہے! وہ اخلاقی اختلافات جو اس فریق کو فرقہ جرانڈ سے جدا کرتے
تھے، فوراً ہی نمایاں ہو گئے۔ اول اول تو دونوں فریق کا سیاسی عقیدہ
بہت کچھ یکساں معلوم ہوتا تھا۔ بادشاہی منسوخ کر دی گئی اور فرانس
کے سلطنت جمہوری ہونے کا اعلان کر دیا گیا (۲۱ ستمبر) عہدے
بدستور فرقہ جرانڈ کے ہاتھ میں رہے۔ مگر ان کے رقیبوں کی پر اشتداد
وغیر مصالحانہ طبائع کا اثر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ فرانس کے جملہ
تعلقات میں محسوس ہونے لگا۔ پانچ ماہ قبل کی طرح
فتوحات کے ارادے سے تو اب بھی تجاہل برتا
جا سکتا تھا مگر اب سوال یہ تھا کہ جو لوگ آزادی پر نیا نیا
ایمان لائے تھے انھیں اپنی آزادانہ مرضی سے فرانس
کے ساتھ متحد ہونے کے حق سے روکا جا سکتا ہے یا نہیں۔؟ جب
جمہوریت کی فوجوں نے اپنے حملہ آوروں کو ان سرحدی صوبوں سے

جنگ کا عمومیت کے لئے بمنزلہ جہاد کے ہو جانا۔

سے صاف کر دیا جدھر سے وہ فرانس میں داخل ہوئے تھے، تو آیا ان صوبوں کو اب پھر پادریوں اور امیروں کی حکومت میں واپس دے دینا چاہیے یا نہیں۔ جس حزم و احتیاط نے ہر قسم کے الحاق ممالک کو ملعون قرار دیا تھا، وہ اس حب الوطنی کے جوش و خروش میں ہوا ہو گیا جو حملہ آوروں کے اخراج اور اس امر کے دریافت کے بعد پیدا ہوا کہ فرانس کے سوا اور ممالک میں بھی اس وقت تک انقلاب ایک طاقت بن چکا ہے۔ جس قوم کو پوری آزادی کی لڑائی لڑنا تھی اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ جہاں سے بھی آزادی کی صدا بلند ہوا سے وہ لبیک کہے۔ بادشاہوں کے خلاف تصادم کو اسی طرح قائم رکھا جا سکتا تھا کہ ہر سرزمین ان کی رعایا کو ان کے خلاف مسلح کر دیا جائے۔ قوموں کے اس ہمہ گیر اتحاد کے تصور میں وہ حکومتیں جن سے فرانس سردست برسر جنگ نہیں تھا، اور وہ حکومتیں جنھوں نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا، دونوں میں بہ مشکل کچھ تمیز ہو سکتی تھی۔ سرحدی خطوط جن کے نشان قدیم الایام متروک سیاست نے قائم کئے تھے، اور معاہدوں کی مصنوعی ضمانتیں یہ سب قوم کے زندہ و غیر قابل انفکاک اقتدار اعلیٰ کے مقابلہ میں ہیچ تھے۔ جن لوگوں کے سینوں میں سنہ ۱۷۹۲ع کے جذبات کی آگ بھڑک رہی تھی ان کے نزدیک قانون بین الاقوامی کی کسی بحث کی اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہ تھی جتنی حقیقت اس بحث کی پیٹر راہب کے نزدیک ہوتی۔ دوسرے ممالک کے مدبروں کے نزدیک (جو ان تمام اصولوں کے ترک کر دینے کا مطلق ارادہ نہیں رکھتے تھے جنہیں یورپ کے حق عام کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا) وہ زبان جواب فرانس کی جانب سے استعمال ہوتی تھی ان کا مفہوم صرف یہی سمجھا جا سکتا تھا کہ فرانس بے سوچے سمجھے مداخلت و تطاول پر تلا ہوا ہے۔

ہمسایگان فرانس | فرانس میں انقلاب کا اظہار، اتحاد اور افتراق

دونوں قوتوں کی حیثیت سے ہوا تھا۔ اس نے امرا کو سرحد کے پار بھگا دیا تھا، اس نے پادریوں کو قربانگاہ سے الگ کر دیا تھا، مگر اس کے ساتھ ہی اس نے چیں بہ جبیں کار سیکا کو ہموار کر دیا تھا، اور جاگیری حقوق کو منسوخ کر کے فرانس کو السا س اور لورائن کے ٹیوٹانی کسانوں کا حقیقی ملک آبائی بنا دیا تھا۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ یہ انقلاب غیر ممالک میں خود کو ایک دلکش قوت ثابت کر دے۔ اٹھارویں صدی کے اواخر میں یورپ کی قومیتوں میں ارتباط باہمی اتنا مستحکم نہ تھا جتنا اس وقت ہے۔ صرف اسپین اور سوئزرلینڈ کی جانب کی سرحدوں پر فرانس کے ایسے ہمسائے تھے جنہیں قوم کہا جا سکتا تھا۔ شمال کی جانب کا ملک جسے اب بادشاہی بلجیم کہتے ہیں وہ ۱۷۹۲ء میں خاندان آسٹریا کے تحت میں چند صوبوں کا مجموعہ تھا۔ رائن کے اضلاع مغربی اور السا س کے مقابل کی جرمانی آبادی متعدد چھوٹی امارتوں میں منقسم تھی۔ سیوائے اگرچہ سلسلہ الپس کے مغرب میں واقع تھا اور وہاں کی زبان فرانسیسی تھی مگر وہ پڈمانٹ کی سلطنت کا ایک جزو تھا، اور پڈمانٹ خود اپنی تاریخ اور قومی خصائص کے اعتبار سے شمالی اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے جدا تھا۔ ڈنکرک سے کوہستان آلپس کے ساحلی حصص تک کہیں بھی کسی پرزور متحدہ وخود مختار قوم کے ساتھ فرانس کا ڈانڈا نہیں ملتا تھا، اور السا س کے بالمقابل ملک کے سوا، اس تمام سرحد کے حوالی میں، فرانسیسی انقلاب کا سلجبر داری کا جدید عقیدہ اختیار کر لینا، ان اثرات سے زیادہ قوی ثابت ہوا جن پر موجودہ نظم و ترتیب کا انحصار تھا۔ اندرلینڈز امارتہائے رائن، سوئزرلینڈ، سیوائے اور خود پڈمانٹ میں انقلاب کے عقائد کا کم و بیش ایک کثیر التعداد طبقہ نے خیر مقدم کیا تھا، اور ایک ساعت ہی کے لئے سہی مگر فرانس کی فوجیں حملہ آور دشمن کے بجائے حق و آزادی کی پیشرو و مبلغ معلوم ہوتی تھیں۔

کسٹائن کا مغینہ میں داخل ہونا۔ ۲۰ اکتوبر	مقام والمی میں برنسوک کا ڈوموریا کے سامنے

رکنا تھا کہ کسٹائن کے تحت میں ایک فرانسیسی لشکر، السّاس کی سرحد کو عبور کر کے اسپائرز کی طرف بڑھ گیا جہاں برنسوک، بہت کچھ ذخائر حرب چھوڑ گیا تھا۔ قلعہ نشین فوج شہر سے باہر معرکہ میں شکست کھا گئی اور اسپائرز اور ورمز، کسٹائن کے زیر طبع ہو گئے۔ قریب ہی میں منیز کا قلعہ واقع تھا اور یہ مغربی جرمانیہ کی کلید تھا، یہاں کے باشندوں میں ایک جمہوری فریق بھی تھا اور وہ کسٹائن کے لئے چشم براہ تھا، اسی فریق سے فرانسیسی سپہ سالار کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اس کے شہر کے سامنے پہنچنے کی دیر ہے کہ وہ شہر کا مالک ہو جائے گا۔ یہ ضرور تھا کہ برنسوک کو اپنے حملۂ فرانس کی ناکامی کا اندیشہ تھا مگر اس نے جرمانیہ کی مدافعت کا خیال کبھی نہیں کیا تھا، اور اگرچہ شاہ پرشیا کو منیز کی بے پناہ حالت سے متنبہ کر دیا گیا تھا، مگر اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا گیا کہ استحکامات کی مرمت کے لئے ایک رقم دے دی گئی اور اسقف اعظم نے اس رقم سے کچھ لکڑی خرید فرمائی جو خود انھیں ذات مقدس کی ملک تھی اور اچھی بڑی ایک عمارت لکڑی کی بنا دی۔ اسپائرز پر قبضہ ہو جانے کی خبر آتے ہی اسقف اعظم نے خود تو راہِ فرار اختیار کی اور انتظام ڈین اور چانسلر اور سپہ دار پر چھوڑ گئے۔ چانسلر نے ایک تقریر کی اور "برادران عزیز" و باشندگان شہر سے یہ خواہش کی کہ وہ آخری دم تک مدافعت کریں اور روزانہ یہ اعلان کرتے رہے کہ ڈوموریا منہزم ہو گیا اور متحدین پیرس میں داخل ہوا چاہتے ہیں یہاں تک کہ کسٹائن کے سپاہی واقعی آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ اس وقت ایک مجلس حربی نے شہر کو ناقابل مدافعت قرار دے دیا اور قبل اس کے کہ کسٹائن محاصرے کی ایک توپ بھی سامنے لائے قلعہ نشین فوج نے خود کو حوالہ کر دیا، اور (۲۰ اکتوبر کو) جمہوریت کے طرفداروں نے منیز کے اندر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کیا۔ فرانسیسی سلاح جنگ کے ساتھ فرانسیسی

نظم حریت بھی شہر میں داخل ہوگیا۔ پیرس کی جیکوبن بزمگاہ کے طرز پر ایک بزمگاہ قائم کی گئی اور اگرچہ باشندوں کا حصہ کثیر الگ رہا مگر آخر الامر جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا اور اسے جمہوریہ فرانس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا۔

ڈوموریا کا ندرلینڈ پر حملہ آور ہونا

جرمنی میں کسٹائن کی تاخت کی کامیابی کی وجہ سے مجلس عارضی کا خیال ندرلینڈز میں آسٹریا پر حملہ آوری سے نہیں ہٹا جس کے متعلق ڈوموریا اول ہی سے حکومت پر زور دے رہا تھا۔ ابھی تین برس بھی نہیں گزرے تھے کہ ندرلینڈز شہنشاہ جوزف کے خلاف بغاوت کر چکا تھا۔ ابتداً یہ بغاوت جوزف کے اصلاحات کے خلاف کلیسائی فریق کی تحریک بازگشت تھی مگر بہت جلد شورش کے ابتدائی جذبات سے مختلف النوع حوصلے اور امیدیں پیدا ہو گئیں، اور راہبوں اور اجارہ داروں کے پہلو بہ پہلو ایک قومی فریق عالم وجود میں آگیا جس نے قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیا اور فرانسیسی انقلاب کی تمام تحریکات کی نقل کرنے لگا۔ آسٹروی حکمرانی کے مختصر تعلق کے زمانے میں عمومی اور رجعت پسند فریق ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے، اور ۱۷۹۱ء میں لیوپولڈ کے اقتدار کے بحال ہو جانے پر عمومی سرگروہ اور ان کے ساتھ ان کے بہت سے متبعین بھاگ کر سرحد کے پار پناہ گیر ہوئے اور آسٹریا اور فرانس میں جنگ برپا ہو جانے کے متوقع رہے۔ ان کے طرفداروں نے اندرون ملک میں، فرانس کے ساتھ ایک طرح کا تعلق قائم کر لیا اور ایک عجیب و غریب مغالطہ میں پڑ کر خود پادری اور بند شخصیات جن پر جوزف نے حملہ کیا تھا، یہ سمجھ بیٹھے کہ انقلاب پسند فرانس ان کے اغراض و مقاصد کی وقعت کرے گا[1]۔

---

[1] جس رات کو سابق شہنشاہ (لیوپولڈ) کے انتقال کی خبر یہاں (بروسلز میں)

جنگ ژمیپ ۶ ر نومبر

پس اس طرح فرانسیسی حملہ کے لیئے زمین ہر جگہ تیار ہو گئی تھی، ڈوموریا نے سرحد کو عبور کیا، سرحدی قلعے اب باقی نہیں رہے تھے۔ اور ۶ ر نومبر[۱] کو فرانسیسیوں کے مقام ژمیپ میں ایک ہی معرکہ کے سر کر لینے کے بعد آسٹریوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام آبادی انکی مخالف ہو گئی تھی، بغیر کسی جد و جہد کے ندر لینڈز کو چھوڑ دیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) آئی اسی شب اشتعال انگیز اشتہارات اور مسلح ہو جانے کے اعلانات تقسیم کیئے گئے۔ ایک مجرم کا تعلق ودینیٹ گیوڈیل" کے سر وہ والون سے تھا۔ اس نے عین دو پہر کا وقت پسند کیا اور بہت سے آدمیوں کی موجودگی میں گرجا پر ایک کاغذ چسپاں کیا جس میں عام بغاوت کے لیئے ابھارا گیا تھا۔ اس عجیب وغریب تحریر کے بقیہ حصہ میں اس کے ایک ادعائے خواب کی تفصیل تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ سابق شہنشاہ کی روح جوزف کے ساتھ شریک ہونے کے لئے جارہی تھی، جو پہلے ہی سے دوسری دنیا میں عذاب بھگت رہا تھا" کرنل گارڈنر۔ ۲ ر مارچ ۱۷۹۲ء۔ وفاتر فلینڈرز جلد ۲۲۰۔

[۱] انجمن، از بروسلز، ۶ نومبر ۹۲ء "آج دوپہر سے قبل تمام وقت میں مانس کی جانب سے شدید گولہ باری کی آواز سنی جارہی ہے۔ اس وقت کسی قدر تخفیف ہو گئی مگر ختم نہیں ہوئی ہے"۔ ۷ نومبر۔ راتوں رات لشکر گاہ سے کئی قاصد آئے مگر تمام وزرا اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ اس تفصیل کیا تھا ایک لفظ بھی معلوم ہوا ہو (اور میں سب وزیروں سے مل چکا ہوں) آج رات میں ہر طرف ہیک دوڑائے گئے ہیں کہ سرحدوں سے تمام فوجی دستوں کو طلب کرلیں۔ حکومت بروسلز کے ترک کرنے کے لئے ہر ایک انتظام کر رہی ہے، ان کے کاغذات مرتب ہو گئے ہیں" .... اس کے بعد ایک تتمہ یہ ہے کہ وہ گولہ باری پھر صاف سنائی دیرہی ہے۔" یہاں کے تمام تارکانِ وطن نہایت ہی عجلت کے ساتھ چلے جارہے ہیں۔ ۹ ر نومبر۔ تمام ملک میں ابتری انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ سڑکیں تارکان وطن سے بھری ہوئی ہیں اور ان صوبوں کے لوگ فرانسیسی توپوں سے بھاگے جارہے ہیں"

وفاتر۔ فلینڈرز جلد ۲۲۲

ژیمیپ کی جنگ وہ پہلی باقاعدہ جنگ تھی جس میں جمہوریت کو فتح حاصل ہوئی اور اس فتح نے مجلس عارضی میں اس درجہ انقلابی جوش بھڑکا دیا کہ برطانیہ اور فرانس کے تعلقات پر گہرا اثر پڑ گیا حالانکہ برطانیہ اس وقت تک جنگ کو غیر جانب دارانہ طور پر دیکھ رہی تھی۔ ایک اعلانامہ یہ شائع کیا گیا کہ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے لئے تیار ہے جو اپنی آزادی کو واپس لینے کی خواہش مند ہوں اور جمہوریت کے سپہ سالاروں کو یہ حکم دے دیا گیا کہ ان تمام لوگوں کو اپنی حفاظت میں لے لیں جنہیں آزادی کے معاملہ میں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ (۱۹ نومبر)۔

نائس اور سیوائے کا الحاق

ایک ہفتہ بعد سیوائے اور نائس، فرانس کے ساتھ ملحق کر لئے گئے۔ سیوائے کی آبادی نے اسی وقت فرانس کی طرفداری کا اعلان کر دیا تھا، جب فرانس اور سارڈینیا میں جنگ شروع ہوئی تھی۔ ۱۵ دسمبر کو مجلس عارضی نے یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے جس غیر ملکی سرزمین پر اس کی فوجیں قدم رکھیں، ان کے ساتھ ساتھ سیاسی و معاشری انقلاب بھی ہوتا چلے۔ ۱۵ نومبر کے فیصلہ کا خلاصہ یہ تھا کہ جس ملک پر جمہوریہ فرانس کی فوجوں کا قبضہ ہوگا، وہاں سپہ سالار تمام موجودہ اقتدارات کی برطرفی کا اعلان کر دیں گے۔ امارت، دالبتہ اراضی غلامی جملہ جاگیری حقوق، جملہ اجارات سب منسوخ ہو جائیں گے۔ سپہ سالار قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اعلان کر دیں گے، اور باشندگان کی مجالس منعقد کر کے عارضی حکومت قائم کر دیں گے جس میں سابق حکومت کا کوئی عہدہ دار، کوئی امیر، سابق ذی امتیاز شخصیات کا کوئی رکن قابل شمول نہ ہوگا۔ یہ سپہ سالار، بادشاہ اور اس کے لاحقین کے تمام املاک اور ہر ایک ملکی و مذہبی مشخصہ کے املاک جمہوریہ فرانس کے تحت میں کر دیں گے۔ فرانسیسی قوم ان تمام اقوام کو دشمن تصور کرے گی جو حریت و مساوات سے انکار کر کے اپنے بادشاہوں اور اپنے ذی امتیاز طبقوں کو قائم رکھنا چاہیں گے یا ان کے ساتھ کسی قسم کا انتظام و معاملہ

کریں گے۔"

انگلستان کا مسلح ہونا

ایک نئے جہاد کے اس عجیب اعلان نے برطانیہ عظمیٰ کو مسلح ہونے پر آمادہ کر دیا۔ مجلس عارضی کے فیصلہ کا تعلق اگرچہ صرف انھیں سلطنتوں سے تھا جو فرانس سے برسر جنگ تھیں مگر اس مجلس نے فی الواقع انگلستان کی انقلابی جماعتوں سے تعلقات قائم کر رکھے تھے، اور فرانس کے وزیر بحر نے اپنے ملاحوں کو آگاہ کر دیا تھا کہ انہیں عنقریب پچاس ہزار "کلاہ حریت" اپنے انگلستانی بھائیوں کے لیے لیجانا پڑے گی۔

تمام موجود الوقت اقتدارات کے خلاف محض مسلسل تہدیدات کو کوئی دانشمند مدبّر بنائے جنگ نہ قرار دیتا، مگر فرانسیسی حکومت کے افعال سے یہ ظاہر ہو گیا کہ دوسری قوموں کے معاملات میں جابرانہ مداخلت کے جو اعلانات اس کے اعلاناموں میں ہوئے تھے انہیں وہ واقعی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ اس کے گماشتے ہر سلطنت میں بد دلی کو بھڑکا رہے تھے، اور اگرچہ سیوائے کا الحاق اور نیدرلینڈز کا قبضہ آسٹریا اور سارڈینیا کے ساتھ تصادم کے اتفاقات میں شمار ہو سکتا تھا جس میں برطانیہ عظمیٰ غیر جانب دار رہنے کا اقرار کر چکی تھی مگر مجلس عارضی کے دوسرے افعال بالیقین حلفائے انگلستان کے حقوق میں دخل دہی کا حکم رکھتے تھے۔ یورپی معاہدات کا ایک طومار ایسا موجود تھا جو ہمارے خیالات کے موافق ظالمانہ تھا مگر اس زمانے کے خیالات کے عین موافق تھا، اور اس کے بموجب دریائے اسکلٹ میں (جس پر اینٹورپ واقع تھا) کشتی رانی اس وجہ سے ممنوع تھی کہ بحر شمال کی تجارت بالکلیہ ہالینڈ کے بندرگاہوں سے ہو کر گزرے۔

دریائے اسکلٹ

بلجیم کے فتح ہو جانے پر فرانسیسی حکومت نے ڈُوموریا کو یہ حکم دیا کہ کشتیوں کا ایک بیڑا اس دریا میں روانہ کر دے اور قانون فطرت کے حق کے بموجب جسے معاہدا

باطل نہیں کر سکتے ایٹورپ کو ایک کھلا ہوا بندرگاہ قرار دیدے۔ تجارتی معاہدات کی حماقتیں جو کچھ بھی ہوں مگر دریائے اسکلٹ کی کشتی رانی کا معاملہ اہل ایٹورپ اور اہالی ہالینڈ کا معاملہ تھا اور فرانس کو اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، یہ وقوعہ اگرچہ فی نفسہ ایک خفیف سا معاملہ تھا مگر اہل انگلستان نے سے اس نظر سے دیکھا کہ منجملہ اور ثبوتوں کے ایک ثبوت فرانسیسیوں کے اس ارادے کا ہے کہ وہ جب چاہیں قرب وجوار کی سلطنتوں کے معاملہ میں مداخلت کرنے لگیں۔ معمولی اوقات میں ہالینڈ والوں کی کسی اجارہ داری کے متعلق انگلستان میں زیادہ جوش کا پیدا کرنا آسان نہیں تھا مگر ستمبر کے قتلہائے عام اور خود انگلستان کی انقلابی جماعتوں اور مجلس عارضی کے درمیان علانیہ اتحاد کی وجہ سے فرانسیسی انقلاب کی بابت اس ملک کا احساس سخت تنفر سے مبدل ہوگیا تھا۔ پٹ جیسے پیرس والے اپنا نہایت ہی کینہ توز دشمن سمجھتے تھے، اس نے اس بڑھتے ہوئے قومی جذبہ کے رد کرنے میں سخت سعی کی تھی اور وہ ہر طرح کے توقعات کے خلاف صلح قائم رکھنے کی امید رکھتا تھا۔ پٹ کا دامن نہ صرف اس سے پاک تھا کہ وہ اس ملک کو فرانس کے دشمنوں میں شامل کرنے کا خواہاں نہیں تھا بلکہ وہ صدق دل سے یہ چاہتا تھا کہ فرانس دآسٹریا میں بھی موافقت ہوجائے تاکہ مغربی سلطنتیں جن کے خلفشار نے مشرقی یورپ کو کیتھرائن (ملکہ روس) کے رحم پر چھوڑ دیا تھا وہ سب باہم متحد ہوکر پولینڈ اور ترکی کو ایک ایسی طاقت کے ہاتھ میں پڑنے سے بچالیں جس کی مسلسل دست درازی سے یورپ کو اس سے زیادہ خطرہ تھا جتنا فرانسیسی مجلس عارضی کے تمام شورانگیز وصاف گو اشتعال سے تھا۔ علاوہ بریں، پٹ، آسٹریا و پرشیا کے خفیہ منصوبوں کو بھی نہایت درجہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا تھا[1] اگر فرانس کی حکومت

[1] نومبر ۱۷۹۲ء میں گرنویل نے واٰئنا اور برلن کے انگریزی ایلچیوں کو یہ

عاملانہ ذرا بھی یہ یقین دلا دیتی کہ ندرلینڈز کا الحاق نہیں کیا جائے گا"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حکم دیا کہ اگر ممکن ہو تو وہ ان درباروں کے توسع مملکت کے اصلی منصوبوں کا پتہ چلائیں، و اثنا میں مسٹر اسٹریٹن کے کان میں پولینڈ کے خلاف قرارداد کی بھنک پڑی۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے کاونٹ فلپ کوبنزل (آسٹروی وزیر) سے یہ درخواست کی کہ وہ براہ مہربانی مجھ پر اعتماد کرکے رازدارانہ طور پر صاف صاف یہ بتادیں کہ دونوں دربار واقعی کس مقصد کی تجویز سوچ رہے ہیں مگر کاونٹ کسی طرح ایسا کرنے پر مائل نہ ہوا بلکہ اس نے اس طرح کی ہیر پھیر کی باتیں کی کہ صاف جواب سے وہ بچ نکلے، مگر چونکہ میں بھی دل میں یہ ٹھان چکا تھا کہ آسٹروی وزیر کا پیچھا نہ چھوڑونگا، اس لئے میں نے اس پر سوالات کی بھرمار کردی یہاں تک کہ اس نے اسے یہ کہنے پر مجبور کردیا کہ کاونٹ' اسٹینڈین (سفیر متعین لندن) برطانوی وزیر کے ہر طرح کے استعجاب وتحیر کو رفع کردیگا" یہ کہتے وقت وہ کچھ شرماسا گیا اور اس سے آثار پریشانی کا اظہار ہوتا تھا۔ ۲۰ر جنوری ۱۷۹۳ء، دفاتر آسٹریا جلد ۳۲۔ اس کے بموجب اسٹینڈین نے لارڈ گرنیویل کو پولینڈ و بویریا سے متعلقہ تجاویز سے آگاہ کردیا۔ گرنیویل نے پولینڈ پر دست درازی کے نسبت اپنا تعلق اور افسوس ظاہر کیا اور بویریا کے تبادلے کے خلاف دلائل دئے۔ گرنیول نے شاہ پرشیا کے وہاں کے انگریزی ایلچی کو لکھا کہ "ممکن ہے کہ ان دونوں درباروں کا منشا یہ ہو کہ پولینڈ میں نئے ممالک کے حصول سے اپنے جنگ کے مصارف کا معاوضہ کریں اور اس ملک کی جدید تقسیم عمل میں لائیں۔ آپ اس امر میں کوتاہی نہ کیجئے کہ نہایت ہی صاف اور قطعی طریق پر اس تجویز کے متعلق اعلیٰ حضرت کی ناپسندیدگی کا اظہار کردیجئے اور یہ بھی واضح کردیجئے کہ اعلیحضرت کسی ایسی کارروائی سے اتفاق کریں گے جو اس نامنصفانہ تجویز کے عمل میں لانے کے لئے اختیار کیجائے" ۲ر جنوری ۱۷۹۳ء دفاتر افواج در جرمنی جلد ۷، ۴۳۔ آسٹریا میں ۹ر فروری کو بنزل نے صاف یہ کہدیا کہ آسٹریا اب اتنا بھی نہیں کرسکتی کہ پولینڈ میں پرشیا کی مخالفت کی خواہش کا اظہار تک کرسکے کیونکہ اس صورت میں بظاہر غالب شاہ پرشیا فرانسیسی جنگ

یا اگر فرانسیسی سفیر شاولین کے بجائے (جو انگلستان کے سازشیوں سے تعلق رکھتا تھا)، کوئی قابل اعتماد ایلچی بھیجدیا جاتا تو اغلب یہ ہے کہ صلح قائم رہ جاتی مگر جب (۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو شاہ لوئیس کے قتل ہو جانے پر شاولین ایک مشتبہ غیر ملکی قرار دے کر انگلستان سے نکال دیا گیا تو یہ جنگ صرف دنوں کی بات رہ گئی[1]

لوئیس شانزدہم کا قتل ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء

دونوں جانب کے شکایات میں باضابطہ حقوق زیر بحث لائے گئے تھے، مگر جنگ کی اصل بنا اچھی طرح معلوم تھی۔ فرانس یہ سمجھتا تھا کہ اسے یہ حق حاصل ہے کہ اپنی افواج کے ذریعہ سے یا عام شورش کی وجہ سے جہاں کہیں بھی موقع مل جائے وہ "انقلاب" اور "حقوق انسان" کو آگے بڑھائے اور انگلستان اس امر سے منکر تھا کہ کسی سلطنت کو بھی یہ حق حاصل ہو کہ وہ اپنی مرضی سے یورپ کے سیاسی نظم کو باطل کردے۔ کبھی دو قوموں کے درمیان، اس سے زیادہ سخت، اس سے زیادہ کافی وجہ جنگ کی موجود نہیں تھی لیکن واقعات نے یہ ثابت کردیا کہ جنگ کے لیے انتہائی وجہ موجود ہونے کے باوجود بھی اعلیٰ دانشمندی کا تقاضا اب بھی صلح دامن کا تھا۔ انگلستان کے جنگ میں داخل ہونے نے اس معاملہ کو دوچار معرکہ آرائیوں کے بجائے بیس برس کی کشمکش میں بدل دیا اور نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ۱۷۹۳ء میں انقلاب کے معاملہ کی عارضی فتح سے باغلب وجوہ جو کچھ وقوع پذیر ہوتا، اس سے بدرجہا زیادہ شدید ہیجان و اضطراب، زیادہ وسیع مصائب و آلام، اور زیادہ سفاکانہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے اپنی امداد واپس لے لیں گے بلکہ یہاں تک ممکن ہے کہ وہ فرانسیسیوں سے مصالحہ کرلیں اور بوہیمیا پر حملہ کردیں۔" دفاتر آسٹریا جلد ۳۲۔

[1] اگ لینڈ جلد دوم ۲۶۴۔ کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ ۱۷۹۳ء مسٹر آسکر براؤننگ، رسالہ "فورٹ نائیٹلی ریویو"، فروری ۱۸۸۳ء۔

انگلستان سے جنگ، یکم فروری ۱۷۹۳ء

جرائم واقع ہوئے۔ مگر دونوں قوموں میں سیاسی جذبہ نے آئندہ کے آفات و مصائب کو مرحبا کہہ کر قبول کر لیا اور یکم فروری کو مجلس عارضی کی طرف سے اعلان جنگ کا ہونا صرف یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ انگریزی قوم کے ارادہ دلی پر سبقت لے گئی۔ برطانیہ عظمیٰ کا ایک مرتبہ اس میدان کارزار میں در آنا تھا کہ پٹ نے تمام یورپ کو فرانس کے خلاف متحد کر دینے میں زر پاشی و تہدید کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ فرانسیسی اعلانِ جنگ میں انگلستان کے ساتھ ہالینڈ کو

ہالینڈ اور بحر متوسط کی سلطنتوں کا جنگ میں داخل ہونا۔

بھی شامل کر لیا تھا، بحر متوسط کی سلطنتوں نے یہ محسوس کر لیا کہ آسٹریا اور پرشیا کی فوجوں کے بہ نسبت انگلستان کے جہاز ان سے زیادہ قریب تھے، اور ۱۷۹۳ء کی گرمیوں کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل اسپین، پرتگال، نیپلز، ٹسکنی، اور پاپائی سلطنتیں اتحاد میں شامل ہو گئیں۔

پیرس کے جیکوبن (انتہا پسندوں) نے انگلستان کی سیاسی حالت کا اندازہ غلط کیا تھا، آغاز جنگ کے وقت انہیں یہ یقین تھا کہ انگلستان خود انقلاب کی دہلیز پر کھڑا ہوا ہے۔ اوسط و ادنیٰ طبقے کے ایک جزو کی بےیقینی بددلی کو (جو پارلیمنٹی اصلاح کی چیخ پکار میں ظاہر ہو رہی تھی)، پیرس والوں نے موجود الوقت تنظیمات کے متعلق اسی قسم کے عام جذبۂ نفرت پر محمول کیا جس نے فرانس میں ایک ہی وقت میں قدیمی نظم و ترتیب کو فنا کر دیا تھا، مجلس عارضی نے انگلستان کی استیصالی جماعتوں کے محضرات کو قبول کیا اور یہ سمجھ لیا کہ جارج سوم کے تحت میں پارلیمنٹی نظم کی خرابیوں نے تمام قوم کو منحرف کر دیا ہے۔ مجلس عارضی کو توقع یہ تھی کہ بلجیم اور سیوائے میں جو کچھ پیش آیا یعنی قوم نے سپاہ "انقلاب" کے ہاتھوں سے حقوق انسانی کو تشکر و امتنان کے ساتھ قبول کیا، وہی لندن کی جماعتہائے منحرفہ اور شفیلڈ کے مزدوران کارخانہ جات کے معاملہ میں بھی پیش آئے گا۔ انگلستان میں ہر طبقہ اپنے سے نیچے

طبقہ کے ساتھ جو کشش رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی قوم کا ہر طرح کے تخیلات سے بے پروا ہونا ایسے امور تھے جنھیں فرانس میں بہت کم سمجھا گیا تھا، حالانکہ دونوں کے انقلابات میں یہ فرق صاف واضح اور عیاں تھا، بسٹائیل کے سقوط کے ایک مہینہ بعد طبقاتی امتیاز اور اجارے کا تمام نظم فرانسیسی قانون سے ناپید ہو گیا لیکن انگلستان میں پندرہ برس تک "دولت عامہ" کے قائم رہنے کے بعد بھی انگریزی نظم معاشرت کی ہیئت وہی رہی جو "دولت عامہ" کے آغاز کے وقت تھی مگر ۱۷۹۳ء کے جوشش بے خودی میں سیاسی غور و فکر کا کہیں نام و نشان بھی نہیں رہا تھا اور جب وقت گزر گیا اس وقت فرانسیسیوں کو یہ معلوم ہوا کہ برطانیہ عظمیٰ میں "انقلاب" کو ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس کی استقامت بے نظیر اور جس کی قوت نامتناہی ہے۔

انگلستان کی سیاسی حالت

انقلاب کی پہلی مجلس میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس حیثیت سے ہوتا تھا، کہ وہ آزاد لوگ ہیں جن کی تقلید فرانسیسیوں کو بھی کرنا چاہیئے، لیکن مجلس عارضی میں انگریزوں کا ذکر بالعموم اس طرح زبانوں پر آنے لگا کہ وہ غلام ہیں اور فرانسیسیوں کو چاہیئے کہ انہیں آزادی دلائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انگلستان کے تنظیمات کا مقابلہ جب خاندان باربن کی مطلق العنان شاہی سے کیا جائے اور جب ان کا مقابلہ ۱۷۹۳ء کی عمومیت سے کیا جائے اور ان دونوں نوعیتوں میں بہت ہی وسیع فرق نظر آتا تھا۔ جو فرانسیسی ایسے دربار کی حکومت کے تحت میں رہے ہوں جو فرامین کے ذریعہ سے قانون بناتی اور شاہی احکام سے لوگوں کو قید کرتی ہو، وہ انگلستان کی پارلیمنٹ، وہاں جوری کے ذریعہ سے تحقیقات مقدمہ اور پریس (مطابع) کی آزادی کو نظر وقعت و عزت سے دیکھتے تھے۔ لیکن جن لوگوں نے ایک بادشاہ کو قید خانہ میں ڈال دیا اور طبقہ امرا کے بہت بڑے حصہ کی جائدادیں ضبط کر لی ہوں انہیں اس ملک پر واقعی رحم آتا تھا جہاں کے قومی نمایندوں سے تین ربع

کے قریب تاج کے یا متمول امرا کے نامزد کردہ ہوتے تھے۔ فرانسیسی
انقلابی تحریک کے ساتھ فاکس کی ذاتی ہمدردی کے باوجود انگلستان
کے وھگ فریق اور اس فریق کے درمیان جو اب مجلس عارضی حکمراں ہوگیا تھا

وھگ عمومی نہ تھے

تھا کسی قسم کی حقیقی موافقت نہیں تھی۔ جس واقعہ
(یعنی ۱۶۸۸ء کے جس انقلاب) نے اٹھارھویں صدی میں انگلستانی
حریت کی خصوصیت متعین کردی تھی، وہ اپنی نوعیت میں کسی نہج سے عمومی
نہیں تھا، اس انقلاب کا رخ ایک طرح کی رومن کیتھولک مطلق العنانی
کے خلاف تھا، اس نے سیاسی اقتدار قوم کے عامتہ الناس کو نہیں عطا
کردیا بلکہ اس نے یہ اقتدار خاندانہائے امرا کے ایک گروہ اور ان
کے حوالی موالی کو سپرد کردیا جنھوں نے پہلے دو چار جارجوں کے عہد
میں بادشاہ کی ہر طرح کی سرپرستی و اثر کو ملک میں اپنے معاشری و آئینی
وزن کے بڑھانے میں صرف کردیا۔ جارج سوم کی تخت نشینی کے
وقت سے انگلستان کی خانگی تاریخ زیادہ تر اس محور پر گردش کررہی تھی
کہ یہ بادشاہ خود کو فریقانہ پابندی سے آزاد کرلینے کے لئے سخت جدو
جہد کررہا تھا۔ وھگوں کی آپس کی تقسیم، ان کے رشک وحسد اور سب
سے بڑھ کر یہ کہ جس قوم کے حقوق کی حفاظت کے وہ مدعی تھے اس
کے عامتہ الناس سے ان کی حقیقی بے تعلقی، ان امور نے انجام کار
میں بادشاہ کو اس وقت کامیاب کردیا جب بیس برس کی غلطیوں کے
بعد اسے پٹ اصغر کی ذات سے ایک وزیر ہاتھ آگیا جس میں یہ قابلیت
موجود تھی کہ وہ تاج کے اغراض ومفاد کو حریت پسند تدبیر کے ساتھ
نہایت وطن پرستانہ وقابلانہ طریق سے ملادے۔ ۱۷۸۳ء کے اتحاد
اعظم کو توڑنے کے لئے (جس میں فاکس و نارتھ کی وزارت کے
تحت میں وھگوں کے جملہ فرقے متحد تھے) شاہ جارج نے رشوت،
تہدید اور ہر قسم کے ذلیل اثرات سے کام لیا تھا، مگر پٹ جسے
بادشاہ نے وزارت پر متعین کردیا تھا درآں حالیکہ دارالعوام میں

اس کے مویدین کی قلت تھی، اس کی حقیقی معاون خود قوم کی طبیعت تھی جو وھگوں کی تخلیت پسندی، رشوت خواری، اور فریقانہ جذبات سے تنگ آگئی تھی، اور اس امر کے یقین کرلینے پر آمادہ تھی کہ کوئی مقبول عام وزیر اگرچہ آئینی طریق پر صاحب اقتدار ہوگیا ہے تو بھی وہ ملک کے لئے اس سے زیادہ کرسکتا ہے جتنا بوسیدہ قصبات کے بے آئینی مالکان کرتے۔

پٹ، وزیر ۱۷۸۳ء

۱۷۸۳ء سے انقلاب فرانس کے آغاز تک پٹ اس شان سے انگلستان پر حکمراں رہا کہ ادھر یہ ٹوری وزیر اور ادھر وھگ اس کے مخالف، مگر اٹھارھویں صدی میں جتنے مدبرین برسر اقتدار رہے تھے اس نے ان سب سے زیادہ آزادانہ اصول پر حکمرانی کی۔ انگلستان میں نظم فریقانہ کی جو ابتدائی صورت تھی اس کے یہ آخری برس تھے۔ فرانسیسی انقلاب نے اس قدیم امتیاز کا خاتمہ کردیا تھا جس کے بموجب ٹوری امتیازات شاہی کی حامی اور وھگ امرا کے خاندانوں کی آئینی عدیدت کے موید سمجھے جاتے تھے۔ اس انقلاب نے ایک نئی سیاسی مخالفت باہم پیدا کردی جس کے بموجب خواہ وھگ اور ٹوری کے نام، خواہ لبرل اور کنسرویٹو کے نام سے دو جلیل القدر فریق ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہے ہیں، جن میں سے ایک کی خواہش یہ رہی ہے کہ مفید تغیرات کا سلسلہ برابر جاری رہے اور دوسرا یہ چاہتا رہا ہے کہ موجودہ ترتیب بدستور قائم رہے۔ فرانس کے ہیجان و اضطراب اور انگلستان میں انقلابی شورش کے خوف نے پٹ اور اس کی مخالفت کرنے والے وھگ دونوں کو بدل دیا تھا۔ پٹ نے اپنی پرامن ترقی کی تجویزوں کو غیر ملکی جنگ پر قربان کردیا اور اصلاح پارلیمنٹ کی طرف سے جسے کسی وقت میں خود اسی نے تجویز کیا تھا، منھ پھیر لیا۔ وھگ دو حصوں

فرانسیسی انقلاب کا اثر انگریزی فریقوں پر

میں منقسم ہو گئے۔ ایک کا سرگروہ برک تھا اور دوسرے کا فاکس۔ ایک انقلاب کی زیادتیوں پر لعنت بھیجتا تھا اور آخر کار پٹ سے متحد ہو گیا اور دوسرا انقلاب کی زیادتیوں کے باوجود اسے مدنی و مذہبی آزادی کا باعث سمجھ کر اس کا دوستدار رہا اور پارلیمنٹی شکست اور مایوسی کے صحت افزا اثر کے تحت میں خود کو انگلستان میں عمومی حقوق کی بدعت اور روشن خیال اصلاح کی حمایت کے ساتھ ایک کر لیا تھا۔ انگلستان کی سیاسیات میں قدیم خط تقسیم کے مٹنے کی تاریخ اسی دن کو سمجھنا چاہیے جس دن دارالعوام کے اندر برک نے فاکس کے ساتھ اپنی دیرینہ دوستی کو تلخی و ناگواری کے ساتھ منقطع کر دیا۔ (۶ مئی ۱۷۹۱ء) جدید کنسرویٹو فریق کا منشور وہ اپیل (التماس) ہے جسے برک ۱۷۹۰ء کے موسم خزاں میں "خیالات دربارہ انقلاب فرانس" کے نام سے شایع کر چکا تھا۔ اس جلیل القدر و سترگ صاحب قلم نے جن سیاسی قوتوں کو اپنے گرد و پیش عمل کرتے ہوئے دیکھا ان کا تبصرہ کرتے ہوئے اس نے "انقلاب" پر اس حیثیت سے حملہ کیا ہے کہ وہ ظلم و ہوس کا ایک ایسا نظم ہے جو آزادی کے لیے تمام بادشاہوں کی مطلق العنانی سے زیادہ خطرناک ہے، یہ وہی صاحب قلم ہے جس نے گزشتہ ایام میں امریکہ کی آزادی اور جارج سوم کی دراندازی کے خلاف انگلستان کی پارلیمنٹ کی آئینی روایت کی بڑے جوش و خروش سے حمایت کی تھی۔ اس نے اپنے "خیالات" بالا میں یہ ثابت کیا ہے کہ انگلستان کے جن مدبروں اور جن انجمنوں نے اس انقلاب کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا ہے انھوں نے درحقیقت ایسی کارروائیوں اور ایسے نظریوں سے ہمدردی کی ہے جو ۱۶۸۸ء کے ہر ایک اصول کے مخالف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے شورش و تباہ کاری کے اس عمل کا راز فاش کر دیا جس نے انقلاب کے ابتدائی ہی

برک کی تصنیف "خیالات دربارہ انقلاب فرانس" اکتوبر ۱۷۹۰ء

چند مہینوں کے اندر اندر اس کے دل میں ان مصائب کا اندیشہ پیدا کردیا تھا جو عنقریب فرانس پر واقع ہونے والے تھے۔ برک کا رسالہ ایک ہمسایہ سلطنت کے متعلق بے غرضانہ تحقیقات کی حیثیت نہیں رکھتا تھا، یہ طریق جیکوبین (انتہا پسندی) پر ایسا ہی شدید حملہ اور سیاسی مراحم سے ایسا ہی معرا تھا جیسے عبرانی رسولوں نے اپنے بت پرست ہمسایوں پر لعنتیں بھیجی تھیں۔ اور انہی لعنتوں کے مثل اس کا بھی مقصود یہ تھا کہ اپنے اہل ملک کو خود اپنے وہاں اس قسم کے بدعتوں کے جاری کرنے کے خلاف جوش دلایا جائے۔ اسے پوری کامیابی ہوئی اس نے اس خوف کا اظہار کردیا اور اسے اور بڑھایا جو آزاد خیال طبقہ کے اس صاحب جائداد فرقہ میں پیدا ہوا تھا جن کا میلان پہلے بہت کچھ انقلاب کی جانب ہوگیا تھا، اور اگرچہ فاکس ویرگ میں پہلے تفرقہ کے موقع پر دار العوام کے دھکوں نے فاکس کی جانب ہونے کا اعلان کردیا مگر "انقلاب" کی ہر ایک نئی زیادتی کے ساتھ عام جذبات کا سیلاب بڑھتا جارہا تھا اور بہت جلد اس نے مجلس وضع قوانین کو اپنے گرداب میں لے لیا اور وھگ فریق کے بیشتر حصہ کو وزیر کا جانب دار بنادیا اور صرف فاکس اور اس کے چند با وفا رفقا اس کام کے لئے باقی رہ گئے کہ جنگ کے کورانہ جذبات اور عام بددلی کے آثار کے دبانے میں پٹ کی روز افزوں سختی کے خلاف بیکار اعتراضات کرتے رہیں۔

برک نے انقلاب کے ابتدائی افعال میں سے جس قسم کی زیادتیوں کا اندازہ کرکے، ان پر ملامت کی تھی، وہ دسویں اگست کی شورش کے ذریعہ سے بادشاہی کا تختہ اُلٹ دینے کے بعد بہت ہی صاف و واضح طور پر ہویدا ہوگئیں۔ یہ دسویں اگست کا واقعہ ان لوگوں کا کام تھا جو پیرس والوں کی عمومیت پر حاوی تھے، مجلس کے مقررین اور اس کے فریقانہ سرگروہوں کا یہ کام نہیں تھا، جرانڈ نے اس فتح

سے اپنی فتح کے طور پر کام لینے میں کچھ تامل نہیں کیا تھا، چنانچہ انھوں نے ایک عہدے کے سوا سلطنت کے تمام اعلیٰ عہدے اپنے سرگروہوں کے حوالہ کر دیئے مگر انھیں فوراً ہی یہ معلوم ہو گیا کہ اصلی فرمانروائی کہیں اور ہی مرکوز تھی۔ پیرس کی مجلس کمون یعنی بلدیہ جس کے ارکان نے انقلاب کے وقت اپنی جگہوں پر قبضہ کر لیا تھا، وہی ایک ایسی انتظامی جماعت تھی جو اپنے احکام کے نفاذ کی قوت رکھتی تھی؛ سلطنت کی وزارتوں میں صرف ایک وزارت ایسی تھی جس کا اثر محسوس ہوتا تھا اور وہ ڈینتن کی وزارت تھی اور ڈینتن کو جرانڈیوں نے بادل نخواستہ اپنے ساتھ عہدے میں شامل کر لیا تھا۔ ستمبر کے قتلہائے عام سے صاف عیاں ہو گیا کہ جانیوالی مجلس کی بے بسی کس حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس مجلس سے یہ نہ ہو سکا کہ وہ پانچ دن تک ان قتلوں کو روک دیتی۔ جن لوگوں نے ان قتلوں کی تجویز سوچی تھی اور بقیہ حصص فرانس سے بھی اپنی مثال کی تقلید کی خواہش کی تھی انھیں یہ مجال ن عدالت میں نہ لا سکی۔ لیکن مجلس عارضی کے انعقاد کے بعد جرانڈیوں نے جواب اپنے کو جائز حکمراں سمجھتے تھے اور یہ بھول گئے تھے کہ انکا عروج بر سر اقتدار ہونا شورش کے باعث ہوا تھا، وہ یہ توقع رکھتے تھے کہ وہ دار الصدر کو اطاعت پر مجبور کر دیں گے۔ انھیں نئے ایوان میں بہت بڑی کثرت حاصل تھی۔ فرانس کے تمام بڑے بڑے شہروں میں طبقہ متوسط ان کی تائید پر تھا فریق "ماؤنٹین" میں اولاً صرف پیرس کے وکلا اور چند قوی العزم اشخاص کا ایک گروہ شامل تھا جو ان کارروائیوں کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کے سننے کا روادار نہ تھا، جنھیں پیرس کی عمومیت نے انقلاب کے لئے ضروری خیال کیا ہو لیکن وہ مجلس عارضی کے اندر حملہ آور نہیں تھے بلکہ ان پر خود حملے ہو رہے تھے۔ فریق جرانڈ کے مقرروں نے اپنے کو مسلح قوت سے محفوظ کرنے کا انتظار کئے بغیر، یہ کوشش کی کہ بلدیہ پیرس اور بزم گاہوں پر حکمرانی کرنے والے وکلا،

دونوں کو پامال کردیں۔ انھوں نے ستمبر کے قتلوں کے متعلق بلدیہ پر لعنت ملامت کی، رابسپیر پر یہ الزام لگایا کہ وہ آمر مطلق بن جانے کی فکر میں ہے۔ انھیں حملوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ ہوا کہ فریق "ماؤنٹین" نے مجلس عارضی کے اندر اپنی قوت کو مجتمع کرلیا، اور پیرس کے عوام الناس کو اس وقت بادشاہ اور طبقۂ امرا سے جو شدید نفرت تھی اسے انھوں فرقہ جرانڈ کی طرف منتقل کردیا۔ قوم اور ان لوگوں کے درمیان جو اپنے کو قوم کا سرگروہ سمجھتے تھے جو خلیج واقع تھی وہ اب صاف نظر آنے لگی۔ جرانڈیوں نے اب حسرت کے ساتھ یہ دیکھا کہ وہ ہزاروں مجبور کے مزدور جن کی فتح نے انھیں (جرانڈیوں کو) صاحب اقتدار بنادیا تھا وہ سیٹس اور پلوٹارک کے تصانیف کے جمہورانہ فقروں کے لئے نہیں لڑے تھے بلکہ کسی زیادہ بدیہی شئے کے لئے انھوں نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ ایک جانب تو تھی بھر مقرر و مصنف تھے جو قدیم روما کی فصاحت و بلاغت و امور عامیانہ میں غرق اور حکومت کے اصلی وظائف سے بالکلیہ نابلد تھے اور دوسری جانب پیرس کے وہ عامۃ الناس تھے جنھیں صدیوں کی مطلق العنانی، امتیاز اور قیود نے جو کچھ بھی نہ بنادیا ہو کم ہے، خونخواری، بے انصافی، کینہ توزی ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی، اور انقلاب کے شایع ہونے کے وقت سے وہ ہر ایک ایسے جذبہ سے زیر و زبر ہو رہے تھے جو عوام کالانعام پر مسلط ہو جاتے ہیں، ترقی کا مفہوم انھوں نے صرف یہ سیکھا تھا کہ صاحب اقتدار کو پامال کردیا جائے اور اختیار کا حق وہ صرف اسی کو جانتے تھے جو انھوں نے خود عطا کیا ہو۔ جرانڈی اگر با اختیار رہنا چاہتے تھے تو وہ صرف اسی صورت سے ایسا کرسکتے تھے کہ یا صوبوں سے فوجیں بلائیں یا انھیں عوام کے ساتھ متفق الخیال ہو جائیں۔ مگر انھوں نے ان دونوں میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہ کی۔ ان کے سامعین صرف مجلس کے اندر اور ان کے مویدین دور دراز صوبوں میں تھے۔ پیرس جو یوماً فیوماً زیادہ اشتداد پسند ہوتا جاتا تھا، وہ دوسرے ہی انداز کے لوگوں کی

باتیں سنتا تھا، بلدیہ (پیرس) حکومت سے بمقابل پیش آتی تھی۔ فریق ماؤنٹین مجلس کے فرقہ کثیر کے تہدیدات اور طعن و تشنیع کا جواب عوام الناس کے خطرات اور شور و شر کے اظہار سے دیتا تھا۔ عام آدمی جنھوں نے حکومت کے اپنے تغیرات کے بعد صرف یہ فائدہ حاصل کیا تھا کہ ہمیشہ سے زیادہ فاقہ کش و مفلوک ہو گئے تھے، ان کی نظروں میں فرقہ جرانڈ اب صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ ستمگاروں کے سلسلہ کا فرد ہی ہے اور اس فریق کے مدبرین ہی وہ دغا شعار ہیں جو قوم اور حریت کے تمتعات کے درمیان حائل ہیں۔

فریق ماؤنٹین کے سرگروہوں میں ڈینٹین نے یہ کوشش کی کہ ایک مرکزی انقلابی حکومت قائم کی جائے جسے جنگ کے جاری رکھنے کے لیے اختیارات مطلق حاصل ہوں اور اس لئے (ڈینٹین) جرانڈیوں پر صرف اس وقت حملہ کیا، جب انھوں نے اس کی تائید کو خود مسترد کر دیا۔ ڈالسپیر جس کے ہاتھوں تباہ کاری کے سوا اور کچھ انجام نہیں پایا تھا، وہ ان لوگوں کا مقہور بنا ہوا تھا جنھیں روسو کے تحریرات نے اس خیال سے بھر دیا تھا کہ فرماں روائی (اقتدار اعلیٰ) کا براہ راست نفاذ خود قوم کی جانب سے ہونا چاہیے۔ بادشاہ کے مقدمہ کے دوران میں یہ ہوا کہ فرقہ جرانڈ کو پہلی مرتبہ یہ اعتراف کرنا پڑا کہ وہ پیرس کی عمومیت کے مطیع ہیں۔ جرانڈی دل میں یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کو بچالیں، انھوں نے اس کی موت کے لئے اس امید میں رائے دی کہ پیرس میں اپنا اثر قائم رکھیں اور اس الزام سے اپنے کو پاک کرلیں کہ انقلاب کے معاملہ میں وہ بیدل سے ہیں۔ مگر یہ قربانی جس درجہ خلاف عزت تھی اسی قدر بیکار بھی ثابت ہوئی عامۃ الناس اور فریق ماؤنٹین نے اس قتل کو اس کے صحیح معنی میں لیا یعنی اسے انھوں نے خود اپنی فتح قرار دیا۔ متعدد تجاویز اس غرض سے پیش کئے گئے کہ دولتمندوں کو نقصان پہنچا کر غربا کا انتظام کیا جائے۔ جرانڈ جو اب مجبور ہو کر املاک کے حامی بن گئے تھے انھیں اب اس

ہلاک کن الزام سے سابقہ پڑا کہ انھوں نے قوم کے معاملہ کو چھوڑ دیا ہے، اور اس وقت کے بعد سے سوائے کامیاب غیر ملکی جنگ کے اور کوئی شئے ان کے فرقے کو تباہی سے نہیں بچا سکتی تھی۔

انھیں کامیابی کے بجائے سہل انگاری، تباہی اور غداری کا منھ دیکھنا پڑا۔ فلینڈرز کی فوج آذوقہ وسامانِ جنگ نہ ہونے کی وجہ سے جنوری اور فروری میں بیکار پڑی رہی اور ڈوموریا نے ہالینڈ کے خلاف مُہم کا آغاز کیا ہی تھا کہ اسے اس خبر سے واپس آنا پڑا کہ آسٹروی ماسٹرکٹ میں اس کے نائب مرانداپر جاپڑے ہیں اور فرانسیسی فوج کو اپنے سامنے سے بھگائے چلے جارہے ہیں۔ لیس بروسلز کے سامنے جم کر لڑنے کے لئے ڈوموریا واپس آگیا، اور اس نے (۱۸ مارچ کو) مقام نیرونڈن میں آسٹریوں پر حملہ کر دیا مگر اسے پسپا ہونا پڑا۔ یہ پسپائی فی نفسہ تو کچھ ایسی قابل لحاظ نہ تھی مگر ایک ایسی فوج کی قوت انضباط کو تباہ کردینے کے لیے کافی تھی جو زیادہ تر نئے سپاہیوں اور قومی محافظوں پر مشتمل تھی۔[1] اس کی

ڈوموریا کی شکست اور غداری، مارچ ۱۷۹۳ء

---

[1] وان سیبل، جلد دوم - ۲۵۹ - تھیوگٹ "خفیہ مراسلات" Vetrauliche Briefe جلد اول، ۱۰۔ خطوط از بروسلز - ۲۳ مارچ، دفاتر: - فلینڈرز، جلد ۲۲۲ - "سوار ہر جانب حرکت کر رہے ہیں، چنانچہ ہمیں توقع یہ ہے کہ کل وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔ فرانسیسی فوجیں جو سب سے آخر میں یہاں آئیں ہیں، اور جن میں زیادہ تر برچھیوں سے مسلح کسان ہیں، ان میں سے اکثر وطن کو واپس ہورہی ہیں" چوبیس مارچ۔ "اس وقت ہم توپوں کی آواز سن رہے ہیں فرانسیسیوں نے شہر میں اسی وقت یہ پکروادیا ہے کہ جو درزی فوج کے لئے کوٹ تیار کر رہے ہیں وہ سلے یا بے سلے جس حالت میں ہوں لے آئیں اور فوراً انھیں قیمت ادا کر دی جائے۔ .... وہ توپ کی آوازوں کو فرو کرنے کے لئے نقار سے بجا رہے ہیں۔ شہر میں جیسی ابتری برپا ہے آپ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ اس وقت چار آسٹروی سامنے سے گزرے

شکست نے فلینڈرز کو آسٹریوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا مگر ڈوموریا کا منشا یہ تھا کہ وہ جمہوریت پر اس سے بدرجہا زیادہ سخت ضرب لگائے۔ بادشاہ کے قتل کے بعد سے وہ انتہا پسندوں سے علانیہ دشمنی کا اظہار کر رہا تھا اس نے اب آسٹروی سپہ سالار کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ مجلس عارضی پر حملہ کرے اور فرانس میں دوبارہ بادشاہی کے قائم کرنے میں وہ اس کے ساتھ شریک ہو جائے۔ ڈوموریا کی غداری کا پہلا وعدہ یہ تھا کہ مجلس عارضی نے اس کے لشکر گاہ میں جو تین کمشنر بھیجے تھے انھیں حوالہ کر دے۔ اور دوسرا وعدہ یہ تھا کہ کانڈی کے قلعہ کو حوالہ کر دے مگر ڈوموریا نے فوج پر اپنے اثر کا اندازہ غلط کیا تھا، اس سے زیادہ صاف طینت کے لوگ یہ جانتے تھے کہ جو سپہ سالار غیر ملکیوں سے سازش کرے اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔ ڈوموریا کے احکام کی پروا نہ کی گئی، خود اس کے حرکات پر نظر رکھی گئی۔ اور وہ آسٹری صفوں میں اس طرح بھاگتا ہوا پہنچا کہ اسی کے سپاہی اس پر فیر کر رہے تھے۔ تقریباً بائیس افسر اور آٹھ سو سپاہی اس کے ساتھ دشمن سے جا ملے۔

شمال و مشرق میں شکست لاوندی کی بغاوت، مارچ ۱۷۹۳ء

ڈوموریا کی شکست و غداری نے آسٹروی فوج کو شمالی سرحد پر پہنچا دیا۔ تقریباً اسی زمانہ میں پیلیٹنیٹ میں کسٹائن بھی دب گیا تھا اور گزشتہ موسم خزاں کے فتوحات باستثناء مینز، اسی تیزی سے نکل گئے جس تیزی سے حاصل ہوئے تھے۔ کسٹائن مینز کی مدافعت سترہ ہزار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جن کے سر پاش پاش ہو گئے تھے اور ان میں سے ایک کی آنکھ بھی پھوٹ گئی تھی۔ فرانسیسی بندرگاہ اندرلکٹ کی طرف سے واپس ہو رہے ہیں"۔ آسٹنڈ ۱۴ اپریل، "آج دو بجے کے قبل (۲۵) آسٹروی سوار شہر میں داخل ہوئے اور اہل شہر حریت کے بلانے میں مشغول تھے"۔

قلعہ گیر فوج کے اوپر چھوڑ کر خود سنبرگ کے خطوط پر ہٹ آیا۔ جمہوری فوجوں
میں اب یہی قلعہ گیر سپاہ ایک ایسی فوج رہ گئی تھی جس نے اپنی شہرت
کو قائم رکھا تھا۔ خود فرانس میں خانہ جنگی برپا ہوگئی۔ لاونڈی ایک ایسا ضلع
تھا جس میں بڑے بڑے قصبات بالکل نہ تھے اور اس پر نہ تو انقلاب کی
پیدا کردہ خرابیوں کا کچھ ایسا اثر پڑا تھا اور نہ وہ ان امیدوں سے کچھ
متاثر ہوا تھا جس سے بقیہ فرانس جوش زن تھا، یہ ضلع دیہاتوں کے ان
قسیسوں کے اخراج پر غضبناک تھا جو مجلس عارضی کی حلف نہ لینے کی وجہ
سے نکال دئے گئے تھے۔ فروری ۱۷۹۳ء میں جب مجلس عارضی نے
تین لاکھ سپاہ بھرتی کرنے کا حکم دیا تو اس سے لاونڈی کے سیدھے
سادے باشندے بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ کیونکہ ان لوگوں کو
اپنے دیہاتوں سے باہر کی کچھ فکر نہ تھی اور وہ اپنے مکانوں کو چھوڑ کر
جانے کے بجائے خود اپنے اہل ملک سے لڑنے کو مرجح سمجھتے
تھے۔ اہل مذہب اور حامیان شاہی نے دہاتوں کی ان شورشوں کو بھڑکا کر
انھیں نہایت ہی سخت مذہبی جنگ بنا دیا۔ لاونڈی کے کاشتکاروں
کے پاس سلاح جنگ اگرچہ بہت ہی کم تھا اور ان کی عادت یہ تھی
کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد ہی اپنے گھروں کو واپس آجاتے
تھے مگر حملہ کرتے وقت انھوں نے خود کو ایک مہیب سپاہ ثابت
کر دیا۔ اور حکومت نے ان کے خلاف جو نیم تربیت یافتہ دستے بھیجے تھے
انھیں کاٹ کر رکھ دیا۔ شمال کی جانب سے اب فرانس پر آسٹریوں کے
ساتھ ہی ساتھ انگریز بھی حملہ کر رہے تھے۔ اتحادیوں نے کانڈی
اور ولنسینز کا محاصرہ کر لیا اور فرانسیسی فوج کو بے ترتیبی کے ساتھ
قیمرس کی طرف پیچھے ہٹا دیا۔ ہر ایک شکست پیرس میں جرانڈ کی حکومت
پر ایک نئی ضرب کا حکم رکھتی تھی۔ خارجی اور خانگی جنگ سے تباہی پر
تباہی برپا ہوتی جارہی تھی اور جرانڈیوں نے جس سپہ سالار کو جمہوریت
کی مدافعت تفویض کی تھی اُس نے دغا کر کے علانیہ اس جمہوریت کو دشمن

کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ ان بناؤں پر دارالصدر میں بہت آسانی کے ساتھ اس فریق کے خلاف غیظ و غضب مشتعل کر دیا گیا جس پر فرانس کی تمام مصیبتوں کا الزام عاید تھا، ایک جبری قرضہ کی مقاومت میں طبقات متوسطہ کی تہدید آمیز حرکت نے اس کشمکش میں عجلت پیدا کر دی۔ جرانڈیوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ انھوں نے جمہوریت کی فوجوں کو ان کے عین فتوحات کے درمیان میں روک لیا، سرحدوں کو دشمنوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا، لاونڈی میں خانہ جنگی برپا کر دی۔ ۲۱ مئی کو ایک پُرغضب انبوہ نے مجلس عارضی پر حملہ کر دیا۔ دو دن بعد فرانس کے نمایندوں کو کمیون کی مسلح فوجوں نے گھیر لیا، فریق جرانڈ کے چوبیس سربرآوردہ ارکان محبوس کر لئے گئے اور فریق ماؤنٹین کی فتح تکمیل ہو گئی[1]۔

خانہ جنگی، مجلس حفاظت عامہ

فرانس کی حالت جو پہلے ہی سے نازک ہو رہی تھی اب بالکل مایوس کن ہو گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ جرانڈی قید سے بھاگ نکلے اور انھوں نے صوبجات کو پیرس کے خلاف مسلح ہو جانے کے لئے اُبھارا، نارمنڈی، بورڈو، مارسیلز، لینز، سب کے سب فریق ماؤنٹین کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور جنوب و مغرب کے حامیان شاہی بھی اس خانہ جنگی میں شریک ہو گئے جس سے انھیں خود اپنا نفع حاصل کرنے کی توقع تھی، مگر اب فرانس میں ایک ایسی حکومت صورت پذیر ہو گئی تھی جو ان غیر معمولی خطرات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خوب ہی موزوں تھی۔ یہ حکومت کی ایک ایسی صورت تھی جس میں ۱۷۸۹ء کے آئینی میلانات کا کچھ بھی پتہ نہ تھا، یہ حکومت ایسے وقت میں عالم وجود میں آئی تھی جب تصادم کی شدت نے انقلاب کے ابتدائی توقعات و مساعی کو پس پشت ڈال دیا تھا، ابتدائی دو مجلسوں میں یہ ایک مسلمہ اصول تھا کہ حکومت پر نمایندگان قوم

[1] مارٹھر ٹھرناکس۔ جلد ہفتم۔ صفحہ ۴۱۲

کا اقتدار ہونا چاہیئے، مگر عاملانہ اختیارات کو وہ خود اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ دسویں اگست کے زوال شاہی کے بعد وزرا اگرچہ اب بھی نیابتی جماعت سے امتیازی طور پر اختیارات پر قابض تھے، تاہم مجلس عارضی نے خدمات ملکی کی مختلف شاخوں کے لئے جو کمیٹیاں (مجلسیں) مقرر کی تھیں وہ وزیروں کی روک ٹوک کرنے لگی تھیں اور اب مارچ ۱۷۹۳ء میں، جنگ کے روز افزوں مشکلات کا تدارک کرنے کے لئے ایک مجلس "حفاظت عامہ" کے نام سے مقرر کی گئی، اور اسے یہ فرض تفویض ہوا کہ نظم و نسق ملک پر عام نگرانی عمل میں لائے۔ لیکن اور مجلسوں کی طرح اس مجلس میں بھی جرانڈیوں کو غلبہ حاصل تھا مگر اس مجلس میں چوبیس ارکان کی شمولیت ایسی تھی جس سے یہ کثیر التعداد جماعت موثر طریق پر کام نہیں کر سکتی تھی۔ فریق ماونٹین کی ترقی پذیر فوقیت نے وہ اجتماعی قوت پیدا کر دی جس کی ان وقتوں میں ضرورت تھی۔ اپریل میں مجلس کی تعداد دس وارکان تک گھٹا دی گئی۔ اور اس صورت میں بھی مجلس آخر الامر اعلی مرکزی قوت بن گئی۔ لیکن لینز میں بغاوت ہو پڑنے کے بعد یہ ہوا کہ مجلس ڈینٹن کے اثر کے بجائے راببیر کے اثر میں آگئی اور اس نے ہول و تخویف کا وہ اصول اختیار کیا جس نے اس کی حکمرانی کی یاد کو تاریخ کی بدترین یادوں میں سے ایک یاد بنا دیا ہے۔

ان کا اقتدار برابر بڑھتا گیا۔ ارکان نے حکومت کے تمام اہم شعبوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ ایک رکن فوج کا، دوسرا بیڑے کا اور تیسرا معاملات خارجہ کا ناظم بن گیا، ہر ایک کارروائی کو تین ارکان کے دستخط سے عملاً قانون کی قوت حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ مجلس عارضی رپورٹوں (یادداشتوں) کو لامحالہ قبول کرتی اور اسی کے موافق رائے دیتی تھی۔

مجلس عارضی کے کمشنر (مامورین)	ادھر تو مجلس بحیثیت اعلی جماعت حکمراں کے احکام نافذ کرتی تھی اُدھر فریق ماونٹین کے ارکان میں سے

انتہائی ہی نہایت ہی مستعد کار ارکان دو دو تین تین کی جماعت میں تمام فرانس میں پھیل گئے اور ان کا لقب مامورین مجلس عارضی

قرار پایا، اور ان کے اختیارات تمام مقامی حکام کے اختیارات سے فائق و برتر قرار دے گئے۔ ابتداءً ان کا تقرر اس غرض سے ہوا تھا کہ مارچ میں مجلس عارضی نے جس فوج کی بھرتی کا حکم دیا تھا اس میں عجلت کریں مگر بتدریج ان کے اختیارات نظم و نسق کی تمام وسعت پر حاوی ہو گئے۔ ان کی مرضی حتمی و قطعی تھی اور ان کا اختیار سب سے اعلیٰ و برتر تھا۔ جہاں صوبوں کے مشیر کار یا بلدیہ کے عہدہ دار خود اعلیٰ درجہ کے انتہا پسند تھے وہاں ان مامورین نے ان مقامی کلوں سے کام لیا اور جہاں مامورین کو ان لوگوں کے اصول کی طرف سے شبہ ہوا وہاں انھیں پھانسی پر بھیج دیا، اور جو وسیلہ بھی ہاتھ آسکا اسی ذریعہ سے خود اپنے احکام نافذ کرنے لگے۔ انھوں نے سپہ سالاروں تک کو نالایق قرار دے کر انھیں برطرف کر دیا یہاں تک کہ ان مامورین میں سے ایک نے سمندر میں بیڑے کی نقل و حرکت کے لئے خود ہدایتیں دیں۔ فوجی معاملات میں ان مامورین کی دخل دہی اور ان کی پیدا کردہ تضیع و ابتری سے جو نقصان ہوتا تھا اس کا ضرورت سے زیادہ بدل اس طرح ہو جاتا تھا کہ جنگ کی ہر طرح کی تیاریوں میں زور پیدا ہو گیا اور اغراض و مقاصد میں اتحاد قائم ہو گیا تھا، اور ان لوگوں نے بیدریغ خونریزی سے اتحاد مقصد کو فرانسیسیوں کے ہر ایک مجمع میں جاری و ساری کر دیا۔

مگر افراد میں کتنی ہی مستعد کاری کیوں نہ ہوتی وہ عمومی تنظیم کی تائید کے بغیر اس قسم کی امارت مطلق قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ تمام فرانس میں انقلابی حکومت کا ایک نظم برپا ہو گیا، جس نے تمام موجودہ تنظیمات کو اسی طرح مغلوب کر دیا جس طرح مجلس عارضی کے

سنہ ۹۳ء کا مقامی انقلابی نظم	مامورین نے تمام موجود الوقت مقامی اختیارات کو دبا دیا تھا۔ مقامی انقلابی نظم و نسق میں ایک مجلس، ایک بزمگاہ اور ایک عدالت

ہوا کرتی تھی۔ اکیس ہزار کمیونوں میں ہر کمیون میں قوم کی طرف سے بارہ شخصوں کی ایک مجلس منتخب ہوتی تھی اور ہول وتخویف کے دور نے جب جڑ پکڑ لی تو مجلس عارضی کی طرف سے ان مجلسوں کو گرفتاری وقید کے اختیارات بلا کسی حصر کے عطا کر دئیے گئے عام جوشش بزمگاہوں کے ذریعہ سے قائم رکھا جاتا تھا، جہاں کاشتکار و مزدور اپنی دن کی محنت ختم کر کے جمع ہوتے اور انقلاب کے فتوحات پر شور تحسین اور اس کے دشمنوں پر آواز و نفرین بلند کیا کرتے تھے۔ ایک عدالت جسے حیات وممات پر جابرانہ کارروائی و اختیارات حاصل تھے، ہر ایک بڑے قصبہ میں نشست کرتی، اور ان قیدیوں پر فیصلے صادر کرتی تھی جنہیں قرب وجوار کے ضلع کی مجلسیں اس کے روبرو بھیجتی تھیں۔ یہ تھی ۱۷۹۳ء کی حکومت، یہ ایک غیر محدود اختیارات کی جماعت عاملانہ تھی جو ایک ہی مجلس کے ارکان میں سے لی گئی تھی اور محفلوں اور بزمگاہوں کے ذریعے سے اسے قوم کے غریب ترین لوگوں سے براہ راست تعلق ہو گیا تھا۔ اغراض کا وہ توازن جس سے آئینی نظم اور حیات و حریت اور ملکیت کی وہ طمانیت پیدا ہوئی ہے جو ہر ایک مسلمہ معاشری ترتیب کا جوہر اصلیہ ہے، فرانس میں اس وقت اس توازن کا کہیں وجود بھی نہیں تھا۔ ایک غرض یعنی انقلاب عام کی حمایت ایک ایسا قانون بن گیا تھا، جس کے سامنے تمام دوسرے قوانین گرد ہو گئے تھے۔ تمام فرانس کو ایک محصور قصبہ کے مثل سمجھ کر حکومت نے یہ فرض اپنے اوپر عائد کر لیا تھا کہ ضروریات زندگی کے فروخت وقبضہ کی نگرانی کے متعلق قوانین وضع کر کے غریب ترین طبقات کے لئے صورت بسر اوقات مہیا کر دے۔ غلہ اور دوسری ضروریات کی قیمتیں معین کر دی گئی تھیں، اور جب اس کی وجہ سے تاجر اور غلہ پیدا کرنیوالے

عـلـه پیریٹ سنٹ برکس۔ انقلابی عدالت Lajustice Revolutionnaire

تمہید

اپنا مال بازار میں لانے سے رکے تو مامورین مجلسِ عارضی کو یہ اختیار دیدیا گیا کہ وہ فی ایکڑ زمین کے لئے ایک معینہ مقدار غلہ کا مطالبہ کریں۔ اسی طرح املاک بھی ان لوگوں کے تابع فرمان ہو گئے جو سیاسی امتیاز کو مطلق العنانہ طور پر پہلے ہی سے عمل میں لا رہے تھے۔ برک نے کہا تھا کہ "فرانس کی حالت بالکل ہی سادہ ہے، اس میں صرف دو انواع ہیں ایک ظالم دوسرے مظلوم۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہے کہ اس زمانہ کی سفاکانہ و احمقانہ ستمگاریوں کو مجلس عارضی کے عظیم الشان تشریعی منصوبوں کی مدح سرایوں کے ذریعہ سے کم کر کے دکھایا جائے یا اس شدید ضرورت کا عذر پیش کیا جائے کہ ملک پر ہر جانب سے غیر ملکیوں نے حملہ کر دیا تھا یا وہ خانہ جنگی سے پارہ پارہ ہو رہا تھا۔ اس دور ہول اور تخویف کا حال جتنا ہی زیادہ معلوم ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ یہ تصویر نفرت انگیز ذلیل و مکروہ نظر آنے لگتی ہے۔ جو فرقہ فرانس پر حکمران تھا، فرانس ان کی جفاکاریوں کی وجہ سے نہیں بچا بلکہ مستعد کاریوں کی وجہ سے بچا۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ جمہوریت کی فوج اگر تباہ ہو جاتی تو فرانس کے سرحدی صوبے اس سے علیحدہ ہو جاتے، اور قدیم دور حکومت کا ایک سایہ سا پھر قائم ہو جاتا تو اس سے یورپ کی ترقی کے معاملہ کو وہ نقصان نہ پہنچتا جو خوف و دہشت کے ان روایات کی وجہ سے پہنچ گیا جنھوں نے آئندہ پچاس برس تک لوگوں کے دلوں سے اس خیال کو جدا نہ ہونے دیا کہ قائم شدہ اقتدار پر قوم کی فتح کے کیا معنی ہیں۔

فرانس میں تباہیاں مارچ تا ستمبر ۱۷۹۳ء

انقلابی تنظیم ۱۷۹۳ء کے موسم خزاں تک اپنے پورے زوروں پر پہنچی اور یہی وہ زمانہ تھا جب فرانس کے توقعات بدترین حد کو پہنچ گئے تھے۔ کسٹائن کو السا س سے بلا کر شمال کی فوج کی کمان سپرد کی گئی تھی مگر اس نے اس فوج کی انضباطی حالت کو ایسا ابتر پایا کہ وہ اس

قابل بھی نہ تھا کہ جن قلعوں کو اتحادیوں نے محصور کر رکھا تھا ان کے خلاص کی کوشش کرتا۔ کانڈی نے ۱۰ جولائی کو آسٹریوں کی اطاعت کر لی اور ویلینسر نے دو ہفتہ بعد خود کو ڈیوک یارک کے حوالہ کر دیا۔ مشرق جانب میں بھی جنگ میں فرانسیسیوں کی قسمت اس سے بہتر نہ تھی۔ مینز کی محاصرہ کرنے والی پرشیاوی فوج پر جو حملہ کیا گیا وہ بالکلیہ ناکام رہا اور ۲۳ جولائی کو یہ عظیم الشان قلعہ جس کا وسط اپریل سے محاصرہ ہو چکا تھا، پھر جرمانیوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ہر جانب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریہ اپنے دشمنوں کے سامنے پست ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے سرحدی مدافعات فتحمند آسٹریوں اور انگریزوں کے سامنے بیکار ہوتے جاتے تھے۔ برنسوک فتح شدہ مینز سے الساس پر بڑھنے کے لئے تیار تھا۔ لینز اور ٹولوں میں بغاوت برپا تھی۔ لاوندی ان فوجوں کا قبرستان بن چکا تھا جو اسے زیر کرنے کے لئے بھیجی گئی تھیں۔ تباہی کے اس نازک و خطرناک موقع پر پہنچ کر یہ ہوا کہ مجلس عارضی نے اٹھارہ برس سے پچیس برس تک عمر کے فرانس کے تمام مردوں کو حکومت کی مرضی کے تابع قرار دے دیا اور کل ملک کو ایک عظیم الشان لشکر گاہ اور سلاح خانہ جنگ میں منتقل کر دیا۔ باوسعیں وسیع ساماں کو ترتیب و تنظیم کی حالت میں لانے کے لئے قوت ارادی کی بھی کمی نہیں تھی۔ انجنیروں کے افسر کارنٹ کے مجلس حفاظت عامہ میں شامل کر لینے سے فرانس کا فوجی انتظام ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں آ گیا جس نے اگر خدمات جنگ کے ماہر ہونے کی حیثیت سے نہیں تو صاحب تنظیم ہونے کی حیثیت سے خود کو بہت جلد تمام یورپ میں بے نظیر و بے مثال ثابت کر دیا۔

اتحادیوں میں سے ہر ایک کا اپنے جداگانہ مقصد کے در پے ہونا

باایں ہمہ، فرانس کے بچ جانے کا باعث خود اس کی حکومت کی مستعد کاری سے زیادہ اتحادیوں کے آپس کے منافشات اور ناقص حکمت عملی کی وجہ سے ہوا۔

اتحادی اس جنگ کے جاری رکھنے کا جو مقصد ظاہر کرتے تھے یعنی فرانس میں ایک پرامن حکومت کا قائم کرنا وہ مقصد، توسیع ممالک کی تجاویز سے جنھیں منصفانہ تاوان کے حصول کے نام سے مشہور کیا جاتا تھا، مغلوب ہو گیا تھا۔ ایک طرف پرشیا اس خیال پر جمی ہوئی تھی کہ شہنشاہ کو بلجیم کے عوض بویریا کو نہ لینے دے اور اس نے خود اپنی فوجوں کو دریائے رائن[1] پر بیکار کر رکھا تھا، دوسری طرف آسٹریا پٹ کی وزارت کی کامل پسندیدگی کے ساتھ شمالی فرانس میں بعض اقطاع ملک اور نیز الساس کے الحاق کی دعویدار تھی، اور کانڈی کے فتح کردہ شہر کے ساتھ آسٹروی مملکت کا سا سلوک کر رہی تھی[2]۔ اس وقت

[1] شاہ پرشیا کو یہ سمجھا دیا گیا ہے کہ اس تبادلہ کے عمل میں آجانے میں اس کے خاندان کی تباہی مضمر ہے، اور اس سے زیادہ تکلیف یہ ہے کہ اس نے اس کے عمل میں آنے کے متعلق جو مشروط رضامندی ظاہر کر دی ہے، اس سے وہ مجبور ہو گیا ہے کہ بزور شمشیر اس کی مخالفت نہ کرے۔ اس لئے میونخ سے کوئی لغو سی خبر بھی ایسی آجاتی ہے جس سے اس خوف کی تجدید ہوتی ہو تو اس سے ایک نیا اثر پیدا ہو جاتا ہے جسے فوراً محو کر دینا میرے لئے دشوار ہو رہا ہے۔" لارڈ یار متعقہ لشکر گاہ پرشیا، ۱۲ اگست ۱۷۹۳ء دفاتر، افواج در جرمنی ۷، ۳۴۲۔ "اصلی ناظم مارکیس، لہوسینی ہر طرح کے اخراجات اور فوج کی ہر طرح کی کوشش سے پہلو بچانا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش یہ ہے کہ جنگ کا تمام بار آسٹریا اور دیگر دول متحدہ پر ڈال دے اور دربار ڈائٹنا جو انتظامات کرنا چاہتا ہے اس میں اور مشکلات پیدا ہو جائیں۔ مجھے اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نظر نہیں آتا۔ فرانس کی قوت کے کم کرنے کی اسے کوئی خواہش نہیں معلوم ہوتی اور نہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس ملک کی رایوں اور اصولوں کے برباد کرنے کا اسے کچھ خیال ہے۔" الحق، ۱۷ مئی۔ دفاتر فلینڈرز جلد ۲۲۳۔

[2] آکلینڈ، جلد سوم۔ ۳۴ تھوگٹ، جعیہ مراسلات، جلد اول۔ ۱۳ گرینول بنام ایڈن ۷ ستمبر ۱۷۹۳ء دفاتر آسٹریا جلد ۳۴۔ ایک نہایت ہی اہم تاریخی دستاویز جس میں انگلستان و آسٹریا کے درمیان مخالفت کے اصول مدون ہوئے ہیں۔ آسٹریا

کے بعد سے شمالی فوج کی تمام کارروائیوں کی غرض سرحدی ممالک کے حصول کی جانب منعطف تھی، جمہوری فوجوں کے تعاقب وانہزام کا کچھ خیال نہ تھا۔ جنگ علانیہ طور پر مدافعت کی جنگ کے بجائے حصول غنائم کی جنگ بن گئی تھی۔ یہ ایک ایسا تغیر تھا جو ان بے غرضانہ دعاوی پر خندہ زن تھا جن کا صور پھونکتے ہوئے متحالفین نے ہتیار اُٹھایا تھا۔ اپنے فوجی نتائج کے اعتبار سے یہ تغیر بالکلیہ تباہ کن ثابت ہوا۔ فرانس میں فوجوں کی جو بے اندازہ بھرتی شروع ہوگئی تھی، اسے دیکھتے ہوئے انجام کار میں فرانسیسیوں کی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی اور حلفا کے لئے اگر کوئی امید تھی تو یہی کہ پیرس کی جانب عاجلانہ کوچ کردیں مگر انھوں نے تفرقہ اور تعویق کو انتہا تک پہنچا دینے کو ترجیح دی۔ ان کی متحدہ فوجوں نے جوں ہی کسٹائن کو فیمرس کے قلعہ سے ہٹایا، معاً انگریزی سپہ سالار اپنی فوجیں لے کر ڈنکرک کے محاصرہ کو چلا گیا اور آسٹروی شاہزادہ کوبرگ کے تحت میں کیمبرے اور کوئیناسے کو گھیر لینے کے لئے روانہ ہوگئے۔ اس طرح حملہ آوروں کا خط جنگ رود بار سے سرحد الساس کے قریب لینڈاو میں برنسوک کی چوکیوں تک پہنچ گیا۔ اصل فوجیں ایک دوسرے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اگر لوریہ کے تبادلہ کو ترک کردے تو وہ حدود وندر لینڈ (زیر) الساس و لورین اور سرحد فرانس کے عین متصلہ حصص میں الحاقات کا دعویٰ کرسکتی ہے۔ انگلستان کے تاوان فرانس کے بیرونی مستقرات و مستعمرات پر ڈالنا چاہیئے .... اعلیحضرت کو اس سے دلچسپی ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ خاندان آسٹریا فرانس کی سرحد پر حصول ممالک سے خود کو مستحکم کرے اور شہنشاہ کو چاہیئے کہ وہ فرانس سے باہر اس ملک کے بحری و تجارتی وسائل کی تنا ترقی کو خوشی سے گوارا کریں" اس کاغذ کے موجود ہوتے ہوئے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ چند ابتدائی مہینوں کے بعد ۱۷۹۳ء کی جنگ انگلستان کے لئے محض ایک مدافعتی جنگ تھی۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ تاوان کے متعلق پٹ کا خیال اپنے دشمن کے تجاویز کے مقابلہ میں عادلانہ و معتدلانہ تھا۔

سے بے تعلق ہوگئیں اور رسل و رسائل کے جاری رکھنے کے لیئے
جو دستے متعین کئے گئے اس سے ان کی قوت گھٹ گئی ۔ فرانسیسی
اندرونی حلقہ میں قائم تھے، اور اس سے ان کو جو نفع تھا اسے کارنٹ
اچھی طرح سمجھتا تھا اور مجلس کی تمام کارروائیوں کی روح رواں اب
کارنٹ ہی تھا ۔ استقامت و پابندی میں فرانس کے نئے سپاہی
جرمنی کی تربیت یافتہ فوجوں کے مدمقابل نہیں تھے مگر ان کی آمد نامتناہی
تھی اور کارنٹ جانتا تھا کہ جب کافی تعداد میں ان کا بار دشمن پر پڑیگا
تو ان کی ہمت اور ان کا جوش ان کی ناتجربہ کاری کی تلافی کردے گا ۔
فروری سے اگست تک متحدین کی کامیابیوں میں رخنہ نہیں پڑا تھا مگر
اب انھیں کبھی فتح ہوتی تھی اور کبھی شکست ۔ حملہ کا سیل پہلے تو آہستگی
و مضبوطی کے ساتھ ہٹایا گیا ۔ اور پھر فاتحانہ پیش قدمی کے سامنے بالکل
پلٹا دیا گیا ۔

یارک کا ڈنکرک سے ہٹایا جانا ۔ ۸ ستمبر

پہلی ضرب برطانی سپہ سالار پر پڑی ۔ فرانس کی شمالی فوج سے
جو حصے الگ کئے جا سکتے تھے وہ اتنے کافی نہ تھے کہ یارک کو
ڈنکرک کے سامنے سے ہٹا دیں مگر دریائے موسیل پر کچھ فوجیں
اس دشمن پر نظر لگائے ہوئے تھیں جس کا آگے بڑھنا متوقع
نہ تھا اور مجلس نے اس امر میں کچھ پس و پیش نہ کیا کہ فرانس کے
اس حصہ کو پرشیاوی حملہ کے لئے کھلا چھوڑ دے تاکہ شمال میں
ایک کاری ضرب لگا سکے ۔ قبل اس کے کہ دشمن کو اس نقل و
حرکت کا پتہ چلے کارنٹ نے تیس ہزار آدمی مز
سے رود بار انگلستان کی جانب منتقل کر دیے، اور
ستمبر کے پہلے ہفتہ میں ہوشارڈ نے دوچند تعداد کے
ساتھ اس جرمانی سپاہ پر حملہ کر دیا جو یارک کے لئے حجب کا کام
دے رہی تھی ۔ جرمانی، ڈنکرک کی طرف سے ہٹا دیے گئے اور
یارک نے خود اپنی فوج کو تباہی سے صرف اس طرح بچایا کہ بعجلت

تمام محاصرہ اٹھا لیا اور اپنا بھاری توپ خانہ وہیں چھوڑ دیا۔ لیکن فرانسیسیوں کی اس فتح کے بعد کچھ اچھا کام نہ ہوا ہوشارڈ انقلابی عدالت کے روبرو بھیجا گیا اور اسے اپنی غلطیوں کے لئے اپنا سر دینا پڑا۔ کسٹاین اس سے پہلے ہی منیز اور ولنسینز کے نکل جانے کے لئے بیجا الزام پر زندگی سے ہاتھ دھو چکا تھا۔

فرانس کے لئے یہ کوئی غیر اہم تغیر نہ تھا کہ کسٹائن اور ہوشیارڈ کے جانشینوں کو احکام سپہ سالاری مجلس "حفاظت عامہ" کے ہاتھوں سے ملے۔

سپہ سالاری کا قوم کے لوگوں کو دیا جانا۔

دور ہول و تخویف کے ہموار کن اصول کا اثر فوجی کارروائی میں اور کم وبیش صرف اسی میں باقی رہا۔ اس اصول کی بنا پر جس طرح لوگوں کی گردنیں ماری گئیں اس سے صرف وحشت و رجعت قہقری پیدا ہو گئی، اس کی وجہ سے جائدادوں کی جو ضبطیاں ہوئیں وہ بہت جلد بدل دی گئیں مگر جن لوگوں نے فریق جرانڈ کو مغلوب کیا تھا، ان کا ایک مکمل عمومی فوج پیدا کر دینے کا کام ایسا تھا جس نے فرانس میں معاشری مساوات کو نہایت ہی پرزور و دیرپا حرکت دے دی۔ انقلاب کے ابتدائی سپہ سالار قدیم دور حکومت کے عہدہ دار تھے، اور چند مستثنیات کے سوا یہ لوگ امیر خاندانوں کے افراد تھے جو کسٹائن کے مانند اس وقت عوام کی جانب میں شریک ہو گئے تھے، جب ان کے اکثر رفقا ملک کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ ان سپہ سالاروں کا تعلق فریق جرانڈ کے مدبروں کے ساتھ تھا اور وہ بھی اس فریق کی زوال کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔ فریق ماؤنٹین کی فتح سے کچھ دوسرے ہی طرز کے لوگ فوجوں کے سپہ سالار ہو گئے۔ مجلس "حفاظت عامہ" نے جتنے سرکردہ مقرر کئے وہ تقریباً سب کے سب ایسے سپاہی تھے جنھوں نے ادنیٰ درجہ میں خدمت کی تھی۔ سنہ ۱۷۹۲ء اور سنہ ۱۷۹۳ء کی بھرتی میں نئی قائم شدہ پلٹنوں کے عہدہ داروں کا انتخاب

خود اسی فوج کے سپاہیوں کی جانب سے ہوتا تھا۔ حب الوطنی، قوت اخلاق، معاملات جنگ سے واقف کاری وہ اوصاف تھے جن سے لوگوں کو فوراً ہی نمود حاصل ہو گئی۔ مسینا کے مانند قدیم فوج کے سپاہی جو اپنی پیٹھ پر پشتارہ لادے لادے ادھیڑ عمر کو پہنچ گئے تھے، اربین مورو کے ایسے قانون پیشہ، میورٹ کے ایسے ملازمان کاروان سرائے اپنی اپنی پلٹنوں کے سردار بن گئے، اور وہ یہ جانتے تھے کہ کارنٹ اصلی سے اعلیٰ فوجی عہدوں کے عطا کرنے کے لئے دیانت و قابلیت پر نظر لگائے ہوئے ہے۔ دس لاکھ مسلح آدمیوں میں بہت سے ایسے تھے جن کی عظیم الشان فطری قابلیت نے باقاعدہ تربیت کی کمی کو پورا کر دیا تھا۔ یہ ابھی لابدی تھا کہ ابتدائے کار میں بعض اوقات فوجی عہدے محض سیاسیات میں مشغول رہنے والوں کے ہاتھ میں پڑ جائیں مگر جب مجلس نے سران انبوہ کے اس گروہ پر تفوق حاصل کر لیا جو ۱۷۹۳ء کے موسم گرما میں مجلس وزارت پر قابض ہو گیا تھا، تو پھر سپہ سالاروں کے اوصاف برابر ترقی کرتے گئے۔ اور اس سال کے ختم ہوتے ہوتے فوج کے اعلیٰ عہدوں پر بمشکل کوئی ایسا افسر باقی رہا ہو گا جس نے خود کو اپنے منصب کا اہل نہ ثابت کر دیا ہو۔ ڈنکرک میں ہوشارڈ کی کارروائی کے دوران تحقیقات میں کارنٹ کو معلوم ہوا کہ فتح درحقیقت ایک (ڈویژن) کتیبہ کے سپہ سالار ژوروان کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی، ژوردان نے ایک عام سپاہی کی حیثیت سے پندرہ برس قبل اپنی زندگی شروع کی تھی۔ جنگ امریکہ کے اختتام پر سبکدوش ہونے کے بعد اس نے اپنے وطن کے قصبہ لیموز میں کپڑے کی دوکان کر لی تھی انقلابی جنگ کے شروع ہونے پر وہ فوج میں دوبارہ داخل ہوا، اور اس کی پلٹن کے لوگوں نے اسے اپنا کپتان منتخب کر لیا۔ اس کی قابلیت پر نظریں پڑنے لگیں، اور وہ اول ایک بریگیڈ کا سپہ سالار مقرر ہوا اور پھر ایک کتیبہ

کا سپہ سالار ہو گیا اور ہوشارڈ کی بر طرفی پر کارنٹ نے اسے شمال کی فوج کی قیادت کے لئے طلب کر لیا۔ آسٹروی اس وقت موبوز کے محاصرے میں لگے ہوئے تھے۔ ۱۵ اکتوبر کو

واٹگنیز میں ژوردان کی فتح۔ ۱۵ اکتوبر

ژوردان نے واٹگنیز میں ان کی جمعیت فوج پر حملہ کر کے اسے شکست دے دی۔ اس کی فتح نے آسٹریوں کو محاصرے کے اٹھا لینے پر مجبور کر دیا اور موسم سرما کے لئے مہم کو ختم کر دیا۔

شمالی سرحد پر کامیاب ہو کر جمہوریہ نے اپنے اندرونی دشمنوں کے خلاف بلا توقف و تاسف جنگ جاری کر دی۔ لینیز نے اکتوبر میں اطاعت قبول کر لی۔ اس کے باشندے سیکڑوں کی تعداد میں بیدردانہ قتل کر دے گئے۔ ٹولون نے خود کو انگریزوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اور لوئیس ہفتدہم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا، اس کا محاصرہ خشکی کی طرف سے کیا گیا مگر ان کارروائیوں سے اس وقت تک کوئی نتیجہ نہ نکلا جب تک کہ توپ خانہ کے کپتان نپولین بوناپارٹ نے ایک پہاڑی پر قبضہ کر لینے کی راہ نہ نکالی جہاں سے محاصرہ کا توپ خانہ بندرگاہ کے انگریزی بیڑے کو اپنی زد میں لے لیتا۔ برطانی امیر البحر ہوڈ نے اب اپنی حالت کو مایوس کن پایا، اس نے کئی ہزار باشندوں کو اپنے جہازوں پر لے لیا اور بندرگاہ میں جو فرانسیسی جہازات رہ گئے تھے انھیں اڑا دیا اور خود سمندر پر روانہ ہو گیا۔ ہوڈ کو یہ فرانسیسی بیڑا حامیان شاہی کی جانب سے بادشاہ کی امانت کے طور پر تفویض ہوا تھا اس کے تباہ ہو جانے سے انگلستان کو بحر متوسط پر اقتدار حاصل ہو گیا اور نیپلز حملہ کے خطرے سے آزاد ہو گیا۔ لیکن ہوڈ نے ان نتائج کا کچھ ایسا خیال نہ کیا جو اس کی اس کارروائی سے ٹولون کے ماںقی باشندوں کو پیش آنے والے تھے[1]۔ ٹولون میں جمہوری فوج

[1] کسی برطانی تحریر میں بوناپارٹ کے نام کا پہلا ذکر ٹولون کی فوج کے بیان میں آیا ہے۔

کے داخل ہونے کے بعد جو ہولناک مصائب برپا ہوئے، وہ ہٹ کو اس امر سے باز نہ رکھ سکے کہ وہ ۱۷۹۴ء کی "تقریر شاہی" کے موضوع مبارکباد میں "واقعات و حالات متعلقہ انخلائے ٹولون کو بھی داخل کر لیتا"۔ یہ غالباً حامیان شاہی کی خوش قسمتی تھی کہ فرانس کے دوسرے حصص میں انہیں انگریزوں سے مدد حاصل کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ اہل ونڈی سے بھی مدد کا وعدہ کیا گیا تھا مگر وہ مدد بعد از وقت تھی۔ کلیبر کے اس فوج

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو ایک جاسوس نے ۱۷۹۳ء میں لندن بھیجی تھی۔

توپ خانے کے جن کپتانوں (قائدین) نے اس حالت میں تربیت پائی ہے وہ اپنے کام کو جانتے ہیں اور یہ سب کے سب ذہین و فطین ہیں، وہ اپنی اس ذہانت کو ایک بہتر مقصد کے لئے کام میں لانا چاہتے تھے بوناپارٹ نامی پٹھان کپتان (قائد) جو اپنے خیالات میں بہت ہی جمہوریت پسند تھا ٹولون کی دیواروں کے قریب مارا گیا فرانس جلد ۵۹۹ آسٹریا نے ٹولون کی مدافعت کے لئے پانچہزار سپاہ لمبارڈی سے بھیجنے کا ذمہ لیا تھا، مگر اس نے اپنی قرارداد کو توڑ دیا ہے آپ کو ایم۔ تھوگٹ د آسٹروی وزیر سے ملنا چاہئے اور نہایت ہی قطعی الفاظ میں یہ مطالبہ کرنا چاہئے کہ وہ اس قرارداد کو پورا کرے۔ یہ امر اعلیٰ حضرت کو نہایت ہی ناگوار خاطر ہوگا کہ اسی متواتر درخواست کی طرف بے توجہی برتی جائے اس امر کے دیکھتے ہوئے یہ ناگواری اور بھی لے انتہا بڑھ جاتی ہے کہ یہ ملک تو اس مشترکہ مقصد میں ناخونوں تک کا زور لگا رہا ہے اور فوج کی ایک جماعت جس کے نہ ہونے سے ممکن ہے کہ ٹولون اس وقت تک ہاتھ سے نکل گیا ہو، ملان میں بیکار بیٹھی رہے۔ آپ اس باب میں مرتبہ عذرات کو ہرگز قبول نہ کریں" گرینول بنام ایڈن، ۲۴ نومبر ۱۷۹۳ء۔ تھیوگٹ کا تحریری جواب حسب ذیل تھا "شہنشاہ نے کوچ کا حکم اس وقت دیا تھا جب شہر ٹولون میں کوئی قلعہ گیر فوج نہیں تھی۔ اس وقت اس کی بقا نہایت ہی ضروری معلوم ہوتی تھی مگر اب خوش قسمتی سے تشویش کے یہ اسباب رفع ہو گئے ہیں۔ مختلف اقوام کی جو فوجیں اس وقت تک ٹولون میں جمع ہو چکی ہیں انہوں نے اس مقام کو خطرے سے باہر نکال لیا ہے" دفاتر آسٹریا جلد ۳۵۔

کو لئے ہو آجانے سے جس نے منیز کی محافظت کی تھی، پہلے ہی پلہ جھک چکا تھا، اہل ونڈی اگرچہ بہادر تھے مگر وہ تربیت یافتہ نوجوانوں کا زیادہ مدت تک مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ لوایر پر جم کر لڑنے کی جنگ ۱۷۹۳ء کے ساتھ ہی ختم ہو چکی تھی۔ اس کے بعد ایک ایسی جنگ کا سلسلہ جاری ہوا جس میں ایک طرف سے توبیدردانہ و باقاعدہ تباہی برپا کی جا رہی تھی، اور دوسری طرف سے پوشیدہ اور اچانک حملے ہوتے تھے۔

پولینڈ کے معاملات کی وجہ سے پرشیا کا جنگ سے کنارہ کش ہو جانا۔

وطن میں جمہوریت کے دشمن پست ہوتے جا رہے تھے، جمہوریت پر حملہ کرنے والوں کے آپس ہی میں، اتنے مناقشے برپا تھے کہ ان کی ذات سے جمہوریت کو اب کوئی شدید خطرہ نہیں رہا تھا۔ پرشیا درحقیقت جنگ سے کنارہ کش ہوتی جا رہی تھی۔ یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ جب شاہ فریڈرک ولیم اور شہنشاہ نے ۱۷۹۲ء کی مہم پر اتفاق رائے کیا تو یہ قرار پا گیا تھا کہ فرانس کے خلاف مساعی کے صلہ میں پرشیا کو یہ اجازت ہوگی کہ ملکہ کیتھراین اگر رضامند ہوا تو وہ پولینڈ کے مغربی حصہ پر قبضہ کر لے۔ اس توقع کے پیش نظر ہوتے ہوئے پرشیاوی حکومت کے خیالات پہلے ہی سے فرانس کے بہ نسبت زیادہ تر پولینڈ کی جانب متوجہ تھے، جہاں اسے کچھ قبضہ میں لانے کی توقع تھی اور فرانس کی جانب تو اسے صرف آسٹریا کی لڑائیاں لڑنا تھیں۔ پولینڈ کے معاملہ کے متعلق جنگ کے پہلے ہی مہینوں میں برلن اور سنٹ پیٹرسبرگ کے درمیان زور کے ساتھ مراسلات ہو رہے تھے، اور جنوری ۱۷۹۳ء میں ملکہ کیتھراین نے شاہ فریڈرک ولیم کے ساتھ ایک معاہدہ تقسیم مکمل کر لیا جس کے بموجب سپہ سالار مولنڈراف کے تحت میں، ایک پرشیاوی فوج فوراً ہی مغربی پولینڈ میں داخل ہو گئی۔ اس معاہدے کے شرائط کو آسٹریا سے پوشیدہ رکھنے کی حکمت عملی کو اچھا سمجھا گیا کیونکہ اس

معاہدے کی رو سے پرشیا کو پولینڈ کا اس سے زیادہ حصہ ملتا تھا جتنا آسٹریا اس کے لئے روا رکھنے پر رضامند ہوتی۔ اس کے قبل کہ آسٹروی حکمران کو یہ معلوم ہو کہ اُس کے حلیف نے اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے، دو مہینے کا وقت گزر گیا۔ اس وقت اس نے اس معاہدے کو مردود قرار دیا اور ایسی تہدیدی روش اختیار کی کہ پرشیاویوں کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ جس حصہ ملک پر انھوں نے قبضہ کیا ہے اسے قلعہ بند کرلیں[1] جن وزرا کو دربار برلن نے مات دے دی تھی وہ برطرف کردیے گئے۔

بیرن تھیوگٹ جس نے اول ہی سے یہ پیشین گوئی کردی تھی کہ پرشیا کے ساتھ مخالفہ کرنے سے سوائے خرابی کے کچھ حاصل نہ ہوگا اسی کو صاحب اقتدار بنایا گیا۔ یہ وہ مدبر تھا جس نے آئندہ آٹھ برس تک آسٹریا کی جنگی حکمت عملی کی رہبری کی اور یورپ میں اُس نے جو کام انجام دیے وہ صرف پٹ اور بوناپارٹ کے کاموں سے نیچے درجہ پر تھے، مگر اس مدبر کے حالات تاریخی ابھی تھوڑے زمانہ قبل تک زیادہ تر اس کے دشمنوں کے طیار کردہ خاکوں سے لئے گئے تھے۔ تھیوگٹ غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا، مگر وہ بددماغ اور کم آمیز شخص تھا۔ وائنا کے امرا اسے نظر حقارت سے دیکھتے تھے، فرانسیسی تارکان وطن اس سے اس وجہ سے نفرت کرتے اور حسد رکھتے تھے کہ وہ ان کے معاملے میں لاپروا تھا، آسٹریا کی رائے عامہ اسے بے مثال فوجی تباہیوں کے لئے ذمہ دار سمجھتی تھی، پرشیا کے وہ سپہ سالار وسفیر جن کی رپورٹیں (یادداشتیں) پرشیاوی تاریخوں کی بنیاد ہیں، انھوں

---

[1] ہاسر جلد اول صفحہ ۴۰۲۔ اس وقت تھیوگٹ نے یہ لکھا تھا کہ پرشیا نہایت خوفناک لڑائیوں سے ہمیں جس قدر نقصان پہونچا سکی ہے، وہ اپنے اتحاد کے ذریعہ سے ہمیں اس سے زیادہ نقصان پہونچانے کا انتظام کرے گی، مراسلات جلد اول صفحات ۱۲، ۱۵۔

تھیوگٹ نے یہاں تک تجویز کی انگلستان کو چاہیئے کہ مقاومت کے لئے پولون کی ہمت افزائی کرے۔ ایڈن، ۱۵ اپریل، دفاتر آسٹریا جلد ۳۳۔

نے اس کی تصویر ایک شیطانی دشمن کے مانند کھینچی ہے۔ تھیوگٹ کے
متعلق مدت تک یہ یقین کیا جاتا تھا کہ جب وہ قسطنطنیہ میں سفیر تھا تو اس
نے آسٹریا کا خفیہ رسم الخط فرانسیسیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ نیز یہ
کہ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنے آقا کی فوجوں کو فتوحات حاصل کرنے سے
اس وجہ سے روک لیا کہ وہ فرانس کے سرمایہ میں سٹہ کر رہا تھا۔ علی ہذا
۱۷۹۹ء میں وہ بہ مقام راشٹاٹ فرانسیسی ایلچیوں کے قتل کا باعث ہوا تاکہ
وہ ان دستاویزوں کو واپس لے لے جن سے خود اس پر الزام عائد ہوتا
تھا لیکن اب اطلاع و آگاہی کے زیادہ بہتر ذرائع کھل گئے ہیں، اور
معلوم ہو گیا ہے کہ یہ شخص ایک افسانہ دار مجرم ہونے کے بجائے ایک
مدبر، غیور، تلخ خو اور متجاوز عن الحد شخص تھا مگر اخلاق کے اعلیٰ اوصاف سے
معرا نہیں تھا۔ درحقیقت یہ صاف واضح ہے کہ پرشیا کے متعلق تھیوگٹ
کی نفرت خبط کی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہ بھی صاف واضح ہے کہ اس کی
دراز دستی کے وہ منصوبے جو شہنشاہ جوزف کی زیر تربیت رہنے کا
نتیجہ تھے، ان مدافعانہ اصولوں سے خطرناک طور پر متصادم تھے جن کے
لئے فرانس کی دست درازیوں کے مقابلہ میں یورپ کو سینہ سپر ہونا
چاہیئے تھا۔ اس امر کی شہادت موجود ہے کہ تھیوگٹ اپنی ہشت سالہ
وزارت کے دوران میں مسلسل یا متواتر اس فکر میں لگا رہا کہ فرانس فلینڈرز
بویریا السا س، حصص پولینڈ، وینس، ڈلمشیا، سالزبرگ، علاقہجات پاپائی
جمہوریہ جنیوا، پڈمانٹ، اور بوسینیا کو ملحق کرلے اور اس فہرست میں غالباً
ٹسکینی اور سیوائے کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ مگر فرانس کے ساتھ درپردہ
معاملات اور اطالیہ میں آسٹریا کو معاوضہ مل جانے کے عوض جرمانی
اغراض کو دانستہ ترک کر دینے کے جو الزامات تھیوگٹ پر لگائے جاتے
ہیں وہ ناکافی شہادت پر مبنی ہیں۔ اگرچہ وائنا و برلن ... کے ہر ایک
دوسرے مدبر کے مانند تھیوگٹ بھی جرمانی معاملات کو قومی حیثیت
سے نہیں دیکھتا تھا بلکہ ان معاملات کو اپنے دربار کے عام اغراض

کے نافع ہونے کی حیثیت سے دیکھتا تھا، تاہم اس وقت کے برِ اعظم کے تمام مدبروں میں وہی ایک شخص ایسا معلوم ہوتا ہے جو فرانسیسیوں کی دست درازی کا پکا دشمن تھا، اور جرمانی زمین کی حوالگی سے جو صلح خرید کی گئی تھی، اُس کی مقاومت سب سے زیادہ مدت تک اسی نے کی[1] پھر نوع جس وقت سے تھیوگٹ برسر اقتدار ہوا آسٹریا و پرشیا کے مخالفہ کی قسمت پر مہر لگ گئی۔ دوسرے لوگ شاید علانیہ قطع تعلق کو روک دیتے، مگر تھیوگٹ نے اس کی کچھ کوشش نہ کی۔ مینز کا محاصرہ وہ آخری اہم کارروائی تھی جو پرشیاوی فوج نے انجام دی۔ اگست ۹۳ء میں ایک آسٹروی ایلچی لہرباخ کی آمد اور پولینڈ اور بویریا کے معاملات پر اس کی گفت و شنود سے صرف یہ ہوا کہ دونوں درباروں کے نفاق میں اور وسعت ہوگئی۔ یہ معلوم تھا کہ آسٹروی، پولینڈ کی ڈایٹ کی ہمت افزائی کر رہے تھے کہ جن صوبوں پر پرشیا نے قبضہ کر لیا ہے، ان کی حوالگی سے انکار کر دے اور اس کے نتیجہ میں شاہ فریڈرک ولیم کے مشیروں نے یہ سفارش کی کہ وہ رائن کو چھوڑ دے اور خود بہ نفس نفیس پولینڈ والی فوج کی سرگردہی کرے۔ مینز سے لے کر السِاس کی سرحد تک حلیفوں کے صدر مقامات میں ہر جگہ تفرقہ و سازش برپا تھی آسٹروی

---

[1] انگریزی حکومت کو یہ معلوم ہو گیا کہ تھیوگٹ اول سے انگریزوں کے مقصد، خاندان بوربن کی بحالی یا فرانس میں کسی منتظم حکومت کی طرف سے بے پروا تھا۔ فرانس کے اندرونی معاملات سے جس حد تک اس نے تعلق رکھا وہ یہ تھا کہ اُسے توقع یہ تھی کہ اختلافات اگر برپا رہیں گے تو اس سے آسٹریا کے لئے فرانسیسی مملکت کے الحاق میں آسانی ہو جائیگی۔ فرانس میں فریقوں کی جنگ سے یہ نفع اٹھانا چاہیئے کہ قلعوں پر قبضہ کر لیا جائے، قانون اس فریق کی حمایت کریگا جو اس جنگ سے کامیاب نکل آئے، کامیاب فریق کو شہنشاہ سے صلح و تحفظ کی معاملت کرنا چاہیئے اور اسے اپنے فتح کردہ ممالک میں سے شہنشاہ کو اس قدر حوالہ کر دینا چاہیے جس قدر ایس ایم مناسب تصور کرے گا۔ مراسلات جلد اول صفحہ ۱۳۔

سپہ سالار درمسر کی یہ شتاب کاری کہ وہ بادشاہ سے مشورہ کئے بغیر الساس
پر بڑھ گیا، اس کے معنی یہ لئے گئے کہ اس نے دیدہ و دانستہ
بادشاہ کی ہتک کی ہے۔ ۲۹ ستمبر کو متحدین کے درباروں کو یہ اطلاع
دینے کے بعد کہ آئندہ سے پرشیا اس جنگ میں صرف ذیلی حیثیت سے
شریک رہے گی، شاہ فریڈرک ولیم نے فوج کو چھوڑ دیا اور ڈیوک برنسوک
کو یہ حکم دیا گیا کہ کوئی بڑی لڑائی نہ لڑے (۱۳ اکتوبر کو) درمسر کے وسنبرگ
کے خطوط کو توڑ دینے اور فاتحانہ الساس میں بڑھ جانے سے کچھ فائدہ
نہ ہوا۔ اسٹراسبرگ میں حامیانِ شاہی کی شورش کی امید محض خواب و خیال
ثابت ہوئی۔ الساس کے اعلیٰ و اوسط طبقات کے ایک حصہ کا جرمانیہ کے
ساتھ اظہار ہمدردی کرنے کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مجلس عارضی کے مامور سنٹ جسٹ
کے ہاتھوں انہیں خونریز انتقام برداشت کرنا پڑا۔ کسان کچھ تو قدیمی دور کے
جاگیرداروں کی نفرت کی وجہ سے اور کچھ سنٹ جسٹ اور گلوٹین (جلوتین)
کے خوف سے فرانسیسی لشکرگاہ میں غول در غول جمع ہو گئے۔ شکست خوردہ
سپہ سالاروں کے بجائے اوش اور پشگرو آ گئے۔ اوش تھوڑے ہی
زمانہ قبل دستہ محافظین میں ایک معمولی سپاہی تھا اور اس نے بڑی
محنت و مشقت سے کچھ رقم جمع کر کے کتابیں خریدی تھیں اب وہ چھبیس برس
کی عمر میں ایک ایسا سپہ دار تھا جو جرمانیہ کے مقابلہ کرنے والے
آزمودہ کاروں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔ پشگرو اس سے چھ برس
عمر میں بڑا تھا، وہ بھی نسبتاً ایک معمولی شخص تھا کسی زمانہ میں وہ بریَن کے
فوجی مدرسہ میں معلم تھا، بعد کو امریکہ کی جنگ میں توپ خانہ میں ایک معمولی
سپاہی ہو گیا تھا۔ دسمبر کے مہینے میں برابر پریشان کن تاخت و یورش ہوتی
رہی، آخر جب سنٹ جسٹ نے شدید ترین آتشباری میں الساس کے کسانوں
کی حوصلہ افزائی کا نعرہ لگایا تو پھر ان سپہ سالاروں نے
ورتھ و وسنبرگ کے مواقع کو فتح کر ہی لیا (۲۳، ۲۶ دسمبر)
آسٹروی سپہ دار نے اپنی فوج کے بالکلیہ تباہ ہوجانے

ورتھ و وسنبرگ میں اوش و پشگرو کے فتوحات ۲۳، ۲۶ دسمبر

کا اعلان کر دیا، اور برنسوک جو اپنے حلیف کو کسی قسم کی واقعی مدد دینے سے رکا رہا تھا، اس نے پھر ایک مرتبہ خود کو دریائے رائن کے کنارے پر پایا[1]

پرشیا کے ساتھ پٹ کی معاملت۔ اپریل ۱۷۹۳ء

پرشیا کا اتحاد سے عملاً الگ ہو جانا، فرانسیسی حکومت کے لئے کوئی راز نہیں تھا۔ حلیفوں نے اس پر مختلف اعتبار سے نظریں ڈالیں۔ ملکہ کیتھرائن نے اپنے پریشان کن پرشیادی دوست کو اپنے مبغوض فرانسیسی دشمن کے ساتھ دست و گریبان دیکھ کر، کچھ اپنے نفع کے سوچی تھی، اس نے اب شاہ پرشیا کو اس کے شخصی اعزاز کے زائل ہو جانے کا طعنہ دیا۔ آسٹریا پرشیاوی و آسٹروی اغراض کے تخالف باہمی اور اس اتحاد کی تہی باطن نوعیت سے آگاہ تھی، پس وہ پرشیا کو مسلح رکھنے کے لئے اپنی طرف سے کچھ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ صرف پٹ ایک ایسا شخص تھا جو اتحاد کی شکست کے روکنے کے لئے کچھ ایثار کرنے پر آمادہ تھا۔ شاہ پرشیا فرانس کے ساتھ جنگ و جدل جاری رکھنے پر صرف اسی صورت میں راضی

---

[1] پرشیادی و آسٹروی صدر مقامات سے، لارڈ یارمتھ کے، ۱ر جولائی ۱۷۹۳ء سے ۲۲ر نومبر تک کے خطوط اس دور کی فوجی کارروائیوں اور سیاسی سازشوں کی ایک دلچسپ تصویر پیش کرتے ہیں۔ ان خطوں کے ساتھ ۱۵ ستمبر سے ۲۴ دسمبر تک کا آسٹروی فوج کا قلمی روزنامچہ بھی شامل ہے ہر نسخہ کے ساتھ بظاہر ورمسر کا دستخط بھی موجود ہے اور لارڈ یارمتھ کے نام پرشیادی وزیر لیوکسنی کا وہ اصلی خط بھی اس میں شامل ہے جس میں پرشیا کے جنگ سے کنارہ کش ہونے کا اعلان کیا گیا ہے" ایم وی۔ لیوکسنی نے بہت عجلت کے ساتھ اس خط کو مجھے سنایا اور اس کے بعض حصص کے متعلق و شرمندہ معلوم ہوتا تھا۔" دفاتر افواج و جرمانیہ جلد ۴۲۷، ۴۳۸۔ ۴۳۹۔

تھا کہ اس کے اخراجات اسے ملتے رہیں ورنہ نہیں۔ لہذا جب آسٹریا نے اس قلیل رقم کی شرکت سے بھی انکار کر دیا جو پٹ نے طلب کی تھی تو پھر لارڈ مامزبری اور پرشیاوی وزیر ہاگوز کے درمیان ایک معاملت ہو گئی، جس کے بموجب برطانیہ عظمیٰ نے اس شرط سے ایک رقم اعانت مہیا کرنے کا ذمہ لیا کہ ساٹھ ہزار پرشیاوی سپاہ، سپہ سالار مولنڈارف کے تحت میں دول بحری کے مرضی کے تابع کر دی جائے۔ پٹ[1] کا ارادہ یہ تھا کہ جس قوم کی اس نے روپیہ سے مدد کی تھی وہ بلجیم کی مدافعت کے لئے آسٹروی اور انگریزی فوجوں کے ساتھ جمع ہو جائے۔

پرشیاوی وزارت معاہدے کے ایک مبہم بیان سے نفع اٹھا کر، اس پر مصر رہی کہ یہ فوج ہاتھ پر ہاتھ رکھے بالائے رائن پر بیٹھی رہے گی۔ مولنڈارف کی خواہش تھی کہ مینز کی حفاظت کی جائے۔ دوسرے باثر اشخاص یہ چاہتے تھے کہ آسٹریا کے ساتھ مخالفانہ شکست کر دیا جائے اور پرشیا کی کل قوت سے پولینڈ میں کام لیا جائے۔ عین اس وقت جب کہ ہاگوز، مولنڈارف کی فوج کو پٹ کے تابع فرمان کر دینے کے لئے معاہدہ کر رہا تھا، پولینڈ نے کوسیاسکو کے تحت میں بغاوت کر دی اور جو روسی فوج وارسا پر قابض تھی وہ مغلوب ہو گئی اور کاٹ کر رکھ دی گئی۔

کاسیاسکوس کی بغاوت اپریل ۱۷۹۴ء

کیتھرائن نے شاہ پرشیا سے مدد کی درخواست کی مگر پرشیاوی کابینہ کی فکر و کاوش کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ ملکہ روس کو اس فوری خطر سے نجات دلانے کا خواہاں تھا بلکہ یہ فکر و کاوش زیادہ تر اس یقین کی بنا پر تھی کہ پولینڈ کی سلطنت میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا ملکہ کا انتقام اب اس کا خاتمہ کر دے گا۔ شکار زخمی ہو گیا تھا، پرشیا کی دانائی یہ تھی کہ وہ

---

[1] ہارڈنبرگ، (رانکے) جلد اول ۱۸۱
وایونا ٹیبر ہرگار البرکٹ۔ جلد اول ۱۰

سب سے پہلے اُسے پکڑ لے اور زمین پر گرا دے۔ روس کی فوجی قوت کے اس مختصر تعطل میں جو طاقت بھی پولینڈ کو پامال کر دیتی اس کے لئے اتنے وسیع توقعات سامنے تھے کہ بغاوت کی پہلی خبر کے پہنچتے ہی بادشاہ کے صلاح کاروں نے اس پر یہ زور دیا کہ فرانس سے فوراً صلح کر لے اور اپنی تمام طاقت پولینڈ کی جدوجہد کی طرف منعطف کر دے مگر فریڈرک ولیم جیکوبن (انتہا پسندوں) سے صلح کرنے پر کسی طرح اپنے دل کو آمادہ نہ کر سکا البتہ اس نے یہ حکم دے دیا کہ ایک فوج وارسا کی جانب روانہ ہو جائے اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ خود بھی اس فوج سے جا ملا۔ (مئی ۱۷۹۴ء) پرشیا کے تمام مدبروں میں صرف بادشاہ ہی ایک ایسا مدبر تھا جسے فرانسیسی جنگ سے دلچسپی تھی، اور جب اس نے پولینڈ کی مہم کی اصلی اہمیت کا اس طرح علانیہ اعتراف کر لیا تو پھر اس کے رائن کے سپہ سالاروں نے اپنا مقصد صرف یہ قرار دے لیا کہ جس کام کے نہ کرنے سے برطانیہ کی رقم امداد دافعی بند ہو جائے، اس کے سوا کوئی اور کام نہ کریں گے خود لڑنے کے بجائے مولنڈراف اپنا وقت دوسرے لوگوں پر صلح کے زور دینے میں صرف کیا کرتا تھا۔ اس بارے میں نامزبری کی تمام دلیلیں بیکار گئیں کہ پٹ کی اس معاملت کا مقصد اصلی یہ تھا کہ فرانسیسیوں کو نذرلینڈرز سے خارج رکھا جائے۔ مولنڈراف نے اپنے دل میں یہ عزم کر لیا تھا کہ فوج کو پٹ اور آسٹریوں کے حکم کے تابع نہ کرے گا۔ وہ برابر پلیٹنٹ میں جما رہا اور حیلہ یہ کرتا رہا کہ پرشیاوی فوج نے اگر ذرا بھی شمال کی طرف حرکت کی تو اس سے فرانسیسیوں کو جنوب جرمانیہ میں داخل ہونے کا موقع مل جائے گا۔ اب نذرلینڈز کی مدافعت کے متعلق پٹ کی امید کا انحصار جو کچھ تھا صرف آسٹروی کابینہ کی مستعد کاری و صداقت پر تھا۔

مولنڈراف نے فلینڈرز میں مدد دینے سے انکار کردیا

دریائے سامبر پر لڑائیاں مئی۔جون ۱۷۹۴ء

۱۷۹۴ء کے موسم بہار میں سرمائی اقامت گاہوں سے نکلنے کے بعد آسٹروی و انگریزی متحدہ فوجوں نے کامیابی کے ساتھ لینڈریسیز کا محاصرہ کرلیا اور اس کے نواح میں دشمن کو شکست دیدی[1] لیکن فلینڈرز کے ساحل کی جانب شمال کی فرانسیسی فوج نے جو اب پشگرو کے تحت میں تھی ان کی پیش قدمی کو روک دیا یارک اور انگریزی فوج حملہ کی زد میں آگئی اور ٹرکوائینگ میں انہیں شکست ہوگئی۔ لیکن مہم کے فیصلہ کا مقام فلینڈرز کا مغربی حصہ نہیں تھا بلکہ دریائے سامبر

---

[1] اس معرکہ کے بعد اَجِس کی رپورٹ یکم مئی ۱۷۹۴ء حسب ذیل ہے:۔ فرانسیسی فوج ویسی ہی معلوم ہوتی ہے جیسی اس وقت تک رہی ہے جہاں (دیہات و جنگلات وغیرہ کے مانند) مقامی فوائد فایقہ اس نوعیت کے ہیں کہ ان سے فوجی علم کی نقص کی تلافی ہوجاتی ہے وہاں وہ فوج پر زور و صابر معلوم ہوتی ہے مگر جہاں سواروں سے کام لیا جاسکتا ہے اور فوجی نقل و حرکت ممکن ہوتی ہے وہاں وہ اس درجہ کمزور و بے بس ہوتی ہے کہ اس کا یقین بھی نہیں آسکتا۔ فوج کے لیئے اسلحہ وغیرہ جمع ہیں اور فوج کو خوراک باقاعدہ اور عمدہ قسم کی تقسیم ہوتی ہے۔ درحقیقت یہ دیکھنا خالی از تعجب نہیں ہے کہ جن دیہاتوں میں ہم پہلے پہنچے ہیں وہاں ہم نے چارہ نہایت بہتات سے مہیا دیکھا ہے اور تمام ملک میں حسب معمول کاشت موجود تھی۔ لیکن باشندے فرانسیسی فوج کے ساتھ ہٹ گئے تھے اور حال میں جس حد تک ملک پر ہم نے قبضہ کیا ہے وہ بالکل ویران شدہ ہے ...... ڈینٹین کے قتل سے فوج پر اس سے زیادہ اثر نہیں پڑا ہے جتنا اور قتلوں سے پڑا، اور سابقہ جنگوں میں جو لوگ قتل ہوئے ان کے پاس سے بہت سے ایسے کاغذ برآمد ہوئے کہ وہ اس قتل کو مضحکہ اور دل لگی سمجھتے تھے۔ دواتر فلینڈرز ۲۲۶ میں فرانسیسی قیدیوں کے متعلق آپ کی جانب سے یہ معلوم ہونے کا متوقع ہوں کہ میں جو رقم ان پر صرف کر رہا ہوں اس کے لیئے کہاں درخواست دوں۔ ان میں سے اکثروں کے پاس ستر پوشی کے لائق کپڑا ہے اور بعض بالکل ہی برہنہ ہیں۔ جن لوگوں کی حالت نہایت خراب ہے میں ان کے لئے کچھ موٹے کپڑے خریدوں گا مگر میں نہیں جانتا کہ اس کا اختیار مجھے کس حد تک ہوگا۔ یہ لوگ زیادہ تر بڈھے اور لڑکے ہیں"

پر مقام شالیبرائے تھا جو محافظین کے خط استحکام کی دوسری حد پر تھا، یہاں اگر فرانسیسیوں کو فتح ہو جاتی تو یا آسٹریوں کو یا یارک کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر مشرقی جانب ہٹ جانا پڑتا یا جرمنی کے ساتھ ان کا سلسلہ آمد و رفت منقطع ہو جاتا۔ فرانسیسی حکومت پر بھی یہ امر واضح ہو گیا تھا، اور ماہ مئی میں مجلس عارضی کے کمشنروں نے دریائے سانبر کے سپاہ سالاروں کو متعدد لڑائیاں لڑانے پر مجبور کیا جن میں فرانسیسیوں کو دریا کے عبور کرنے میں پے در پے کامیابی ہوئی اور پھر پے در پے انھیں ہٹنا پڑا۔

لیکن نذرلینڈز کی قسمت کا انحصار سانبر کی فتح و شکست کے علاوہ کسی اور شے پر مبنی تھا، شہنشاہ، بیرن تھیوگٹ کے ہمراہ بلجیم میں اس امید سے آیا تھا کہ متحدہ فوجوں میں زیادہ اتحاد و جوش پیدا کر دے مگر اس کی موجودگی لاحاصل ثابت ہوئی۔ آسٹروی سپہ سالاروں اور مدبروں میں متعدد اشخاص ایسے تھے جن کی خواہش تھی کہ نذرلینڈز کی جنگ آزمائی سے نکل جائیں اور پولینڈ میں پرشیا کی مثال کی پیروی کریں۔ سازشوں کی وجہ سے فوج کی کارروائی معطل ہو گئی تھی۔ تھیوگٹ نے لکھا تھا کہ "ہر شخص جیسا اس کے جی میں آتا ہے کرتا ہے بالکل طوائف الملوکی و بد نظمی پھیلی ہوئی ہے۔"[1] آغاز جون میں شہنشاہ فوج

---

[1] ان واقعات میں اختلاف آرا ہے۔ ملاحظہ ہو ہوفر، "آسٹریا اور پرشیا" (Oestreich and Preussen) صفحہ ۶۲۔ وان سیبل جلد سوم ۱۳۸۔ وایونات، کلیرفیت، صفحہ ۲۸۔ قدیم مصنفین جن کی حمایت وان سیبل نے کی ہے یہ تھا کہ تھیوگٹ نے خود بلجیم کے تخلیہ کا عزم کر لیا تھا اور غداری سے کوبرگ کو مدافعت کے لئے فوجوں سے محروم کر دیا، لیکن دوسری شہادتوں کے علاوہ تھیوگٹ کے نج کے خطوط سے جس پریشانی طبع کا اظہار ہوتا ہے اس سے اس نظریے کی کسی طرح حمایت نہیں ہو سکتی۔ لارڈ الجن کا بے شک یہ یقین تھا کہ تھیوگٹ دغا کا کھیل کھیل رہا ہے۔ (اور وان سیبل نے لارڈ موصوف کی رپورٹوں سے کام لیا ہے) مگر چونکہ لارڈ الجن تھیوگیٹ کے دشمنوں اور خاص کر سپہ سالار جنگ کے ہاتھوں

سے چلا گیا، سامبر کی معرکہ آرائیوں کو اب ژوردان اور ان پچاس ہزار
تازہ دم سپاہیوں نے اپنے ہاتھ میں لیا جو دریائے موسیل کی فوج سے
آئے تھے، اور ۲۶ جون کو فرانسیسیوں نے کوبرگ کو فلیورس میں اس
وقت شکست دی جب وہ اس امر سے بے خبر کہ شارلرائے ایک دن
پہلے ہی اطاعت قبول کر چکا ہے، اس کے خلاص کے لئے بڑھتا آرہا
تھا۔ لیکن اب بھی بلجیم کی مدافعت مایوس افزا نہیں تھی مگر ایک مجلس حربیہ
کے جنگ کی موافقت میں فیصلہ کرنے کے بعد دوسری مجلس نے بازگشت
کا عزم کر لیا۔ انگلستان کے نمایندوں نے ہر چند
آسٹریا کے نام نیک اور فوجی اعزاز کے واسطے
دئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔ فرانسیسیوں نے دباؤ ڈالا اور

انگلستان کا حلیفوں سے
مایوس ہو جاتا۔

جولائی کے ختم ہونے کے قبل ہی قبل آسٹروی فوج دریائے میوز کے
پیچھے ہٹ گئی۔ یارک کو جب اس کے حلیفوں نے چھوڑ دیا تو وہ
پشگرو کی فائق تر فوجوں کے سامنے شمال کی طرف ہٹ گیا اور پشگرو
اینٹورپ میں داخل ہو کر ہالینڈ کی مہم تک نیدرلینڈز کا مالک ہو گیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں تھا جس کی تعریفیں اس نے نہایت ہی ناقابل یقین طور پر کی ہے۔ اس نے اس
معاملے میں تھیوگٹ سے صدق نیت کی موافقت اور غنیم سازشوں کی مخالفت میں رپورٹ کی تھی۔ وفاتر افواج در
جرمنی، جلد ۲، ۴۴۰۔ تھیوگٹ جلد اول صفحہ ۳۸۷ میں شہزادہ وبلڈک کے ایک خط اور ۲۷ فروری ۱۷۹۴ء کو میک
اور سر مارٹن ایڈن کے درمیان ایک مکالمہ سے (جس کی اطلاع آخر الذکر نے دی تھی۔ دفاتر آسٹریا جلد
۴۸) یہ واضح ہوتا ہے کہ بلجیم کے تخلیہ کی ذمہ داری وبلڈک و میک انہیں دونوں سپہ سالار اور شہنشاہ
کے رازدار فوجی مشیر دائن پر عاید ہوتی ہے۔

[1] ۔ اگر فرانسیسی آئے تو وہ اس کو بالکلیہ خالی پائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ میرے مکان کے سوا
آمسٹرڈم میں تین گھر بھی ایسے نہ ہوں گے جن میں بستر ہوں، میں نے ایسا عام اضطراب کبھی نہیں دیکھا۔
۳۰ جون۔ یہاں تنہا رہنے میں معلوم نہیں کیا آفت آئے۔ کچھ صورت آرام کی ہوتی تھی کہ معاً اس مقام
کو چھوڑنا پڑا، خدا ہی جانتا ہے کہ مجھے اس میں کتنی تکلیف ہوئی۔" قنصل ہاروڈ، دفاتر افواج در ہمی،

انگلستان کا حلیفوں کی طرف سے ناامید ہو جانا

انگلستان نے انقلاب کے خلاف یورپ کو بچانے کے لئے دو عظیم الشان فوجی طاقتوں کو نیک نیتی سے مدد دینے کی جو کوشش کی تھی اس کا انجام یہ ہوا۔ آسٹریا و پرشیا دونوں ملکوں میں معاملات عامہ میں دخل رکھنے والے اکثر افراد انگلستان کے وزیر کے اس مقصد کی طرف سے مطلقاً بے پرواہ ہو گئے تھے کہ عام تطاول کے مقابلہ میں موجودہ حقوق کی مدافعت کرنا چاہئے۔ یہ لوگ اس امر پر رضامند تھے کہ فرانسیسی جس خطۂ ملک پر چاہیں قبضہ کر لیں اور اس میں انقلاب برپا کر دیں بشرط آنکہ انہیں خود اس کے مساوی ملک پولینڈ میں مل جائے۔ انگلستان کی حالت درحقیقت اس شخص کی سی تھی جو کسی قزاق پر حملہ کرنے چلے اور اپنے دونوں ہاتھ جیب کتروں کی بغل میں دیدے۔ ان ارباب سیاست کے نیات و عادات کو ان انگریز مدبروں اور سپہ سالاروں نے بہت صحیح طور پر بیان کر دیا ہے جنہیں ان سے بہت ہی قریبی واسطہ رہا تھا۔ پرشیا کی مجلسوں میں مامزبری نے صاف یہ کہہ دیا تھا کہ "اس سے ممتد و مبغوض حیلہ گری مکاری کے سوا اور کوئی وصف یہاں نظر نہیں آتا بد باطنی، رشک، حسد اور ہر طرح کے غلیظ جذبات یہاں موجود ہیں اور بس"۔ مولنڈارف کے صدر مقام سے اس نے پٹ کی وزارت کے ایک رکن کو یہ لکھا تھا کہ "یہاں ۔ مجھے خباثت و کور باطنی سے سابقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جلد ۴۴۔ آسٹنڈ میں تمام انگریز گرفتار ہو گئے ہیں۔ مرد خانقاہ کیپوچن میں بند کئے گئے تھے اور عورتیں خانقاہ سورس بلینکس میں۔ سترہ برس سے تیس برس تک کی عمر کے تمام اہالی فلینڈرز کو سپاہ میں شامل ہونے کا حکم ہوا ہے۔ روحس میں فرانسیسیوں نے آٹھ سو آدمیوں کے حاضر ہونے کا حکم صادر کیا، مگر صرف تیس شخص آئے پس انہوں (فرانسیسیوں) نے گرینڈ پلیس میں گھنٹا بجانا شروع کیا۔ باشندوں نے سمجھا کہ کوئی حکم ہونے والا ہے اور اسے سننے کے لئے وہ گھروں سے نکل نکل کر وہاں آ گئے فرانسیسی سپاہیوں نے انہیں گھیر لیا؟ اور ایک ہزار آدمیوں کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے، یہ سب سیدھے سادے نیک آدمی تھے، انہیں فوراً ہی پہروں کے کام پر لگا دیا گیا"
مسٹر ڈبلیو یا پلٹن، فلشنگ ۴ ستمبر۔ دفاتر۔ فلینڈرز جلد ۲۲۷۔

پڑا ہے۔ ...... اگر ہم صرف اپنے حیات پر کان دھریں تو پرشیا کے ساتھ کسی کارروائی کا قائم رکھنا دشوار ہو جائے۔ ہمیں تو اسے الجبریا والوں کا مخالف سمجھ لینا ہے جنہیں کچھ دینا باعث وقت نہیں ہے اور اگر وہ دغا سے کچھ لے لیں تو اس میں ہمارے احساس نیک کے لئے کوئی کوفت بھی نہیں ہے"[۱] ڈیوک یارک نے آسٹروی سپہ سالار کو مخاطب کر کے شاہانہ صاف گوئی کے ساتھ یہ کہا کہ "حضور والا! برطانوی قوم جس کی رائے عام کو نظر حقارت سے نہیں دیکھا جا سکتا، وہ یہ خیال کرے گی کہ اس کی خرید و فروخت کی گئی ہے"۔

فرانسیسیوں کا رائن تک پہنچ جانا اکتوبر ۱۷۹۴ء

یہ غم آگین ارتباط چند ماہ اور قائم رہا۔ آسٹروی سپہ سالار کوبرگ، برطانیہ کے تقاضائے قضا توام پر برطرف کر دیا گیا۔ اس کے جانشین کلیرفیٹ نے دریائے اورتھ کے ایک معرکہ میں شکست کھا جانے کے بعد، جمہوری فوج کی مزید مقاومت نہیں کی اور اس مہم کا خاتمہ اس پر ہوا کہ فرانسیسیوں نے کولون پر قبضہ کر لیا اور آسٹروی رائن کے پیچھے پہنچ کر غائب ہو گئے۔ انگلستان نے پرشیا کو جو رقوم امداد دی تھی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پلیٹنٹ میں مولینڈارف کی فوج کے (دستوں کے) اور فرانسیسی فوج کے درمیان (جو تعداد میں اس سے دو چند تھی) چند معرکے ہوئے اور اسکے بعد اہل پرشیا منیز کو پسپا ہو گئے۔ اب صرف برطانیہ عظمیٰ کا یہ کام رہ گیا کہ فرانسیسیوں کو ہالینڈ سے باہر رکھنے کی سعی کرے۔ جب دریائے وال کے جنوب میں سب کچھ ہاتھ سے جاتا رہا تو پٹ نے یہ تہیہ کر لیا کہ اہل ہالینڈ کی مدافعت کو ڈیوک یارک

---

[۱] ہامز بری، جلد دوم صفحہ ۱۲۵۔ وان سیل جلد سوم ۱۶۸۔ گرینویل نے انگریزی اتحاد عمل کے قائم رکھنے کے لئے کوبرگ کی برطرفی کو شرط لازمی قرار دے دیا تھا۔ ہدایات بنام لارڈ اسپنسر ۱۹ جولائی ۱۷۹۴ء۔ دفاتر آسٹریا ۳۶۔ مگر ساتھ ہی انگریزوں کے خلاف آسٹریوں کے شکایات۔ کے متعلق وایونات (کلیرفیٹ) صفحہ ۵۰ دیکھنا چاہئے۔

سے قابل تر افراد کے ہاتھوں میں دے۔ مگر ایک اعلیٰ نسب غلط کار کے موجود ہوتے ہوئے ان مسلسل کارروائیوں میں جو بے پروائی و بدعقلی سے سوچی جاتی تھیں کچھ ایسا فرق نہ ہوا۔ کلیرفیٹ یا تو شہنشاہ کے احکام کی تعمیل اور اس کے حلیف کی تائید و امداد دل سے نہیں چاہتا تھا یا وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا ہالینڈ میں ایک شہر کے بعد دوسرا شہر فرانسیسیوں کا خیر مقدم کرنے لگا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہاں کے اربعہ عناصر ہی جمہوریت کا اعلان کر رہے تھے۔

پشگرو کا ہالینڈ کو فتح کرنا۔ دسمبر ۱۷۹۴ء

پشگرو کی فوجیں منجمد دریاؤں پر سے امن کے ساتھ گزر آئیں اور جب خشکی کی فتح کی تکمیل ہو چکی تو اس کی سوارہ فوج نے دریائے ٹکسل کے آبنائے یخ بستہ میں ہالینڈی بیڑے پر قبضہ کر کے اس مہم کی سرتاج فتح حاصل کی۔ برطانی دستے دکن سے منقطع ہو کر برف کے اندر سے گزرتے ہوئے مشرق جانب ہینوور کی سرحد کی طرف ہٹ گئے۔ مگر حالت یہ تھی کہ اس مصیبت کی بے دستہ و پائی کو ہر دو واقعات کے ایک شاہد عینی نے ۱۸۱۳ء کی جنگ لیپزگ کے بعد فرانسیسیوں کی پسپائی کے مشابہ قرار دیا ہے[1]۔

یورپ کے بادشاہوں اور فرانس کے درمیان کشمکش کی پہلی کارروائی کا خاتمہ ہو گیا۔ تین برس کی جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمہوریت کی مملکت میں بلجیم، نائس، اور سیوائے کا اضافہ ہو گیا۔ اور فرانسیسی فوجیں رائن سے مغرب جانب تمام جرمانیہ پر قابض ہو گئیں۔ اسپین اور پیڈ ماؤنٹ میں کوہی درے اور کسی قدر ملک فتح کر لیا گیا۔ طولون میں فرانسیسی بیڑے کی تباہی اور یکم جون ۱۷۹۴ء کو اشانٹ کے قریب لارڈ ہو کی شدید شکست دہی کے باوجود، سمندروں تک میں فرانس کی قوت ہنوز خطرناک تھی اور اس نے اپنے دشمنوں کی

---

[1] سنگورر، یازدہم، ۲۰۳۔ اس کی تائید ایک عہدہ دار کے بیان سے بھی ہوتی ہے جو اینول رجسٹر (Annual Register) ۱۷۹۰ء صفحہ ۱۴۳ پر طبع ہوا ہے۔

بحری تجارت کو جو نقصانات پہنچائے وہ ان نقصانات سے بہت بڑھے ہوئے تھے جو خود اسے برداشت کرنا پڑے۔ انگلستان جس نے غرب الہند کے اکثر فرانسیسی جزائر پر قبضہ کرلیا تھا وہی ایک ایسی طاقت تھی جس نے اس جمہوری سلطنت سے کچھ حاصل کیا۔ انقلاب کو بزور اسلحہ دبا دینے کا خواب ہوا ہوگا، اور جو سلطنتیں اس مخاصمت میں خفیف الحرکاتی جوش جنوں یا زیادہ طاقتور حلیفوں کے کہنے سے داخل ہوئی تھیں، ان سب نے اب یہی ضروری سمجھا کہ جن شرائط پر بھی ہو سکے صلح کریں۔ ہالینڈ نے جس میں ایک زبردست جمہوری فریق نے ہمیشہ فرانس سے تعلق قائم رکھا تھا اب اپنے اسٹاٹ ہولڈر (فرماں روا) کی حکمرانی منسوخ کردی اور اپنے وسائل کو فاتحین کی مرضی کے تابع کردیا۔ سارڈینیا نے بیکار کی مراسلت کی اور اسپین نے صلح کے معاوضہ میں، سنٹ ڈومنگو کا نصف اپنا حصہ جمہوریہ فرانس کو دیدیا (۲۲ جولائی ۱۷۹۵ء)، پرشیا نے (۵ اپریل کو) باسل میں ایک معاہدہ کیا جس کی اس شرط کی وجہ سے جرمانیہ کی تقسیم قائم ودائم ہوگئی کہ اگرچہ شہنشاہی بہ حیثیت مجموعی ہنوز فرانس سے برسر جنگ ہے، تاہم پرشیا کی غیر جانب داری کا نفع اُن تمام جرمانی سلطنتوں کو پہنچے گا جو ایک خاص خط کے شمال میں واقع ہیں۔ ایک خفیہ دفعہ کے بموجب یہ قرار دیا گیا کہ اگر عام صلح کے انجام پر شہنشاہی رائن کی مغرب کی املاک فرانس کو حوالہ کردے گی تو پرشیا بھی اپنی اس جانب کی مملکت فرانس کو دے دیگی اور اس کا عوض اسے کسی دوسری جگہ ملجائے گا۔[1]

> پرشیا کے ساتھ معاہدہ باسل، ۵ اپریل اسپین سے معاہدہ ۲۲ جولائی ۱۷۹۵ء

> آسٹریا اور انگلستان کا جنگ کو جاری رکھنا ۱۷۹۵ء

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی صلح ذلت آمیز تھی تاہم غالباً یورپ کی یہ بہت ہی بڑی خوش قسمتی ہوتی اگر ہر ایک سلطنت ان شرائط کے قبول کرنے پر مجبور ہوجاتی۔ فرانس نے جو مملکت حاصل کی تھی وہ اس سے بہت زیادہ نہیں تھی جتنی مملکت

---

[1] دیکھو تاریخ ہرکاز الرکٹ، سوم ۵۹، ۱۲ ۵۱۲ مئی ۱۰ ایک موٹی جانور اور سخت سور ہے۔

کے مطالبہ کا اُسے توازن قوت کی رو سے ایسے وقت میں حق تھا جب روس پولینڈ کی بغاوت میں فتحمند ہو کر اس مملکت کو آخری طور پر تین مشرقی بادشاہوں کے درمیان تقسیم کر لینا چاہتا تھا۔ اپنے تمام نقائص کے باوجود ۱۷۹۵ء کا فرانس ایک ایسی عظیم الشان آزاد سلطنت کی مثال پیش کرتا جس کا امکان اس وقت باقی نہیں رہا جب نپولین کی پہلی مہمات کے بعد فوجی جوش کو ترقی ہو گئی، مگر یہ تاریک مستقبل ان برطانی مدبروں کی نظروں سے پوشیدہ رہا جنہیں موجود الوقت برائیوں کا نہایت ہی سخت احساس ہو رہا تھا انگلستان فرانسیسی تطاول کے خلاف عزم بالجزم کے ساتھ قائم رہا اور اسے آسٹریا کی ذات سے اب بھی ایک ایسا حلیف مل گیا جو اس کشاکش کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی مالی مدد اور پولینڈ کی غنیمت میں سے روس کا ایک بہت بڑا حصہ پیش کر دینا، وہ محرکات تھے جنھوں نے شہنشاہ کی حکومت کے مائل بہ انحطاط زور و قوت کو تازہ کر دیا۔ کلیرفیٹ کو حکم بھیجا گیا کہ کیسا ہی کچھ خطرہ کیوں نہ ہو رائن سے آگے بڑھے تاکہ جمہوریت کی فوجوں کو مشرقی فرانس سے ہٹا دے جہاں انگلستان عنقریب حامیان شاہی کی ایک جماعت کو اتارنا چاہتا تھا۔ لیکن کلیرفیٹ نے ان احکام کی تعمیل نہ کی اور موسم خزاں تک بیکار بیٹھا رہا۔ بعد ازاں اس نے ایک فرانسیسی فوج کو جو رائن کی طرف بڑھتی آ رہی تھی شکست دے کر منیز کے پیچھے ہٹا دیا مگر برطانی مہم اس سے پہلے ہی ناکام ہو چکی تھی اور وہ وقت گزر چکا تھا کہ کلیرفٹ کی کامیابیوں سے کوئی قطعی نتیجہ برآمد ہوتا۔[1]

۹۔ پرشیا نے لوئیس شانزدہم کے بدنصیب بیٹے کو چھوڑنے کی مطلق کوشش نہ کی۔

[1] برطانوی حکومت نے فرانس کے حامیان شاہی کی تحریک کی قوت کے متعلق بہت ہی اہم اندازہ کیا تھا۔ "میں آپ کو ان سطروں کی تکلیف دئے بغیر آپ کے خادم کو واپس نہ جانے دوں گا کہ آپ براہ کرم ہر ایک ممکن کوشش اس امر کی کریں کہ اس نازک موقع پر آسٹروی حکومت کو قوت و توانائی حاصل ہو جائے۔ میں نے اپنے اس مراسلے میں فرانس

فرانس میں اب ایک نئی حکومت برسر اقتدار آرہی تھی۔ جولائی ۱۷۹۴ء میں رابسپیر کی موت کے ساتھ دور ہول و تخویف کا خاتمہ ہو گیا تھا جن لوگوں نے رابسپیر کو مغلوب کیا وہ اس سے بھی زیادہ ظالم، بیوفا اور خونخوار تھے۔ انھوں نے خود اپنی جانیں بچانے کے لئے اس پر حملہ کیا تھا۔ اور انھیں ادنیٰ خیال بھی اس کا نہیں تھا کہ وہ فرانس میں آئینی حکومت کو بحال کریں لیکن قوم کی مغلوب کن رجعت پسندی نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ خود کو فریق رافت و رحمت کی حیثیت میں نمایاں کریں۔ یہ رجعت درحقیقت سیاسی رائے کے کسی تغیر کے بجائے زیادہ تر محض ہمدردی انسانی کے جذبات کا جوش زن ہو جانا تھا دور ہول و تخویف کے کشتگاں ستم میں، بہت بڑا حصہ ادنیٰ و اوسط طبقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کی حالت کے متعلق اگرچہ بہت راز کے ساتھ لکھا ہے مگر مختلف اطراف سے مجھے جو اطلاعیں حاصل ہوئی ہیں اور جو فرانس کے ہر جانب برعائد ہوتی ہیں ان کے اقتضا کے اعتبار سے میں نے بہت کم لکھا ہے۔ ہم ہرگز امید نہیں کر سکتے کہ جہاں تک فرانس کا تعلق ہے حالات کبھی بھی اس سے بہتر ہو سکتے ہیں، جیسے اس وقت ہیں۔ خدا کے لئے ان تمام امور کو پورے زور کے ساتھ پیش کیجئے اور مجھے یقین ہے کہ آپ خود بھی اسے محسوس کرتے ہوں گے" گرینویل بنام ایڈن ۱۷ اپریل ۱۷۹۵ء۔ دفاتر آسٹریا جلد ۱۴ مہم کی ناکامی کے بعد برطانی حکومت نے تھیوگٹ پر یہ سخت الزام لگایا کہ سرکاری حیثیت سے تو وہ کلیرفٹ پر آگے بڑھنے کے لئے پرزور احکام صادر کر رہا تھا اور خفیہ طور پر اس سے یہ کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ نہ کرے۔ "آسٹروی وزرا سے اس انتظام کی حماقت و بدعہدی کے متعلق بحث کرنا بیکار ہے۔ جس کا اعادہ ہمیں آپ سے ضروری معلوم ہوا اور وہ اب غالباً اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں گے" گرینویل بنام ایڈن، اکتوبر ۱۷۹۵ء حسب بالا۔ جلد ۴۲۔ یہ الزام جس کی تکرار مورخوں نے بھی کی ہے، تھیوگیٹ کے نجی خطوط سے غلط ثابت ہوتا ہے "اختصارات" (Briefs) جلد اول ۲۲۱ و مابعد۔ کلیرفیٹ کی بے عملی تھیوگیٹ کی زیادہ کسی کرنا گواری نہ تھی۔

کے لوگوں کا تھا، جو لاوندی اور بریٹنی کے علاوہ اور جگہوں میں قدیم حکومت کو
اتنا ہی کم دوست رکھتے تھے جتنا ان کے قاتل اسے دوست رکھتے
تھے۔ مگر شہر کے فاقہ مست عوام کے سوا فرانس کا ہر ایک طبقہ امن و
سکون اور خاموشی کے ساتھ زندگی کے کاروبار کے چلنے کا متمنی و آرزو مند
تھا۔ جمہوریت کی ابتریوں کے بعد ذہنوں کو بالطبع یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاہی
حکومت امن کی بہترین ضمانت ہوگی مگر جس بادشاہی کا خیال اس وقت ذہن
میں آتا تھا وہ ۱۷۹۱ء کی حریت پسند شاہی تھی نہ کہ قدیم دربار جس کے ساتھ
زمیندارانہ کلیسا اور ذی امتیاز طبقہ امرا کے لوازم لگے ہوئے ہوں۔ مذہب
ہنوز فرانس میں ایک قوت تھا، مگر کسان اپنی تمام اوہام پرستی اور نظم و امن
کی تمام خواہشوں کے باوجود قدیم ایام مغالطات سے بالکلیہ آزاد
تھے۔ وہ اپنے لڑکوں کو اصطباغ دلانا پسند کرتے تھے مگر وہ یہ نہیں چاہتے
تھے کہ پادریوں کا محصل عشر پھر ان کے خرمن پر آموجود ہو۔ وہ مجلس
عارضی کے مامورین کی تنگی سے بیزار ہو گئے تھے مگر انہیں یہ خواہش
نہیں تھی کہ وہ اپنے سابق آقا۔ بلند مرتبت کے کھیتوں میں پھر محنت
کریں۔ ۱۷۹۵ء میں پیرس کے دکانداروں اور نارمنڈی کے کاشتکاروں کے
درمیان شاہی پسند ہونے کے معنی اس سے زیادہ نہ تھے کہ کسی ایسے
سیاسی نظم کی خواہش کی جائے جو پائدار طاقت پر قائم رہ سکے اور اس
کی بنا جبری قرضہ اور لازمی فروخت جائداد پر نہ ہو۔ لیکن مجلس عارضی کے
جن لوگوں نے بادشاہی کو منسوخ کیا اور بادشاہ پر موت کا حکم صادر کیا تھا
انہیں یہ نظر آتا تھا کہ مجلس عارضی نے فرانس کے لئے جو کچھ کیا تھا بادشاہی
کا بحال کرنا ان تمام کاموں کے لئے بدترین لعنت اور خود ان کے لئے
مردود خلائق ہونے کا نتیجہ تھا۔ اگر یہ وقت قوم کی مرضی بحالی شاہی کی
جانب مائل تھی تو اس کے ساتھ ہی مجلس عارضی نے بھی یہ عزم کر لیا تھا کہ قوم
کی اس مرضی کو یا تو جبر سے مغلوب کر دینا چاہئے یا کچھ آئینی شکلیں اختیار
کر کے اسے دبا دینا چاہئے۔ حکومت کو کبھی تو پیرس کے انتہا پسند عوام

سے خطرہ پیش آتا تھا اور کبھی طبقہ متوسط کے حامیان شاہی سے، اور اس لئے حکومت نے ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے لڑا دیا یہاں تک کہ تارک وطن امرا کی ایک بے ہنگام کوشش سے مجلس عارضی کو یہ زرین موقع ہاتھ آ گیا کہ وہ حامیان شاہی اور غیر ملکیوں دونوں پر قطعی فتح حاصل کرے۔

خلیج کیوبران میں امرا کا ورود ۔ ۲۷ جون ۱۷۹۵ء

۲۷ جون کو ایک انگریزی بیڑے نے قدیم طبقہ امرا کے گماشتے سرحد کو جنوب برٹینی کی خلیج کیوبران میں لاکر اتارا، ان بدقسمتوں کا فرانسیسی سرزمین پر دوبارہ قدم رکھنا درحقیقت اپنی ناقابلیت کا ایک آخری و مہلک ثبوت دینا تھا۔ ایک ایسے قطعۂ ملک میں جہاں کے کسانوں نے اپنے زمینداروں کے تحت، جمہوریت کے بہترین سپہ سالاروں کو برسوں حیران پریشان کیا تھا، وہاں امرا کی یہ حملہ آور فوج جسے انگلستان کے بیڑے سلاح اور روپیہ کی تائید حاصل تھی، خود اپنے سرگروہوں کے تفرقہ کی وجہ سے تین ہفتوں کے اندر بالکلیہ تباہ و برباد ہو گئی۔ اس کے قبل کہ امرا یہ فیصلہ کر سکیں کہ آمر کون ہو اور مامور کون ہو۔ جنرل اوش اچانک ان کے قلعہ پر جا پڑا اور انہیں جزیرہ نما کے اس سرے تک ہٹا لے گیا۔ جہاں وہ اترے تھے، اور جو لوگ جنگ میں مارے نہ گئے تھے یا انگریزی کشتیوں نے انہیں بچا نہ لیا تھا ان سب کو ۲۰ جولائی کو گرفتار کر لیا۔ کنونشن ٹیلین نے اپنے کو شاہی پسندی کے شائبہ سے بچانے کے لئے چھ سو قیدیوں کو بیدردی کے ساتھ نشانۂ تفنگ بنا دیا [1]۔

دستور سلطنت کی تجویز ۱۷۹۵ء

جس وقت جلا وطنوں کی یہ فوج فرانس میں پہنچی ہے اس وقت مجلس عارضی اس سیاسی نظم کی بحث میں مشغول تھی جو خود اس کی حکومت کا جانشین ہونے والا تھا فرانس

[1] کیوبران کی مہم سے متعلق کافی اسناد مع ڈی آرنالس سنارٹ درگروبان دنزی کے خطوط کے دفاتر میں موجود ہیں۔ فرانس جلد ۶۔

سے کے لئے دستور سلطنت کے مرتب کرنے کے لئے جو مجلس مقرر ہوئی تھی
اس نے ایک ہفتہ قبل اپنی رپورٹ (یادداشت) پیش کی تھی، یہ جدید
دستور سلطنت اپنی ابتدائی شکل میں جس طرح مرتب ہوا تھا اس کا خاص
مقصود یہ تھا کہ ۱۷۹۲ء سے فرانس جن مصیبتوں میں مبتلا ہے، ان کے دوبارہ
وقوع سے ملک کو محفوظ کیا جائے۔ گزشتہ تین برس کے نوایب و مصائب کو ایک واحد
مجلس کی فرمان روائی کی جانب منسوب کیا جاتا تھا، مجلس عارضی کی ایک رائے نے انقلابی عدالت
قائم کر دی، جرائدیوں کو وقف ملام بنا دیا، اور فرانس کو ان انتی آدمیوں
کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جن کا انتخاب خود مجلس عارضی نے اپنے ہی میں
سے کیا تھا، ۱۷۹۵ء کے واضعین قانون کسی ایسی ضمانت کے خواہاں
تھے کہ کوئی فریق کتنا ہی عزم مصمم کیوں نہ کر لے مگر اپنے دشمنوں کو صرف
ایک قانون بنا دینے سے اس طرح تباہ نہ کر سکے، اور نہ اعلی
تشریعی و عاملی اختیار کو خود اپنے ہاتھوں میں مجتمع کر سکے۔ تقسیم اقتدار کی غرض
سے نئے مسودہ دستور سلطنت میں جماعت عاملانہ مجلس وضع قوانین سے
آزاد رکھی گئی تھی اور مجلس وضع قوانین خود دو ایوانوں میں منقسم کر دی گئی تھی۔
پانچ اشخاص کی ایک نظامت (جس کا انتخاب دونوں مجالس کی جانب
سے ہوا ہو مگر وہ مجالس کو سوائے اس صورت کے اور کسی طرح پر
جواب دہ نہ ہو کہ اس پر واقعی مقدمہ چلایا جائے) نظم و نسق ملک کے
چلانے کے لئے تجویز ہوئی تھی لیکن اسے قوانین کے تجویز کرنے کا
کوئی حق نہیں دیا گیا تھا۔ پانچسو ارکان کا ایک ایوان اس غرض سے
تجویز ہوا تھا کہ وہ دوسو پچاس معمرین (یعنی اوسط عمر کے افراد)
کی مجلس کے سامنے منظوری کے لئے قوانین پیش کرے مگر ان دونو
میں سے کوئی جماعت بھی واقعی حکمرانی پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ ایک ناظم
اور ہر دو تشریعی جماعات کا ایک ثلث ہر سال کنارہ کش ہو جایا کرے۔[1]

[1] وارڈ، سبل، سوم ۵۴۰

جس تجویز کا یہ خاکہ کھینچا گیا ہے اسے عام قبول حاصل ہوگیا یہاں تک کہ حامیان شاہی نے بھی اسے پسند کرلیا کیونکہ انھیں یقین یہ تھا کہ عام انتخاب سے وہ دونوں مجلسوں میں کثرت حاصل کریں گے لیکن مجلس کی نظروں میں یہ امر بجائے خود ایک ایسا مہلک امکان تھا جس سے بہر صورت بچنا چاہئے تھا خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو مسودہ دستور سلطنت کے مباحث کے دوران میں، کیوبران سے اوشن کی فتح کی خبر آگئی۔ اس سے مجلس عارضی نے ہمت کرکے ایک دفعہ کا اضافہ کردیا کہ نئے وکلاء میں سے دو ثلث کا تقرر خود اسی مجلس کے ارکان میں سے ہونا چاہئے اور اس طرح ایوانوں میں شاہی پسندوں کی کثرت کو ناممکن بنادیا۔ اس شرط کے ساتھ یہ دستور سلطنت ملک کے سامنے پیش کیا گیا۔ صوبجات نے اسے قبول کرلیا مگر پیرس کا حامی شاہی طبقہ متوسط، شورش کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور ٹیولیریز میں مجلس عارضی کی طرف کوچ کردیا۔ ان کے اس خروج کا علم پہلے سے ہوگیا تھا، مجلس عارضی کی حفاظت جنرل بونا پارٹ کے تفویض کی گئی جس نے پیرس والوں کے حملوں کا اس طرح جواب دیا جو دارالصدر کے فن جنگ میں نامعلوم تھا، تربیت یافتہ توپ خانہ پر بونا پارٹ کی قیادت کی وجہ سے فتح تو حاصل ہوگئی مگر انقلاب کے زمانہ میں جتنی شورشیں پیرس میں ہوئیں ان میں یہ ۴ اکتوبر (۱۳ وندی مائیر) کی شورش سب سے سخت تھی، اور اس دن جانوں کا نقصان اس سے زیادہ ہوا جتنا بادشاہی کے سقوط کے دن ہوا تھا۔

۱۷۹۵ء کا دستور سلطنت
وندی مائر کی شورش
۴ اکتوبر

نظامت اکتوبر ۱۷۹۵ء

نئی حکومت اب برسر اقتدار ہوئی، جدید مجالس تشریعی میں مجلس عارضی کے ارکان کا شمار دو ثلث کا تھا۔ جس میں ایک ثلث کے انتخاب کی اجازت ملک کو دی گئی تھی اس میں زیادہ اشخاص معتدل الخیال یا حامی شاہی تھے۔ جو پانچ اشخاص ناظم

منتخب ہوے تھے وہ سب کے سب مجلس عارضی کے ارکان اور وہ لوگ تھے جنھوں نے بادشاہ کی موت کے لیئے راے دی تھی۔ کاونٹ وہ شخص تھا جس نے دور ہول و تخویف کے مظالم میں شرکت کیئے بغیر فتوحات حاصل کیئے تھے اور سابق مجلس حفاظت عامہ کا ہی ایک رکن تھا جو اب بھی با اقتدار رہا۔ اس کے باوجود کہ ان پانچوں ناظموں کے انتخاب سے شاہ کشی کے فعل خطیر کی بہت بڑی ثنا و صفت ہوتی تھی، پھر بھی یورپ نے نظامت کے قیام کو اس حیثیت سے قبول کیا گویا اس سے انقلابی بدنظمی کا خاتمہ ہو گیا۔ فرانس میں آئینی حکومت کے دوبارہ قائم ہو جانے کا ایک امتیاز خاص یہ تھا کہ شاہ انگلستان نے صلح کی گفتگو کے لیئے اپنی رضامندی کا اعلان کر دیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جمہوریت میں زیادہ نرم انداز پیدا ہو گیا ہے۔ اگرچہ تارکان وطن اور حلف نہ لینے والے پادریوں کے خلاف قانون میں نرمی نہیں ہوئی۔ تاہم جلاوطن بغیر دقت کے اپنے گھروں کو واپس آنے لگے۔ دارالصدر میں زندگانی نے پھر کسی قدر قدیم انداز اختیار کیا۔ متمول اور خوشباش اشخاص نے دور ہول و تخویف کے تمام شدائد کے بعد کسی قدر زیادہ قیمتی تعیش سے اپنے دلوں کو تسکین دی۔ مزدوری پیشہ طبقات نے جواب بے ضرر و بے سلاح ہو گئے تھے بہت جلد یہ سیکھ لیا کہ انھیں اپنی قسمت میں اس ترقی پر قانع رہنا چاہیئے جو نظم معاشرت کے ارتقا سے انھیں حاصل ہو جاے۔

انقلاب میں یورپ کے لیئے نئی شے کیا تھی؟

انقلابی جنگ کے اس پہلے دور کے اختتام پر ہمیں ذرا ٹھہر کر ان نئے اثرات کا اندازہ کرنا چاہیئے جو فرانسیسی انقلاب نے یورپ میں پیدا کر دیے تھے اور ان تاثیرات کو دیکھنا چاہیئے جو اس سے مستنبط ہوئے تھے۔ خود فرانسیسی قوم میں جو یہ خیال شایع ہے کہ انقلاب نے نہ صرف فرانس میں بلکہ بالعموم تمام مغربی یورپ میں نئی زندگی پیدا کر دی، یہ خیال واقعات کے

ایک سلسلۂ عظیم کی نسبت تو صحیح ہے مگر دوسرے کی نسبت غلط ہے ۱۷۸۹ء
میں فرانس میں ایسے تصورات و تخیلات موجود تھے جنھوں نے فرانس
کو براعظم کی اکثر بادشاہیوں سے حقیقتاً متباین بنادیا مگر دوسرے تصورات
و تخیلات ایسے بھی تھے جن میں فرانس اوروں کے ساتھ شریک تھا۔
معاشری قانون اور کلیسائی اصلاح کے جن خیالات نے ۱۷۸۹ء میں عملی
لباس پہنا وہ فرانس کے ساتھ مخصوص نہ تھے، فرانس کے ساتھ
جو شے مخصوص تھی وہ یہ خیال تھا کہ ان اصلاحات کو خود قوم کی طرف سے
عمل میں آنا چاہیئے۔ دوسرے ملکوں میں اصلاحات کی ابتدا حکومتوں کی
طرف سے ہوئی اور ناراضمند قوم پر انھیں بزور مسلط کیا گیا۔ بدعات
کا شیوع بادشاہوں کی طرف سے ہوا اور سلطنت کے خدام ان کے
عامل تھے۔ ترقیات کی ایک ممیز صف اٹھارہویں صدی میں کم و بیش
تمام مغربی درباروں کو اپنی طرف منعطف کر چکی تھی اور ان میں سے بہت

اٹھارہویں صدی کی مطلق العنان حکومتوں کا اصلاحات میں مشغول ہونا۔

سی ترقیاں ان تغیرات سے ہوبہو موافق تھیں جو فرانس
میں انقلاب سے پیدا ہوئیں۔ سادے اور باقاعدہ
انتظامی نظم کا قائم کرنا، پادریوں کی اصلاح کرنا، کلیسا
کو پوپ کے اقتدار سے آزاد کرنا اور سلطنت کے
تمام طبقات کو کلیسا کے اقتدار سے آزادی دلانا،
کسانوں کی قسمت اور حالت کو ترقی دینا، قانون کے ایسے ضوابط کا جاری
کرنا جن سے ظلم و جور اور قدیم دستورات کی ابتری دونوں رفع ہو جائیں
یہ سب ایسے اغراض تھے جن سے اٹھارویں صدی کے وہ
مطلق العنان فرمانروا کم و بیش مانوس تھے جنھیں فرانسیسوں نے مختصراً "جبار
منظلم" کے نام سے موسوم کر دیا تھا۔ آسٹریا، پرشیا اور ٹسکینی میں
بادشاہوں کی جانب سے تہذیب و تمدن کی ترقی دینے کا اظہار تو زور و
کے ساتھ ہو رہا تھا۔ نیپلز اور اسپین تک کی حکومتیں اس جدید تغیر کے
کے اثر میں آئے بغیر نہیں رہیں۔ جوزف کا آسٹریا کو مذہبی رواداری کا عطا

کرنا، لیوپولڈ کا ٹسکینی میں پاپائی اقتدار کا رد کر دینا، اور موت کی سزا کو منسوخ کر دینا یہ اسی سیاسی تعقل پسندی کے زیادہ دلیرانہ مساعی تھے جس نے اسپین میں عدالت اختیار مذہبی کے اختیارات کو کم کر دیا تھا اور نیپلز میں تعلیم عامہ کے ایک نظم قائم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن ان تمام کاموں میں قوم کے کسی فعل کا کہیں پتہ نہیں چلتا تھا اور نہ اس احساس کا کوئی نشان ملتا تھا کہ قوم کو چاہیے کہ خود کو سلطنت کی حصانت سے بالاتر کر لے۔ ارباب فکر حکومت پر یہ زور دیتے تھے کہ وہ قوم میں بہتر تنظیمات پیدا کرے، قوم پر یہ زور نہیں دیتے تھے کہ وہ حکومت سے اس قسم کے تنظیمات بزور کرالے۔

فرانس میں قوم نے خود عمل کیا۔

صرف فرانس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں معاملات عامہ کے متعلق ایک ایسا خیال نشو و نما پا گیا تھا جس نے قوم کو مجبور کیا کہ وہ اپنے لئے اصلاحات خود پیدا کرے۔

فرانس کے انقلابی تغیرات میں سے اگرچہ بہت سے تغیرات نفس مطلب کے اعتبار سے آسٹروی یا ٹسکینوی اصلاح کے مقاصد سے مماثل تھے مگر ان کے طریق کار میں باہم کسی قسم کی یکسانی نہیں تھی۔ دوسرے ممالک میں اصلاح کی ابتدا کسی روشن خیال فرمانروا کے حکم سے ہوئی، فرانس میں اس کا آغاز "اعلان حقوق انسان" سے ہوا اور کوشش یہ کی گئی کہ مقامی اقتدار پیدا کیا جائے جس کا نفاذ خود شہریوں کی جانب سے ہو۔ اس فرق کا منبع کچھ تو انگلستان و امریکہ کا وہ اثر تھا جو فرانسیسی آرا پر پڑ رہا تھا مگر زیادہ تر اس کی بنا خود فرانس کے اندر کثیر التعداد و پر زور طبقۂ متوسط کا موجود ہونا تھا جو تجارت سے مالا مال ہو کر اپنے زمانہ کے تمام تخیلات اور ادبی مشغلہ کاری میں گہری دلچسپی رکھتا تھا۔ یہ ایسا طبقہ تھا جو ان غلطیوں کو بھی سمجھتا تھا جو دوسرے طبقات عائد کرتے یا برداشت کرتے تھے اور اس کے ساتھ اپنے کو ان غلطیوں کے رفع کرنے کا بھی اہل خیال کرتا تھا۔ نیپلز یا ہنگری میں کوڑوں سے پٹنے والے اور محصولوں کے بوجھ سے دبے ہوئے کسانوں کا بادشاہ کے سوا کوئی

یا رو مددگار نہیں تھا۔ شاہی یورپ جن مفلوک و پسماندہ سلطنتوں پر مشتمل تھا
ان میں سے اکثر سلطنتوں میں باشندوں کا وہ جزو جس پر نہ خواجہ رعیت نہ
غلام شہر یارم کا اطلاق ہوتا ہو اس قدر قلیل تھا کہ یہ خیال ہی نہیں کر سکتا
تھا کہ وہ بزور اقتدار حاصل کرے گا۔ امرا اپنے جاگیری حقوق کو قائم
رکھنا چاہتے تھے۔ بادشاہ انہیں گھٹانا چاہتا تھا، فرانس کے سوا
اور جگہوں میں قوم نے نہ اس میں دخل دیا اور نہ خود اقتدار پر ہاتھ
ڈالا، کیونکہ قوم کے معنی اس کے سوا اور کچھ نہ تھے کہ ایک دوسرے
سے بالکل جداگانہ چار طبقات تھے، زمیندار حکم چلاتے، کسان خدمت گزاری
کرتے، پادری مفت کی روٹیاں کھاتے، اور سپاہی جنگ کرتے تھے۔
فرانس براعظم کی دوسری تمام بادشاہیوں سے اس امر میں مختلف
تھا کہ اس میں "طبقۂ عامہ" موجود تھا جس میں تمام طبقات ممزوج تھے
اور جس پر کسی کو تحکم نہیں حاصل تھا، اس طبقہ عامہ میں وہ ہزارہا افراد
داخل تھے جو نظم معاشرت کے اغراض اعلیٰ سے واقف تھے،
اور وہ امرا میں سے ہوں یا نہ ہوں مگر ان کے پاس دولت و ذہانت
موجود تھی جس سے ان میں بجا طور پر یہ خواہش پیدا ہو گئی تھی کہ انہیں اختیار و
اقتدار میں حصہ ملنا چاہیئے۔

فرانس سے باہر حکومتوں کے خلاف تحریکات،

حریت، یعنی قوم کا خود اپنے اوپر حکمرانی کرنے کا
حق، آغاز کار میں انقلاب کا سب سے بڑا اصول معلوم
ہوتا تھا۔ فرانسیسی قوم خود یہ یقین کرتی تھی کہ یہ معرکہ
زیادہ تر اقتدار اور حق عوام کے مابین ہے، اور باقی یورپ
بھی انقلاب کو اسی حیثیت سے دیکھتا تھا، اس لئے جن ملکوں میں
فرانس کی مثال میں سیاسی تحریکات پیدا ہوئے وہاں ابتداً
یہی اثر مترتب ہوا کہ حکومت کی کوئی بھی شکل ہو اس کے خلاف
شور و شر برپا کرنا چاہیئے۔ انگلستان میں پارلیمنٹ کے اعیانی نظم
کے خلاف طبقۂ متوسط نے شور برپا کیا، ہنگری میں امرا نے تاج کے

خلاف سر اٹھایا، کنار دریائے رائن پر تجارتی طبقات نے کلیسائی حکمرانی کے خلاف غوغا مچایا۔ اگرچہ جن جگہوں میں اصلاحی تحریک کو فرانسیسی فوجوں کی موجودگی سے تقویت نہیں حاصل تھی وہاں سب ہی جگہ یہ ہوا کہ (فرانس میں) انقلاب کے ابتدائی سنجیدہ توقعات کے بعد جو آفتیں آئیں اُن سے اس تحریک کے سرگروہوں کے قدم پیچھے ہٹ گئے اور اُن میں مایوسی پیدا ہو گئی اور اچھی حکومتیں بھی رجعت قہقری کی دوزخ بن گئیں۔ خود فرانس میں یہ نظر آ گیا کہ ایک روشن خیال طبقہ میں آزادی کی خواہش پیدا ہو جانے سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس قوم کے عادات دفعتاً بدل جائیں جو ہر شئے کو درباری اقتدار کی طرف سے قبول کرنے کی عادی ہو۔ امتیاز تباہ ہو گیا، مساوات کے قدم آگے بڑھ گئے، مگر انقلاب نے فرانس میں حکومت خود اختیاری کے بجائے ایسی شدید مطلق العنانی قائم کر دی کہ چشم فرانس نے بھی ایسی جابرانہ حکومت نہیں دیکھی تھی۔ یہ نہیں ہوا کہ انقلاب ہوا میں اُڑ گیا اور جو شئے جہاں تھی وہیں رہ گئی بلکہ اس نے ان عظیم الشان تغیرات میں سے اکثر تغیرات کو مکمل کر دیا تھا جن سے صحیح معاشری زندگانی کی بنیاد قائم ہوتی ہے مگر اسے بھی حکومت خود اختیاری کا ملکہ یعنی ایک دیرپا سیاسی حریت کی شرط اولیں بتدریج حاصل کرنا باقی رہ گیا۔

رجعت قہقری

فرانس سے باہر سابقہ تغیر کے نفع کے بغیر رجعت قہقری کا آغاز ہو گیا۔ لندن، وائنا، نیپلز، اور مسبطرڈ میں جیکوبن طریق کی انتہا پسندی کو فرو کرنے کے لئے حکومتوں نے تمام دوسرے اغراض و مقاصد کو پس پشت ڈال دیا۔ پٹ کے شریفانہ مقاصد یہ تھے کہ بردہ فروشی کا خاتمہ کیا جائے، پارلیمنٹ کی اصلاح کی جائے اور آزاد تجارت کے ذریعہ سے قوموں کے روابط باہمی کو ترقی دی جائے مگر وہی پٹ ان لوگوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن گیا جن کے خیالات تمامتر مجذوں، قوانین دہان بندی اور خود ساختہ غداری پر مرکوز تھے، اور جو بردہ فروشی سے متعلق ہر طرح کے وضع قوانین کی صرف اس

وجہ سے مخالفت کرتے تھے کہ فرانس کی مجلس عارضی کے انتہا پسندوں نے غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ لوگوں پر سیاسی مقدمات کے قائم کرنے اور انھیں قید کرنے کی ہوا چل گئی تھی مگر انگلستان میں یہ رجعت پسندی پھانسی کے تختہ تک نہیں پہونچی۔ وائنا اور نیپلز میں خوف نے زیادہ ظالمانہ صورت اختیار کی۔ جن لوگوں پر انقلاب کا خوف اس درجہ طاری ہو گیا تھا یا یہ کہ وہ بناوٹ سے ایسا ظاہر کرتے تھے کہ انھیں موزارٹ کے آخری تماشے[1] میں جیکوبنی استعارہ نظر آتا تھا انھیں جب واقعی سازش کا کوئی رشتہ ہاتھ آ جاتا تھا تو جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے وائنا میں اس خوف و دہشت سے یہ کام لیا گیا کہ آسٹروی دربار کے خلاف ہنگری کی آئینی مخالفت کو پامال کر دیا گیا۔ نیپلز میں ایک خفیہ عدالت اس غرض سے قایم کی گئی کہ مخبر سازش کے جو الزامات لگا دیں ان کی تحقیقات کرے جس سے ستمگاری و مردم آزاری کا ایک طولانی دور قائم ہو گیا۔ منیز میں استقف اعظم جب ۱۷۹۳ء میں پھر بحال ہو گیا تو اس نے اپنی حکومت کے آخری ایام وحشیانہ سزا دہی اور ستمگارانہ احتیاطوں میں صرف کئے انقلاب کے پہلے دور نے قدیم یورپی سلطنتوں پر جو اثر ڈالا اس کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، آزادی کی ایک آتی لہر کے بعد انقلاب نے قوموں کو خود رجعت پسندی اور سست روی میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اچھی حکومتوں کے انداز کو بالکلیہ بدل دیا۔ تمام آزادانہ خیالات انقلاب کے نام سے مطعون ہونے لگے، اور حکومت و اقتدار کے معنی یہ قرار پا گئے کہ ہر قسم کی اصلاح کی مخالفت کرنا اس کا کام ہے۔ ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن میں بس اتنا ہی تغیر ہو کر رہ گیا یعنی انھوں نے انقلاب کے اسی پہلے اثر کو قبول کر لیا، اور انگلستان کے مانند ایسی بھی سلطنتیں تھیں جن کی تاریخ ایک پوری نسل تک سیاسی ترقی کو روکنے اور اسے راہ سے بے راہ کر دینے کی تاریخ ہے ان کے سوا دوسری ایسی سلطنتیں بھی تھیں (اور انہیں کی زیادہ کثرت تھی) جن میں فرانس کے متواتر فتوحات کے

---

[1] زابر فلوٹ کی پوس نے جو تعبیر کی اس کے لئے اسیرنگر کی تصنیف "جادو کا بیڑہ" (Zauberflote) جلد اول صفحہ ۲۹ دیکھنا چاہیے۔

پیدا کردہ جذبہ سے دورِ رس تغیرات کی رو میں یہ پہلی تحریک اور یہ پہلی رجعت دونوں فراموش ہوگئیں۔ اب ہم جس دور میں داخل ہونے والے ہیں اُن میں ان تغیرات کی نوعیت وکیفیت کی دلچسپی خود ان جنگ آزمایوں کی دلچسپی سے بڑھی ہوئی ہے جن کی وجہ سے یہ تغیرات عمل میں آئے تھے۔

اطالوی مہمات، معاہدہ کیمپو فارمیو

آسٹریا پر سہ گانہ حملہ۔ مورو، ژوردوان۔ بوناپارٹ، اطالیہ میں اطالوی سلطنتوں کی حالت۔ بوناپارٹ اور نظامت کے ادعات اور اصلی ارادے۔ جنگ مانٹینوٹ۔ سارڈینیا سے التوائے جنگ، لمبارڈی کی مہم۔ پوپ، نیپلز، ٹسکنی کے ساتھ برتاؤ۔ محاصرہ منٹوا۔ کاسٹیلونا۔ مورو اور ژوردان جرمانیہ میں۔ ان کی بازگشت۔ پرشیا سے خفیہ معاہدہ۔ انگلستان سے مراسلات۔ جمہوریۂ سسپاڈین۔ اطالوی خودمختاری کے خیال کی ترقی۔ جنگہائے ارکولا و ریوولی۔ ٹولنٹینو میں پوپ سے صلح۔ وینس۔ لیوبن کے مراحل ابتدائی۔ فرانسیسی، وینس میں۔ فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کر لینا اور وینس کا آسٹریا کو دیدینا۔ جینوا۔ پیرس میں ۱۷ فرکٹیڈر کی ضرب ناگہانی۔ معاہدہ کیمپو فارمیو۔ سمندر پر انگلستان کے فتوحات۔ مصر کے خلاف بوناپارٹ کا منصوبہ۔

اطالیہ، ڈینیوب۔ اور رین کی فوجیں۔ ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کے آغاز کے ساتھ یورپی تاریخ کی خاص دلچسپی دوسرے منظر کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اس وقت تک فرانسیسی فتح کا سیلاب رائن کی طرف بہتا جا رہا تھا۔ پرنیز والی فوج کی پیش قدمی صلح ہو جانے کے باعث رک گئی تھی۔ اطالیہ والی فوج کو پہاڑوں سے ورے کچھ غیر معروف سی کامیابیاں حاصل ہوئی تھیں۔ اسی ۱۷۹۶ء کے موسم بہار میں اس موخرالذکر فوج کی کمان پر نپولین کے تقرر سے جمہوریت کی قسمتوں کا مرکز آلپس سے پار کی سرزمین میں قائم ہو گیا۔ معاہدہ باسل کے رو سے پرشیا سے آزاد ہو کر نظامت کو اب یہ موقع مل گیا کہ وہ ہالینڈ اور نشیبی رائن سے اپنی توجہ کو ہٹا لے اور اپنی پوری طاقت آسٹریا کی کشاکش میں صرف کر دے۔ بوناپارٹ کے مشورے سے وائنا کے خلاف تین طرف سے فوجیں بڑھیں۔ ایک لمبارڈی کے راستے سے دوسری ڈینیوب کی طرف سے اور تیسری وادی رین کی جانب سے سپہ سالار ژوردان جس نے ندرلینڈز کے فتح کرنے والی فوج کی کمان کی تھی، اسے براہ فرنیکفرٹ، جرمانیہ میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، مورو نے مقام اسٹراسبرگ پر رائن کو عبور کیا، اور خود نپولین اپنی تھوڑی بہت فوج کو لے کر نائیس کی ساحلی سڑک کی طرف سے چل کر، جنیوا سے چالیس میل مغرب میں بحری اپینانینز کے ڈھال پر آسٹریا اور سارڈینیا کی متحدہ فوجوں کے مقابل ہوا۔ جس ملک میں وہ اس وقت کارروائی کرنے والا تھا اس میں وہ ۱۷۹۴ء میں بھی کام کر چکا تھا اور اس وجہ سے اس سے واقف تھا خود اس کے عادات و اطوار اور اس کی زبان سے اسے خاص فایدہ حاصل تھا کہ وہ جہاں بھی کام کرتا نفع میں رہتا۔ وہ دل سے اطالوی نہیں تھا، مگر وہ اطالویوں کے طبائع سے اس قدر واقف تھا کہ وہ ان کے جذبات سے اچھا کام لے سکتا تھا اور جب تک کہ اسے اطالویوں کی رائے کی تائید کی ضرورت ہوتی وہ خود اپنے

مسلسل فتوحات سے ان کی امیدوں کو اپنی ذات سے وابستہ رکھ سکتا تھا۔

اطالیہ کا وہ تابناک و پرزور زمانہ جب اس نے اپنی جمہوری آزادی کی درخشانی سے شمالی یورپ کو علوم و فنون اور حظوظ زندگانی میں اس قدر نفع پہنچایا تھا، اسے گزرے ہوئے تین صدیاں ہو چکی تھیں۔ اب مدتہائے دراز سے مطلق العنان یا غیر ملکی حکومت کے نیچے دبے رہنے، تجارتی تعطل اور ذہنی و اخلاقی انحطاط نے اطالیوں کو اس قابل نہ رکھا تھا کہ یورپ کی سیاسی طاقتوں میں ان کا بھی کچھ شمار ہوتا۔ ۱۷۴۸ء کی صلح ایکسلاشاپل تک خاندانہائے بار بن وہیپسبرگ کے درمیان اطالیہ کے صوبوں کا لین دین ہوتا تھا اور اگرچہ اس وقت کی قرارداد نے امارت ملان کے سوا اطالیہ کے اور کسی حصہ کو کسی غیر ملکی شہنشاہی میں ملحق نہیں رکھا، پھر بھی، نیپلز کا تاج اسپین کے بار بن خاندان کی ایک شاخ کو عطا کر دیا گیا اور آرچ ڈیوک فرینسس کے ساتھ میریا تھرسا کا عقد ہو جانے سے ٹسکنی، خاندان آسٹریا کا ایک ضمیمہ بن گئی۔ وینس اور جنیوا نے اپنی خود مختاری اور اپنی جمہوری حکومت کو قائم رکھا مگر ان کی قدیم طبیعت کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت تمام برّاعظم میں اطالوی اثر حاوی تھا۔ نیپلز کے فرڈیننڈ کی ملکہ اور اس پر فرمان چلانے والی میری کیرولاین، لیوپولڈ اور میری انٹوائینٹ کی بہن تھی۔ پڈمانٹ کے علاوہ (جس نے پرزور فوجی احساس اور مستعدانہ وطن پرستانہ حکمت عملی کے روایات قائم رکھے تھے) اطالیہ کی تمام دوسری سلطنتیں یا تو وینس و جنیوا کے مانند یہ چاہتی تھیں کہ آس پاس جو کچھ گزر رہا ہو سب کی طرف سے اپنے آنکھ کان اس طرح بند کر لیں گویا انہیں کچھ خبر ہی نہیں اور اس طرح اپنے خطرے کو بچا لے جائیں یا ان پر ایسے خاندان حکمران تھے جو برّاعظم کے ذیشان شاہی خاندانوں سے تعلقات قریبہ رکھتے تھے۔ خود اطالیہ میں نپولینی دور کے اندر یورپی

معاملات کی عام رفتار میں، کسی معاملہ کا تصفیہ اطالوی قوم کے جذبات کے موافق نہیں ہوتا تھا۔ کسان گاہ بگاہ بڑے جوش وخروش کے ساتھ فرانسیسیوں کے مقابلہ میں لڑے مگر اسپینیوں کی طرح یہاں کوئی قومی جذبہ نہیں تھا جو نپولین یا اس کے دشمنوں کی جانب میں اطالیہ کے اصلی طبقات کو متحد کر دیتا۔ رضا و تسلیم اس قوم کی عادت میں داخل ہو گئے تھے، قومی اتحاد و وقعت کا احساس اور وہ شخصی فخر جو فقدان حریت کو ایک جور ناقابل برداشت بنا دیتا ہے، اطالویوں کے طبائع میں بہت بعد کو پیدا ہوا۔

لیکن سیاسی حیثیت سے اس طرح کالعدم ہونے کے باوجود بھی اطالیہ کی حالت انحطاط و زوال کی نہیں تھی۔ اس کے بدترین ایام اٹھارویں صدی کے وسط کے قبل ختم ہو چکے تھے۔ انقلاب فرانس سے پچاس برس ماقبل کا زمانہ اگر جذبۂ حریت کے پیدا کرنے میں مؤید نہیں ہوا تاہم دوسرے اعتبارات سے یہ زمانہ ترقی و تجدید کا زمانہ تھا۔ لمبارڈی میں اسپینیوں کی مدتوں کی جمود و بدنظمی کے بعد میریا تھریسا اور جوزف کی حکومت نے زندگی و جوشش پیدا کر دیا تھا۔ مقامی مستعد کاری کے روایات زندہ ہو گئے تھے، آب رسانی و زراعی

۱۷۴۸ء کے بعد تجدید حیات

ترقیات کے کاموں میں کمیونوں کی ہمت افزائی کی جا رہی تھی۔ اظہار رائے و مطابع کی خاص آزادی کی وجہ سے اطالیہ میں آسٹری مقبوضات ذہنی تحریک کا مرکز بن گئے تھے۔ جنوب میں ترقی کا آغاز اس دن سے ہوا جس دن (۱۷۳۵ء میں) آخری غیر ملکی وائسرائے (نائب السلطنت) نیپلز سے ناپید ہوا اور شاہ چارلس پنجم ایک خود مختار بادشاہی کے طور پر سسلی کی حکومت پر متمکن ہوا حالانکہ یہ بادشاہ بھی خاندان اسپین کا ایک رکن تھا۔ صرف وینس اور پاپائی ممالک ایسے بے حس معلوم ہوتے تھے جن پر ان مادی و معاشرتی ترقیوں کا کوئی اثر نہ پڑا جو بقیہ

اطالیہ میں سیاسی زندگی کے پیدا ہونے کے قبل اس قدر زور دکھا رہے تھے۔

یہ زمانہ آئینی اتیانسے بھی خالی نہیں تھا۔ اٹھارویں صدی کے نصف آخری حصہ میں اگرچہ اطالیہ کے علم ادب میں وہ بات نہیں رہی تھی جو اس کے شاندار عہد شباب کے جذبات کو یاد دلاتی پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ اس سے سنجیدگی اور اہم معاملات کی دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا۔ لمبارڈی کے ماہران اقتصادیات کسی طرح انگلستان کے ماہرین سے پیچھے نہ تھے۔ ملان کے بکاریا کی تصنیف "جرائم وپاداش" نے یورپ کے ہر ملک میں قانون جرائم کے اصلاح کی تحریک پیدا کردی۔ عالی خاندان وتعلیم یافتہ اطالیوں کی زندگی میں بے مصرف سپہ گری اور لاحاصل تنقید کو بُرا نہ سمجھا جاتا تھا مگر اب اس کے بجائے زراعت، تجارت، اور تعلیم کے مسائل کی طرف زیرکانہ و روزافزوں توجہ بڑھتی جاتی تھی۔ ایک صاحب جودت وٹاریوا لیفری (اطالوی فسانۂ غم کے بانی) نے نظم ونثر دونوں میں بے باکانہ خودمختاری اور ظالمانہ اقتدار کی مقاومت کے انداز کو انتہائی کمال کو پہنچا دیا تھا۔ الیفری نہ خود سیاسی معاملات میں کوئی صاحب فہم شخص تھا اور نہ وہ اطالیہ کے کسی واقعی سیاسی روش کا نمائندہ تھا مگر اطالیہ والوں کو اس نے جو سبق پڑھایا، اس وقت اطالیہ کو بس اسی کی ضرورت تھی، اس نے انہیں اپنی ذات اور اپنے ملک کی عزت کرنے کا سبق دے دیا اور علم ادب میں اس مردانہ وپرزور جذبہ کے ظہور نے یہ امید پیدا کردی کہ اطالوی قوم اب زیادہ دنوں تک اپنی سیاسی حالت پر قانع نہ رہے گی۔

معاشری حالت

بیرونی دنیا کو اطالیہ اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ روما کے "فورم" (جائے اجتماع عام) فلورنس کے رواق، کیپری کی بہشت اور نیپلز کے سواحل کا ویرانہ وخرابہ ہے، اس کی زندگی کے مقامی حالات کی گوناگونی پر باہر کے

لوگوں کی نظر میں بہت کم پڑتی تھیں۔ اطالیہ میں ایسے اضلاع بھی تھے جہاں کا معاشری نظم تقریباً پولینڈی طرز کی بربریت کا سا تھا، اور ایسے اضلاع بھی تھے جہاں امیر و غریب یورپ کے ہر ایک دوسرے ملک کی بہ نسبت زیادہ خوشگوار تعلقات کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ اس فرق کا انحصار زیادہ تر اس امر پر تھا کہ گزشتہ زمانے میں بلدی زندگی نے کسی حد تک اس جاگیری نظم کو مغلوب کر دیا تھا جس کے بموجب مالک مقام اپنے علاقہ کا جج و حکمران خود ہی ہوتا تھا۔ شہروں میں صاحب جائداد امرا کو جذب کر لینے میں ٹسکنی نے سب سے زیادہ اور نیپلز و سسلی نے سب سے کم زور دکھایا۔ ازمنۂ وسطیٰ میں، جب جمہوریہ فلورنس نے گرد و نواح کے امرا کو مجبور کیا کہ وہ شہری بن کر شہر کے دیواروں کے اندر رہیں تو بعض صورتوں میں اس نے امرا کو کل اقتدار و اختیار سے محروم کر دیا اور بعض صورتوں میں انہیں اپنے کاشتکاروں پر اختیار عدالتی قائم رکھنے کا مجاز کر دیا، مگر ان حالتوں میں بھی شہر کے اقتدار شاہانہ نے جاگیری تعلق کی شدت و جبر کو بہت کچھ محو کر دیا۔ فلورنس کی آزادی کے زوال کے بعد مڈیچیوں نے قدیم بادشاہیوں کی نقالی میں ان لوگوں کو مارکوئیس اور کاونٹ کے خطابات عطا کئے جنھوں نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی اور اس عطائے منصب کے ساتھ مقامی اقتدار بھی موروثی طور پر بخش دیا، مگر ان نئے تنظیمات نے ملک کی زندگی میں کچھ مضبوط جڑ نہ پکڑی اور خاندان لورین (۱۷۴۹) کے پہلے آرچ ڈیوک کے قانون نے صاحب جائداد امرا کو محض دیہات کے شرفا کی حیثیت میں بدل دیا۔ علاقے بہت بڑے بڑے نہیں تھے، رائج الوقت زرعی نظم اس وقت کی طرح "مزارعت" کا تھا، یعنی زمیندار اور کاشتکار میں شراکت ہوتی تھی۔ حسب رواج کاشتکار کا قبضہ ارضی مستقل ہوتا تھا اور پیداوار میں زمیندار کا حصہ ہوتا، اور وہ مویشی اور سامان کشتکاری کا ایک جزو مہیا کرتا تھا۔ ٹسکنی میں اس "مزارعت" کے حالات کاشتکاروں کے لئے بغایت مفید تھے، اور اگر ایک سہل انگیز و روشن خیال حکومت کے

تحت میں خوش فکری کی دہقانی زندگی ہی سلطنت کا مآل کار ہو تو پھر آٹکینی کو بہت ہی نادر و نایاب خوش حالی حاصل تھی۔

نیپلز و سسلی۔

نیپلز اور سسلی کی حالت اس سے بہت ہی مختلف تھی یہاں شہری زندگی کی ترقی کبھی اس درشت فرمانروائی پر اثر انداز نہ ہوئی تھی جسے بیرنون نے ان وسیع قطعات ارض پر جاری کر رکھا تھا جو متمدن دنیا سے علیحدہ تھے۔ ۱۷۳۵ء میں جب چارلس سوم تخت نشین ہوا تو اس نے دیکھا کہ پورے پورے صوبے ایسے تھے جہاں سلطنت کی طرف سے معدلت گستری کا مطلق کوئی انتظام نہیں تھا امرا کے جاگیری حقوق انتہائی حد تک آزاردہ تھے اور عوام کی بربریت بعض شہروں میں حد غایت کو پہنچی ہوئی تھی۔ بادشاہی کے دو ہزار چھ سو قصبوں اور دیہاتوں میں سے صرف پچاس ایسے تھے جو جاگیری اقتدار کے تابع نہ ہوں۔ نیپلز کے پندرہ میل پرسان جنیرو دی پالما کے علاقہ میں ۱۷۸۶ء تک صرف بیرن کے عہدہ دار ہی وہ اشخاص تھے جو مکانوں میں رہتے تھے اور دو ہزار کاشتکار پھوس کے چھپروں میں سوتے تھے علہ ۱۷۳۰ء سے ۱۷۵۹ء تک

علہ۔ گلانٹی "انتشار سسلی": Descrizione dell' Sicilia کہ اہل سینیم اور اہل لوکینا اس قدر ہولناک منظر نہیں پیش کر سکتے تھے کیونکہ وہاں جاگیری قواعد نہیں تھے"۔ غالباً گلانٹی کی کتاب اس بے اندازہ کام کا بہترین تصور پیدا کرتی ہے جو اٹھارویں صدی کی شاہی کو اس اصول کے خلاف انجام دینا پڑتا تھا جسے وہ بیجا طور پر "جاگیری حکومت کی بلا" کہتا ہے۔ اٹھارویں صدی میں بہت آگے تک یورپ کے زیادہ پس ماندہ ملکوں میں جاگیری طریق کی تکمیل و مصیبت کا صحیح اندازہ واقعی زندگی کے ان ضربات کے مطالعہ کے بغیر نہیں ہو سکتا جن کا خاکہ ان چشمدید شاہدان نے کھینچا ہے کا سلری (۸-۲۱۷) میں ۱۸۱۰ء کی سسلی کا ایک بہت اچھا گمنام بیان موجود ہے۔

جب کہ نیپلز کا تاج چارلس کے زیب سر رہا تو خود اس نے اور اس کے بعد اُس کے کمزور جانشین فرڈینینڈ چہارم کے وزرا تنوسی اور کارائچوی نے انصاف و انتظام کے معاملہ میں سلطنت کے اقتدار کو نافذ کیا اور امرا کے بعض نہایت ہی تکلیف دہ جاگیری حقوق کو منسوخ کیا مگر ان کے یہ قوانین اگرچہ نہایت ہی لبرلانہ اور انگریزی معیار کے مطابق تو انقلابی تھے، مگر جو معاشری نظم صوبوں کی ناقص حکومت و بد انتظامی پر مبنی ہوا ہے یہ قوانین بھی دو نسلوں تک نہ بدل سکے۔ انقلاب فرانس کے آغاز کے وقت دونوں سسلی کی بادشاہی کا حال وہی تھا جو اس وقت بھی ہے یعنی یہ ایک ایسی سرزمین تھی جس میں دولت و جائداد کی عدم مساوات بہت بڑھی ہوئی تھی۔ یہاں بہت بڑے بڑے علاقے ستم شعار و بد دماغ مالکوں کے ہاتھوں برباد ہو رہے تھے اور کسانوں کی کیفیت یہ تھی کہ نفع بخش حرفت یا قانون کے منصفانہ و باضابطہ نفاذ کے نہ ہونے سے ان کی طبیعتوں میں کچھ تربیت نہیں آئی تھی اور اس لئے انھیں وحشی صفت اور متعصب پادریوں سے بہتر کوئی رہبر نہیں ملتا تھا۔

بقیہ حصص اطالیہ میں حالات زندگی

ٹسکنی، پڈمانٹ اور نیپلز کے طرزوں کے اندر ہی مختلف مقامات پر مختلف نوع کے تھے۔ پڈمانٹ جو اپنے قومی جذبات اور اپنی حب الوطنی میں اطالیہ کی دوسری سلطنتوں سے بہت بڑھا ہوا تھا، وہ معاشری حیثیت سے سب سے پیچھے رہنے والوں میں تھا۔ یہ پادریوں، امیروں اور

سپاہیوں کا ملک تھا، جہاں کام کے ایک بے کیف مقررہ طریق پر چلنے اور ہر طرح کی جدتِ خیال و اخلاق کے دبائے جانے سے، شاعر الیفری کے ایسے اعلیٰ ارباب ذہن و فکر کو اپنا وطن چھوڑ کر کوئی اور آزادتر سرزمین تلاش کرنا پڑی۔

اطالیت اور بوناپارٹ کے ادعات اور اصلی ارادے۔

انقلاب کے ابتدائی برسوں میں، فرانسیسی جوشیلوں نے یہ کوشش کی تھی کہ اطالیہ کے خاص خاص شہروں میں انجمن قائم کرکے وہاں انقلاب کو وسعت دینا مگر اسے کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ البتہ نیپلز کے اعلیٰ طبقات کے نوجوانوں میں آزادی کی کچھ تحریک پیدا ہوئی کیونکہ یہاں ملکہ میری کیرولائن کے زیر اثر حکومت اب رجعت پسند ہو گئی تھی۔ تورن اور لمبارڈی کے بعض دوسرے شہر بھی فرانسیسیوں کے طرفداروں سے خالی نہیں رہے تھے، مگر سیوائے کی ایسی عام بددلی آپس کے مشرق جانب کہیں نہیں تھی۔ ۱۷۹۶ء اور ۱۷۹۲ء کی شورانگیزی گزر گئی اور اطالیوں کو آزادی یا قومی خودمختاری نصیب نہ ہوئی۔ بوناپارٹ کو جب فوج کی کمان حاصل ہوئی، اس وقت اطالیہ میں جمہوری جذبات کا وہ جوش و خروش ناپید ہو چکا تھا جس کی انقلابی جنگ کے اولین سرگروہوں میں کچھ کمی نہ تھی، اور ہول و تخویف کے جو مدبر باقی رہ گئے اور انھوں نے اطالیت میں عہد سے

حاصل کرلیئے وہ "حقوق انسان" اور "حریت اقوام" کے فقروں کا محض مذاق کرتے تھے۔ بوناپارٹ اطالیہ میں یہ صدا لگاتا ہوا داخل ہوا کہ وہ اطالوی آزادی کو بحال کردے گا مگر اس کا قطعی مقصد یہ تھا کہ وہ اطالیہ کو فرانس کے خالی شدہ خزانہ کو معمور کرنے کا ذریعہ بنائیگا۔ نظامت سے اس نے جو مراسلت کی اس سے غارت و فریب کاری کا یہ سوچا سمجھا طریق جس میں سپہ سالار اور حکومت دونوں ایک دل تھے بہت وضوح کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے۔ دوسرا سوال کہ شمالی اطالیہ میں جو علاقے فتح ہوگئے ان کا انجام کیا ہوگا اس کے متعلق بوناپارٹ اور نظامت میں کوئی مفاہمت نہیں ہوئی تھی، اور درحقیقت اس معاملہ میں ان دونوں کے مقاصد مخالف یکدگر تھے۔ نظامت یہ چاہتی تھی کہ لمبارڈی کو فتح کرکے آسٹریا کو دیدے اور اس کے عوض نشیبی ندرلینڈ لے لے، بوناپارٹ کے ذہن میں کم ازکم یہ خیال ضرور تھا کہ ایک اطالوی سلطنت کا قائم ہوجانا ممکن ہے، اور اس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ آسٹروی لمبارڈی کو یا شمالی اطالیہ کے کسی دوسرے حصہ کو ایک جمہوری سلطنت بنادے جو فرانس کے لیے ایک بیرونی فوجی چوکی کا کام دے۔

بوناپارٹ نے آسٹروی اور سارڈینوی فوجوں کو علٰحدہ کردیا۔ اپریل ۱۷۹۶ء

۱۷۹۶ء کی مہم کا آغاز ماہ اپریل میں ان پہاڑیوں کے اندر ہوا جو نائیس و جنیوا کو ملانے والی ساحلی سڑک کے اوپر واقع تھیں۔ بوناپارٹ کی فوج میں چالیس ہزار آدمی تھے، اور اس کے مقابلہ میں بیولو کے تحت میں اڑتیس ہزار آسٹروی اور اس سے کچھ کم سارڈینوی تھے، یہ فوجیں پڈمانٹی اپینیائنیز کے اوپر اس طرح جمائی گئی تھیں کہ پڈمانٹ کو جانے والی ساحلی سڑک کے راستوں کو روک دیں اور فرانسیسی اگر مشرق کی طرف جنیوا کے خلاف بڑھ جائیں تو ان کے عقب کو خطرے

میں ڈال دیں، پڈمانٹ کی فوجیں اپنی رسد وغیرہ ٹیورن سے حاصل کرتی تھیں اور آسٹریا کی فوجیں مینٹوا سے، ان دونوں فوجوں کو علیحدہ کر دینے کا اثر یہ ہوتا کہ انہیں مجبور ہو کر بازگشت کے ایسے راستوں پر ہٹنا پڑتا جو انہیں ایک دوسرے سے بعید اور بعید تر کرتے جاتے۔

بوناپارٹ نے اپنی پیش بینی سے یہ سمجھ لیا تھا کہ ان دونوں فوجوں کو الگ کر دینے کا اثر سارڈنیا کی حکومت پر کیا پڑے گا۔ چار روز تک وہ علی التواتر مانٹینوٹ اور ملیسیمو پر حملے کرتا رہا تا آنکہ اس نے خود اپنی فوج کو اس حد پر پہنچا دیا کہ وہ مخالفین کے وسط میں آپڑی۔ بعدازاں تھوڑی فوج آسٹریا پر نظر رکھنے کے لئے چھوڑ کر باقی تمام فوج سے وہ اہل پڈمانٹ پر ٹوٹ پڑا اور ان کو اس حد تک پیچھے ہٹا دیا کہ وہ ٹیورن سے تیس میل رہ گئے۔ خود دارالسلطنت میں شورش ہو جانے کے اندیشہ سے حکومت خوف زدہ ہو گئی اور اس نے (۲۰ اپریل) کو مقام کراسکو میں بوناپارٹ کے التوائے جنگ کو قبول کر لیا اور کونی، سیوا اور ٹرانٹو کے قلعے (جو اطالیہ کے داخلہ پر حاوی تھے) فرانسیسیوں کے حوالے کر دئے۔ یہ حوالگی نہایت زبون تھی کیونکہ ٹیورن پر اس

سارڈنیا سے التوائے جنگ وصلح۔

سے قبل قبضہ نہیں ہو سکتا تھا کہ آسٹری اپنی پوری قوت کے ساتھ واپس آجاتے مگر بوناپارٹ نے اپنی فتح کے اثر کا بہت صحیح اندازہ کیا تھا التوائے جنگ کے بعد ہی فرانس و سارڈنیا میں جلد تر معاہدہ صلح ہو گیا اور سیوائے، جمہوریہ فرانس کو حوالہ کر دیا گیا جس سے بوناپارٹ کو آسٹریوں کے تعاقب کے لئے پوری آزادی مل گئی اور اسے یہ پریشانی لاحق نہ رہی کہ اس کے عقب میں یورپ کے نہایت ہی مستحکم قلعوں میں سے بعض قلعے واقع ہیں۔

سارڈنیا سے مراسلات میں بوناپارٹ نے قصبہ ولنزا کی حوالگی کا اس بنا پر مطالبہ کیا کہ دریائے پو پر سے بحفاظت گزرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اس سے آسٹریا

کے سپاہ سالار بیولو کا خیال اس طرف گیا کہ وہ اپنی فوجیں اسی نقطہ پر جمع کرے، وہ اسی خیال میں رہا ادھر بوناپارٹ دریا کے جنوبی کنارے سے لگا ہوا دفعتہً مشرق کی طرف چل پڑا اور بیولو جس جگہ اس کا انتظار کر رہا تھا اس سے پچاس میل پیچھے مقام پیازنسا پر دریا کو عبور کر گیا۔ یہ بڑی نمایاں کارروائی تھی۔ آسٹریوں کے وسائل آمد و رفت خطرے میں پڑ گئے اور آسٹری سپہ سالار کو ملان اور اس سے مغرب کے تمام حصہ ملک کو چھوڑ کر ایڈا کے خطوط پر پیچھے ہٹنا پڑا۔ بوناپارٹ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا اور دسویں مئی کو بمقام لوڈی، آسٹریوں پر حملہ کر دیا۔ اپنے خاص سپاہیوں کے آگے ہو کر، اس نے بذات خاص لوڈی کے پل پر تاخت کی اور اسے لے لیا۔ یہ جنگ آسٹریوں کے لئے اس قدر تباہ کن ثابت ہوئی کہ وہ دوسرے معرکہ کے خطرے میں پڑنے کی ہمت نہ کرسکے اور مینٹوا اور خط منسیو پر پلٹ گئے[1]

جسر لوڈی ۱۰ مئی۔

---

[1] مراسلات نپولین، جلد اول۔ صفحہ ۲۶۰ بوٹا مقالہ ستشم مراسلات کرنل گریہم (برطانوی اتاچی) ہمراہ فوج آسٹریا) دفاتر سلطنت ہائے اطالوی جلد ۵۷۔ ان نہایت اہم خطوط سے، جن کا آغاز ۱۹ مئی سے ہوتا ہے، اس تفرقہ اور شک و شبہ کا اظہار ہوتا ہے جو اول ہی سے آسٹری فوج میں برپا تھے۔ "خود بیولو کے سپہ سالاروں نے اس کے ساتھ موافقانہ اتحاد عمل نہیں کیا، پڈمانٹ والوں نے تو اور بھی کم ایسا کیا وہ ان پر یہ الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اس وجہ سے شکست کھا جانا چاہا کہ جب صلح کا وعدہ گزشتہ جنوری میں ہوا تھا وہ وقوع میں آجائے گا" بیولو اپنے ان سپہ سالاروں پر ہمیشہ سے زیادہ غضبناک تھا جو اس کے تجاویز کی ناکامی کا باعث ہوئے۔ اس نے کہا کہ ان میں سے نوبزدل تھے۔ میرا یقین ہے کہ ان میں سے بعض اس معاملے کی نسبت اچھا خیال نہیں رکھتے تھے" ۱۵ جون "اکثر عہدہ دار اپنے کو اس خیال سے تسکین دیتے ہیں کہ شکست سے صلح ہو جائے گی اور دوسرے مایوسی

(بقیہ بر صفحہ دیگر)

بوناپارٹ، ملان میں، استحصالات

بوناپارٹ اب (۱۵ مئی) کو فاتحانہ شان سے ملان میں داخل ہوا۔ اس کے پرشکوہ فتوحات اور اطالیہ کی دوستی کے متعلق اس کے سرگرم اظہار خیالات نے اس آبادی میں ایک جوش پیدا کر دیا جو اب تک آسٹروی حکومت کی معاند نہیں تھی۔ ایک نئی سیاسی تحریک کا آغاز ہو گیا۔ فرانسیسی فوج کے ساتھ فرانسیسی جمہوریت کے وہ تمام طرفدار بھی آموجود ہوئے جو اطالیہ کے دوسرے حصص سے خارج کر دئے گئے تھے۔ ملان میں جو مختصر سا انقلابی عنصر پہلے سے موجود تھا، اس کے ساتھ مل کر ان لوگوں نے جرائد اور وطن پرستانہ جلسوں کے ذریعہ سے ایک نئی رائے عامہ پیدا کرنا شروع کر دی۔ بوناپارٹ کے حق میں یہ نہایت ہی مفید تھا کہ لمبارڈی کے اضلاع میں اعلیٰ طبقات کے اندر ایک انقلابی فریق مرتب ہو جائے کیونکہ فرانسیسی فوج کی یورشوں نے کسانوں کو برافروختہ کر دیا تھا، اور خود بوناپارٹ کی کارروائیاں بھی ایسی نہ تھیں جن سے اسے تمام تر نکو خواہی حاصل ہو سکتی۔ نظامت کی طرف سے اسے جو ہدایات ملے وہ نہایت ہی سادے تھے۔ اس کے داخلہ ملان کے بعد ان ناظموں نے اسے یہ لکھا تھا کہ "جو شے بھی ہمارے لئے مفید ہو سکے اور سیاسی حالت جس کے انتقال کی اجازت دیے، ان میں سے اطالیہ میں کچھ بھی باقی نہ چھوڑو"۔ اس قسم کے حکم کے مطلب سمجھنے میں بوناپارٹ کو اگر کچھ شک بھی رہا ہو تو سال ماسبق میں بلجیم اور ہالینڈ کے فنون لطیفہ کے کاموں کی لوٹ نے اس پر یہ اچھی طرح واضح کر دیا ہو گا کہ اس حکم کا لفظ بہ لفظ

(بقیہ صفحہ گذشتہ)
کا اظہار کرتے ہیں"۔ ۲۵ جولائی۔ بیولو نے گریہم سے یہ کہا کہ اگر جنگ لوڈی کے بعد بوناپارٹ بڑھتا آتا تو وہ سیدھے مینٹوا میں داخل ہو جاتا۔ مدافعت کی تیاریاں بعد میں ہوئی تھیں۔

پورا کرنا مقصود ہے۔ پس عطیہ آزادی کے صلہ میں، اہل ملان سے یہ خواہش کی گئی کہ وہ اپنے نجات دہندوں کو دو کروڑ فرانک پیش کریں اور اپنے گرجوں اور رواقوں کے نقش و نگار میں سے انہیں حسب دلخواہ انتخاب کر لینے دیں۔ التوائے جنگ کے عوض میں ڈیوک پارما اور ڈیوک موڈینا سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے وہاں سے چالیس بہترین تصاویر حوالہ کریں اور آمدنی کے حسب حال زر نقد بھی دیں۔ ڈیوک اور شہر کے لوگوں نے اپنے حصے کی رقمیں بخندہ پیشانی دے دیں مگر لمبارڈی کے کسان جن کے مویشی اس فوج کے ضروریات کے لئے لے لئے گئے تھے جو اپنے کسی سامان کے بغیر کوچ کر رہی تھی وہ مسلح ہو کر لڑنے کے لئے تیار ہو گئے وہ پیویا میں جا پڑے اور راستہ میں جتنے فرانسیسی سپاہی ملے سب کو قتل کر ڈالا۔ یہ شورش فوراً ہی دبا دی گئی اور شہر پیویا تاراج کے لئے وقف کر دیا گیا۔ اطالیہ کے حریت پسند فریق کی خاطر سے اس تحریک کو پادریوں اور امیروں کی سازش قرار دیا گیا۔

اب وسطی اطالیہ کا راستہ بوناپارٹ کے سامنے کھلا ہوا تھا، روما اور نیپلز کی ایسی حالت نہ تھی کہ وہ کچھ مقاومت کرتے مگر فرانسیسی سپہ سالار نے نہایت صحیح بصیرت سے اس وقت تک کے لئے اس ضعیف شکار کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا جب تک کہ آسٹریا کی فوج جو اب شکستہ ہو چکی تھی بالکلیہ میدان سے خارج نہ کر دی جائے۔ اپینا ینز کو قطع

جنگ منیسو ۲۹ رمئی	کرنے کے بجائے بوناپارٹ، منیسو کے آسٹروی مستقرات کی طرف بڑھ گیا۔ اسے یہ مناسب معلوم

ہوا کہ برسیا پر قبضہ کر کے متصلہ مملکت وینس کی غیر جانبداری کی خلاف ورزی کر گزرے۔ بیولو نے اسی کی تقلید کی اور خلیج گرڈا کے پائین میں پسچیرا پر قبضہ کر لیا، اور اس طرح خلیج منٹوا سے آگے منیسو کے تمام طول و عرض پر قابض ہو گیا۔ ایک جنگ ہوئی اور آسٹروی خلیج و قلعہ کے درمیان میں شکست کھا گئے۔ بیولو کی قوت نے جواب دے دیا۔ وہ اب میدان

میں دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا اور اپنی فوج کو اطالیہ سے نکال کر ٹرول میں لے گیا۔ اور مینٹوا کو فرانسیسیوں کے تصرف کے لیئے چھوڑ گیا۔ فاتح کی پہلی فکر یہ تھی کہ وینس سے اس جرم کا معاوضہ وصول کرے کہ اس کی مملکت آسٹروی ضلع کی مشرقی و مغربی حدوں کے درمیان کیوں حائل ہے بوناپارٹ نے ایسا ظاہر کیا گویا وہ یقین کرتا تھا کہ خود اس کے بریسیا پر قبضہ کرنے کے قبل اہل وینس نے بیولو کو پشچیریا کے قبضہ کی اجازت دیدی تھی، وینس سے جو ایلچی اس خیالی جرم کی معذرت کے لیئے آئے ان سے اس نے بہت ہی خوفناک تہدیدی الفاظ استعمال کیئے۔ وہ جمہوریہ وینس سے روپیہ وصول کرنے کا عزم بالجزم کر چکا تھا، وہ ورونا پر قبضہ کرنے اور آئندہ کی زیادتیوں کے لیئے بھی کسی حیلہ کی تلاش میں تھا۔ اس نے (۷ سرجون کو) نظامت کو لکھا تھا کہ "میں نے قاصداً یہ مناقشہ برپا کیا کہ اگر آپ وینس سے پچاس ساٹھ لاکھ فرانک لینا چاہیں تو لے سکیں۔ اگر آپ کے کچھ اور قطعی ارادے ہوں تو بہتر ہے کہ اس تنازعہ کو قائم رکھا جائے"۔ جس ارادے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ذلت انگیز منصوبہ تھا کہ نذرلینڈر کے عوض میں وینس کو آسٹریا پر قربان کر دیا جائے۔ یہ کارروائی ان تجاویز پر مبنی تھی جنھیں تھیوگٹ سنہ ۱۷۹۳ع سے جانتا تھا۔[1]

آسٹروی اب اچھی طرح لمبارڈی سے خارج ہو چکے تھے،

---

[1] تھیوگٹ، خلاصہ، جلد اول صفحہ ۱۰۷ تھیوگٹ اور سنٹ پیٹرس برگ کے آسٹروی سفیر لڈوگ کوبنزل کے درمیان اسی منشا کی مراسلت حروف میں ۹۳-۱۷۹۲ع میں ہوئی تھی جون سنہ ۹۴ع میں تھیوگٹ جب بلجیم میں تھا اس وقت لڈوگ نے وینس کو ایک خفیہ مراسلہ روانہ کیا جو خفیہ حروف میں نہیں تھا۔ بڈھے پرنس کانز، (سابق وزیر) نے یہ سنا کہ سنٹ پیٹرزبرگ سے کوئی قاصد آیا ہے اس نے ایک آمر مطلق کی طرح وزارت خارجہ میں اس مراسلہ کا مطالبہ کیا، مراسلہ اسے دیدیا گیا۔ اس راز کو الوداع جو گزشتہ ایک برس تک اس قدر شک سے محفوظ رکھا گیا تھا،

اور بونا پارٹ کو اب جنوب اطالیہ کی طرف دست شفقت دراز کرنے
کی آزادی حاصل تھی۔ وہ کلیسا کے ممالک میں داخل ہو گیا اور بولونا سے
پاپا کے وکیل کو نکال دیا۔ فرڈیننڈ جس نے تھوڑے ہی زمانہ قبل شاہ کشوں
کے ملعون گروہ کے خلاف اپنے غیظ و غضب میں
زمین و آسمان کو سر پر اٹھا لیا تھا، اس نے اب اس
میں دانشمندی سمجھی کہ نپولین کا ہاتھ روک دے کم از کم

نیپلز سے التوائے جنگ ۶ ر جون۔

اس وقت تک کے لیئے تو ضروری ایسا کرے کہ آسٹریوں کی حالت ایسی
ہو جائے کہ وہ لمبارڈی میں پھر جنگ جاری کر سکیں۔ اس نے خود اپنی
بادشاہی کے خلاف مخاصمات کے ملتوی کر دینے کی استدعا کی نیپلز
کے بیڑے اور اس کے سواحل کی وجہ سے اسے فرانس و انگلستان
کی کشاکش میں اہمیت حاصل تھی، اور بونا پارٹ نے التوائے جنگ
کے لئے بادشاہ کو آسان شرائط عطا کر دیئے۔ (برخلاف ازیں)
پوپ کو چند مہینوں کی عارضی صلح حاصل کرنے کے لئے فریرا، رومنا
اور اینکونا کے قبضہ کی اجازت دینا پڑی۔ اور اپنے فاتحین کے
ضروریات، علمیت، ذوق اور نکوکرداری کے تسلیم کرنے کے لیئے
اسے دو کروڑ فرانک، پانچسو مسودات، سو تصاویر، اور مارکس اورلیس بروٹس
کے مجسمات ہدیہ پیش کرنا پڑے۔ بولونا میں پوپ کی حکمرانی
غیر ہر دلعزیز تھی، اور بونا پارٹ نے عوام کی حکومت کے قائم ہونے تک
اختیارات جس سینات کو تفویض کر دیئے تھے، اس نے بخوشی تمام
جمہوریۂ فرانس کی وفاداری کا حلف اٹھایا اب صرف ٹسکنی کی ایک
سلطنت رہ گئی تھی جس کی خبر لینا باقی تھا، درحقیقت ٹسکنی نے ایک برس قبل
جمہوریت سے صلح کر لی تھی مگر لگھارن میں انگریزی سوداگروں
کے جہازات و سامان یقیناً اچھے شکار تھے، اور اس حیلہ سے کہ
انگریزوں نے فرانسیسی جھنڈے کی توہین کی ہے اور انھیں سزا دینا
ہے بونا پارٹ نے لگھارن پر تاخت کر دی، اور اس کے ورود کے قبل جو

چیزیں ہٹا نہ لی گئیں تھیں ان سب پر قبضہ کر لیا۔ فرانسیسی جب لگھارن میں ایک مرتبہ جم گئے تو پھر انھوں نے اس کے خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ پس ڈیوک اعظم کے ساتھ تعلقات کو متوازن کرنے کے لئے انگریزوں نے جزیرہ البا میں اس کے بندرگاہ پورٹو فریرو پر قبضہ کر لیا۔

اسی اثنا میں مینٹوا کا بھی محاصرہ ہو گیا، اور وسطی اطالیہ میں ایک مختصر سی یورش کرنے کے بعد بونا پارٹ وہیں واپس آگیا۔ جولائی کے اختتام کے قریب آسٹریا کی ایک امدادی فوج ٹرول سے آگئی، تعدادی قوت کے اعتبار سے یہ فوج بونا پارٹ کی فوج سے دو چند تھی، یہ تین جیشوں میں منقسم تھی، ایک جیش کواسڈ ینوڈک کے تحت میں اسی سڑک کی طرف سے بڑھا جو خلیج گرڈا کے مغرب میں واقع تھی، دوسرے دو جیش سپہ سالار اعظم ورمسر کے تحت میں ان سڑکوں کی طرف سے بڑھے جو خلیج اور دریا ئے ریڈج کے درمیان واقع تھیں فرانسیسیوں کے لیئے خطرہ نہایت سخت تھا، ان کی فوج کے بیرونی افتادہ حصوں کو شکست ہو گئی اور وہ پیچھے ہٹا دیئے گئے۔ بونا پارٹ کے لیئے اپنے کو بچا لیجانے کی امید صرف اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ وہ اپنی تمام قوت کو خلیج کے پایئن میں جمع کر لے اور اس کے قبل کہ آسٹریا کی یہ فوجیں منیسو میں ایک دوسرے سے مل جائیں، وہ ان میں سے ایک نہ ایک پر حملہ کر کے اسے توڑ دے۔ پس اس نے فوراً ہی مینٹوا کے محاصرے کو اٹھا دیا، اور دریا کے تمام شرقی جانب سے اپنی فوجوں کو واپس لے لیا۔ ۳۰ جولائی کو کواسڈ ینوک پر حملہ ہو گیا اور وہ خلیج گرڈا کے مغرب میں مقام لونیٹو پر روک دیا گیا، ورمسر کو اپنے رفیق کی اس پسپائی کی خبر نہ تھی وہ شان کے ساتھ مینٹوا میں داخل ہوا اور پھر وہاں سے اس توقع کے ساتھ روانہ ہوا کہ بونا پارٹ کو دو آگوں میں گھیر لیگا مگر فرانسیسی اس کی آمد کے لئے تیار تھے۔ ورمسر کیسٹلیان

جنگہائے لونیٹو و کیسٹلیان جولائی و اگست ۱۷۹۶ء

میں روک دیا گیا اور اسے وہیں شکست ہو گئی اور ادھر آسٹروی فوج کے مغربی حصص بدستور لونیٹو میں رکے رہے۔ اب آسٹروی فوجوں کا ایک دوسرے سے ملنا غیر ممکن ہو گیا۔ پانچ روز کے اندر بوناپارٹ کے تدابیر اور اس کے سپاہیوں کی جانبازانہ مساعی نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو زائل شدہ معلوم ہوتے تھے اور کچھ اور زائد بھی پالیا۔ آسٹروی شکست خوردہ و بددل ٹرول میں واپس ہو گئے اور اپنے پندرہ ہزار قیدی دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔

بوناپارٹ نے اب مہم کی ابتدائی تجویز کی تکمیل کے خیال سے جرمانیہ میں بزور اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کی، ستمبر کے ابتدائی

ے ورمسر کی یادداشتیں والیوناٹ میں موجود ہیں، کلرفیٹ صفحہ ۷۷۔ ۸۔ آسٹروی صدر مقام سے گریہم کے روزانہ مراسلات میں ان کارروائیوں اور جوش مسرت کے حالت مایوسی میں دفعتہً بدل جانےکی واضح تصویر دی گئی ہے۔ یکم اگست، میں جناب والا کو یہ اطلاع دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ مینٹوا کا محاصرہ اٹھا لیا گیا، فرانسیسی گزشتہ شب میں غایت عجلت کے ساتھ پسپا ہو گئے،" ۲ اگست آسٹروی تمام فرانسیسی ومدموں اور توپوں پر قابض رہے (جنکی تعداد تقریباً ۱۴۰ ہے) اور ۱۹۰۰۰ گولے اور بم بھی ان کے ہاتھ آئے ہیں"۔ ۵ راگست: "آج کے انہزام نے صورت حالات کو افسوسناک طور پر بدل دیا ہے، سپہ سالار کو اسوڈینوح کا کچھ حال معلوم نہیں ہے"۔ ۹ راگست: ـــ ہماری جانب آدمیوں اور توپوں کا نقصان اس سے بہت زیادہ تھا جتنا خیال کیا گیا ہے۔ جو مصائب ہم پر آپڑے ہیں مجھے اس حد مصائب کا گمان بھی نہیں تھا"۔ ۱۱راگسٹ۔ فوج میں جو بدنظمی و بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے"۔ اگر مجھے اپنے خط کے متعلق اندیشہ نہ ہوتا (کیونکہ اس کا سامان اور علامات خفیہ نخریر غارت ہو گئے تھے) سپہ سالار ورمسر کے عہدہ داروں میں جو بددلی پھیلی ہوئی ہے اس کا صحیح نقشہ کھینچنے کے لئے مجھے مناسب الفاظ نہیں ملتے۔ سپہ سالاروں سے لے کر ادنی سپاہیوں تک سب یہی کہتے ہیں کہ ہمیں اس لئے صلح کرنا چاہیئے کہ ہم یہ نہیں

ایام میں اس نے پھر آسٹریوں کو منہزم کیا اور روویریڈو اور ٹرنٹ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر ورمسر نے یہ کوشش کی کہ جنوب کی طرف حرکت کر جائے اور فرانسیسیوں کو پہاڑوں میں بند کر دے، لیکن ادھر تو وہ ناکافی فوج کے ساتھ برنٹا اور اڈج کے درمیان کارروائی کر رہا تھا، اُدھر وہ جرمانیہ سے منقطع کر دیا گیا اور خود گرفتار ہونے سے صرف اس طرح بچا کہ اپنی شکستہ حال فوج کو لے کر منٹوا میں داخل ہو گیا۔ اب ٹرول کی طرف سے ہو کر جرمانیہ کا راستہ کھلا ہوا تھا، مگر اپنی کامیابیوں کے دوران میں بوناپارٹ کو یہ معلوم ہوا کہ مورو اور ژردان کی شمالی فوجیں جن کے ساتھ مل کر وہ کارروائی کرنا چاہتا تھا، پوری سُرعت کے ساتھ پیچھے ہٹی جاری تھیں۔

مورو اور ژردان کا حملہ جرمانیہ پر۔ جون۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

جولائی اور اگست کے مہینوں میں، وادیٔ ڈینیوب کے اندر مورو کی پیش قدمی کو برابر فوجی و سیاسی کامیابی حاصل ہوتی رہی شہنشاہی کی مدافعت آرچ ڈیوک چارلس کو تفویض ہوئی تھی، اس نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ مورو اور ژردان سے علٰحدہ علٰحدہ مقابلہ کرنے کے قابل دو فوجیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) جانتے کہ جنگ کس طرح کریں۔

۱۸ راگست نہ صرف سپہ سالار اعظم بلکہ سپہ سالاروں کی بہت بڑی تعداد حقارت اور مضحکہ کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔" ۲۰ راگست ۱۷۹۶ء "میں جب یہ کہتا ہوں کہ مجھے قطعی تمسخر کی مثالیں ملی ہیں تو میں اس میں کوئی مبالغہ نہیں کرتا۔" ۲۹ر کے احکام میں یہ درج تھا کہ ۲۹ر کے حملے کے قبل سپاہیوں کو شراب تقسیم ہو گی مگر شراب کے مانٹی بالڈو تک لیجانے میں کچھ دشواری تھی، اسپہ سالار بایولٹزی نے یہ کہا کہ اس میں کچھ حرج نہیں ہے سپاہیوں کو بعد میں نقد دے دیا جائیگا۔ سپاہیوں نے صبح کو حملہ کرنے کے لیے چھ بجے شام کو بغیر شراب کے کوچ شروع کیا اور بعد میں ان کو چار چار کروئزر دیدیئے گئے۔ یہ واقعہ ہے جس کی میں تصدیق کر سکتا ہوں۔ دورانِ جنگ میں میں نے دیکھا ہے کہ جو عہدہ دار ضروری پیغام لے کر بھیجے جاتے تھے وہ پیدلوں کی طرح چلتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے گھوڑے بھوک سے مر رہے ہیں اور وہ ان کو ہلاک نہیں کر سکتے۔"

میدانِ جنگ میں لا سکے، اس لیے اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ مورو کے سامنے سے نرمبرگ کی طرف پیچھے ہٹتا جائے اور وارٹنسلبن کو جو دریائے مین پر ژردان کے بالمقابل کارروائی کر رہا تھا، اسے بھی یہ حکم دے دیا کہ وہ بھی اسی جانب کو ہٹتا آئے تاکہ مورو ابھی کچھ دور ہی رہے کہ دونوں فوجیں مل کر اپنا پورا زور ژردان کے خلاف صرف کر دیں۔ آرچ ڈیوک کی تجویز کو انجام کار میں کامیابی حاصل ہوگئی مگر اس سے چھ ہفتوں کے لیے جرمانیہ کا ملک فرانسیسی نوجوں کے لیے کھل گیا اور یہ ظاہر ہوگیا کہ شہنشاہی کا فوجی نظم کس درجہ ابتر ہے، اور جرمانیوں کو ایک دوسرے سے کس قدر کم امید رکھنا چاہیئے۔ مورو کے ہاتھ سے ہر ایک خفیف سے معرکے کے سر ہونے کے بعد قرب وجوار کی کوئی نہ کوئی سلطنت عام موافقت کو چھوڑ کر بعجلت تمام فاتح سے شرائط طے کر لینا چاہتی تھی۔ ۷ ار جولائی کو ڈیوک ورٹمبرگ نے چالیس لاکھ فرانک دے کر التوائے جنگ حاصل کیا، ایک ہفتہ بعد بیڈن کثیر مقدار میں خوراک و سامان مہیا کر کے فرانسیسی سپہ سالار کی حفاظت سے متمتع ہوا۔ شہنشاہی کے حلقۂ سوبیا کے سپاہی جنھیں جنگجو آسٹروی ”کٹھ پتلی“ کہہ کر مذاق کرتے تھے وہ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے، اور مورو کا بویریا میں داخل ہوتا تھا کہ بویریا کا امدادی رسالہ بھی اپنی باری میں آرچ ڈیوک سے علٰحدہ ہوگیا۔ جن اضلاع نے سپہ سالار کو خراج ادا کیا تھا ان کے ساتھ تو مورو کے سپاہیوں نے کسی قدر مدارا برتا مگر مین کے نواح میں ژردان کی فوج نے بلالحاظ دوست و دشمن اور بلا خیال رحم ملک کو لوٹ لیا۔ انھوں نے گرجوں کو برباد کر دیا، بچوں سے بدسلوکی کی گداگروں تک کے پیسے چھین لیے۔ اس کے قبل کہ آرچ ڈیوک چارلس ضرب لگانے کے لیے طیار ہو اس ملک کے کسانوں نے بطور خود موثر جوابی کارروائی جاری کر دی تھی، یہ وہی کسان تھے جنھیں ان کی حکومت مسلح کرنے سے خوف کھاتی تھی۔ آخر الامر آسٹریوں کی رجعت قہقری رک گئی۔

چارلس نے تیس ہزار آدمی دریائے لک پر اس غرض سے چھوڑ دیئے کہ مورو سے اس کی نقل و حرکت پوشیدہ رہے اور خود ۱۷ ار نومبر کو نوبرگ سے دفعتہً شمال کی طرف پھر گیا، ایمبرگ میں وارٹنسلیبن سے جا ملا اور اسی موقع پر بہت بڑی ہوئی تعداد سے ژردان پر حملہ کر دیا۔ ژردان کو شکست ہو گئی اور وہ ابتری کے ساتھ رائن کی طرف ہٹا اور اس کے قبل کہ مورو کو اپنے رفیق کے خطرے کی خبر ہو اس مہم کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا اس کے لئے اب صرف یہی راہ کھلی رہی کہ وہ خود اپنی فوج کو ماہرانہ بازگشت سے بچا لیجائے۔ ژردان کے سپاہی جب ان اضلاع میں سے ہو کر گزرے جنھیں انھوں نے تباہ کیا تھا تو تعاقب کنندہ فوج سے انھیں وہ نقصان نہ پہنچا جو وہاں کے کسانوں کے انتقام سے پہنچ گیا۔ ۱۷۹۶ء کے موسم خزاں تک رائن کے پار ایک فرانسیسی بھی باقی نہ رہا۔ اس مہم نے آسٹریا کے فوجی جذبہ کو بحال کر دیا۔ اس سے جرمانیہ کو ایک ایسا سپہ سالار مل گیا جس پر سپاہی اعتماد کر سکتے تھے مگر اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حکومتیں کسی غیر ملک کی باجگزار بن جانے کے لئے کس قدر آمادہ تھیں اور شہنشاہی کے نصف مغربی حصہ کو فرانسیسی توابع میں بدل دینے کے لئے کس قدر کم سعی کی ضرورت تھی۔

پرشیا سے خفیہ معاہدہ، ۵ راگست

۱۷۹۶ء کے مہم کے ہر ایک تغیر قسمت کے ساتھ برّاعظم کی سیاسی رفتاریں بھی اسی طرح تغیر ہو جاتا تھا۔ جب مورو نے اپنے ابتدائی فتوحات حاصل کیے تو دربار پرشیا نے نظامت کے دباؤ سے مجبور ہو کر معاہدۂ باسل کے مشروط وقعات کے بجائے ایک قطعی قرارداد یہ کر لی کہ وہ دریائے رائن کا بایاں کنارہ فرانس کے حوالہ کر دے گی اور خود پرشیا کے لیئے یہ شرط بڑھا دی گئی کہ وہ اسقفی منسٹر کا الحاق کر کے نقصان کی تلافی کر لے۔ پرشیا شہنشاہی کے صوبوں کو خود حوالہ نہیں کر سکتی تھی وہ صرف ان کی حوالگی کی قرارداد کر سکتی تھی لیکن اس معاہدہ میں پرشیا نے قطعی طور پر شہنشاہی کی توحد کے خلاف اعلان کر دیا، اور اس طریق کو قبول کر لیا جو "کلیسائی

سلطنتوں کو دنیاوی سلطنت بنانے" کے نام سے مشہور ہے جرمانیہ کی کامل ترتیب جدید کے لئے یہ پہلا قدم تھا، یہ قرارداد شہنشاہ اور کلیسائی حکمرانان دونوں سے خفیہ رکھی گئی تھی۔ آسٹریا سے مراسلات کرنے میں نظامت کو کم کامیابی ہوئی۔ اگرچہ آسٹریا کی تباہی کے طولانی سلسلہ نے تھیوگٹ کے جنگ پر مصر رہنے کے خلاف عام شور برپا کر دیا تھا مگر اس وزیر کے عزم واستقلال میں ذرا بھی تزلزل نہ آیا اور انجام کار میں آرچ ڈیوک چارلس کی فتحمندی نے شہنشاہ پر اس کا اثر اور بھی زیادہ بحال کر دیا۔ آسٹریا نے کسی ایسی مراسلت کے کرنے سے انکار کر دیا جس میں انگلستان کی شرکت نہ ہو اور فی الحال نظامت کی یہ کوششیں بے برگ و بار رہ گئیں کہ انگلستان کو دول براعظم سے علیحدہ و منفرد کر دیا جائے۔ یہ نہیں تھا کہ تھیوگٹ کو اس کی امید یا فکر تھی کہ نذرلینڈز میں آسٹریا کی اس قسم کی حکومت بحال ہو جائے جو انگلستان کے براعظمی حکمت عملی کا اولین مقصد تھا بلکہ اس کی رائے میں فرانس کا نذرلینڈز کو چھوڑ دینا، آسٹریا کے لئے اس وجہ سے ضروری تھا کہ یہ بویریا کے حصول کا ایک قدم تھا جو حکومت وائنا کی بڑی محبوب تمنا تھی۔ نظامت کی اس تجویز کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ آسٹریا، بویریا کا الحاق کر لے اور وہاں کے حکمراں کو بلجیم یا کوئی دوسرا ملک بطور معاوضہ کے ندے۔ فرانس کی ان مشفقانہ صلاحوں کے سننے کے لئے تھیوگٹ آمادہ نہیں ہوتا تھا، اسے ملکہ کیتھرائن سے فوری امداد کا وعدہ حاصل ہو گیا تھا، اسے یقین تھا کہ جمہوریت جو پہلے سے صلح کے لئے مضطرب تھی اسے دیرپا استقامت سے مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے تمام فتوحات سے دست بردار ہو جائے۔ اور یہی وہ مقصد تھا جس کے لئے ۱۷۹۶ء کے موسم سرما میں ان مقامات کے خلاف پیاپے فوجیں روانہ کی جا رہی تھیں جہاں نپولین ہنوز نامفتوح مینٹوا کے شمال میں اپنا دستۂ محافظ قائم کئے ہوئے تھا[1]

---

[1] ۱۷۹۶ء میں آسٹریا کی حکمت عملی کے متعلق مجھے غالب صداقت یہی معلوم ہوتی ہے۔

آرچ ڈیوک کی فتحیابی نے خود انگلستان میں صلح کے توقعات پیدا کر دیئے۔ فرانس، اسپین اور ہالینڈ سے تجارت کے ضایع ہو جانے کی وجہ سے جنگ غیر مقبول ہو گئی تھی، اور صلح کے لئے درخواستیں روزانہ پارلیمنٹ میں پہنچتی رہتی تھیں۔ پٹ شائع الوقت جذبات سے اس قدر دب گیا کہ اس نے نظامت سے مراسلات جاری کر دیئے اور لارڈ مامزبری کو پیرس روانہ کر دیا مگر پٹ جس شرط پر مصر تھا یعنی ندرلینڈز کا آسٹریا کو واپس دیدینا، اس سے اتفاق باہمی غیر ممکن ہو گیا، اور جوں ہی پٹ کے شرائط نظامت کو معلوم ہوئے، معاً مامزبری کو پیرس کے چھوڑ دینے کا حکم دیدیا گیا۔

مامزبری کا پیرس کو بھیجا جانا، اکتوبر ۱۷۹۶ء۔

تاہم یہ مراسلات پٹ کی جانب سے محض حیلہ سازی نہیں تھے۔ اس کے ذہن میں یہ قطعی خیال جم گیا تھا کہ فرانس کے وسائل ختم ہو چکے ہیں اور لمبارڈی ورائن کے فتح کر لینے کے باوجود نظامت کو یہ محسوس ہو جائے گا کہ وہ اس قدر کمزور ہے کہ جنگ کو جاری نہیں رکھ سکتی۔ انقلابی مالیات کی ابتریوں اور مصیبت وتباہی کی مبالغہ آمیز اطلاعوں کے درمیان، پٹ اس امر کے سمجھنے سے قاصر رہ گیا کہ جن تغیرات کی وجہ سے کسانوں کو اپنی اراضی ومحنت پر کامل قدرت حاصل ہو گئی تھی، اور بہت سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مگر اس کے مخالف خیالات ہاسر جلد دوم باب ۱-۳ اور ہوفر کی تصنیف آسٹریا در پرشیا صفحہ ۱۴۲ میں ملیں گے۔ تھیوگٹ نے ۱۷۹۳ء میں یہ ظاہر کیا تھا کہ انگلستان کا لحاظ کر کے اس نے بویریا کے مبادلہ کا خیال ترک کر دیا ہے، لیکن اس کے بعد ہی بہت جلد اس نے یہ اقرار کر لیا کہ وہ پھر شاہ پرشیا پر اس کے منظور کر لینے کے متعلق زور دے رہا ہے مگر یہ بھی کہا کہ یہ ایک حیلہ ہے جس سے پرشیا اس پر راضی ہو جائے کہ آسٹریا اس کے بجائے فرانس کے ایک وسیع قطعہ کا الحاق کر لے۔ ایڈن، ستمبر ۱۷۹۳ء، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۳۴۔ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاملات سفارتی میں صداقت کا پتہ چلانا کس قدر دشوار ہے۔

نیم برباد علاقے متوسط درجہ کے کام کرنے والے چھوٹے چھوٹے
زمینداروں کے ہاتھ میں آگئے تھے، ان تغیرات نے پیداوار کو
بے اندازہ بڑھا دیا تھا؎۱ انقلاب کے قبل فرانس کے جو کچھ بھی وسائل
رہے ہوں اب باغلب وجوہ وہ دوچند سے زیادہ ہو گئے تھے۔
فرانس کی اقتصادی تباہی کے متعلق پٹ کا یقین بالکل بے بنیاد تھا،
اور یہی ایک بنا اس کے اس خیال کی ہوسکتی تھی کہ نظامت بغیر لڑے

؎۱ تاہم دوران ہول و تخویف میں لارڈ الجن کے جاسوسوں میں ایک جاسوس نے ایک سلسلہ
حیرت انگیز رپورٹوں (اطلاعوں) کا بھیجا یا اس سے حکومت کو انتباہ ہو گیا تھا۔ فرانس میں
اس قدر کاشت کبھی نہیں ہوئی جس قدر اس قدر ہو رہی ہے۔ ایک ایکڑ زمین بھی ایسی
نہیں ہے جس میں بیج نہ بوے گئے ہوں۔ صرف وہ زمین مستثنیٰ ہے جس پر متخاصم فوجیں
لڑ رہی ہیں، یہ تمام کاشت نتیجہ ہے نظما کی حکومت کا، جو لوگ کاشتکاری پر رضامند نہ تھے،
ان نظماء نے انھیں بھی کاشت اراضی پر مجبور کر دیا ہے۔
الجن نے پیرس سے سرحد بلجیم تک جاسوسوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا تھا انقلابی حکام نے
انہیں سے ہر شخص کو گرفتار کرلیا۔ اسوقت الجن اتفاق سے مذکورہ بالا تحریر کے لکھنے والے سے
ملاقی ہوا (جس کا نام پوشیدہ رکھا گیا ہے) اور اسے سوئزرلینڈز کی سرحد پر پہنچا
دیا۔ یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسا شخص تھا جو ملکی و فوجی دونوں نظم و نسق سے
پوری طرح آگاہ تھا، ظاہر یہ ہوتا ہے کہ اس نے ہر ایک فرانسیسی سے جو سوئزرلینڈ میں
داخل ہوا گفتگو کی تھی اور دورہول و تخویف میں جو رپورٹیں انگلستان میں پہنچیں، ان میں اس
کی رپورٹ میں سب سے بہتر واقعیت موجود تھی، جس سے ان شاہ پرستوں کی تردید ہوتی
تھی جو یہ کہتے تھے کہ جنگ صرف خوف و وہشت کے ذریعہ سے قائم رکھی گئی ہے۔ اس لئے
انگریزی حکومت کو اس امر سے تنبیہ کر دیا تھا کہ فرانسیسی قوم من حیث المجموع انقلاب کی
جانبدار ہے اور یہ صاف کہدیا تھا کہ رابسپیر اور دوسرے ارباب ہول اور تخویف کے زوال
سے جنگ کے جاری رہنے میں کوئی فرق نہ پڑے گا۔ یہ رپورٹیں اگر پڑھی گئی تھیں تو معلوم
ہوتا ہے کہ حکومت نے ان کی طرف مطلق التفات نہیں کیا۔

ہوئے بلجیم کو دے دے گی، مگر فرانسیسی حکومت اگر اس کے اس مطالبہ پر کان دھرتی تو اس سے عجب تر کوئی فعل نہ ہوتا۔

تاہم نظامت اگرچہ بلجیم کی حوالگی کے متعلق کچھ سننا نہیں چاہتی تھی مگر آسٹریا سے صلح کر لینے کے لئے وہ مضطرب تھی اور اطالیہ کے مفتوحہ صوبوں میں کوئی ایسی قرارداد نہیں کرنا چاہتی تھی جس سے آسٹریا کے ساتھ صلح زیادہ وقت طلب ہو جائے۔ نظامت نے بوناپارٹ کو یہ ہدایت دیدی تھی کہ وہ اطالیوں کو ان کی حکومتوں کے خلاف برانگیختہ کرے مگر اس کا مقصود یہ تھا کہ حکومتیں بیکار ہو جائیں نہ یہ کہ قومیں آزاد ہو جائیں۔ نظامت اطالیہ کی ترتیب جدید کی ہر ایک ایسی تجویز کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی تھی جس سے فرانس ان نوساختہ اطالوی سلطنتوں کی تائید کا پابند ہو جائے، لیکن اس موقع پر نظامت کی کیاویان اور بوناپارٹ کی حوصلہ مندی ایک دوسرے سے قطعاً مخالف تھیں۔ بوناپارٹ چاہتا تھا کہ اطالیہ میں ایک ایسا سیاسی نظم پیدا کر دے جو اسی کی طبیعت کے موافق ڈھلا ہوا اور اس کی تائید کے لئے اسی کے قوت بازو کی ضرورت ہو۔ نظامت کے نام

بوناپارٹ نے ایک جمہوریہ ماورائے پو قائم کر دی۔ اکتوبر ۱۷۹۶ء

ایک مراسلہ میں اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ موڈینا کی امارت کے بجائے (جہاں انقلابی تحریکات جاری ہو گئے ہیں۔) ایک دست نگر جمہوریہ قائم کر دی جائے۔ اس کے قبل کہ حکومت کو جواب دینے کا موقع ملتا اس نے ایک حکم شائع کر دیا کہ موڈینا اور رگیو، فرانسیسی فوج کے زیر حفاظت ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ڈیوک کے تمام عہدہ داروں کو معزول کر دیا (۴ / اکتوبر) چند روز بعد جب نظامت کا جواب آیا تو اس میں نپولین کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اطالوی سلطنتوں کی موجودہ ترتیب کے درہم برہم کرنے میں احتیاط برتے۔ بوناپارٹ نے اس کا جواب یہ دیا کہ موڈینا کے ساتھ بولونا اور فریرا

کے پاپائی صوبوں کو بھی ملحق کر دیا، اور اس طرح اس نے جو سلطنت قائم کی اسے "جمہوریہ ماوراے پو" کا لقب عطا کیا۔ ؏۱

آزاد اطالیہ کا خیال

یہ واقعہ کوئی غیر و قیع واقعہ نہیں تھا، یہ کہا جا سکتا ہے کہ اطالوی خود مختاری کا خیال اسی وقت سے پیدا ہوا، یہ خیال اگرچہ قوم کے عامۃ الناس کے لئے ایک غیر مانوس خیال تھا مگر یہ خیال اس قسم کی سیاسی امیدوں میں سے تھا جو کبھی ماند پڑ جاتیں اور کبھی چمک اٹھتی ہیں مگر ایک مرتبہ پیدا ہو کر پھر دنیا سے بالکلیہ رخصت نہیں ہوتیں۔ لوگوں کا ایک طبقہ جو اطالیہ کے اندر فرانسیسی جمہوریت پسندوں کے ابتدائی شور انگیزیوں سے منغص ہو کر الگ ہو گیا تھا، اس نے اب نہایت صحیح طور پر یہ رائے قائم کر لی کہ آسٹریوں پر بوناپارٹ کے مسلسل فتوحات سے اہم تغیرات کے ایک سلسلہ کا آغاز ہوا چاہتا ہے اور اس لئے وہ اب اس امید سے انقلابی تحریک میں شامل ہو گیا کہ قدیم طاقتوں کے زوال سے ملکی آزادی کی کوئی واقعی صورت نکل آئے گی۔ خواہ ابتدا میں فرانسیسی فریق بعض کرائے کے لوگوں اور جوشیلے آدمیوں ہی پر مشتمل رہا ہو مگر جب بوناپارٹ دریائے منیسو کو عبور کر کے پاپائی سلطنتوں میں داخل ہو گیا، تو پھر یہ حالت باقی نہیں رہی، خاص کر بولونا کے شہریوں

؏۱۔ مراسلات نپولین جلد دوم صفحہ ۲۸۔ تھیوگٹ نے اسی زمانے کے قریب بولونا اور فریرا کو آسٹریا سے ملحق کر لینے کی تجویز قرار دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اگر یہ نتیجہ حاصل ہو جائے تو پھر پاپائی ریاستوں پر فرانسیسیوں کا حملہ کوئی برا کام نہ ہو گا۔ دایو نات، کلر فیٹ صفحہ ۱۱۵ میں الوینزی کے نام کے ہدایات ملاحظہ ہوں۔ انھیں ہدایات میں اطالوی عین کو قید کرنے کے وہ اولین آسٹروی احکام بھی شامل ہیں جن سے آسٹریا کی مابعد کی اطالوی حکمت عملی کا آغاز ہوتا ہے۔

میں ایسے صاحب وزن وصاحب علم اشخاص موجود تھے، جنھوں نے آزاد آئینی بادشاہی کے لئے کوشش کی اور کسی حد تک اس کثیر التعداد فریق عامہ کے راستہ میں روک پیدا کردی جو محض فرانسیسی عمومیت کے فقروں کو رٹتا تھا۔ خود بوناپارٹ کے الفاظ و افعال نے نہایت ہی درخشاں امیدیں پیدا کردیں۔ موڈینا میں اس نے شہریوں کو اطالیہ کے تفرقوں کی مضرت پر خطبہ سنایا اور یہ زجر کی وہ اپنے ان بھائیوں سے متحد ہوجائیں جنھیں اس نے پوپ سے آزاد کرادیا ہے۔ موڈینا میں ۱۶ اکتوبر کو ایک موتمر کا انعقاد ہوا۔ موڈینا، رگیو، بولونا، اور فریرا کے نمایندوں نے یہ اعلان کردیا کہ وہ فرانس کے زیر حفاظت ایک جمہوریت میں متحد ہوگئے ہیں۔ انھوں نے جاگیری طبقہ امرا کو منسوخ کردیا، قومی فوج کی تیاری کا حکم دیا، اور دو مہینہ بعد رگیو میں ایک "عام مجلس" اس غرض سے طلب کی کہ اس نئی جمہوریت کا نظام سلطنت تیار کرے۔ موڈینا کے موتمر اور اس کے بعد کی مجلس رگیو (منعقدہ ۲۵ دسمبر) میں ہی یہ ہوا کہ اطالیہ کی آزادی وخود مختاری کے خیال نے پہلی مرتبہ لوگوں کی ایک معقول تعداد میں جوش پیدا کیا۔ خود بوناپارٹ نے اس معاملہ میں کس حد تک صداقت سے کام لیا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ادھر تو وہ ماورائے پو کے لوگوں کو اطالیہ کے اتحاد کی ضرورت پر خطبہ سنا رہا تھا، ادھر ملان کے لوگوں کو اس بنا پر قید کررہا تھا کہ انھوں نے اس اتحاد کو اپنے وہاں تک وسعت دینے کے لئے عام تحریک پیدا کی تھی۔ آسٹریا سے ہنوز صلح نہیں ہوئی تھی اور یہ امر غیر متیقن تھا کہ ملان سے بہترین کام لیا جاسکتا ہے۔

منٹوا ابھی مقاومت پر قائم تھا اور نومبر میں آسٹریا کی امدادی کارروائیاں پھر جاری ہوگئیں۔ آلونزی اور ڈیویڈووک کے تحت میں دو فوجیں ایڈیج اور پیاوی کی وادیوں سے نیچے کو چلیں اور بوناپارٹ کو جس کی فوج کا قلب ورونا میں تھا پھر نیا موقع مل گیا کہ اپنے دشمن کو علیحدہ

ارکولا ۱۵۔ ۱۷۔ نومبر

علیحدہ پامال کر ڈالے۔ آلونزی، پیاوی کی طرف سے آرہا تھا اور اس نے بمقام ارکولا تین دن کی جنگ میں فرانسیسیوں کو انتہائی خطرے میں مبتلا کر دیا مگر آخر میں اسے مجبور ہو کر شدید نقصان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ ڈیویڈووک کو ایڈیج پر کامیابی ہوگئی تھی مگر جب اسے اپنے رفیق کی ہزیمت کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی پیچھے ہٹ گیا۔ دو مہینے اور گذر گئے اور آسٹروی تیسری مرتبہ دریائے ایڈیج پر نمودار ہوئے، ورونا کے نیچے ایک مغالطہ ایسا کیا گیا کہ نپولین کو ریوولی سے دور ایڈج اور خلیج گرڈا کے درمیان کھینچ لینے میں تقریباً کامیابی ہوگئی اور خلیج گرڈا کے قریب آلونزی اپنی اصل فوج کے ساتھ حملہ کے لئے تیار کھڑا تھا مگر اس کے قبل کہ وقت نکل جائے آلونزی کی فوج کی قوت معلوم ہوگئی اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ اپنی فوج کے حصوں کو پیاپے ایک نقطے سے دوسرے نقطے پر پہنچا دینے سے نپولین نے آخر میں آسٹریوں کو میدان جنگ کے ہر حصے میں مغلوب کر دیا یہ آسٹریوں کی آخری کوشش تھی۔ ۲ فروری ۱۷۹۷ء کو مینٹوا کی حوالگی سے آسٹروی لمبارڈی کو فرانسیسیوں نے بالکلیہ فتح کر لیا[1] پوپ نے اب اپنے کو اس حالت میں پایا کہ ان حملہ آوروں سے اپنے معاملات کو طے کرے جن کے خلاف التوائے جنگ کے بعد بھی سازش کرنے

---

[1] ورمسر کو حکم دیدیا گیا تھا کہ جنوب جانب پاپائی ریاستوں میں پھیل جائے وہ (تھوگٹ) یہ جانتا تھا کہ یہ احکام مارشل کو پہنچ گئے ہیں مگر یہ احکام دشمن کو بھی معلوم تھے کیونکہ اسٹرلیبالڈو کی رجمنٹ کا ایک شاگرد جوان احکام کا مثنیٰ لے جا رہا تھا، قید ہوگیا تھا، اور یہ دیکھ کر وہ موم کا ایک گولہ نگل گیا ہے جس میں یہ حکم لپٹا ہوا تھا، اسے فوراً قتل کر دیا گیا اور کاغذ اس کے پیٹ سے نکال لیا گیا۔ ایڈن، جنوری ۱۷۹۷ء دفاتر آسٹریا جلد ۲۸۔ کرنل گریہیم جو ۱۰ ستمبر سے مینٹوا میں بند تھا، ۱۷ دسمبر کو بھاگ نکلا اور ورمسر اور آلونزی کے درمیان رسل و رسائل کو بحال کر دیا روولی کی جس جنگ کا حال اس نے اپنے مراسلات

سے وہ باز نہیں رہا تھا، اس کے واٹنا کے مراسلات بونا پارٹ کے ہاتھ میں پڑ گئے، اور اس نے عارضی صلح کی شکست کا اعلان کردیا اور دوبارہ پوپ کی مملکت پر حملہ آور ہو گیا۔ رومانی فوجوں نے مقاومت کا کچھ ظاہری ٹھاٹھ دکھایا مگر ملک فی الحقیقت بونا پارٹ کے رحم و کرم پر تھا جو اینکونا سے تیس میل جنوب ٹالینٹونک بڑھ آیا۔ یہاں پوپ نے اپنی اطاعت کا اظہار کیا، روما کا دربار اگر اس سے زیادہ مایوس کن حالت میں نہیں پڑا تھا، تو اس کے ساتھ یہ بھی تھا کہ بونا پارٹ سے زیادہ اعتدال پسند و شائستہ مزاج فاتح بھی اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، مسیحی تقدس کے جذبات سے بونا پارٹ اتنا ہی معرّا تھا جتنا نیرو یا ڈیا کلیشین معرّا رہے ہوں گے مگر پاپائیت کا جو اثر لوگوں کے دلوں پر تھا اس کی وہ وقعت کرتا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ فرانس کی جس حکومت کو قسیسیوں کے طبقہ کی تائید حاصل ہو گی اسے ان حکومتوں پر کس قدر وسیع فوقیت حاصل ہو گی جو اس طبقہ کے عناد کا ہدف ہوگی۔ پوپ کے ایلچیوں سے گفت و شنود میں اس نے فرانس کی حکومت عاملانہ کی زیادتیوں پر افسوس کیا اور کلیسا کو خود اپنی حفاظت و ہمدردی کے وعدے سے تسلی تھی۔ صلح کے جو شرائط اس نے عطا کئے ان سے اگرچہ کلیسائی مملکت میں بہت کمی آگئی لیکن درحقیقت یہ شرائط اس سے زیادہ پراز مراعات تھے جن کی توقع کا کوئی حق پوپ کو ہو سکتا تھا۔ بولونا، فریرا اور رومانیا، (Ramagha) جن پر التوائے جنگ کے شرائط کے بموجب قبضہ کیا گیا تھا انہیں اب پوپ نے حوالہ کردیا مگر روحانی اختیار کے نفاذ کے متعلق نظامت نے جو شرائط تجویز کئے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں بیان کیا ہے اس میں وہ خود موجود تھا۔

۲؎ ہم ہر لحظہ یہ سنتے ہیں کہ نیپلز کی فوج یہاں داخل ہوا چاہتی اور مذہبی جنگ کا اعلان ہوا چاہتا ہے۔ اس قسم کے واقعہ کے لئے ہر ایک طیاری ہو چکی ہے۔" گریوز بنام لارڈ گرینول، یکم اکتوبر ۱۷۹۶ء۔ دفاتر روما، جلد ۵۶۔

وہ واپس لے لئے گئے اور کچھ رقم نقد کی ادائی کے شرط کے سوا شرائط التوائے جنگ میں کوئی اور اہم اضافہ نہیں کیا گیا۔ اب جمہوریہ وینس کے آخری دن قریب آئے اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا کہ جب تمام حصص اطالیہ، فرانس کے دشمنوں کے ساتھ شریک ہو گئے تھے اس وقت وینس نے اپنی غیر جانبداری کو قائم رکھا تھا، فرانس کے ساتھ محالفہ کرنے سے اس کا انکار کرنا ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ جب تک آسٹریا کے ساتھ جنگ جاری رہی، بونا پارٹ نے مملکت وینس کو وصولی سامان سے عاجز کر دیا۔ جب صلح قریب نظر آنے لگی تو پھر یہ ضروری ہو گیا کہ وہ اس پر قبضہ کر لینے یا اسے دشمن کے حوالہ کر دینے کے لئے کوئی حیلہ تلاش کرے۔ مناقشہ کے جاری رکھنے کے لئے خود اپنے منصوبے کی تکمیل کے لئے اس نے حکومت وینس کی ایسی ایسی تذلیل اور اس کے ساتھ ایسی زیادتیاں کیں جن سے اغلب یہی تھا کہ وہ بمصداق تنگ آمد بہ جنگ آمد لڑ پڑے گی۔ آخر جب وینس نے اپنی غیر جانب داری کی حفاظت کے لئے خود کو مسلح کیا تو حملہ آور کے کارکنوں نے وینس کے بری حصہ کے باشندوں سے یہ استدعا کی کہ وہ عدیدیت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور اپنی قسمت کا پانسہ آزاد شدہ صوبہ ملان کے ساتھ ڈال دیں۔ بونا پارٹ نے وینس پر فرانس سے محالفہ کر لینے پر پھر زور دیا۔ اس سے انکار کر دیا گیا۔ اور فرانسیسیوں نے جس شورش کی تیاری کر لی تھی وہ اس کے بعد ہی شروع ہو گئی۔ برگیمو اور برشیا نے جہاں فرانس کی قلعہ گیر فوجوں نے وینس کی حکومت کو ہر طرح کی مدافعت سے محروم کر دیا تھا بغاوت کر دی اور وینس کے ساتھ ہر طرح کے ترک تعلق کا اعلان کر دیا۔ سینات نے بونا پارٹ سے فرانسیسی فوجوں کے ہٹا لینے کی استدعا کی مگر ان التجاؤں کا حاصل اس کے سوا کچھ نہ ہوا کہ اس نے پے در پے فرانسیسی محالفہ کے قبول کرنے کا مطالبہ کیا جو انقیاد و اطاعت کا محض دوسرا نام تھا۔ اہل وینس کو اس کا شبہ

بہت کم تھا مگر اب خود بوناپارٹ کے دل میں جو کچھ تذبذب تھا وہ صرف یہ تھا کہ آیا وینیشیا کے صوبوں کو وہ اپنے جمہوریہ ماورائے پو میں شامل کر دے یا ان صوبوں کو آسٹریا کو دے کر کچھ اور مقامات لیلے جن کی فرانس کو ضرورت ہو۔

آسٹریا اب اٹلی کے اندر اپنی مدافعت اس سے زیادہ نہیں کر سکتی تھی۔ مارچ کے ختم ہونے کے قبل ہی کیرنتھیا کے پہاڑی راستوں پر بوناپارٹ نے قبضہ کر لیا تھا، اس کی فوج دشمن کو دائنا والی سڑک پر دباتی ہوئی چلی گئی۔ تاآنکہ بھاگنے والے اور بھگانے والے دونوں دار الصدر سے اسی میل کے اندر پہنچ گئے۔ ۷راپریل کو لیوبن نے التوائے جنگ کی درخواست کی۔ یہ درخواست منظور ہو گئی۔ صلح کے لئے گفت و شنید ہونے لگی[1] بوناپارٹ نے وینس کے شہر

---

[1] صلح کے لئے شور و غل بہت بلند و سخت ہو گیا ہے۔ ایک ایم۔ ڈی تھیوگٹ کے سوا تمام وزراء اور جو لوگ شہنشاہ کے حضور میں باریاب ہوتے ہیں، سب اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ یہ بھی کوششیں کی جارہی ہیں کہ شہنشاہ کو شورش کے خوف سے ڈرا دیا جائے۔ ان مصائب کے درمیان ایم تھیوگٹ اپنے استقلال پر قائم ہے، اور امراء اور بے شمار پریشان کن مخالفین کی متحدہ آواز کے خلاف جو اس پر زور ڈال رہے ہیں، وہ برابر جد و جہد کر رہا ہے" ایڈن یکم اپریل ''فوج میں اس قدر انتشار برپا ہے کہ اس کا یقین نہیں ہو سکتا۔ اگر بوناپارٹ ادھر وینا کی طرف اپنی ترقی جاری رکھتا تو اس میں کسی قسم کا شک نہیں کیا جاتا کہ وہ بغیر مخالفت کے اس جگہ میں داخل ہو جاتا لیکن اس مبادرت کے بجائے اس کا رک جانا اور آسٹریوں کو چھ دن کا موقع دیدینا کہ وہ اپنے خوف کو رفع کر دیں اور اپنے مدافعات طیار کر لیں یہ ایک ایسا امر ہے جس کی کوئی توجیہ قیاس میں نہیں آسکتی"۔ ۱۲راپریل۔" اس نے (دمیک نے) کہا کہ جب اس جگہ کو دشمن سے خطرہ لاحق ہوا تو جس وقت شہنشاہ اپنے وزیر سے صلاح و مشورہ کر رہا تھا ملکہ دفعتہً اس کے پاس آپڑی، خود اس کے قدموں پر گر پڑی اور بچوں کو بھی۔

کوتوہیں مگر وینس کے صوبوں کو شہنشاہ کے سامنے پیش کر دیا۔ ۱۸ اپریل کو
لیوبن میں صلح کے مبادی پر دستخط ہو گئے جس کے بموجب ندرلینڈز
اور دریائے اوگلیو سے مغرب کے حصہ لمبارڈی کے عوض میں بوناپارٹ
نے خفیہ طور پر یہ اتفاق کر لیا کہ وہ دریائے اوگلیو سے مشرقی جانب مملکت
وینس کا تمام حصہ اور نیز ساحل ایڈریاٹک پر اس کے صوبجات استریا
اور ڈالمیشیا کو آسٹریا کے حوالہ کر دے گا۔ اس غارت گری کے فعل پر
پردہ ڈالنے کے لئے ایک حیلۂ ظاہری یہ کیا گیا کہ اس کے عوض میں
بولونا اور رفیرا وینس کو دیدے جائیں گے[1]

فرانسیسوں کا وینس میں داخلہ

لیکن ابھی اور بدتر صورت پیش آنے والی تھی، بوناپارٹ ابھی لیوبن
میں مجلس مشاورت ہی کر رہا تھا کہ ورونا میں ایک شورش برپا ہو گئی اور
تین سو فرانسیسی سپاہی جن میں دارالشفا کے بیمار بھی شامل تھے عوام
کی زیادتی سے نذر اجل ہو گئے۔ وینس کے سینیات
نے اپنے اظہار تاسف اور اطمینان دہی کے لئے
بوناپارٹ کے پاس ایلچی بھیجے۔ اس گفتگو کے درمیان
ہی یہ خبر آئی کہ وینس کے قلعدار نے ایک فرانسیسی جہاز پر گولہ باری کر دی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کے قدموں پر ڈال دیا اور اسی طرح شہنشاہ کو اس مراسلت
کے جاری کرنے پر مصمم کر دیا جس کا انجام اپنے حلیف کو اس شرمناک طوق پر
چھوڑ دینے پر ہوا" ۱۶ اگست، دفاتر۔ آسٹریا، جلد ۴۹۔ ۵۔ تھوگٹ نے
بعد کو لارڈ منٹو سے یہ کہا کہ اگر پانچ لاکھ پونڈ نقد اس کے ہاتھ آجاتے جس سے
وہ وائنا کے بنک کے مطالبات کا انصرام کر دیتا تو جنگ جاری رہتی اور
اس صورت میں اس کا یقین یہ تھا کہ وہ بوناپارٹ کی فوج کو گھیر لیتا۔

[1] جیسا کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے رائن کے صوبوں کی حوالگی، مبادی
میں داخل نہیں تھی۔ مراسلات نپولین، جلد دوم صفحہ ۴۹۷۔ ہوفر صفحہ ۲۵۹، بعد کے
مراسلات کے جزئیات اسی میں ملیں گے۔

اور جہاز کے کچھ ملاح ہلاک ہو گئے۔ بونا پارٹ نے ایلچیوں کو اپنے حضور سے نکال دیا اور کہا وہ ایسے لوگوں سے کوئی معاملت نہیں کر سکتا جن کے ہاتھوں سے فرانسیسیوں کا خون ٹپک رہا ہو۔ جنگ کا ایک اعلان شایع کیا گیا اور سینات پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ ۱۲۸۲ء کے سسلی والے قتل عام کو دوبارہ وقوع میں لانا چاہتی تھی۔ بونا پارٹ کا منشاء جس اضطراب کے پیدا کرنے کا تھا وہ اس سے فوراً ہی برپا ہو گیا۔ حکومت نے خود کو اس کے رحم کے حوالہ کر دیا۔ بونا پارٹ نے ظاہر یہ کیا کہ وہ عدیدیت کے بجائے وینس میں عمومی حکومت قائم کرے گا۔ اس کے شرائط قبول کر لئے گئے۔ سینات نے یہ منظور کر لیا کہ جمہوریت کا قدیم نظام سلطنت ساقط کر دیا جائے، اور وینس میں ایک فرانسیسی فوج متعین رہے۔ ۱۲ رمئی کو مجلس عظمیٰ نے خود اپنی برطرفی کی رائے دیدی۔ صلح موکد ہو گئی۔ معاہدہ کے مشہرہ عام شرائط میں یہ اعلان کیا گیا کہ فرانس اور وینس کی جمہوریات میں دوستانہ رہے گا۔ وینس کا اقتدار اعلیٰ شہریوں کی جماعت کے ہاتھ میں ہوگا اور نئی حکومت جس وقت یہ اعلان کر دے گی کہ اسے اب فرانسیسیوں کی مدد کی ضرورت نہیں رہی، اسی وقت یہ فوج ہٹ جائے گی۔ خفیہ دفعات میں ایک رقم کی ادائی اور حسب معمول فنون لطیفہ کی حوالگی کے شرائط قرار دیئے گئے۔ اقطاع ملک کے تبادلہ کے متعلق ایک غیر معین بیان اس غرض سے داخل کر دیا گیا کہ وینس کے بڑے حصہ ملک کی حوالگی اور بقیہ مملکت وینس کے ساتھ بولونا و فریرا کا اتحاد اس کے ضمن میں آجائے۔ بونا پارٹ، وینس کو فرانس کے جس وداد و مجالعہ کے عطا کرنے کے لئے اس درجہ مضطرب تھا اب اس کے ثمرات ظاہر ہونے لگے۔ اس نے وینس کی نئی حکومت کو یہ لکھا تھا کہ "ان کی حریت کو مستحکم ہونے اور اس بدقسمت ملک اطالیہ کو غیر دل کی حکومت سے آزاد ہوتے دیکھنے کی مجھے جیسی خواہش ہے ان کا ثبوت دینے

کے لئے میرے امکان میں جو کچھ ہوگا اسے کروں گا تاکہ آخر الامر یہ ملک دنیا کی ایسا طرپرشان کے ساتھ اپنی جگہ لے سکے اور فطرت، قسمت اور خود اس ملک کے محل وقوع کا جو اقتضا ہے اس کے مطابق وہ دوبارہ اقوام عظمیٰ کی صف میں کھڑا ہو سکے"۔ یہ تو وینس کے لئے تھا، فرانس کی نظامت کے لئے بونا پارٹ کے پاس دوسرا ہی قصہ تھا، (۱۹ر مئی کو) اس نے لکھا تھا کہ "اس معاہدے کے موکد کرنے میں میرے متعدد اغراض تھے یعنی شہر میں بغیر دشواری کے داخل ہو جانا، سلاح خانہ اور تمام دوسری چیزوں کو اپنے قبضہ میں کر لینا تاکہ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہو خفیہ دفعات کے حیلے کے زور سے انہیں لے لیں، .... معاہدہ لیوبن کے مبادی سے جو ناگواری لاحق ہوتی تھی اُن سے بچ نکلیں۔ ان دفعات کے لئے عذرات ہاتھ آجائیں اور ان کے نفاذ میں سہولت ہو"۔

فرانسیسیوں کا جزائر یونان پر قبضہ کر لینا۔

مخالفہ وینس کے ثمر اولین کے طور پر بونا پارٹ نے کارفو اور دیگر جزائر یونان پر قبضہ کر لیا۔ اس نے سپہ سالار گنٹیلی کو لکھا کہ جس قدر عجلت و پوشیدگی سے ممکن ہو آپ روانہ ہوں اور لیوانٹ میں وینس کے تمام مستقرات پر قبضہ کریں .... اگر باشندے خود مختاری کی طرف مائل ہوں تو آپ انہیں اس کی چاشنی دیتے رہیں اور اپنے کسی اعلان میں یونان، ایتھنز، اور اسپارٹا کے حوالوں کو نظر انداز نہ کریں"۔ اس غنیمت میں یہ فرانسیسیوں کا حصہ تھا۔ لیکن اپنے جزائر، اپنے سواحل اور اپنے قدیمی اطالوی اقطاع ملک کے نکل جانے پر بھی وینس اطالیہ کا ایک ممتاز و سربرآوردہ شہر رہ سکتا تھا، اسے اب فرانس کے لئے رائن کے صوبے حاصل کرنے کے لئے قربان کر دیا گیا۔ بونا پارٹ، ملان کے نواح میں واپس آگیا تھا اور قصبہ مانٹیبلو میں اس نے آسٹریا کے ایلچی ڈی گیلا سے

ملاقات کی۔ معاہدہ لیوبن کے مبادی سے خواہ مخواہ ایک معنی پیدا کر کے

وینس کے آسٹریا کو دئے جانے کی تجویز۔

بوناپارٹ نے سرحد راین کا دعویٰ کیا اور اطالیہ کو نہ صرف وینس کے بڑی اقطاع ملک بلکہ خود شہر وینس دیدینا چاہا۔ ڈی گیلو راضی ہو گیا۔ گفت وشنود میں جن اسباب سے بھی تعویق ہوئی ہو، ان سے بحث نہیں مگر وینس کو اس طرح دغا دینے کے لئے بوناپارٹ نے عزت یا مروت کسی خیال سے جھوٹوں بھی اظہار افسوس نہ کیا۔ اس نے ۲۶ رمئی کی شب کو نظامت کو یہ لکھا کہ "آج ہم نے قطعی معاہدے کے متعلق اپنی پہلی بزم مشورت منعقد کی اور مسائل ذیل پیش کرنے پر اکتفا کیا۔ راین کا خط فرانس کے لئے ہو۔ سالزبرگ اور پاسو شہنشاہ کے لئے ہوں .... جرمانی جماعت قائم رہے .... وینس شہنشاہ کے لئے ہو۔ راس امید کے دریافت ہو جانے اور ٹرسٹ وانیکونا کی ترقی کے بعد سے وینس پر زوال آرہا ہے اور ہم نے جو ضربات اس پر لگائے ہیں ان سے اب اس کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ اس کے بزدل و بے بس آبادی حریت کی کسی طرح سزاوار نہیں ہے، ملک اور دریا اس کے پاس نہیں ہیں پس یہ ایک طبعی امر ہے کہ جس شخص کو ہم نے بڑا حصہ ملک دے دیا ہے وینس بھی اس کے پاس جائے"۔

وینس کی قسمت کا جو فیصلہ تیار ہو رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے اس کی بہن جمہوریہ جنیوا کے ساتھ فیاضانہ سلوک ہوا۔ ایک انقلابی تحریک نے (جسے فرانسیسی سفیر نے بہت دنوں سے طیار کیا تھا) قدیم عدیدی حکومت کا تختہ الٹ دیا مگر عمومی خیال اور فرانسیسیوں سے ہمدردی آبادی کے طبقۂ متوسط سے نیچے نہیں پہنچی تھی، اور جب حکومت نے خود اپنی حمایت کو ترک کر دیا تو کوئلہ جلانے والے اور بندرگاہوں کے مزدور اس کی مدافعت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرانسیسی فریق پر "میریا کی عمر دراز" کے شور کے ساتھ حملہ کر دیا اور اپنے مخالفوں کے فرانسیسی سہ رنگ نشان کے مقابلہ میں اپنی ٹوپیوں پر "مریم عذرا" کی تصویر لگائی۔ مذہبی جنون کو اس دن فتح حاصل ہو گئی

قدیم حکومت بحال کر دی گئی، اور کچھ فرانسیسی جنھوں نے اس مقاتلہ میں شرکت کی تھی، قید خانے میں ڈال دیئے گئے۔ فرانسیسیوں کے قید کئے جانے سے بونا پارٹ کو مداخلت کا موقع مل گیا۔ اس نے حکومت کے بدلنے کی ہر طرح کی خواہش سے انکار کیا اور صرف یہ مطالبہ کیا کہ اس کے اہل ملک رہا کر دیئے جائیں اور فرانس کے دشمن گرفتار کئے جائیں، مگر فرانسیسی ایلچی فیپولٹ کے ساتھ عدیدیت کو الٹ دینے کا انتظام مدتوں سے ہو چکا تھا اور (۵؍ جون کو) جنیوا کو ایک عمومی دستور سلطنت عطا کیا گیا جس نے فرانس کے دوستوں کو با اقتدار بنا دیا۔

فرانس، ۱۷۹۶ء میں

ادھر بونا پارٹ، قصبۂ مانٹیلو میں اپنا دربار لگا کر معاہدہ لیوبن کے مبادی کی بنا پر آسٹریا سے گفت و شنود کر رہا تھا، ادھر خود فرانس میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن سے اسے اس جمہوریت کی حکومت میں براہ راست دخل دینے کا موقع مل گیا۔ جس انتخاب کی رو سے مجلس وضع قوانین کے ثلث ارکان کی جگہیں از سر نو پر ہونے والی تھیں وہ ۱۷۹۷ء کے موسم بہار میں واقع ہوا۔ اس وقت ملک کے خیالات بہت کچھ ویسے ہی تھے جیسے ۱۷۹۵ء میں تھے، جب کہ کونسل کی ان جگہوں پر جنھیں مجلس عارضی نے اپنے لئے محفوظ نہیں کر لیا تھا شاہ پرستوں کا ایک بہت بڑا عنصر منتخب ہو گیا تھا، فرانس زیادہ معقول اور زور دار حکومت کا خواہاں تھا۔ نظامت نے یہ ضرور کیا تھا کہ حلف نہ اٹھانے والے پادریوں اور واپس آنے والے جلاوطنوں کے خلاف قوانین کو بے نفاذ چھوڑ دیا تھا، مگر سرکاری انتہا پسندوں کے انداز و روایات حکومت کے اندر بدستور اپنا کام کر رہے تھے۔ نظاء خود سب کے سب شاہ کشوں میں سے تھے۔ بادشاہ کے قتل کی یادگار اب بھی ایک قومی دعوت سے منائی جاتی تھی۔ چھوٹے بڑے تمام عہدے ان لوگوں کے قبضہ میں تھے جنھوں نے انقلاب میں عروج حاصل کیا تھا۔ فرانس کے تمام امرا و شرفا زندگی عامہ

میں حصہ لینے سے خارج تھے۔ پس ۱۷۹۷ء کے انتخابات انقلاب کی اس طبقاتی حکمرانی اور اس طریق کے خلاف بمنزلہ تعرضات کے تھے جس نے ملک کو چند ناظموں اور سپہ سالاروں کے رحم و کرم پر اسی طرح چھوڑ رکھا تھا جس طرح وہ پہلے مجلس عارضی کی کمیٹی کے رحم و کرم پر تھا چند بار بعض سازشوں کے ساتھ بہت کثرت کے ساتھ ایسے لوگ منتخب ہو گئے تھے جو بظاہر شاہ پرست کہلاتے تھے مگر فی الواقع وہ اعتدال پسند آئینی تھے اور ان کی خواہش صرف یہ تھی کہ انقلاب کے اس حصہ کو پلٹ دیں جس نے قوم کے پورے پورے طبقات کو سیاسی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔

نظامت کا فریق مخالف

تشریعی جماعت میں اس قسم کے فریق نے بالطبع نظامت کے زیادہ شدت پسند حصے کے خلاف فریق مخالف کی حیثیت پیدا کر لی۔ جو ناظم ۱۷۹۷ء میں اپنے عہدے سے ہٹا اس کے بجائے آئین پسند بارتھیلمی کا انتخاب ہو گیا جس نے معاہدہ باسل کی گفتگو کی تھی۔ کارنٹ جو عہدے پر قائم رہ گیا تھا وہ بھی فریق مخالف کی طرف ہو گیا کیونکہ اسے بجا طور پر یہ خوف تھا کہ نظامت کی حکمرانی جلد تر خود بوناپارٹ کی حکمرانی ہو جائیگی۔ جدید ایوان میں پہلے مباحثے تارکان وطن سے متعلقہ قوانین کے بارے میں ہوئے۔ دوسرا مباحثہ نپولین کے اطالیہ میں فرمانروایانہ اختیار کے غصب کر لینے کے متعلق ہوا۔ ۲۳ رجون کو معاملات وینس و جینوا کے متعلق حصول معلومات کی ایک تحریک "مجلس پنج صد" میں پیش ہوئی۔ محرک ڈیومولارڈ نے بوناپارٹ کی کارروائی کی رازداری، مجلس کے متعلق اس کے استخفاف، دوستدار سلطنتوں کے تنظیمات میں اس کے ظالمانہ و غیر جمہورانہ مداخلت کی شکایت کی۔ مجلس نے کوئی قرارداد منظور نہیں کی مگر صرف یہ امر واقعہ کہ مجلس نے اس کے کاموں کے متعلق معاندانہ نکتہ چینی کو سنا، بوناپارٹ کی نظر میں کافی وجہ تھی کہ وہ مجلس پر شاہ پرستی اور غداری کا الزام لگادے

پیرس، ریوبل، اور لاردیلیر، یہ تینوں ناظم پہلے ہی یہ تجویز سوچ چکے تھے کہ مجلس کو بزور مغلوب کر دیں۔ بوناپارٹ کے خود اپنے اغراض اس کے متقاضی ہوئے کہ وہ اپنی تائید ان کے سامنے پیش کرے۔ اگر آئین پسند فریق کو اقتدار حاصل ہو جاتا تو اطالیہ میں خود اس کے بلے دغدغہ حکومت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اگر بادبنی فریق کو کامیابی ہو جاتی تو دوسرے قسم کے لوگ سلطنت کے تمام اغراض پر قابض ہو جاتے۔ نظامت کی حکومت کیسی ہی کمزور کیوں نہ رہی ہو مگر اس سے خود بوناپارٹ کے موجودہ غلبہ کے برقرار رہنے کا یقین تھا اور یہ امید باقی تھی کہ عوام جب نظامت کے روادار نہ رہیں گے تو وہ اعلیٰ اقتدار حاصل کرلے گا۔
مجلس کی قسمت پر مہر لگ چکی تھی۔ قبضۂ بیسٹائل کی سالگرہ کے روز بوناپارٹ نے اپنی فوج کے نام ایک اعلان شائع کیا کہ شاہ پرستوں کی سازشوں سے جمہوریت خطرے میں ہے۔ ایک ضیافت منعقد ہوئی اور ہر حصّہ فوج کے افسروں اور سپاہیوں نے نظامت کے نام محضروں پر دستخط کیے جو سازشی امرا کے خلاف تہدیدات و جوش غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ بوناپارٹ نے حکومت کو لکھا کہ "فوج میں غصہ بہت بڑھا ہوا ہے، سپاہی چلا چلا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ آیا وطن واپس جانے پر انہیں یہ صلہ ملے گا کہ قتل کر دئیے جائیں کیونکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ تمام محبان وطن سے یہی سلوک ہونے والا ہے۔ خطرہ ہر روز بڑھتا جاتا ہے اور ناظم صاحبان! میرا خیال ہے کہ آپ کو ادھر یا ادھر ایک فیصلہ کر لینا چاہیئے۔" اس قسم کے زجر کے بعد ناظموں کو فیصلہ کرنے میں کوئی مشکل باقی نہیں رہی مگر ان کی ہمت بلند کرکے بوناپارٹ خود پردے میں چھپ گیا اور ایک طوفان انگیز جیکوبن ہسیہ سالار آگیرو کو پیرس بھیج دیا کہ اگر ناکامی ہو تو اس کا خطرہ اور ارتکاب جرم کی ناگواری وہی برداشت کرے۔ مگر مجلسو کے فریق غالب یا خطرے میں پڑے ہوئے دونوں نظار کا رنٹ اور

بارتھیلیمی کسی کی بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مدافعت کی کارروائی کیونکر اختیار کریں۔ ۱۳ دسمبر (۱۷ فرکٹیڈور) کو آگیرو کی فوجوں نے ٹولیرز کو گھیر لیا۔ بارتھیلیمی، للسمبرگ میں گرفتار ہوگیا۔ کارنٹ اپنی جان بچا کر بھاگا۔ دوسرے روز صبح کو مجلسوں کے ارکان جلوس بنا کر ٹولیرز کی طرف چلے مگر سپاہیوں نے انہیں یا تو گرفتار کر لیا یا منتشر کر دیا۔ سہ پہر میں مجلسوں کا فریق قلیل اس غرض سے جمع ہوا کہ آگیرو اور تین دیگر نظار نے جن کارروائیوں کا عزم کر لیا تھا ان کی تصدیق کر دیں۔ مجلس وضع قوانین کے پچاس ارکان اور جرائد کے چالیس نامہ نگاران مالکان اور مدیران پر جلا وطنی کا حکم صادر کیا گیا۔ اڑتالیس صوبوں کے انتخابات منسوخ کر دیئے گئے، پادریوں اور جلاوطنوں کے خلاف قوانین کی تجدید کی گئی، اور نظامت کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس جریدے کو چاہے بند کر دے۔ اس ضرب ناگہانی کو شاہ پسندوں کی سازش کا انطفا قرار دیا گیا۔ یہ ضرور تھا مگر اس سے کچھ زائد بھی تھا۔ یہ جملہ آئینی حکومت کا دبا دینا تھا اور سرگروہ لشکر کی مطلق العنانی اختیار کرنے میں صرف ایک قدم کی کسر رہ گئی تھی۔

آسٹریا کے ساتھ صلح پر دستخط ہو گئے۔ ۱۷ اکتوبر

آسٹریا اور انگلستان کے ساتھ مراسلات میں اس تحریک کا اثر فوراً ہی ظاہر ہوا۔ لارڈ مامزبری اب پھر فرانس میں تھا اور صلح کی معاملت میں اسے معقول کامیابی کی امید نظر آئی کیونکہ معاہدہ لیوبن کے مبادی نے حوالگی ندرلینڈز کے متعلق انگلستان کی مخالفت کو رفع کر دیا تھا۔ دوسری طرف آسٹریا نے اپنی گفتگو کو طوالت دیدی کیونکہ لیوبن میں جن ممالک کی حوالگی کی قرارداد ہوئی تھی، بونا پارٹ نے ان پر مینٹوا اور صوبہ جات رائن کے اضافہ کا دعویٰ کر دیا تھا۔ کاونٹ لڈوگ کوبنزل سفیر آسٹریا متعینہ سنٹ پیٹرسبرگ وہ شخص تھا جس نے پولینڈ کی آخری تقسیم میں اپنے آقا کے اغراض کو بڑی ہی خوبی سے محفوظ رکھا تھا۔ یہی شخص اب اطالیہ میں آسٹریا کے سفیرانِ خاص کا صدر تھا اور وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ بونا پارٹ کو

اُن شرائط پر واپس لائے جو مبادی (لیوبن) میں مقرر ہوئے تھے یا اطالیہ میں آسٹریا کے لئے مزید اقطاع ملک حاصل کرے۔ پیرس میں جیکوبن کی فتح نے فرانسیسی سرگروہ کی طبیعت کو جس قدر بلند کر دیا تھا اسی قدر آسٹریوں کو پست کر دیا تھا، بوناپارٹ یہ عزم کئے ہوئے تھا کہ وہ ایسی صلح کرے جو بالکلیہ اسی کی صلح ہو اور اس کا امکان صرف اسی طرح تھا کہ آگیرو؛ جو رائن کی فوج کے ساتھ عنقریب جرمانیہ پر حملہ کرنے والا تھا، بوناپارٹ اس سے سبقت لے جائے۔ وینس کو بوناپارٹ کی اس ذاتی ہوس پر قربان کیا گیا۔ نظما اس امر پر رضامند تھے کہ آسٹریا وینس کی مملکت کا ایک جزو لے لے مگر خود وینس کی مجوزہ حوالگی کی انھوں نے ممانعت کر دی تھی۔ چند ہفتوں کے اندر اندر رائن کی فوج کے بڑھنے سے فرانس، اس قابل ہو جاتا کہ وہ جو شرائط چاہتا قبول کرا لیتا مگر فرانس یا اطالیہ کا کوئی خیال و لحاظ ایسا نہیں تھا جو بوناپارٹ کو اس امر پر راغب کر سکتا کہ وہ صلح کی شاندار عزت میں کسی اور کو شریک و سہیم بنائے ۱۷ اکتوبر کو اس نے کیمپو فارمیو کے مختتم معاہدے پر دستخط کر دئیے، جس سے فرانس کو رائن کی سرحد مل گئی اور ایڈج کے پار کی وینسی مملکت اور خود وینس دونوں شہنشاہ کے ملک میں داخل ہو گئیں۔ ایک وقت کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وائنا اور پیرس دونوں جگہ اس معاہدے کو باطل قرار دے دیا جائے گا۔ تھیوگٹ نے اس کے خلاف تعرض کیا کیونکہ اس معاہدے کی رو سے مینٹوا اور صوبجات رائن تو حوالہ کر دیے گئے مگر آسٹریا کو پاپائی صوبے حاصل نہ ہوئے اور صرف شہنشاہ کے حکم قطعی پر اس کی توثیق کی۔ دوسری طرف، نظامت نے، وینس کی حوالگی کو بُرا کہا مگر بوناپارٹ کے خوف اور دل کے چور کی وجہ سے نظمار بوناپارٹ کے بے بس شریک جرم بنے رہے، اور عامۂ قوم فرانس صلح ہو جانے سے اس قدر مسرور و مخمور ہو گئی تھی کہ اسے صلح کی ان شرائط مرتبہ سے کچھ بھی کراہت

نہ معلوم ہوئی۔[1]

معاہدہ کیمپو فارمیو ۱۷، اکتوبر

معاہدہ کیمپو فارمیو کے مشہورہ عام دفعات کے مطابق شہنشاہ نے لمبارڈی اور ندرلینڈز کے آسٹروی مقبوضات فرانس کو حوالہ کردیئے اور اس امر پر اتفاق ظاہر کیا کہ آسٹروی لمبارڈی، وینس مقبوضہ واقع مغرب دریائے ایڈج اور جدید سلطنت ماورائے پو کے اضلاع مشتملہ ان سب کو ملا کر ایک "جمہوریہ ماورائے آلپس" قائم کردی جائے۔ فرانس نے جزائر یونان کو لے لیا اور آسٹریا نے شہر وینس کو بشمول آسٹریا و ڈالمیشیا اور وینس کے اقطاع برّی واقع مشرق دریائے ایڈج سب لے لئے فرانس اور "مقدس رومانی شہنشاہی" کے درمیان صلح کے موکد کرنے کے لئے یہ قرار دیا گیا تھا کہ ایک موتمر راسٹاٹ میں منعقد ہو مگر ایک خفیہ دفعہ میں یہ طے کر دیا گیا تھا کہ شہنشاہ یہ کوشش کرے گا کہ ایک ٹکڑے کو چھوڑ کر جس میں پرشیا

[1] "رسائل" (Traites) جلد ششم صفحہ ۴۲۰، تھیوگٹ۔ خلاصہ

ان خطوط سے اس زمانہ کے جرمانی مدبروں کا جوش و خروش ظاہر ہوتا ہے جو ان میں بہت ہی نایاب تھا اور نیز تھیوگٹ کے اخلاق کے اعلیٰ جانب کا بھی ان سے اظہار ہوتا ہے۔ یہ مشہور عام قصہ کہ آخری نشست میں بوناپارٹ نے کوبنزل کے ظرف کو ان الفاظ کے ساتھ توڑ ڈالا کہ "اسی طرح میں آسٹروی بادشاہی کو پارہ پارہ کروں گا" یہ محض ایک افسانہ ہے۔ کوبنزل نے خود اس موقعہ کا جو بیان دیا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔ "دو راتوں کو نہ سونے کی وجہ سے بوناپارٹ کی طبیعت پریشان ہوگئی تھی اور شراب کا شربت پیالے پر پیالہ پیا جاتا تھا۔ جب میں نے نہایت سکون کے ساتھ تشریح کی تو وہ غصہ سے مشتعل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مبادی صلح کے طور پر جو بیان دیا تھا اس کے نیچے اس طرح اپنا دستخط کھینچ دیا کہ پڑھا نہ جاتا تھا اور ہم لوگوں کے دستخطوں کا انتظار کئے بغیر اس نے منتشار ہی کے کمرے میں اپنی ٹوپی پہن لی اور چلا گیا جب تک کہ وہ سڑک پر نہ پہنچ گیا وہ اس طرح برا بھلا بکتا رہا جسے صرف نشہ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے حالانکہ کلارک اور اس کے بقیہ ہمراہیوں نے جو ایوان میں اس کے ساتھ موجود تھے حتی المقدور اسے روکنے کی کوشش کی۔ اس کا برتاؤ ایسا تھا گویا وہ دارالمجانین سے بھاگ کر آیا ہے خود اس کی فوج کے تمام لوگ اس پر متفق ہیں۔"

کے امارات کلیو دگلڈرز بھی شامل ہوں گے، رائن کا بقیہ تمام بایاں
کنارہ فرانس کو مل جائے۔ اس معاملہ میں فرانسیسی حکومت نے کیا ہی
بامذاق دو طرفہ کارروائی کی، اس نے اسی ضلع کے عوض میں پرشیا
سے اسقفی منسٹر کا وعدہ کرلیا تھا اور اب اس نے آسٹریا سے یہ
اقرار کرلیا کہ پرشیا کو کسی قسم کی وسعت نہ ملے گی اور ظاہر یہ کیا کہ جو
ملک واقع کنار رائن فرانس کو دیا جانے والا تھا، اس سے پرشیاوی
امارتوں کو خارج کردیا گیا۔ آسٹریا سے سالزبرگ کی خود مختار اسقفی اور
بویریا کے اس حصہ کا وعدہ کرلیا گیا جو ان اور سالزا کے درمیان واقع
تھا۔ صوبجات رائن سے جو دیناوی حکمران بے دخل کئے گئے تھے
ان کو ایک تجویز کے موافق جو باتفاق فرانس مرتب کی جاتی، شہنشاہی کے
اندر معاوضہ دیا جانے والا تھا۔

آسٹریا کا جرمنی کو قربان کردینا

معاہدہ کیمپو فارمیو سے فرانس کو یہ فوائد حاصل ہوئے
کہ اسے ندرلینڈز اور صوبجات رائن پر وسعت ہوگئی
اور ایک دست نگر جمہوریہ کی شکل میں اسے لمبارڈی، موڈینا اور پاپائی
صوبوں کا علی الحاق حاصل ہوگیا مگر یہ تمام فوائد وسیعہ اس کی شاندار
کامیابیوں کے اعتبار سے کچھ زیادہ نہ تھے لیکن آسٹریا کی صورت
حال بالکل دوسری تھی ۱۷۹۶ء میں آرچ ڈیوک کی مہم کے سوا گزشتہ
تین برس کی جنگ آزمائی میں آسٹریا کو سوائے مسلسل تباہیوں کے اور
کچھ ہاتھ نہ آیا تھا۔ بایں ہمہ، معاہدہ کیمپو فارمیو سے آسٹریا کو جس قدر
نقصان ہوا، اسی قدر نفع بھی ہوگیا۔ دور افتادہ ندرلینڈز و ملان کے
بجائے اسے وینس اور ڈالمیشیا مل گئے جو خود اسی کے ملک سے
ملے ہوئے تھے اور آبادی میں ندرلینڈز اور ملان سے قریب
قریب برابر تھے اور ان کا محل وقوع ایسا تھا کہ اس سے آسٹریا
بحر روم کی ایک بحری طاقت ہوگئی۔ آسٹریا نے اس کی قیمت یہ
دی کہ جرمانیہ کو ترک کیا، اس معاملہ پر تھیوگٹ نے تعرضات کئے مگر

وربار دانیا کو اس سے اتنی ہی فکر ہوئی جتنی وینس سے دغا کر جانے سے نپولین کو فکر ہوئی ہوگی رائن کے صوبے اجنبیوں کو حوالہ کردئیے گئے، ہالینڈ اور موڈینا کے خارج شدہ فرمانرواؤں کے معاوضہ کے لئے جرمانی اضلاع انھیں دئیے جانے والے تھے۔ شہنشاہی کی اندرونی حالت و ترتیب میں ایسا تغیر کیا جانے والا تھا جس کی ترتیب جرمانیہ کے فوائد کی نظر سے نہیں بلکہ فرانس کی وسعت اثر کی غرض سے ہوئی ہو۔

بوناپارٹ کی حکمت عملی

جرمانیہ کے حامی و محافظ ہونے کے اعتبار سے پرشیا و آسٹریا دونوں ناقص ثابت ہوئے۔ آخرالذکر سلطنت کو جنگ کو طول دینے میں اپنے استقلال کا معاوضہ اطالیہ میں مل گیا۔ انقلاب کے ابتدائی جوش میں جن لوگوں کی خواہش یہ تھی کہ آسٹریا کی طاقت کو تباہ کرکے یورپ میں ایک زیادہ آزاد سیاسی نظم قائم کریں، بوناپارٹ ان لوگوں پر ہنستا تھا۔ اس لئے (۷) ۱۷ اکتوبر کو ٹیلیرانڈ کو لکھا تھا کہ "اطالیہ میں مجھے اس سے کوئی تائید نہیں حاصل ہوئی کہ لوگوں کو حریت و مساوات سے الفت تھی، اگر اس سے کچھ تائید ملی بھی تو بہت ہی کمزور۔ اطالیہ میں فوج کی اصلی تائید خود اس کے انضباط سے تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے بدولی کے دبانے میں اور ان لوگوں کو سزا دینے میں جو ہم سے مخالفت کا اعلان کرتے تھے عاجلانہ مستعدی سے کام لیا یہ تاریخ ہے۔ اپنے اعلانوں اور تقریروں میں جو کچھ میں کہتا ہوں وہ افسانہ ہے . . . . . .

اگر ہم ۱۷۹۳ء کی حکمت عملی کی طرف واپس ہوجائیں تو ہمیں اس علم کے ساتھ جانا چاہئیے کہ ہماری کامیابی دوسری ہی حکمت عملی کا نتیجہ ہے اور نیز یہ کہ اب فوج میں داخل ہونے کے لئے ۱۷۹۳ء کا جم غفیر ہمارے پاس نہیں ہے، اور نہ اس جوش و خروش کی تائید ہمیں حاصل ہے جس کا ایک وقت تھا اور گزر گیا۔" حالت موجودہ کے اعتبار سے یہ ہونا جائز تھا کہ آسٹریا میں کچھ طاقت باقی رہنے دی جائے اور

فرانس کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ایسا خطرناک دشمن اس سے دفع ہو گیا۔ انگلستان کے لئے جمہوریت کی تمام طاقت کی ضرورت تھی۔ صلح کیمپو فارمیو کے بعد بوناپارٹ نے لکھا تھا کہ "موجودہ حالت نے ہمارے لئے ایک اچھا موقع مہیا کر دیا ہے۔ ہمیں اپنی تمام قوت سمندر کی جانب پھیر دینا چاہئے ہمیں انگلستان کو تباہ کر دینا چاہئے اور پھر براعظم ہمارے قدموں کے نیچے ہوگا۔"

جنگ ہائے سنٹ ونسنٹ (۱۴ر فروری ۱۷۹۷ء) و کیمپرڈاون (۱۱ر اکتوبر)

ابتدائی جمہوریت پسندوں کی یہ ایک طبعی امید تھی کہ اگر اسپین اور ہالینڈ کے بیڑے فرانس کی طرف ہو جائیں تو فرانس بحری قوت میں برطانیہ عظمیٰ سے بڑھ جائے گا۔ کارنٹ نے ہالینڈ کی فتح کی تجویز اسی خیال کو مدنظر رکھ کر قرار دی تھی کہ انگلستان کے حملے کا یہ پہلا قدم ہے۔ ہالینڈ فتح ہو گیا اسپین نے پہلے صلح کی اور بعد ازاں (اگست ۱۷۹۶ء میں) انظامت سے مخالفہ کر لیا مگر جمہوریت کی بحری طاقت کے ہر اضافہ سے برطانیہ عظمیٰ کے امرائے بحر کو تباہی برپا کرنے کے لئے نیا سامان ہاتھ آجاتا تھا۔ اسپینی بیڑے کو جروس نے سنٹ ونسنٹ کے قریب شکست دے دی۔ ۱۷۹۷ء کے موسم بہار و گرما میں اسپٹ ہڈ اور نور میں برطانوی بحری سپاہ کی بغاوت نے بھی بحر شمال کی بحری حیثیت میں کوئی تغیر نہیں پیدا کیا۔ ڈنکن نے ٹکسل میں ہالینڈ کے بیڑے کا محاصرہ کر رکھا تھا جب خود اس کے جہازات باغیوں کے ساتھ شامل ہو گئے تب بھی اس نے خود اپنے اور ایک دوسرے جہاز کی مدد سے محاصرہ قائم رکھا اور برابر اشارتی احکام اس طرح جاری کرتا رہا گویا سارا بیڑا اس کے پس پشت ہے۔ یہاں تک کہ غلط رو ملاح جنھوں نے تھوڑا ہی قبل اپنی توپوں کو ٹیمز کی طرف پھیر دیا تھا امیر البحر کے حضور میں واپس آگئے اور اس طرح معافی حاصل کی کہ

ہالینڈ کے بیڑے نے کیمپر ڈاون کے قریب جوں ہی اپنی جائے پناہ سے نکلنے کی کوشش کی فوراً ہی اسے تباہ کر ڈالا۔

بوناپارٹ کا عنقریب مصر پر حملہ آور ہونا۔

یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اطالیہ سے واپس آنے کے بعد بوناپارٹ نے کسی وقت بھی واقعی یہ خیال قائم کیا تھا کہ انگلستان پر حملہ کرے۔ بہرحال جو کچھ بھی ہو یہ تجویز بہت جلد ترک کر دی گئیں اور جن تیاریوں نے انگلستان کے ساحلی قصبات میں سخت دہشت پیدا کر دی تھی وہ صرف اس غرض سے جاری رکھی گئیں کہ نپولین کے مصر پر حملہ آور ہونے کے اصلی منصوبہ پر پردہ پڑا رہے اپنی زندگی عامہ کے آغاز ہی سے نپولین کے خیالات وسیع و غیر محفوظ مشرق کی طرف منعطف تھے، ابھی اس کی شہرت کچھ ایسی نہ ہوئی تھی کہ اُس نے حکومت فرانس سے یہ خواہش کی کہ ترکی فوج کی ترتیب دہی کے لئے وہ اسے قسطنطنیہ بھیجدے وینس جوں ہی اس کے ہاتھ آیا اُس نے معاً جزائر یونان پر قبضہ کر لیا کہ لوانٹ کی آیندہ فتح کے لئے وہ قاعدۃ الجیش کا کام دیں ہر معرکہ جس سے مغربی سمندروں پر انگلستان کی فوقیت کی مزید تصدیق ہو جاتی تھی اسی سے ایک مزید وجہ اس کی پیدا ہوتی تھی کہ جہاں انگلستان کی طاقت سب سے زیادہ حالت خطر میں ہو (یعنی مشرق میں) وہیں اس پر حملہ کرنا چاہئے۔ بوناپارٹ یہ جانتا تھا کہ سکندر نے انڈس کے ملک کو بحر روم سے چل کر خشکی کے راستہ سے فتح کیا تھا، اور ہندوستان تک پہنچنے کے لئے شاید ہی کلہم علم اسے تھا مگر انگلستان کی ایشیائی شہنشاہی کے غارت کرنے کے لئے بطور قدم اول کے مصر و شام کے فتح کر لینے کے لئے اتنا علم کافی تھا۔ ہندوستان کے منصوبے کے ساتھ یہ خواب بھی ملا ہوا تھا کہ ترکی کی اسلامی حکومت کو غارت کر دیا جائے اور شہنشاہی عثمانیہ کی آزاد شدہ عیسائی قوموں کو لے کر مشرق کی جانب سے آسٹریا پر حملہ کیا جائے۔ مشرقی فتوحات کی تجویز کا محض ہیولا ہی نپولین

کی طباعی و حوصلہ مندی کے لئے کافی کشش رکھتا تھا۔ ادھر حکومت کو بھی مطلق یہ آرزو نہ تھی کہ ان ذات گرامی کو وطن میں رو کے رکھے۔ اس مبادرت کے واقعی عیب و صواب اور اس کے خطرات کی نظامت کو کچھ ایسی فکر نہ تھی، اس نے مصر پر حملہ کرنے کے متعلق بوناپارٹ کی تجویز سے اتفاق کر لیا اور شکر ادا کیا کہ اس گرفت کے ڈھیل کرنے کا موقع مل گیا جو خود نظامت کو اس مضبوطی کے ساتھ کستی جا رہی تھی۔

باب چہارم

موتمر راشٹاؤ۔ صوبجات رائن کی حوالگی۔ جرمانیہ کی کلیسائی سلطنتوں کا انقطاع۔ سویزرلینڈ میں فرانسیسیوں کی مداخلت۔ جمہوریہ ہلویٹیائی۔ فرانسیسیوں کا سلطنت ہائے پاپائی پر حملہ آور ہونا۔ رومانی جمہوریہ۔ مہم مصر۔ جنگ نیل ۱۷۹۸ء کا اتحاد۔ فرڈیننڈ شاہ نیپلز کا داخلہ روما۔ میک کی شکستیں۔ فرانسیسیوں کا داخلہ نیپلز۔ جمہوریہ پارتھینوپی (نیپلز)۔ آسٹریا اور روس سے جنگ۔ جنگ اسٹوکاک۔ راشٹاو میں فرانسیسی ایلچیوں کا قتل۔ مہم لمبارڈی۔ نیپلز میں دور ہول و تخویف۔ آسٹریا کے منصوبے اطالیہ کے متعلق۔ سویراف اور آسٹر دی۔ مہم سویزرلینڈ۔ مہم ہالینڈ۔ بوناپارٹ کا مصر سے واپس آنا۔ ۱۸ بروم یر کا کارنمایاں ۱۷۹۹ء کا دستور سلطنت۔ فرانس میں بوناپارٹ کا نظم۔ بیرونی ممالک میں فرانس کے اثر پر اس کا نتیجہ۔

معاہدہ کیمو فارمیو کے علانیہ دفعات میں صرف وہ شرائط شامل تھے جن پر فرانس و آسٹریا نے اطالیہ و ندرلینڈز سے متعلق اتفاق کیا تھا

تھا۔ فرانس اور جرمانی جماعت کے مابین صلح کے شرائط جنہیں فرانس اور دونوں سربرآوردہ طاقتوں سے خفیہ طور پر طے کیا تھا وہ ایک سفارتی بازیگری کے ساتھ اس موتمر میں پیش ہونے والے تھے جس کا انعقاد راسٹاڈ میں قرار پایا تھا۔ لہذا جب پرشیا اور آسٹریا دونوں نے صوبجات رائن کے ترک کی قرارداد پر دستخط کردئے تو بروقت مقررہ اس موتمر کا اجتماع ہوا اور اپنے اہل ملک کی بے بسی پر شہنشاہ کی ستم ظریفی قابل داد ہے کہ ارکان ڈائٹ سے یہ ارشاد فرمایا کہ جرمانی شہنشاہی کی وحدت اور اس کے ناقابل تقسیم ہونے کے اصول اعظم پر غیر متزلزل وفاشعاری کے ساتھ قایم رہ کر انہیں چاہئے کہ وہ شریفانہ ایمانداری و استقلال کے ساتھ وطن آبائی کے مشترک اغراض کو قائم رکھیں اور شہنشاہ کے ساتھ متحد ہو کر ایک ایسی منصفانہ و پائیدار صلح کی ترقی دینے میں ساعی ہوں جس کی بناء شہنشاہی اور اس کے نظام سلطنت کے علی حالہا برقرار رکھنے پر ہو[1]۔ پس اس موتمر کا انعقاد اسی شئے کے قایم رکھنے کے حیلے سے ہوا تھا جسے قربان کردینے پر دونوں بڑی سلطنتیں عزم راسخ کرچکی تھیں اور موتمر کا اصلی مقصد یعنی کلیسائی امارتوں کا انقطاع اور بویریا کی قطع برید کو نظروں سے پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

جرمانیوں کی رقابت

اس موتمر میں دو فرانسیسی ایلچی پرشیا و آسٹریا کے نمایندوں اور رئیسان کی ڈائٹ کی مقرر کردہ مجلس کے ارکان (جن کی تعداد مع ان کے معتمدین کے چوہتر تھی) شامل تھے مگر راسٹاڈ میں جتنے اہل سیاست اس امید میں جمع ہوئے تھے کہ شہنشاہی کے شیرازہ بکھرتے وقت کچھ انہیں بھی ہاتھ آجائے گا۔

---

[1] ہائسر "تاریخ جرمانیہ" (Deutsche Gesehichte) جلد دوم صفحہ ۱۴۲، وابوناٹ: "موتمر راسٹاڈ" (Rastadter Congress) صفحہ ۱، وان لینگ "یادگار" (Memoiren) جلد اول صفحہ ۳۳۔ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ جس عہدہ دار نے یہ تحریر تیار کی تھی اسے معاہدے کے خفیہ دفعات سے آگاہ نہیں کیا گیا تھا۔

ان میں سے مسلمہ گفت وشنید کرنیوالے تھوڑے ہی افراد تھے۔ ہر ایک چھوٹے سے چھوٹے جرمانی فرمانروا یہاں تک کہ ان جماعتوں نے بھی جنہیں کسی قسم کے سیاسی حقوق نہیں حاصل تھے اس موقعہ پر اپنا گماشتہ بھیجنا ضروری سمجھا تاکہ اگر ممکن ہو تو اپنے ہمسایہ سے کوئی خفیف سا فائدہ حاصل کرلیں یا کسی مجوزہ الحاق کی اولین افواہ کو معلوم کریں۔ یہ گویا ان تمام چلتے پرزوں اور سازشیوں کے قبیلے کی ہولی تھی جو جرمانیہ میں ارباب سلطنت کے نام سے مشہور و کارکن تھے۔ وہ ایک دوسرے کے جاسوس بنے ہوئے تھے۔ وہ فرانس کے دونوں با اقتدار ایلچیوں کے معتمدوں اور دربانوں بلکہ ان کے باورچیوں اور سائیسوں تک کو رشوتیں دیتے تھے۔ جرمانیہ کی قومی تذلیل اور پورے پورے صوبوں کے نکل جانے کے وقت اور جو کچھ باقی رہ گیا تھا اس کی ایک غیر ملکی کے حکم سے ترتیب جدید ان میں سے اس وقت کے سیاسی حلقوں میں کسی بات کا بھی کوئی احساس نہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ شہنشاہی کی ہر شکست ایک طرح کا سامان مذاق بن گئی تھی۔ طرز زندگی اور زبان میں ایک طرح کی خوش طبعی شایع ہوگئی تھی مگر جو لوگ اپنے کو محض تماشہ دیکھنے والا نہ سمجھتے تھے ان میں ایسا ہونا غیر ممکن تھا۔ آسٹریا کے خاص وکیل مطلق کا بنرل کو ایک معمولی بگھی میں سفر کرنا پڑا کیونکہ اس کی محبوبہ اس کے تمام گاڑیاں اور کل گھوڑے لے کر کہیں دوسری جگہ چلی گئی تھی ایک پُر مذاق مگر گندہ رسالہ شایع کیا گیا جس میں شہنشاہی کی متوقعہ قربانی کو انجیل کے قصے کے الفاظ میں بیان کیا گیا تھا۔ پرشیا کو جو ڈرس اسکاریاٹ آسٹریا کو پائیس پابلیٹ اور خود موتمر کو اخبار خاص اور قریسی بنایا گیا تھا جو اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حیلہ وتدبیر سے مقدس رومانی شہنشاہی پر قبضہ کرلیں۔ اور شہنشاہی کی فوج کو ان لوگوں کی شکلوں میں رکھایا گیا تھا جو اپنی سینہ کوبی کر کے منتشر ہوگئیں۔ چونکہ جرمانیوں میں عصبیت اور حب الوطنی کا بالکلیہ فقدان تھا اس لئے فرانسیسی ایلچیوں نے

نہ صرف اس سرزمین کو حاصل کر لیا جس کے وہ خواہاں تھے بلکہ انہیں اس میں بھی کامیابی ہو گئی کہ دونوں سربرآوردہ سلطنتوں میں پیچیدگی پیدا کرا دی اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ وہ اپنے ہمسایوں کو نقصان پہنچا کر خود اپنی ترقی کے لئے فرانس کی طرف نظر ڈالیں۔ فرانسیسی حکومت نے آسٹریا اور پرشیا سے جو متضاد یکدگر اقرار کر لئے تھے ان سے اس کو کچھ بھی دشواری پیش نہیں آئی دونوں میں سے کسی ایک سلطنت کو وہ ہوکا دینا دوسرے کے تشکر و امتنان کا باعث تھا اور نظامت نے یہ عزم کر لیا تھا کہ پرشیا سے اس نے جو اقرار کیا ہے اسے استقفیوں کو نقصان پہنچا کر پورا کر دے اور بویریا کے تصرف پر آسٹریا سے جو وعدہ کیا تھا اسے ٹال جائے۔

موتمر کے افتتاح پر ایک ہنگامی شکل اس طرح پیدا ہو گئی کہ شہنشاہ کے تعرضات سے مغالطے میں پڑ کے ڈائٹ نے اپنی مجلس کو صرف اس بنا پر گفتگو کا اختیار دیا تھا کہ شہنشاہی علی حالہا برقرار رہے (۱۹ دسمبر) فرانسیسیوں نے اس وقت تک گفتگو کرنے سے انکار کر دیا جب تک کہ مجلس پورے اختیارات نہ حاصل کر لے اور شہنشاہی کی علی حالہا برقرار رکھنے کے توقعات کا حال اس وقت صاف کھل گیا جب چند روز بعد فرانسیسی مینز میں داخل ہو گئے اور راین کے صوبجات کو چار فرانسیسی صوبوں کی حیثیت میں باقاعدہ منتظم کر دیا اپنے وقت پر ڈائٹ کا حکم بھی آ گیا کہ مجلس کو حسب صوابدید خود گفتگو کرنے کا اختیار رہے اور جب صوبجات راین کے باشندے چند ہفتوں تک فرانس کے قوانین احکام اور محصولات کے زیر حکم رہ چکے اس وقت مجلس ان صوبوں کی حوالگی کی تجویز پر ایسی وقت نظر اور ایسی بے لوثی کے ساتھ غور کرنے بیٹھی گویا یہ فلسفہ تخیلی کا کوئی مسئلہ تھا۔ آخر الامر فرانسیسیوں نے پریشان کن جذبات کا خاتمہ کر دیا اور بے دخل شدہ دنیاوی حکمرانوں کے معاوضہ پر بحث شروع کر دی۔ اس کے نسبت

انھوں نے یہ تجویز کی کہ اندرون جرمانیہ میں کلیسائی سلطنتیں توڑ دی جائیں یا انھیں دنیاوی حیثیت میں بدل دیا جائے۔ پرشیا نے بڑے شوق کے ساتھ فرانسیسی تجویز سے اتفاق کیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ منسٹر کی عظیم الوسعت اسقفی کے الحاق پر خود اس کی نظر لگی ہوئی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ کلیسائی سلطنتیں کیتھولک آسٹریا کی آلہ کار اور اس کی حلیف بنی رہتی تھیں اور اس سے اس کو قدیمی عناد تھا۔ شہنشاہ نے اپنے باوفا تابعین کے برباد کرنے کی مخالفت کی خود کلیسائی حکمرانوں نے بھی سخت شور مچایا اور یہ دعوی کیا کہ ان کے نظم کا انتشار یورپ کے سیاسی شیرازے کو بکھیر دیگا مگر کسی نے بھی ان کی دوستی کا دم نہ بھرا۔ پرشیا کو اگر منسٹر کے عظیم الشان غنیمت کی حرص تھی تو چھوٹے چھوٹے فرمانروا بھی ان صومعوں اور خانقاہوں پر نظر جمائے ہوئے تھے جو ان کی مملکتوں کے تسلسل میں خلل انداز تھے۔ صرف شہنشاہی کے کمزور ترین ارکان یعنی کاونٹ، نائٹ اور مشیر اپنے کلیسائی ہمسایوں کے لئے کسیقدر باادب ہمدردی کا احساس رکھتے تھے اور یہ سمجھے ہوئے تھے کہ الحاق کے اس طریق میں کلیسا کے بعد ان کی باری آنے والی ہے لیکن ان مذہبی ریاستوں کو دنیاوی امارت بنانے کا اصول بغیر شدید دشواری کے موتمر میں منظور ہو گیا۔ مباحثہ کا سارا زور جزئیات کی ردوکد کے لئے محفوظ کر لیا گیا۔ ایسے انتظامات جس سے کسی دیوالیہ کلیسائی امیر کی چند میل زمین اور پانچ چھ محصول خانے کسی فرانسیسی ڈیوک کے ہاتھ میں چلے جانے، جرمانیہ میں اس سے زیادہ باعث دلچسپی بن گئے تھے جس قدر دلچسپی کا اظہار رائن کے صوبجات کے نکل جانے اور جرمانی قوم کے دسویں حصہ کے غیر ملکی حکمرانی کے تابع ہو جانے پر ہوا تھا۔

ایک اور سوال غیر متوقعہ طور پر موتمر کے سامنے پیش آ گیا چھ برس تک اعلان کرنے کے بعد کہ دریائے رائن فرانس کی طبعی سرحد ہے

اب حکومت فرانس پر یہ انکشاف ہوا کہ دریا کسی طرح بھی فوجی سرحد کا کام نہیں دے سکتا۔ فرانسیسی سفرائے خاص نے اس امر پر زور دیا کہ جب تک آسٹراسبرگ اور مینز دریا کی دوسری جانب کی توپوں کی زد میں ہیں اس وقت تک وہ کس مصرف میں آسکتے ہیں رائن اگر فرانس کے کسی کام آسکتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ جرمانی جانب کے حلقہائے کہل اور کیسٹل پر بھی فرانس کو قبضہ دے دیا جائے۔

اس قسم کا مطالبہ اگرچہ صریحًا ہتک آمیز تھا مگر اسے چھوٹے چھوٹے درباروں کے خود فروش مدبروں کی تائید حاصل ہو گئی اور مجلس کو چار ماہ کی رد و قدح کا مآل ہاتھ آگیا مگر آسٹریا کی روش اب ایسی جانب مائل ہوتی جاتی تھی جس سے موتمر کی قراردادوں کی اہمیت بہت گھٹ گئی تھی۔ یہ صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ فرانس پرشیا سے مخالفہ کرنے کی جانب چلتا جاتا ہے اور کیمپو فارمیو کے خفیہ دفعات کے بموجب آسٹریا سے بوریا کے جن الحاقات کا وعدہ کیا گیا تھا وہ روک لئے جانے والے ہیں۔ السالس کی ایک نج کی گفت و شنود کی ناکامی سے جب یہ متیقن ہو گیا کہ فرانسیسی نہ تو اپنے ۱۷۹۶ء کے فوائد حاصلہ سے مطمئن ہوں گے اور نہ آسٹریا کو اطالیہ میں اپنی مملکت کے بڑھانے کا موقع دیں گے تو پھر تھیوگٹ نے تجدید جنگ کا عزم کر لیا اور بارمیں پر زور مخالفت کے باوجود تھیوگٹ کے عزم و استقلال کی وجہ سے آسٹریا کی قسمت کی باگ بدستور اسی کے قبضہ میں رہی اور

آسٹریا کا جنگ کے لئے آمادہ ہونا۔ ۱۷۹۸ء

سویزرلینڈ اور پاپائی سلطنتوں میں جمہوریہ فرانس کی عین اس وقت کی دست اندازیوں سے جب کہ وہ شہنشاہی سے اپنے حسب خواہ شرائط صلح منوا رہی تھی ایک جدا یورپی معاقدہ کے قائم ہو جانے کے لئے زاید از ضرورت سامان مہیا ہو گیا۔

سویزرلینڈ میں فرانس کی کی مداخلت۔

اٹھارویں صدی کے اختتام پر کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں جمہوری آزادی کا جذبہ سویزرلینڈ کا اتنا قوی ہو

یا جہاں حالات زندگانی سویزرلینڈ کے اتنے ہموار و مساوی ہوں لیکن پھر بھی وہاں کے باشندے کامل سیاسی مساوات سے لطف اندوز نہیں تھے وہاں ایسے اضلاع موجود تھے جو کسی نہ کسی حکمران کینٹن (صوبہ) کے ساتھ ماتحت توابع کا تعلق رکھتے تھے۔ بینیز ڈی واڑ پر برن کا ایک عہدہ دار حکومت کرتا تھا۔ ٹسینو کی وادی آرگی کے قبضہ میں تھی اور خود حکمران صوبوں میں سے اکثر صوبوں کے اندر اقتدار اور اختیار اشراف خاندانوں کے ایک محدود حلقے کے اندر مرکوز تھا۔ پس اگرچہ سویزرلینڈ ڈائٹ کے تکلیف دہ امتیازات سے آزاد تھا، اور وہاں کی حکومتیں عمومی نہ بھی ہوں تب بھی عام طور پر منصفانہ و معتدلانہ تھیں پھر بھی ایک اتنا بڑا طبقہ سیاسی حقوق سے محروم تھا کہ پیرس سے جس شورانگیزی کی تحریک ہوتی تھی اسے کافی موقع مل جاتا تھا یہاں کے لوگ آسایش و ذہانت میں بڑھے ہوئے تھے اور اپنے حکمرانوں کے بالمقابل دولت و امتیاز میں بھی کچھ بہت پست نہ تھے پس یہی وہ جماعتیں تھیں جنہیں انقلاب کے اصولوں کو وہ شیوع حاصل ہوگیا جو پرشیا کے موروثی نیم غلاموں اور رومانی سلطنتوں کے مطیع القیس کسانوں میں نہ ہوسکا۔ ۱۷۹۲ء میں ہی ایک فرانسیسی فوج جنیوا کی مملکت میں اس غرض سے داخل ہوگئی تھی کہ شہر کی عمومی جماعت کے ساتھ مل کر کام کرے۔ لیکن یہ تحریک برن کی سینات کی مستعدانہ کارروائی سے رک گئی اور برن کے فرانسیسی سفیر بارتھیلمی کی معاملہ فہمی اور سویز حکومت کے برگشتگی کے ہر ایک موقع کو بچالے جانے کی دانشمندی سے بعد میں فرانس کے ساتھ حکومت متفقی کے دوستانہ تعلقات برابر قائم رہے۔ شمالی اطالیہ کے فتح ہوجانے پر بوناپارٹ کو سویزرلینڈ کے معاملات سے بایں طور بلاواسطہ تعلق پیدا ہوگیا کہ چند متنازعہ فیہ مسایل بہ حیثیت حکم کے اسے تصفیہ کے لیے سپرد کیے گئے۔ بوناپارٹ نے اس عقدے کا حل یوں کیا کہ ویلٹلاین کے ضلع کو "جمہوریہ مادرائے آلپس" کے ساتھ ملحق کر دیا اور اس وقت سے وہ سویزرلینڈ کے عمومیت پسند سرگرہوں سے اس مسئلہ پر برابر مراسلت

کرتا رہا کہ فرانسیسی سوئیزرلینڈ میں دخل دیں جس کا اصلی مقصد یہ تھا کہ برن کا خزانہ ہاتھ آجائے اور ہالینڈ کے جمہوریہ ماورائے "آلپس" کی حکومتوں کے مانند ایک حکومت قائم ہو جائے جس کا تمام تر انحصار فرانس پر ہو۔

فرانس اور متفقیت سویزرلینڈ میں جنگ جون ۱۷۹۸ء۔

آخر الامر مسلح مداخلت کا وقت آگیا۔ ۱۵ دسمبر ۱۷۹۷ء کو ایک فرانسیسی فوج متفقی باسل میں داخل ہو گئی اور یہ امر پیز ڈی واڈ کے لئے بغاوت کا اشارہ ہو گیا برن کی سینات نے عام مدافعت کا سامان کرنے کے لئے مشترکیت کی ڈائٹ کو طلب کیا۔ متفقیت کے حلف کی تجدید کی گئی اور متفقی فوج کے طلب کرنے کا حکم منظور ہوا۔ فرانسیسیوں نے اب یہ اعلان کیا کہ واڈ کی انقلابی جماعت پر اگر حملہ ہو گا تو وہ اس کی تائید کریں گے۔ لیکن اس پر بھی برن کی فوجیں آگے بڑھیں اور صلح عارضی کے ایک علمبردار کے اتفاقاً مارے جانے سے جمہوریہ فرانس اور حکومت برن کے درمیان جنگ کا اعلان ہو گیا۔ عمومی تحریکات فوراً ہی شمالی و مغربی صوبوں میں پھیل گئیں۔ برن کی حکومت نے فرانسیسی حملہ آوروں سے گفتگو کی کوشش کی مگر اسے یہ معلوم ہو گیا کہ موجودہ متفقی دستور سلطنت کے بالکلیہ فنا کر دینے کے سوا اور کوئی شرط قبول نہ ہو گی۔ پس مخاصمات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور برن کی فوجوں نے جنھیں اکثر صوبوں کی امدادی افواج کی تائید حاصل تھی فرانسیسیوں کی پیش قدمی کے سامنے دلیرانہ مقاومت کی مگر یہ مقاومت بیکار رہی اور فرانسیسی فوجیں ۶ مارچ ۱۷۹۸ء کو متفقی دارالصدر میں داخل ہو گئیں برن کا خزانہ جس کی مقدار آٹھ لاکھ پاونڈ کے قریب تھی اور مدتہائے دراز کی کفایت شعاری اور عمدہ انتظام سے جمع ہوا تھا وہ بوناپارٹ کی دوسری مہم کے ضروریات اور اس کے بسیار خوار سپاہیوں اور اجارہ داروں کے تمول کے واسطے لے لیا گیا۔ صوبوں کی حکومتوں خانقاہوں اور انفرادی اشخاص کے خلاف اغارت اور استیصال بالجبر کا ایک ایسا باقاعدہ سلسلہ جاری کیا گیا جس کی بیحیائی اور بیغیرتی اس سے بھی بڑھی ہوئی تھی

جو اطالیہ میں ظہور میں آئی۔ ملک پر جو مادی نقصانات عائد کئے گئے تھے اس کے صلہ میں بمقام آرا ایک جدید "جمہوریہ ہلویٹائی" کا اعلان کیا گیا۔ جو واحد و غیر قابل تقسیم قرار دی گئی۔ اس میں تمام باشندگان سویزرلینڈ کو مساوی سیاسی حقوق عطا کئے گئے تھے اور مختلف النوع قدیم صوبجاتی اقتدار اعلیٰ کے بجائے ایک واحد قومی حکومت قائم کی گئی جو فرانس کے مانند ایک نظامت اور دو مجالس وضع قوانین پر مشتمل تھی۔

جو شہر اور اضلاع اس وقت تک شرکت حکومت سے محروم تھے انھوں نے اس تغیر کا خیر مقدم کیا جس سے انھیں یہ امید ہو گئی تھی کہ وہ اپنے سابقہ بالادستوں کی سطح پر آجائیں گے لیکن پہاڑی صوبوں نے اپنی اس آزادی کی حفاظت میں جو انھیں اپنے آبا و اجداد سے ورثہ میں ملی تھی اپنی روایتی شجاعت کے جوہر دکھائے مگر انھیں یکے بعد دیگرے مجبور ہو کر فرانس کی بڑھی ہوئی قوت کے سامنے سر جھکانا اور نئے دستور سلطنت کو قبول کرنا پڑا لیکن اس کے نظاہر بحال ہو جانے اور فرانس کے جملہ مقاصد کے حصول کے بعد ہی حملہ آوروں کی ستم شعاری و زیادتی نے ایک باہمت قوم کے صبر و تحمل کے پیمانہ کو لبریز کر دیا۔ جمہوریت کے حکام ایک فرانسیسی کمشنر کے حکم سے اپنے عہدوں سے نکال دیئے گئے تھے۔ یرغمال قبضہ میں کر لئے گئے اور آخر الامر فرانسیسی فوج کے سویزرلینڈ کے خالی کرنے کے لئے یہ شرط لگائی گئی کہ نئے انتظام کی وفاشعاری کا حلف لیا جائے۔ انٹروالڈن میں بغاوت پھوٹ پڑی اور (۸ ر ستمبر کو) خلیج لوسرن کے شرقی کنارے کے قریب موضع اشانز میں ایک مٹھی بھر کسان فرانسیسی فوج سے مقابل ہوئے۔ تین دن تک یہ لوگ بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے اور ان کی اس مقاومت نے فرانسیسیوں میں ظالمانہ انتقام کا شعلہ بھڑکا دیا۔ حریت کے اس نام نہاد جہاد میں خاندانوں کا قتل اور دیہاتوں کی آتش زدگی نے قدیم زمانے کی لڑائیوں کی وحشیانہ حرکات کی یاد تازہ کر دی۔

روما میں فرانسیسیوں کی سازشیں ۔

روما میں سازشوں کی وجہ سے پاپائی سلطنتوں کے معاملات میں اس زمانہ میں فرانسیسیوں کی مداخلت کے لئے راستہ تیار ہوگیا۔ جس زمانہ میں سویزرلینڈ پر حملہ ہوا تھا روما میں فرانسیسی سفیر جوزف بوناپارٹ کی قیام گاہ عمومی شورانگیزی کا مرکز بنی ہوئی تھی جو لوگ اس کے پاس آمدورفت رکھتے تھے وہ شمالی اطالیہ کے حالات سے ایک بڑی حد تک ناواقف تھے، مگر خود روما کے متوسط و پیشہ ور طبقات میں انھیں بہت سے پیرو مل گئے مگر غریب اشخاص کا سواد اعظم اور نیز وہ بیشمار افراد جنھیں کلیسائی اخراجات سے تنخواہیں ملتی تھیں یا اس پر انکا انحصار تھا وہ بدستور قسیسیت اور پاپائیت سے وابستہ رہے۔ فسادات کے احتمال سے حکومت نے سپاہیوں کی جماعتوں کو شہر میں گشت کرنے کا حکم دیدیا تھا۔ ۲۸ دسمبر ۱۷۹۷ء کو گشت کے سپاہیوں اور انقلابیوں کے ایک گروہ کے درمیان تصادم ہوگیا عام لوگوں اور سپاہیوں دونوں نے ان کی اچھی طرح مرمت کی اور یہ لوگ اپنے بچاؤ کے لئے جوزف بوناپارٹ کی اقامت گاہ "پلیزو کارسینی" میں جا گھسے یہاں ہنگامۂ شور و شر میں سفارت کا ایک رکن جنرل ڈیوفٹ ایک پاپائی سپاہی کی گولی سے ہلاک ہوگیا۔

پس اب پاپائی حکومت کے خلاف فرانسیسیوں کو وہ عذر ہاتھ آگیا جس کے وہ متمنی تھے۔ جوزف بوناپارٹ نے فوراً ہی شہر کو چھوڑدیا اور شمالی اطالیہ کے سرگروہ عسکر برتھیر کو روما کی طرف کوچ کر دینے کے احکام بھیجدیئے گئے۔ برتھیر شہریوں کی مرحبا اور کسانوں کی لعنت لیتا ہوا آگے بڑھا اور ۱۰ فروری ۱۷۹۸ء کو روما میں داخل ہوگیا واقعات نے دارالصدر میں تغیر کا میلان اس سے بہت زیادہ قوی کرلیا تھا جتنا ایک برس قبل بوناپارٹ کی آمد کے وقت موجود تھا۔ ٹالنٹینو کے معاہدے نے اقتدار پاپائی کے امتیاز و وقعت کو متزلزل کردیا تھا فنون لطیفہ کے شہرۂ آفاق کاموں میں سے اتنی کثیر اشیاء کے جانے

دبینے اور جدید وغیر ہر دلعزیز محصولوں کے عاید کئے جانے سے جسقدر ان جبرستان فاتحوں کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی تھی اسی قدر شکست خوردہ حکومت کے خلاف بھی نفرت پیدا ہو گئی تھی تا آنکہ پادریوں اور ان کے حشم و خدم میں بھی اراضی کلیسا کے ایک حصے کی فروخت اور قدیم پاپائی شان وشوکت میں تخفیف کی وجہ سے کشیدگی اور بددلی پیدا ہو گئی تھی۔ خود اطالوی کلیسا کے اندر ایک اصلاحی فریق ایسا موجود تھا جو پادریوں کے لئے کسی قدر زیادہ خودمختاری کا دعویدار تھا اور روما کے مستقر مذہبی کے اس فعل کو مردود قرار دیتا تھا کہ جملہ اختیارات اسی کے ہاتھ میں آجائیں کچھ زمانہ قبل اس فریق کا سرگروہ پسٹویا کا اسقف رہ چکا تھا۔ گذشتہ چھ برس کے اندر پوپ نے اپنے دنیاوی اختیار سے جس بری طرح سے کام لیا تھا اس سے بہت سے لوگوں کی رائے یہ ہو گئی تھی کہ کلیسا کے سرگروہ کو اگر دنیاوی فرمانروائی سے نجات دیجائے اور اسکی وہی قدیمی حیثیت برقرار کر دیجائے کہ وہ اساقفہ میں سب سے اول اسقف ہو تو اس صورت میں وہ اپنے عہدے کے فرائض کو بہترین طریق پر انجام دے سکے گا۔ پس روما میں پہنچنے پر جمہوری فوج نے شہر کو انقلاب کے لئے طیار پایا۔ ۱۵ فروری کو ایک مستقل مجمع "فورم" میں جمع ہو گیا اور "کیپاٹال" کے سامنے آزادی کا درخت نصب کرنے کے بعد پوپ کے اقتدار کو باطل قرار دے کر یہ اعلان کر دیا کہ رومانی قوم نے اپنی تنظیم ایک آزاد جمہوریہ کی صورت میں کر لی ہے۔ یہ قرارداد برتھیر کے پاس بھیجی گئی جس نے رومانی دولت عامہ کو تسلیم کر لیا اور شان قدیم کی سنجیدگی کے ساتھ شہر میں ایک جلوس نکالا۔ پوپ نے خود کو ویٹیکن میں بند کر لیا۔ اس کے سویز محافظین برطرف کر دے گئے اور ان کے بجائے فرانسیسی سپاہی متعین ہوئے اور ان کے ہاتھوں اس اکاسی برس کی عمر کے "امام اعظم" کو بہت ہی نا ملایم اہانتیں برداشت کرنا پڑیں۔ اس کے بعد اس سے یہ خواہش کی گئی

کہ وہ اپنے دنیاوی اقتدار سے دست بردار ہو جائے اور جب اس نے اس سے انکار کیا تو اسے ٹسکینی بھیجدیا گیا، اور بعد میں آلپس کے پار ڈوفنس میں منتقل کردیا گیا جہاں ۱۷۹۹ء میں اس کا انتقال ہوگیا اور مرتے وقت صرف ایک مذہبی شخص اس کے پاس تھا۔

اس آزاد شدہ دارالصدر میں اب لوٹ کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور فرانسیسیوں نے اب تک جتنی لوٹ مار کی تھی یہ ان سب سے زیادہ شدید دباقاعدہ لوٹ تھی۔ روما کی دولت پیرس کے تمام والوں اور اجارہ داروں کو یہاں کھینچ لائی عجائب خانۂ پوپ کی اقامت گاہ اور متعدد امرا کے محلات میں جتنی چیزیں ہٹانے کے قابل تھیں سب لے لی گئیں جو چیزیں جمائی ہوئی تھیں اگر وہ بھی نقل کے قابل ہوئیں تو انھیں بھی کاٹ کاٹ کر لے گئے۔ بوٹیکن" میں جب پہلی مرتبہ قومی نظم کا اجتماع ہوا تو معلوم ہوا کہ دروازوں سے قفل غائب ہو گئے ہیں اور جب فرانسیسیوں کے حکم سے ڈلوفٹ کی موت سے استغفار کے طور پر نماز پڑھی جارہی تھی تو دروازوں پر امن قائم رکھنے کے لئے جو سپاہی متعین کئے گئے تھے وہ اندر گھس گئے اور مقدس برتنوں کو اٹھا لے گئے۔ لیکن یہ عام قزاقی خود فوج کا اس درجہ کام نہ تھی جس قدر حکومت کے بھیجے ہوئے گماشتوں اور اجارہ داروں کا کام تھی۔ اس بے حد وحصر لوٹ کے دوران میں سپاہی تنخواہ وغذا کے محتاج تھے۔ ان حرکات سے فرانس کی جو بدنامی ہوئی آخر اس کا کچھ احساس فوج کے ادنے سپاہیوں میں پیدا ہوا اور برتھیر کے جانشین میسینا کو سپاہیوں کے ان تعرضات سے مجبور ہوکر اپنی سپہ سالاری سے دست بردار ہونا پڑا جو انھوں نے اس نظم کے خلاف کئے تھے جسے میسینا نے علانیہ اپنی شخصی منظوری عطا کی تھی۔ اب صرف یہ باقی رہا کہ روما کی واپس آمدہ آزادی کو ایک جمہوری دستور سلطنت کی شکل میں متجسم کیا جائے اور یہ تو ایک لابدی امر تھا کہ یہ دستور سلطنت فرانسیسی نظامت اور مجالس وضع قوانین کا مثنیٰ ہوگا اور عملاً فرانسیسی سپہ سالار

کے زیر اقتدار رہے گا۔ روما نے طرز قدیم کے تقررات کی صورت میں انقلاب کو جو کچھ عطا فرمایا تھا اب اس سے بڑھ کر اسے واپس مل گیا۔ ناظمان کا لقب قونسل ہوا مجلس وضع قوانین کے حصے "سنیات" اور "ٹریبونیٹ" کے نام سے موسوم ہوئے اور عدالت میں "پریٹر" اور "کویسٹر" کے ناموں کو پھر زندہ کیا گیا۔ اس خیال سے کہ اس دور جدید میں یادگار قدامت کی کوئی کسر باقی نہ رہ جائے ایک تمغہ رومانی جرات و شجاعت کی تمثال تزئین کے ساتھ مسکوک کیا گیا کہ "برتھیر بحال کنندہ شہر" اور "گال نجات دہندہ بنی نوع انسان" کے نام

مصر کو روانگی مئی ۱۷۹۸ء

سویزرلینڈ اور وسط اطالیہ کی انہیں مبادرات کے دوران میں یہ ہوا کہ نظامت نے وہ فوجیں جمع کیں جنھیں لیکر بونا پارٹ مشرق کو جانے والا تھا۔ روانگی کا بندرگاہ ٹولون قرار پایا تھا اور اسی مقام پر ۹ مئی ۱۷۹۸ء کو بونا پارٹ نے ان جہازات کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جن سے زیادہ مہیب بیڑا کبھی فرانس کے سواحل سے روانہ نہیں ہوا تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی جہازی قوت بحر روم میں ہنوز کمزور سی تھی سنٹ ونسنٹ کے بیڑے متعینہ قادس کا ایک حصہ نلسن کے زیر حکم کر دیا گیا اور ان سمندروں میں یہی کلھم برطانوی قوت تھی۔ زبردست امداد قریب میں تھی مگر اس اثنا میں شدت موسم کی وجہ سے نلسن کو اس جگہ سے ہٹ جانا پڑا تھا جہاں سے وہ ٹولون پر نظر لگائے ہوئے تھا۔ ۹ مئی کو فرانسیسی جہازات سمندر میں چل نکلے۔ ان کا جائے مقصود ابھی تک سپاہیوں سے بھی مخفی رکھا گیا تھا۔ یہ بیڑا ۱۶ جون کو مالٹا کے سامنے نمودار ہوا۔ وہاں کے نائٹوں کی غداری سے بونا پارٹ اس حصار مستحکم پر قابض ہو گیا جس کے محاصرے تک کی وہ ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ قلیل توقف کے بعد سفر پھر شروع کر دیا گیا۔ انگریزوں کے پاس اب امداد پہنچ چکی تھی مگر ان سے تصادم ہوئے بغیر یہ بیڑا اسکندریہ پہنچ گیا سپاہ بحفاظت ساحل پر اتر گئی اور اسکندریہ پہلے ہی حملہ میں زیر ہو گیا۔ پانچ دن بعد فوج قاہرہ پر بڑھی اہرام کے دامن میں مملوک سوار بونا پارٹ کے سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔

اور فرانسیسیوں کا کچھ ایسا نقصان نہ ہوا۔ ان کی لشکر گاہ درہم برہم کردی گئی۔ قاہرہ پر قبضہ ہو گیا اور اب مصر میں کوئی ایسی فوج باقی نہ رہی جو حملہ آوروں کی کسی قسم کی شدید مخالفت کرسکتی۔ مگر جس قسمت نے بونا پارٹ کی فوج کو محفوظ طور پر مصری دارالصدر میں پہنچا دیا تھا اس کے لئے یہ مقدر ہو چکا تھا کہ اس کی قیمت بیڑے کی کامل تباہی سے ادا کرنا پڑے گی۔ نلسن رات میں فرانسیسیوں کے پاس سے گزر گیا تھا اس کے بعد بہت ہی ششن و پنج کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ مصر کی جانب میں سفر کرنا چاہیئے۔ اسکندریہ میں اپنے شکار کے سامنے پہنچ کر وہ بحر تیزی کے ساتھ روڈز اور کریٹ کی جانب خیالی تعاقب میں نکل گیا۔ آخرالامر اسے وہ خبر ملی جس سے وہ دوبارہ اسکندریہ کی طرف گیا۔ وہاں آسے فرانسیسی بیڑا مل گیا۔ اس میں تیرہ جہاز تھے نو مھانی اور چار فریگیٹ اور یہ کل جہازات خلیج ابوکر میں لنگر انداز تھے۔ خود اس کا بیڑا آدمی اور توپوں کے اعتبار سے کسی قدر گھٹ کر تھا مگر اس نے جنگ کا آغاز اپنی فتح کے پورے تیقن کے ساتھ کیا۔ دوسرے بحری معرکے اس سے بہت زیادہ قوتوں کے ساتھ ہوئے ہیں مگر کوئی تباہی اس سے زیادہ کامل نہیں ہوئی جیسی (یکم اگست کو) جنگ نیل میں ہوئی۔ سترہ جہازات جو نلسن سے مقابل ہوئے ان میں سے صرف دو جہازات اور دو فریگیٹ اس کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئے۔ گیارہ ہزار افسروں اور سپاہیوں میں سے نو ہزار قید ہو گئے یا جنگ میں کام آئے۔ بونا پارٹ کی فوج امداد یا واپسی کی تمام امیدوں سے منقطع ہو گئی اور جمہوریت اپنی بہترین سپاہ اور اپنے سب سے بڑے سپہ سالار کے ساتھ مراسلات سے محروم کردی گئی۔

۱۷۹۸ء کا اتحاد۔ اب اگرچہ اسپین جمہوریت کی جانب ہو گیا تھا اور پرشیا نے گزشتہ دو برس کے تنبیہات کے باوجود اپنی غیر جانب داری سے حرکت کرنے سے انکار کردیا تھا پھر بھی روس اور

سلطنت عثمانیہ کی تائید میں اب فرانس کے خلاف ایک ایسا اتحاد پیدا ہوتا جارہا تھا جو ۱۷۹۳ء کے اتحاد سے بہت بڑھا ہوا تھا بلکہ کیتھرائن کے انتقال اور پال کی تخت نشینی سے یورپ کے توقعات میں نہایت ہی سخت تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اس وقت تک دربار روس کی حکمت عملی یہ رہی تھی کہ مغربی طاقتوں کے درمیان باخود ہا پیچیدگی پیدا کرتا رہے اور جمہوریہ فرانس کے خلاف اپنی کوششوں کو مواعید و تیقنات تک محدود رکھے پال کے دور میں رجعت کامل کے ایک وقفہ کے بعد یہ دعاوی حقایق سے بدل گئے[1] یورپی معاقدے کی تجدید کے متعلق پٹ کے تجاویز کے ساتھ کسی بادشاہ نے پال سے زیادہ گرمجوشی کے ساتھ اتفاق نہیں کیا اور انگلستان کے اس وزیر کے ساتھ کوئی بھی اس بادشاہ سے زیادہ صدق دل کے ساتھ شریک کار نہیں ہوا مصر کے قبضہ پر بوناپارٹ نے دوستی کا جو رنگ چڑھانا چاہا تھا حکومت عثمانیہ نے اس کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ باب عالی نے جنگ کا اعلان کر دیا اور ۱۷۹۸ء کے موسم خزاں میں جو مراسلات جاری رہے ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس انگلستان ترکی اور نیپلز[2] جمہوریہ فرانس کے خلاف باہمی تائید کی قرارداد میں متحد ہو گئیں۔

---

[1] سرن بارڈی "تاریخ روس" (Geschichte Russlands) جلد دوم ۲۔ ۳۸۲۔

[2] یہ معلوم ہوتا ہے کہ دریائے نیل کی قاہرانہ فتح نے اہالی نیپلز کو واقعی مدہوش کر دیا تھا۔ لیڈی ہیملٹن مردوں کی طرح سے گر پڑی اور اسے جو سخت چوٹیں پڑیں ابھی تک (۱۵ ستمبر تک) ان سے پوری طرح بحال نہیں ہوئی ہے۔ مراسلات نلسن جلد ۳ صفحہ ۱۳۰ نلسن کی آمد پر بیگم مذکور چلا پڑی خدایا کیا یہ ممکن ہے۔ وہ میرے گود میں اس طرح گر پڑی گویا زندہ نہیں مردہ تھی۔ بعد میں نلسن نے جو مظالم کئے ان کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ اس جوش و خروش کے اثرات اسے سر کے شدید زخم کی وجہ سے اس کے دل کا توازن ہلا دیا تھا۔ "میرا سر پھٹا جارہا ہے اور ہمیشہ بیمار رہتا ہوں" ۱۰ اگست "مجھے بہلانے کے لئے میرے دوستوں نے اپنے تمام عنایات صرف کر دیئے" ۲۵ ستمبر۔

ایک روسی فوج بحر ایڈریاٹک کی جانب اپنے طویل کوچ پر روانہ ہوگئی۔ آسٹریا کی نئی سپاہ ۱۷۹۹ء کے موسم بہار کی مہم کے لئے تیار ہوگئی مگر واقعی مخاصمات کے شروع ہو جانے کے قبل جتنا وقت بھی گزرتا تھا اس کا ایک ایک لمحہ انگریزی حکومت کے نزدیک عدم تیقن میں جا رہا تھا اور جنگ نیل کا فاتح اس احتیاط کو مضحکہ سمجھتا تھا جس نے اس وقت تک فرانسیسیوں کو یہ موقع دے رکھا تھا کہ وہ اطالیہ کے اندر اپنی سازشوں کا جال پھیلائیں اور اس احتیاط سے سسلی اور نیپلز کی بندرگاہیں خود نلسن کی شدید ضرورتوں کے لئے بند رہیں۔ ستمبر کے اختتام کے قریب نلسن خلیج نیپلز میں نمودار ہوا اور اسے ایسے شور حقارت سے سابقہ پڑا جو فرانسیسی انقلاب کے نہایت

نلسن بمقام نیپلز ستمبر ۱۷۹۸ء

ہی غوغائی مناظر کی یاد دلاتا تھا۔ جو حال بالعموم بادشاہی کا تھا وہی حال نیپلز کا تھا کہ غریب ترین طبقات اصلاح کے سخت ترین دشمن تھے اور نیز تعلیمیافتہ حصہ کے مقابلے میں جو آزادی کی امید میں لگ گیا تھا یہی لوگ ملکہ اور قسیسوں کے مستحکم حلیف تھے۔ میری اینٹوانیٹ کی ہمشیرہ نے جاسوسی اور دار و گیر کا ایک نظم قائم کر کے اپنے عزیزوں کے مصائب کا جو انتقام خود اپنی رعایا سے لیا اس کی شدت انقلاب کی ہر ایک فتح کے ساتھ بڑھتی جاتی تھی ۱۷۹۸ء میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو پانچ پانچ برس سے قید خانے میں پڑے سڑ رہے تھے اور نہ ان کے جرائم کی کبھی تحقیقات ہوتی تھی اور نہ ان کے اعزہ کو اتنا معلوم کرنے کی اجازت تھی کہ وہ مر گئے یا زندہ ہیں اور اسے بیان کا کوئی خاص طریقہ لباس کا کوئی خاص طرز کسی مخبر کا ایک لفظ اس امر کے لیے کافی تھا کہ بے قصور شخص کو قید خانے میں ڈالدیا جائے اور ممکن تھا کہ وہاں انھیں

"جلیل القدر شہر آمائی قوم کس قدر خوش قسمت ہے، اس کی کیسی شان ہے اور اس کے لئے کیا تسلی ہے میں آپکی بیحد ممنون و مشکور ہوں میں روئی اور میں نے بچوں اور شوہر کو پیار کیا اگر کسی نے کبھی بہادر نلسن کی تصویر بنائی تو اسے اپنے کمرے میں رکھنا نہایت پسند کرونگی۔ واہ واہ میرے پیارے ہیلنڈی میں تیرے لئے دیوانہ ہوں"

تعذیب و عقوبت بھی ہو۔ شکوک و شبہات کے اس ظلم و ستم اور رشوت خواری و خرابی کی اس حالت کے درمیان جس نے سلطنت کی بری و بحری فوجوں کو بیکار محض بنا دیا تھا شاہ فرڈیننڈ اور اس کے حاشیہ نشین کبھی اس سے تھکتے نہ تھے کہ حق ربانی پر حملہ کرنے والوں اور روما کے فتح کرنے والوں کے خلاف سوانگ کی طور پر مریمؑ اور سینٹ بانارس کے حضور میں الغیاث الغیاث کرتے رہیں۔ وہ دربار جس کی بزدلی کی مثال شاید کسی اور دربار میں نہ مل سکے وہ پولیس جس نے نیپلز کے ہر ایک باشندے کو یہ سکھا دیا ہو کہ وہ اپنے ہمسایہ کو غدار سمجھے، وہ نظم و نسق جس نے یورپ کی سب سے زیادہ قوی نسل کے لوگوں کو ایسا سپاہی بنا دیا ہو جس کی بزدلی و ذلت پسندی شہرہ آفاق ہو گئی ہو یہی لوگ نلسن کے وہ حلیف تھے جنہیں اس نے ایک بڑے وقت میں یہ ہمت دلائی کہ وہ اپنے کو اس وجہ سے ناقابل فتح سمجھیں کہ انھیں اس کی (نلسن کی) تائید حاصل تھی یہ شخص اگرچہ اپنی نرم دلی و وفاداری میں اعاظم رجال کے مثل تھا مگر اپنی ملاحوں کی سی ناتجربہ کاری اور سہل انگیز خود بینی کی وجہ سے سیاسیات کے لئے موزوں نہ تھا (اسی کی ہمت افزائی کا اثر تھا کہ) ۱۲ ر نومبر ۱۷۹۸ء کو شاہ فرڈیننڈ نے فرانسیسیوں کے خلاف اعلان جنگ کئے بغیر ایک اعلان اس مضمون کا شائع کیا کہ بادشاہ کا ارادہ ہے کہ پاپائی سلطنتوں پر قبضہ کرے اور پاپائی حکومت کو بحال کردے اس اعلان نامہ میں فتح کے ہر قسم کے ارادے سے انکار کیا گیا تھا اور ان تمام لوگوں کو آزادانہ معافی دی گئی تھی جن سے کسی قسم کی بدعنوانی سرزد ہوئی ہو دس دن بعد نیپلز کی فوج نے آسٹروی سپہ سالار میک کے تحت سرحد کو عبور کیا۔ اس شخص کے مدح سرا اسے یورپ کا سب سے بڑا سپاہی سمجھتے تھے[1]

---

[1] سر ڈبلیو ہیملٹن کا مراسلہ م ۲۸ ر نومبر شامل دفاتر سسلی جلد ۴۴۔ اس کے وقت کے نیپلز کے اکثر اعلانات کے مسودات اصلی یہیں ملیں گے ۱۷۹۳ء کی مہم کے بعد سے

فرانسیسی سپاہ کا حصہ کثیر جس کی تعداد تقریباً بارہ ہزار تھی وینکونا کے قرب وجوار میں مقیم تھا۔ روما اور درمیانی مقامات میں چھوٹے چھوٹے دستے متعین تھے۔ میک اگر سیدھے بالائی ٹایبر کی طرف بڑھ جاتا تو اس کی یہ طاقت اگر فرانسیسی فوج کے متفرق بازوں کو منہزم کر دینے میں ناکام بھی رہتی تو بھی وہ انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ وسط اطالیہ کے اندر سے ہو کر گزرتا وہ اپنی فوج کے حصہ کو روما کی جانب لے چلا جہاں کوئی فرانسیسی فوج مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھی۔ اور کمزور منتشر دستے جزیرہ نما کی مشرق جانب روانہ کئے جہاں فرانسیسی فوج اچھی طرح مدافعت کرنے کی طاقت رکھتی تھی اہل نیپلز کے روما میں پہنچنے پر فرانسیسی سپہ سالار شانپیاں نے شہر کو خالی کر دیا صرف قصر سنٹ انجیلو میں ایک ایک قلعہ نشین فوج چھوڑ گیا اور خود دار الصدر سے تیس میل شمال سویٹا کسٹیلینا کی طرف ہٹ گیا۔ شاہ نیپلز روما میں ۲۹ نومبر کو داخل ہوا۔ مذہب کی بحالی کی تقریب یوں منائی گئی کہ شجر حریت کی جگہ پر ایک بہت بڑی صلیب نصب کی گئی، بہت سے یہودیوں کو ٹائبر میں غرق کر دیا گیا۔ جن لوگوں سے کسی

فرڈینینڈ کا روما میں داخل ہونا ۲۹ نومبر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میک ایک مشہور شخص بنا رہا ہے الحسن نے ندر لینڈز سے خانگی و سرکاری جتنے خطوط لارڈ گرنیول کو لکھے وہ سب اس شخص کی مبالغہ آمیز تعریفوں سے بھرے ہوئے ہیں جولائی ۱۷۹۶ء میں گیرہم نے اطالوی لشکر سے لکھا تھا کہ یہاں تمام لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یورپ کا سب سے بڑا سپہ سالار میک ہے جو ۱۷۹۳ء میں انگلستان میں تھا۔ خدا کرے کہ وہ کوچ کر رہا ہو اور یہاں آجائے"۔ اور دوسری طرف میک نے بھی انگریزوں کی مدح سرائی میں کوتاہی نہیں کی۔
اگر میں نے اس عہد کے سہ گانہ وزارت (یعنی پٹ، گرنیوائل، ڈنڈاس) کو نہ دیکھا ہوتا میری امید اور میرا صبر زائل ہو جاتا۔ میرے دوست ان وزرا تک میری تعظیم و تکریم پہنچا دیجئے برطانوی حکومت برابر تھیوگٹ پر یہ زور دے رہی تھی کہ وہ میک کو سپہ سالار اعظم بنا دے تھیوگٹ جس نے میک کی اصلی قابلیت کا پورا اندازہ کر لیا تھا وہ اس سے برابر انکار کرتا رہا اور اس وجہ سے بہت کچھ ہدف ملامت بنا۔

قسم کی بدعنوانی سرزد ہوئی تھی اور جن کی معافی کا بادشاہ نے وعدہ کر لیا تھا ان میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا گیا اور یہ دھمکی دی گئی کہ سنت انگلیو سے جتنی توپیں چلیں گی ہر توپ کے عوض میں شفا خانہ کے ایک فرانسیسی سپاہی کو گولی ماردی جائے گی۔[1] خارج شدہ "امام اعظم" کی خدمت میں اس کے دشمنوں کی بدحالی کی اطلاع روانہ کی گئی۔ شاہ فرڈیننڈ نے لکھا کہ "خدا کے فضل و کرم اور سنت جانارس کی کرامت سے ہم آخر اپنی فوج کے ساتھ مقدس شہر روما میں داخل ہو گئے ہیں۔ جیسے حال میں پلیدوں نے نجس کر دیا تھا اور جو اب صلیب اور میری تلوار کو دیکھ کر خوف سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں پس حضور اقدس اب اپنے مسکن غربت کو ترک فرمائیں اور غدار سے لاریتو کے مانند جناح ملائکہ پر سوار ہو کر ویٹیکن میں نزول اجلال فرمائیں اور اسے اپنی متبرک موجودگی سے مطہر بنائیں"۔ ایک خط شاہ پڈمانٹ کو بھی روانہ کیا گیا جس پر فرڈیننڈ پہلے ہی یہ زور دیچکا تھا کہ وہ اپنے کسانوں کو ہمت دلائے کہ فرانسیسی سپاہیوں کو قتل کر ڈالیں اس خط میں یہ مرقوم تھا کہ اہالی نیپلز نے بسر کردگی سپہ سالار میک فرانسیسوں کے موت کی گھنٹی بجا دی ہے اور "کیپٹال" کی بلندی سے یورپ میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ بادشاہوں کا زمانہ آگیا ہے۔

پڈمانٹ کے مراسلات دشمن کے ہاتھ میں پڑ گئے اور نقل و حمل کے معمولی وسائل پوپ کو ایسے وقت سے روما میں نہیں پہنچا سکتے تھے کہ وہ اپنے نجات دہندہ کے وہاں سے نکلنے کا مشاہدہ کرتا۔ فرڈیننڈ کی قصیدہ خوانیاں اس خبر سے بند ہو گئیں کہ اس کے جو کالم پاپائی سلطنت کے وسط و مشرق میں بڑھ رہے تھے وہ سب یا تو شکست کھا گئے یا گرفتار ہو گئے۔ میک اب اپنی خاص فوج کو لے کر سوٹا کیسٹیلینیا اور ٹرنی میں فرانسیسیوں سے اس شکست کا انتقام لینے کے

میک کا شانپیانی کے ہاتھوں شکست کھانا۔ ۱۳-۶ دسمبر

[1] وائی نانٹ: موتمر راسٹاٹ Rastadter Congress صفحہ ۸۳۔

لئے بڑھا مگر اس کی ترتیب افواج ہمیشہ کی طرح اب بھی نادانشمندانہ تھی جہاں جہاں اس کی فوجوں کا دشمن سے سامنا ہوا ہر جگہ اس کی فوجوں کو ہزیمت نصیب ہوئی اور چونکہ اس نے ازراہ غفلت اپنے خط کوچ کے کسی ایک موقع کو بھی حلقہ بند یا محفوظ نہیں کیا تھا پس روما کے شمال میں ایک مٹھی بھر فرانسیسی سپاہیوں سے اس کے شکست کھا جانے سے تقریباً نیپلز کے دروازوں تک تمام ملک ہاتھ سے جاتا رہا میک کی ہزیمتوں کی پہلی خبر کے ساتھ ہی روما کے فریق جمہوری نے فرانس کی طرفداری کا اعلان کر دیا۔ شاہ فرڈیننڈ نے راہ فرار اختیار کی۔ شانپیانی روما میں دوبارہ داخل ہو گیا اور چند دنوں کے توقف کے بعد نیپلز کی مملکت کی طرف بڑھا لیکن یہاں اسے ایک ایسے دشمن کے حملوں سے سابقہ پڑا جو اس فوج سے زیادہ خطرناک تھا جو فرانسیسیوں کو اطالیہ سے نکالنے کے لئے ترتیب دی گئی تھی۔ نیپلز کے کاشتکار جن کے لئے سپاہیوں کی وردی میں اور میک کے تحت احکام فرانسیسیوں سے آنکھ ملانا بھی دشوار ہو گیا تھا انہیں جب مذہبی جذبات کا واسطہ دیا گیا تو وہ خود اپنے ہی سرداروں کے تحت فوجی دستوں کے مانند اپنے گروہ بنا کر بڑی بہادری سے لڑے۔ شانپیانی کی فوج کے حصوں کو سخت نقصانات اٹھانا پڑے تاہم یہ حصے والٹرنو میں یکجا ہو جانے میں کامیاب ہو گئے اور گیٹا کا قلعہ جس کی مدافعت یہ بے ترتیب گروہ نہیں بلکہ باقاعدہ سپاہی کر رہے تھے وہ پہلی ہی صدا پر فرانسیسیوں کے حوالہ کر دیا گیا۔

میک اب کیپوا میں اپنی فوجیں خندقوں کے اندر لشکر گاہ میں جمع کر رہا تھا سارا ملک حملہ آوروں کے خلاف اٹھ رہا تھا۔ اور معرکوں میں شکست اٹھانے اور قلعوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے باوجود نیپلز کی حکومت میں اگر ایک ذرہ برابر بھی ہمت ہوتی تو وہ اب بھی فرانسیسی فوج کو الٹ دیتی جس کی تعداد صرف اٹھارہ ہزار تھی۔ مگر حکومت نے جو اضطراب و شکوک اپنی رعایا میں پیدا کر دیے تھے اسے اب خود ان کا

خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہر جانب سے غداری کا شور بلند ہو گیا۔ دربار پر جمہورانہ بغاوت کا خوف طاری ہو گیا۔ پادریوں اور عوام الناس نے دربار پر فرانسیسیوں کے ساتھ سازش کا الزام لگا دیا۔ میک نے یہ تعرض کیا کہ سپاہی شکست کھا جانے کا عزم کر چکے ہیں۔ سپاہیوں نے قسم کھا کر یہ کہا کہ میک نے ان سے دغا کی ہے۔ ۲۱ر دسمبر کی شب کو شاہی خاندان نلسن کے جہاز "وینگارڈ" پر چلا گیا اور ایک قلیل وقفہ کے بعد پلرمو روانہ ہو گیا اور دارالصدر کو ایک درباری پرنس پگناٹیلی کے حوالہ کر گیا جس کی کوئی شخص بھی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا۔[۱] تاہم شہریوں کے ایک دستہ محافظ نے جسے بلدیہ نے بھرتی کیا تھا امن قائم رکھا یہاں تک کہ یہ واضح ہو گیا کہ میک اور پگناٹیلی نے فرانسیسیوں سے التوائے جنگ حاصل کر لیا اور کیپوا اور قرب و جوار کے شہر حوالہ کر دئیے ہیں۔ پھر تو عوام وحشیانہ جنون سے بھڑک اٹھے قید خانوں کو کھول دیا اور سلاح خانوں سے ہتیار لے کر گداگروں اور آوارہ گردوں نے اپنی ایک فتنہ انگیز فوج بنالی اور ان کے ساتھ وہ ہزار ہا سربازا شخاص بھی شامل ہو گئے جو قید خانوں اور جہازوں سے چھوٹ نکلے تھے۔ پادریوں نے یہ سن کر کہ صلح کے لئے گفت و شنید جاری ہو گئی ہے از سر نو غداری کا شور مچایا اور ملکہ کا یہ عادتی مقولہ یاد دلا کر کہ تمام جنٹلمین

---

[۱] ۔ ملسن جلد سوم صفحہ ۲۱۰۔ ہملٹن کا مراسلہ مورخہ ۲۸ر دسمبر ۱۷۹۸ء شامل دفاتر۔ سسلی جلد ۴۲ اس شبہ کا روکنا ناممکن ہو گیا کہ فرار کی غرض سے شاہی خاندان کا باہر نکل جانے کا ارادہ ہے۔ تاہم اس حد تک رازداری قائم رہی کہ ہم لوگوں نے ۲۰ر دسمبر کو شاہ و ملکہ کے جواہرات و نقدی کے خزانے کے معقول حصہ کا اعلیحضرت کے جہاز "وینگارڈ" پر منتقل کر لینے کا انتظام کر لیا اور لارڈ نلسن دوسرے روز ایک خفیہ راستہ سے محل میں گیا اور اپنی کشتیوں میں شاہ و ملکہ اور سسلی کے کل خاندان شاہی کو لے آیا۔ نیپلز میں بہت رات گزرے تک یہ پتہ نہ چلا کہ شاہی خاندان فرار ہو گیا ہے۔ یوم میلاد مسیح کی صبح کو ہماری پلرمو پہنچنے کے چند گھنٹوں قبل بادشاہ کا ایک چھ برس کی عمر کا لڑکا شہزادہ البرٹ خوف یا تھکن سے شدید تشنج میں مبتلا ہو گیا اور لیڈی ہملٹن کی گود میں انتقال کر گیا۔ ملکہ شہزادیاں اور خادمہ عورتیں سب اسقدر پریشانی میں مبتلا تھیں کہ کوئی مدد نہ دے سکیں"

انتہا پسند جمہوری ہیں صرف عام لوگ وفادار ہیں"۔ ان پادریوں نے انبوہ عوام کو قتل و ہنگامہ پر ابھار دیا۔ ۱۵ر جنوری کی صبح کو گداگروں اور آوارہ گردوں کے غول در غول دروازوں سے نکلے کہ فرانسیسیوں پر جا پڑیں جواب شہر سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر تھے کچھ لوگوں نے سڑکوں کی حفاظت کے لئے قلعوں سے توپیں اتارلیں۔ تاہم جمہوری فریق اور اس معتد بہ جماعت نے جسے دربار اور اس کے طلفا نیین و عوام نے نیپلز میں شور رستخیز برپا کر کے جمہوری بنا دیا تھا انھوں نے شانیپانی سے مراسلت جاری رکھی اور تباہی و قتل عام کے روکنے کا واحد ذریعہ انھوں نے یہی خیال کیا کہ فرانسیسی شہر میں داخل ہو جائیں۔ ایک خاص تدبیر سے جو ۲۰ر کی شب میں عمل میں آئی انھوں نے قلعہ سینٹ الموپر قبضہ کر لیا اور ادھر فرانسیسی مضافات میں خونریز جدال و قتال میں سرگرم تھے۔ ۲۲ر کو شانیپانی نے حملہ کے دوبارہ جاری کرنے کا حکم دیا۔ سینٹ المو کے اندر کے سازشیوں نے فرانسیسی جھنڈا بلند کر دیا اور اپنی توپوں کا رخ عوام کی طرف پھیر دیا۔ قبل اس کے کہ شہر کے وسط میں موت و حیات کی آخری کشمکش شروع ہو گداگروں اور درویشوں کے سرگروہوں نے دوستی کے ان پیغاموں پر توجہ کی جو شانیپانی نے انھیں کی زبان میں پیش کیا تھا اور ایک نیم وحشی قوم کی بے ربطی کے ساتھ شانیپانی کے سپاہیوں کو نعرہ ہائے حسرت کے ساتھ سینٹ جانارئیس کے گرجا میں لے گئے جس کے احترام و تحفظ کا شانیپانی نے وعدہ کیا تھا۔

فرانسیسیوں کا شہر میں داخلہ ۲۳ر جون ۱۷۹۹ء

شانیپانی نے اپنی فتح سے ایسی فرزانگی و بردباری کے ساتھ کام لیا جو فرانسیسی فاتحین میں شاذ و نادر ہی کہیں نظر آسکتی ہے اس نے عوام الناس کی وہم پرستی کو خندہ پیشانی سے قبول کیا اور روشن خیال اشخاص کی سیاسی امیدوں کی ہمت افزائی کی۔ مفرور دربار کے خلاف اور جمہوری حکومت کی تائید میں سخت تغیر خیال پیدا ہو گیا اور اس کے بعد فرانسیسی سپہ سالار نے ایک قومی مجلس قائم کی اور وہاں کے مربی ولی کے سامنے ازراہ تمسخر

جمہوریہ پارتھینو پی۔

سر اطاعت خم کیا۔ نیپلز کی بادشاہی "جمہوریہ پارتھینوپی" میں بدل دی گئی۔ نئے قوانین اور نئے تنظیمات لئے جن پر نیابتی جمعیت میں بحث ہوتی تھی نیپلز میں ایسی امیدیں اور ایسی دلچسپیاں پیدا کردیں جن کا پہلے کہیں ذکر بھی نہیں تھا مگر فرانسیسی قبضہ کے لابدی حادثا یعنی جبر ستانی و افلاس اور لوگوں کے دلوں پر ان کے تلخ نتائج کے ظہور میں زیادہ توقف نہیں ہوا مضافات کے ہر مقام پر پادری بغاوت کا اشتعال دلا رہے تھے نئی حکومت کے عمال جنھیں معاملات عامہ کا کچھ تجربہ نہ تھا جہاں جاتے تھے ابتری و پریشانی برپا کر دیتے تھے۔ پچاس مختلف مقامات میں خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں اور فراڈیاولا کے مانند شورش کے مقامی سرگروہوں نے بس بربریت کا اظہار کیا اس کا بدل ان فرانسیسی کالموں نے بہت ہی خوبی سے کردیا جو ان شورشی اضلاع میں سے ہوکر گزرے تھے۔

آسٹریا و روس کے ساتھ جنگ مارچ ۱۷۹۹ء

جنگ کے رقبہ کو جنوبی اطالیہ کیجانب وسعت دینے میں فرانسیسی حکومت نے وقت کا انتخاب برا کیا تھا روسی فوج کا پہلا حصہ بسرکردگی سوبراف اس سے قبل موریویا میں پہنچ چکا تھا اور دربار و آنا اعلان جنگ کے لئے صرف اپنے موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ روما اور نیپلز کی نئی قائم شدہ حکومتیں اپڈج پر فرانسیسیوں کی مدد تو کیا کرتیں خود فرانسیسیوں کو نئی حکومتوں کی تائید کے لئے روما و نیپلز فوجیں بھیجنا پڑیں فرانسیسی جو فوج سرحد پر لا سکتے تھے وہ اس سے پست درجہ تھی جیسے آسٹریا نے دو برس کی تیاریوں میں مہیا کرلیا تھا روسیوں کے متعلق ابریل میں لمبارڈی میں پہنچنے کی امید تھی اور وہ ان لوگوں کے سے اعتماد کے ساتھ آئے جنھوں نے اپنی شکست و ہزیمت سے فرانسیسیوں کی شان بڑھانے میں کوئی مدد نہیں دی تھی فرانسیسیوں کی جانب میں اب سران لشکر کی بھی وہ مسلمہ فوقیت نہیں تھی جو اتحاد اول کی جنگ کے وقت میں تھی۔ سویراف اور آرچ ڈیوک چارلس (ایک بوناپارٹ کو چھوڑ کر

جو مصر میں تھا) جمہوریت کے ہر سپہ سالار کے پورے مدمقابل تھے۔ فرانس کی حکومت عاملانہ میں بہت تنزل آگیا تھا۔ کارنٹ جلا وطنی میں تھا تنظیم کے جس کام کو اس نے اس مستعدی و بےغرضی کے ساتھ چلایا تھا وہ اس کے وہمی اور رشوت خوار جانشینوں کے تحت بالکل خراب ہو رہا تھا۔ ہوشیار سپہ سالار اور دلیر سپاہیوں کی جمہوریت میں کبھی کمی نہیں تھی مگر اس حاوی و غالب مرضی اور قومی جذبات کے اس ہیجان کا کہیں پتہ نہیں تھا جس نے حکومت میں وہ جوش پیدا کر دیا تھا جو مجلس عارضی کے وقت میں ظاہر ہوا یا جو دوبارہ نپولین کے تحت ظاہر ہوا۔

یہ جنگ میں سوئزرلینڈ کے شامل کر لئے جانے کی وجہ سے جنگ میں اب ایک نئی خصوصیت و کیفیت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ پہلے اتحاد کی جنگ کے وقت سوئزرلینڈ ایک غیر جانبدار ملک تھا مگر ۱۷۹۸ء کے واقعات نے رائن سے مغرب کے تمام سوئزرلینڈ پر فرانس کو قابض بنا دیا تھا اور بعد میں ایک آسٹروی فوج نے گریزنز پر قبضہ کر لیا تھا اب متخاصمین کے درمیان حد فاصل بلا شکست منیز سے ایڈریاٹک تک پھیلی ہوئی تھی۔ فرانسیسی فوجوں کا سلسلہ رسل و رسایل برابر ایک دوسرے سے ملا ہوا تھا اور ہر ایک حصہ کی نقل و حرکت میں دیگر حصص کی ضروریات کے موافق رد و بدل ہو سکتا تھا۔ دوسری طرف یہ بھی تھا کہ کسی ایک موقع پر اگر تباہی آئی تو دوسرے مواقع بھی خطرے میں پڑ جاتے کیونکہ ۱۷۹۲ء کے مانند کوئی غیر جانبدار ملک درمیان میں حایل نہ تھا جس سے دشمن کی جناحی حرکت کی روک ہو سکتی اور جنوبی جرمانیہ کی کسی فاتح آسٹروی فوج سے مبارڈی کی فرانسیسی فوج کے وسایل آمد و رفت کی حفاظت ہو سکتی۔ اس معاملہ میں سوئزرلینڈ کے راستوں کی اہمیت کو فرانسیسی حکومت سمجھتی تھی بلکہ اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتی تھی، اور اس وجہ سے حکومت نے اس کوہی معرکہ آرائی میں اس قدر طاقت صرف کر دی جس سے میدانوں میں اس سے بہتر نتیجے پیدا ہوتے۔

اس میدان کارزار میں دونوں طرف سے تین تین فوجیں نبرد آزما تھیں
رائن پر فرانس کی جانب سے ژوردون افسر اعلیٰ تھا۔ سویزرلینڈ میں مسینا
اور ایڈج پر شرر یہ آخری شخص جمہوریت کے سپہ سالاروں میں سب
سے کم قابل تھا۔ حلفا کی جانب سے آرچ ڈیوک چارلس جنوب جرمانیہ
میں سپہدار تھا لمبارڈی میں سوبراف اور اس کی فوج کی آمد کے
انتظار میں کرے آسٹریوں کی قیادت کر رہا تھا۔ سویزرلینڈ میں سپہداری
ایک سویز عہدہ دار ہوز کو دیگئی تھی جس نے خارجی خدمات میں کچھ امتیاز
حاصل کیا تھا۔ فرانسیسیوں کی تجویز یہ تھی کہ مسینا کے تحت اپنے قلب
کو بڑھاتے ہوئے ٹرول میں لیجائیں اور پھر اپنی وسطی وجنوبی قوتوں کے
متحدہ حملے سے بالائی ایڈج پر آسٹریوں کو تباہ کردیں اور ادھر ژوردون
قلب سے تعلق قایم رکھتے ہوئے ڈینیوب کے نیچے نیچے دبا ہوا
وانیا تک پہنچ جائے۔ اوایل مارچ میں فوج کشی کا آغاز ہوا۔ مسینا نے
رائن کے سرچشمہ کے مشرقی مواقع پر آسٹریوں پر حملہ کیا اور دشمن کو گرنیس
کے وسط تک دبا لے گیا۔ ژوردون نے اسٹراسبرگ پر رائن کو عبور کیا اور
چالیس ہزار سپاہ کے ساتھ بلیک فارسٹ سے گزر گیا۔ اسے یہ احکام
مل چکے تھے کہ آرچ ڈیوک کی فوج کی قوت کتنی ہی بڑھی ہوئی کیوں نہ
ہو مگر وہ اس پر حملہ کردے فرانسیسی اور آسٹری فوجوں کا مقابلہ (۲۵ مارچ
کو) خلیج کانسٹنس کے سرے کے قریب مقام اسٹاکاک پر ہوا۔ بڑھی
ہوئی تعداد کی وجہ سے آرچ ڈیوک کو کامل فتح ہوگئی۔ ژوردان
کی نہ صرف پیش قدمی رک گئی بلکہ اسے مجبور ہو کر رائن سے
ورے ہٹ جانا پڑا۔ اب سویزرلینڈ اور اطالیہ میں
فوجوں کی قسمت کا حال جو کچھ بھی ہوتا مگر ڈینیوب کی
طرف سے وائنا پر بڑھنے کی تمام امیدوں کا خاتمہ
ہوگیا۔

مارچ ڈیوک چارلس کا بمقام اسٹاکاک میں ژوردان کو شکست دیدینا۔
۲۵ مارچ

حملہ آوروں کی موجودگی سے آزاد ہوکر آسٹریوں نے اب اپنے

کو بنڈن میں راسٹاڈ کے دروازوں تک پھیلا دیا۔ یہاں فرانس و آسٹریا کی جنگ کے باوجود چھوٹی چھوٹی جرمانی سلطنتوں کے ایلچی ابھی تک فرانسیسی گماشتوں کے ساتھ سرگرم مشورت تھے۔ ۲۸ر اپریل کو آسٹریوں کی جانب سے فرانسیسی ایلچیوں سے (جن کی تعداد اب تین ہو گئی تھی) یہ خواہش کی گئی کہ وہ چوبیس گھنٹوں کے اندر روانہ ہو جائیں انھوں نے بدرقہ کی درخواست کی مگر اس سے بھی انکار کر دیا گیا۔

راسٹاڈ میں فرانسیسی ایلچیوں کا قتل۔

ان کی گاڑیاں ابھی شہر کے دروازوں سے باہر ہی نکلی تھیں کہ آسٹروی سواروں کے ایک دستے نے ان پر حملہ کر دیا۔ دو فرانسیسی ایلچی قتل کر دیے گئے اور تیسرا مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ آیا بین الاقوامی قانون کی یہ خوفناک خلاف ورزی محض بدمست سپاہیوں کی حرکت تھی جیسا کہ حکومت آسٹریا کا دعویٰ تھا یا کسی حد تک اعلیٰ ملکی عہدہ داروں کا اس سے تعلق تھا یا اس کا واسطہ ان فرانسیسی جلاوطنوں سے تھا جو قرب و جوار میں رہتے تھے یہ امور نامعلوم رہے۔ ارچ ڈیوک نے جو تحقیقات شروع کی اسے کابینہ نے اس خیال سے بند کر دی کہ ڈائٹ کی جانب سے زیادہ علانیہ تحقیقات کیجا سے لیکن یہ تحقیقات وجود میں نہ آئی اور ۱۸۰۱ء میں حکومت نے آرچ ڈیوک کی تحقیقات سے متعلقہ تمام کاغذات فوجی بستوں میں سے نکلوا دیے اس کے بعد سے پھر ان کاغذات کا پتہ نہ چلا۔

اگر اس وقت جنگ میں آسٹریا کا پہلو دبا ہوا ہوتا تو اس خبر سے فرانسیسی فوج کا غصہ جس درجہ بھڑک اٹھا تھا اس کی وجہ سے آسٹریا کو اس کی بہت گراں قیمت دینا پڑتی مگر فی الحال یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر شئے جمہوریت کے خلاف ہوتی جا رہی ہے۔ ژوردان کو ابھی جرمانیہ میں شکست ہی ہوئی تھی کہ دریائے ایڈج پر بمقام میگننو ایک تباہ کن ہزیمت سے جنگ میگننو ۵ر اپریل اطالوی فوج کو پیچھے ہٹنا پڑا اور وہ ملان سے صرف چند میل پر رہ گئی۔ ادھر مسینا کو اپنے رفقا کی تباہیوں

کیوجہ سے خود اپنے فتوحات کے ثمرات سے محروم ہوکر سویزرلینڈ کا نصف مشرقی حصہ چھوڑ دینا اور دریائے لمنیٹ لیو سرن اور گوتہرو کے خط پر ہٹ آنا پڑا۔ چارلس اب جرمانیہ سے حرکت کرکے سویزرلینڈ میں آگیا مسینا نے اپنا مرکز زیورچ میں قائم کیا اور آرچ ڈیوک کے حملہ کا منتظر رہا۔ پانچ ہفتہ تک چارلس ساکت رہا۔ آخر ۴ر جون کو اس نے صدائے جنگ دی۔ اپنے سے بہت بڑی ہوئی فوج کے مقابلہ میں دو دن تک جد و جہد کرنے کے بعد مسینا، زیورچ کے خالی کرنے پر مجبور ہوگیا مگر وہ اٹلیبرگ کی پہاڑی سے زیادہ پیچھے نہیں ہٹا جو شہر سے صرف چند میل مغرب میں واقع ہے یہاں اس نئے مقام کو قلعہ بند کرکے وہ سختی کے ساتھ جما رہا اور آسٹروی سویزرلینڈ کے وسطی راستوں میں قائم ہوگئے اطالیہ میں فرانسیسی فوجوں پر تباہی پر تباہی آرہی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا بالکلیہ خاتمہ ہوجائیگا۔

سیوراف سترہ ہزار روسیوں کو لئے ہوئے وسط اپریل میں لمبارڈی میں آگیا۔ اس کی پہلی معرکہ آرائی اور پہلی فتح ۲۵ر اپریل کو اڈا کے گزرگاہ

لمبارڈی میں سوبراف کی مہم اپریل۔ جون

پر وقوع میں آئی۔ اس کے بعد ملان حوالہ کردیا گیا اور "جمہوریہ ماورائے الپس" منسوخ ہوگئی۔ مورو جس کے ہاتھ میں اب فرانسیسیوں کی کمان تھی وہ الیسنڈریا کی طرف ہٹ گیا جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ جنیوا اور ٹیورن دونوں پر حاوی رہے مگر سوبراف کے اپنی رفتار کو دفعتہ بدل دینے سے روسی سارڈینیا کے دارالصدر میں اس سے قبل پہنچ گئے کہ اسے خطرہ کا اندیشہ بھی ہوتا اب فرانسیسی سپہ سالار آلپس کی اوپر کی سڑکوں سے منقطع ہوگیا اور وہ جنیوا کے اوپر کوہ اپینائینز پر جا رہا اور اس فوج کا انتظار کرنے لگا جس نے نیپلز پر قبضہ کیا تھا اور جو اب میکڈانلڈ کے زیر قیادت بسرعت تمام اس کی امداد [illegible] سے [illegible] اور اپنے کوچ میں ان منتشر دستوں کو بھی جمع کرتی جارہی تھی

جو دریائے پو کے جنوب میں پھیلے ہوئے تھے میکڈانلڈ بہت تیزی کے ساتھ وسط اطالیہ سے ہو کر گزرا اور شروع جون میں کوہ اپنیائینز کو پنٹوا کے اوپر قطع کرتا ہوا نکل گیا۔ اس کے بیس ہزار سپاہ کے ساتھ موڈینا میں آجانے سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اب پلہ فرانسیسیوں کی جانب جھکا چاہتا ہے۔ سویراف نے اپنے خطرے سے آگاہ ہو کر نہایت عجلت کے ساتھ ان تمام دستوں کو جمع کر لیا جو اسکے دسترس کے اندر تھے اور ٹربیا پر میکڈانلڈ کا مقابلہ کرنے کے لئے مشرق کی طرف چل پڑا۔ مورو بھی اسی جانب میں اپنائینز سے اترا مگر اسنے روسی سپہ سالار کی بھرتی کا اندازہ کم کیا تھا وہ آدھے راستے پر بھی نہیں پہنچا تھا کہ سویراف نے بمقام ٹربیا میکڈانلڈ پر حملہ کر دیا اور اس تمام جنگ میں تین دن کی سب سے زیادہ جانبازانہ معرکہ آرائی میں اسے شکست دے دی۔ (۱۸ جون[1])۔

اب تمام جنوبی اطالیہ فرانسیسیوں کی قایم کردہ حکومتوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی کارڈنل ریوفو جوش مذہبی سے بھرے ہوئے کسانوں کا ایک گروہ لے کر جو فوج اہل اعتقاد کے نام سے مشہور تھی، وحشیانہ مظالم کے ساتھ اپولیا اور کلیبریا کا مالک بن گیا اور نیپلز کے سامنے نمودار ہوا جہاں گداگروں کی فوج قتل و غارت میں اہل اعتقاد کے ساتھ متحد ہونے کے لئے تیار کھڑی تھی۔ شہر کے اندر کی تائید کے اعتماد پر اور بندرگاہ میں بعض انگریزی و روسی جہازوں کی امداد پاکر ریوفو نے ۱۳ جون کی صبح کو نیپلز کے مضافات پر حملہ کر دیا شہر کے

[1] ڈنیا یلیوسکی "ریلوشن" جلد دوم صفحہ ۲۱۴ مراسلہ از لارڈ ڈبلیو بنٹنگ از مقام صدر لشکر متحدہ بمقام بیاسترام ۲۲ جون شامل دفاتر سلطنتہائے اطالوی جلد ۵۸۔ بنٹنگ اس جنگ سے چند دنوں قبل آیا تھا۔ اس وقت سے اس کے مراسلات کل شمالی اطالوی مہم پر حاوی ہیں۔

اندر اور باہر پانچ روز تک قتل وغارت کا سلسلہ جاری رہا ۱۹ر جون کو کارڈنل نے ہتیار رکھ دینے کی تجویز پیش کی۔ اسے ان جمہوریوں نے قبول کر لیا جو قلعہ پر قابض تھے۔ اس کے بعد گفت وشنید کا سلسلہ جاری ہوا۔ ۲۳ر جون کو شاہ نیپلز کی جانب سے ریوفو نے شرایط صلح پر دستخط کر دئے، اور ان شرایط کے ایماندارانہ عملدرآمد کی ضمانت کے طور پر برطانیہ عظمیٰ اور روس کے نمایندوں نے بھی دستخط کئے۔ یہ طے پایا تھا کہ جمہوری قلعہ گیر فوج اعزاز جنگ کے ساتھ کوچ کر جائے۔ ان لوگوں کی ذات وجائداد کی حرمت کی جائے گی۔ جو لوگ ملک سے باہر چلے جانا پسند کریں انھیں غیر جانبدارانہ جہازات ٹولون کو پہنچادیں اور وہ تمام لوگ جو وطن میں رہ جائیں وہ ہر طرح کی تکلیف وہی سے آزاد رہیں۔

قلعہ گیر فوج نے اس رات میں قلعوں کو نہیں چھوڑا۔ دوسرے روز صبح کو جب فوجیں ان سہ مستولی کشتیوں پر سوار ہو رہی تھیں جو انھیں ٹولون کو پہنچانے والی تھیں نو عین اسی وقت میں نلسن کا بیڑا خلیج نیپلز میں نمودار ہوا۔ نلسن نے یہ اعلان کر دیا کہ باغیوں سے معاملت کرنے میں کارڈنل ریوفو نے بادشاہ کے احکام کی خلاف ورزی کی ہے اور اس نے حوالگی کو کالعدم قرار دیدیا۔ یہ سہ مستولی کشتیاں جن میں جمہوری بھرے ہوئے تھے شاہ فرڈیننڈ کی آمد کے انتظار میں انگریزی جہازوں کے عقب میں باندھ دی گئیں امیرالبحر کارانجولی نے حکومت جدید کے تحت عہدہ قبول کر لیا تھا اور اب اس کے زوال پر بھیس بدل کر بھاگ جانا چاہتا تھا۔ ۲۹ر جون کو وہ گرفتار ہو کر نلسن کے روبرو حاضر کیا گیا۔ نلسن نے حکم دیا کہ نیپلز کی ایک فوجی عدالت اس کے مقدمہ کی سماعت کرے، اور اس کے بڑھاپے، اس کے رتبہ اور اس کی طولانی خدمت سلطنت کے باوجود اسے نیپلز کے ایک جہاز کے مستول سے لٹکا کر پھانسی دلوادی اور اس کے جسم کو سمندر میں پھنکوادیا۔ چند روز بعد شاہ فرڈیننڈ پلرمو سے آیا اور نلسن نے اپنے تمام قیدیوں کو باربنی حکام کے حوالہ کر دیا۔ ستمگری کا ایک دور شروع ہو گیا۔

دور ہول و تخویف

بیشمار اشخاص قید خانوں میں ڈال دیئے گئے۔ فوجی عدالتوں نے نیپلیز کی قوم کے بہترین اشخاص کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہ عدالتیں کیا تھیں ایسے کمیشن تھے جن کا قانون یہ تھا کہ جو پسند آجائے وہ کرو۔ سو سے زاید احکام موت کی تعمیل خود نیپلیز کے اندر ہوئی۔ ضبطی، جلاوطنی اور قید نے ہزارہا خاندانوں کو برباد کر دیا۔ نیپلیز کی قانونی سزاؤں کی یہ ایک خصوصیت تھی کہ جس حکومت کی زبان پر ہمہ وقت مذہب حق کے الفاظ جاری رہتے تھے اس نے ایسے مردوں اور عورتوں کو فنا کر دینے کے لئے منتخب کیا جو اخلاق اور علوم و فنون میں سب سے زیادہ ممتاز تھے اور ترقی و دولتمندی کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا جو اپنے وحشیانہ حرکات ناشایستہ کے لئے مشہور تھے۔ موت کی اس گرم بازاری میں نلسن نے جو حصہ لیا وہ اس کی شہرت پر ایسا دھبا بن گیا جسے زمانہ مٹا نہیں سکتا

عله۔ مراسلات نلسن جلد سوم صفحہ ۴۷۷۔ سر ڈبلیو ہملٹن کا مراسلہ مورخہ ۱۴ جولائی ستائل دفاتر سسلی جلد ۴۵۔ ہافرٹ: ملکہ کیرولینا Konigin Karolina صفحہ ۳۸ جلاوطنی کے تفصیلات کا مجموعہ جلد پنجم صفحہ ۶۱ میں ہیں۔ ہیملٹن کے بیان کے مطابق نلسن کی حوالگی کو ناجائز قرار دینے کے قبل ہی قلعہ کے بعض جمہوریت پسند واقعی اپنے گھروں کو چلے گئے تھے جب ہم نے ۲۴ جون کو خلیج میں لنگر ڈالا تو قصروں کی حوالگی کسی حد تک عمل میں آچکی تھی۔ یہ دو بڑی کشتیاں قصروں سے نیپلز کے اہل ہاتھ ہی نمایاں و محترم باغیوں کو سوار کرا چکی تھیں جنھوں نے ٹوپون کو جانا پسند کیا تھا دوسرے باغیوں کو بھی اپنے وطنوں کو واپس جانے کی پہلے ہی اجازت مل چکی تھی اگر ایسا تھا تو نلسن کا یہ حیلہ کہ حوالگی عمل میں نہیں آئی تھی بعد کا ایک خیال تھا۔ ہلفرٹ کو اس بارے میں غلطی ہوئی کہ وہ ۸ جولائی کے خط یا اعلان کے نسبت جس نے معاہدہ کو روک دیا تھا یہ کہتا ہے کہ وہ جعلی تھا۔ یہ خط بالکل اصلی تھا۔ نلسن نے اسے بادشاہ کے نام سے شایع کیا تھا اور وہ ہیملٹن کے مراسلہ میں شامل ہے۔ ہیملٹن نے خود اپنی اور اپنی بیوی کے نسبت جس جوش مسرت کا اظہار کیا اور ان واقعات میں ان دونوں نے جو حصہ لیا اسے پڑھکر رنج ہوتا ہے "مختصر یہ کہ لارڈ نلسن نے اور میں نے بشمول اما معاملات کو اس خوشگوار نزاکت تک پہنچا دیا ہے۔ اما درحقیقت ملکہ کی جانی دوست ہے آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ جب ہم تینوں

فرانسیسیوں نے لمبارڈی کو واپس لینے کی آخری امید کو میکڈانلڈ کے تحت نیپلز کی فوج کے آگے بڑھنے پر معلق کر رکھا تھا۔ ٹریبیا کی جنگ نے اس امید کو ہوا میں اڑا دیا اور خود اس امر میں شک و شبہ پیدا کر دیا کہ آیا فرانس حملہ سے بچ جائیگا یا نہیں۔ سیوراف دل سے یہ چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ میکڈانلڈ اس شکست سے سنبھل سکے وہ خود مورو پر حملہ کر دے اور اسے ساحلی سڑک کیطرف سے مغرب جانب فرانس کے اندر پہنچا دے۔ اگر سیوراف کو خود اپنی رائے پر چلنے کا موقع ملا ہوتا تو اغلب یہ تھا کہ فرانس کی اطالوی فوج میں سے جو بقیۃ السیف رہ گئے تھے وہ بھی بالکلیہ ہلاک ہو جاتے اور روسی لائینز یا مارسیلز پر بڑھ آتے۔ مگر ۱۷۹۳ء کیطرح اس وقت بھی جمہوریہ فرانس دشمنوں کے آپس کے مناقشات کی وجہ سے بچ گئی۔ آسٹریا نے جنگ کی تجدید محض فرانس کی دست درازیوں کے روکنے کی غرض سے نہیں کی تھی بلکہ اس کا مقصود اطالیہ کے اندر خود اپنی مملکت کا بڑھانا تھا۔ یہ منصوبے روس سے پوشیدہ رکھے گئے تھے، اور تھیوگٹ نے راز داری کی نہایت سخت شرط کے ساتھ ان مقاصد سے برطانی سفیر کو کسی قدر آگاہ کر دیا تھا۔ ۷؍ اگست کو لارڈ منٹو نے اپنی حکومت کو آسٹروی دربار کے ارادوں سے مطلع کیا۔ اس نے لکھا کہ شہنشاہ کی تجویز یہ ہے کہ وہ پڈمانٹ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور سیوائے کے اس تمام حصے کو لے لے جو فوجی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے اس میں بھی شک نہیں ہے کہ اگر نائس اس کے ہاتھ آجائے

اطالیہ میں آسٹریا کے منصوبے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) متفق ہو جائیں تو کونسا اصلی کام انجام پائیگا۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہے کہ میں اپنی سفارتی زندگی کو شان و نیک نامی کے ساتھ ختم کروں گا۔ آپ خود دیکھیں گے کہ شاہ نیپلز نے اس جہاز سے اپنے، لندن کے ایلچی کو کیا لکھا ہے وہ اپنی بادشاہی کی واپسی شاہ انگلستان کے بیڑے لارڈ نلسن اور میری وجہ سے قرار دیتا ہے" ۲۸؍ اگست ہیملٹن یہ بیان کرتا ہے کہ ۱۲؍ ستمبر کو نیپلز کے قید خانے میں جو لوگ تھے ان کی تعداد آٹھ ہزار سے اوپر تھی۔

تو وہ اسے بھی اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا ہے جس سے دریائے دار اس کے اور فرانس کے درمیان حد فاصل ہو جائے گی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمہوریہ جینوا کی تمام مملکت پر بھی سخت نظر لگی ہوئی ہے...... مجھے یہ بھی احتمال ہے کہ پاپائی ممالک کو بھی شہنشاہ اپنے قبضہ میں رکھیگا... کے متعلق جو منصوبے ہوں میں ابھی تک ان پر قابو نہیں حاصل کر سکا ہوں[1] فرانس کی دست اندازی کے خلاف حقوق یورپ کی مخالفت سے جو حق آسٹریا سمجھتی تھی وہ یہ تھے۔ مگر زار نے کو ہستان ... کے اس جانب سے اپنی فوجوں کو اس غرض کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ مہم کے آغاز کے وقت سے وائینا کی فوجی کونسل کے ساتھ سیوارف کا برابر تصادم ہوتا رہتا تھا۔[2]

---

[1] کاسلری جلد چہارم دفاتر آسٹریا۔ جلد ۵۶ لارڈ منٹو حال ہی میں سر مارٹن ان کے بجائے سفیر ہوا تھا انگریزی حکومت آمادہ تھی کہ خاندان ہیپسبرگ کو وہ سب کچھ عطا کر دے تاکہ اس سد راہ کی تقویت ہو سکے جسے صرف ... کے فوجی ذرائع و وسائل فرانس کی آیندہ اولو العزمیوں میں حائل کر سکتے تھے" گرینول بنام منٹو مورخہ ۱۳ ارچ ... اور گرینول اگرچہ شاہ پیڈمانٹ کے حقوق کا کسی قدر لحاظ محسوس کرتے تھے کہ وہ شاہان ہیپسبرگ کو جمہوریہ جینوا کے حوالہ کر دینے پر اسطرح آمادہ تھے جس طرح وہ ... وینس کے حوالہ کر دینے پر آمادہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جینوا کی سلطنت کی تباہی کو علانیہ خوشی کے ساتھ دیکھتے ہیں کیونکہ وہ بہت آسانی سے فرانس کے اثر میں آگئی تھی انھیں خاص فکر یہ تھی کہ اگر آسٹریا وینس وجینوا اپنے قبضہ میں رکھے اور لگہارن کو بھی حاصل کر سکے تو وہ انگلستان کو ایک پر نفع تجارتی معاہدہ عطا کر دیگی۔ گرینول بنام منٹو مورخہ ۸ ... فروری ۱۸۰۰ء کاسلری جلد پنجم صفحات ۲-۱۱۔

[2] لارڈ ملگریو بنام گرینول ۱۲ ستمبر ۱۷۹۹ء دفاتر روح سویزرلینڈ جلد ۸۰۔ سیوارف نے مجھ سے نہایت ہی دل کھول کر باتیں کیں۔ اس نے آغاز کلام اس طرح کیا کہ وہ بہت ہی ضعیف العمری میں اپنے کنج عزلت سے بلایا گیا جہاں اس کی دولت اور اس کے اعزاز نے اسے ایسی حالت میں پہنچا دیا تھا کہ تحریکات خود غرضی سے اس میں کوئی طمع نہیں پیدا ہو سکتی تھی اپنے

سیوراف اس رائے پر جما ہوا تھا کہ دشمن کے تعاقب میں ذرا بھی وقفہ نہ ہونا چاہیے اور آسٹریا کی کونسل قلعوں کے سر کرنے پر مصر تھی۔ پہلے جو امر محض خوبی رائے کا اختلاف معلوم ہوتا تھا وہ متحدہ فوجوں کے پڈمانٹ میں داخل ہونے کے بعد اپنے اصلی سیاسی رنگ میں نمودار ہوا۔ زار دل و جان سے یہ چاہتا تھا کہ انقلاب کے لوگوں کو پامال کردے اور فرانس نے جن حکومتوں کو الٹ دیا ہے انہیں بحال کردے۔ سیوراف کی فوجیں جس وقت ٹیوران میں داخل ہوئیں اس نے معاً خاندان سیوائے کی بحالی کا اعلان کر دیا اور سارڈینیا کے تمام عہدہ دارو کو بادشاہ کی جانب سے لڑنے کے لئے طلب کیا لیکن وائنا کے ایک خط نے اس کی کارروائی میں خلل ڈال دیا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ سیاسی معاملات کو وزارت وائنا کے ہاتھوں میں چھوڑ دے[1] آسٹروی کابینہ روسیوں سے اطالیہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اپنے فرمانرواں کے عقیدت کیش اور حدا کے لئے جوش نے اس کے دل کو امداد و فتوحات کی توقع سے معمور دیا تھا۔ مگر اس نے خود کو بہت ہی مختلف حالات میں پایا۔ اس لئے یہ دیکھا کہ تھیوگٹ کے جاسوس اور جاسوس اسے گھیرے ہوئے اس یہ لوگ اس پر جان دینے والے اور اس کے بندہ فرمان ہیں۔ فوج ایسی ہے جو مدافعت کے طرز کی عادی ہے اور جہاں خود اس کا نظم اس کی اجازت دیتا ہو وہاں بھی وہ اپنی کامیابیوں کے تعاقب سے ڈرتی ہے۔ مزید برآں اسے وائنا کی حکومت کی روک ٹوک کا بھی مقابلہ کرنا پڑتا ہے جو مبادرت سے کارہ ہے وغیرہ وغیرہ"۔

[1] بلیوٹن: جلد دوم صفحہ ۲۰۔ جلد سوم صفحہ ۱۸۶ (منٹو۔ ۱۱ اگست ۱۷۹۹ء۔ دفاتر آسٹریا۔ جلد ۵۶ "میں نے اس موضوع (پڈمانٹ) کا ذکر چھیڑا ہی تھا کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں نے ایک بہت ہی نازک نقطہ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ ایم۔ ڈی۔ تھیوگٹ کا انداز جاموستانہ و با اخلاق طرز سے بدل کر بہت ہی گرمجوشانہ ہو گیا جس میں کسی قدر تیزی و تندی بھی ملی ہوئی تھی وہ فوراً ہی زور زور سے بولنے لگا اور جوش سے بھر گیا۔ شاہ سارڈینیا کو دعوت پہنچنے پر لعن طعن کرنے لگا ......
وہ پڈمانٹ کی فتح کو یہ سمجھتا ہے کہ آسٹریا نے ایک دشمن کے ملک کو فتح کیا ہے۔ وہ اس سے انکار کرتا ہے کہ شاہ سارڈینیا حلیف یا دوست ملکہ غیر جانبدار بھی سمجھا جا سکتا ہے

میں جس قدر کام لینا چاہتا تھا وہ اس وقت تک اس کام کو انجام دے چکے تھے اور تھیوگٹ کی پہلی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنے اس تکلیف دہ حلیف سے خود کو آزاد کرے۔ سیوراف اپنے ہر مراسلے میں آسٹروی حکومت کے خلاف غیظ وغضب کا اظہار کرتا رہا اور اُس نے اپنا استعفا پیش کر دیا۔ اس کے شکایات نے زار کو اسی امر پر مائل کیا کہ وہ ایک نئی فوجی تجویز قبول کرے جس کی تائید انگریزی حکومت نے بھی اس امید میں کی تھی کہ اس سے سیوراف اور آسٹروی کونسل کے اختلافات کا خاتمہ ہو جائیگا۔ سنٹ پیٹرس برگ میں اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ فرانسیسی فوجیں جس وقت تباہ ہو جائیں گی اسی وقت اطالوی قلعوں کے سر کرنے کا کام بالکلیہ آسٹریا کے حوالہ کر دیا جائے گا اور سیوراف ایک دوسری روسی فوج کے ساتھ مل کر جو اب بہت دور نہیں رہ گئی تھی سویزرلینڈ کی فتح کو مکمل کرے گا۔ اور پھر براہ جنیوا فرانس پر حملہ آور ہو گا اور آرچ ڈیوک چارلس اس کی تائید میں ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی برطانیہ اور روس کی ایک متحدہ فوج ہالینڈ پر حملہ کرے گی۔

جنگ کی نئی تجویز۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور اس کے دربار پر یہ عہدے کے ہزاروں الزامات لگانے کے علاوہ وہ اس واقعی مخالفت پر اعتبار کرتا ہے جو اس دربار نے جمہوریہ فرانس سے کیا تھا جس کی وجہ سے شاہ سارڈینیا نے شہنشاہ کی قلمرو لمبارڈی کے ایک جزو پر تصرف کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ جرم آسانی سے فراموش نہ ہوگا۔ میں ان حالات کو اس غرض سے بیان کرتا ہوں کہ دربار روا اپنا اس بحث میں جس حد تک اپنے جوش خروش کو شامل کر دیتا ہے وہ ظاہر ہو جائے"۔ منٹولے تھیوگٹ کے طعن و تشنیع کا جواب اس عجیب خیال کے ساتھ دیا کہ شاید کہ اس موجودہ غیر معمولی دور میں اس جنگ کا سب سے زیادہ قرین عقل مقصد یہ تھا کہ ملکی و سیاسی دونوں زندگیوں میں اخلاقی اصول کے استحکام کو بحال کر دے اور انصاف کا یہ اصول اس کے دل میں عارضی سہولت کے ان خیالات سے مقدم رہے گا جو معمولی دقتوں میں اس کی نظر سے فروگزاشت نہیں ہو سکتے تھے"۔ اس پر تھیوگٹ نے یہ کہا کہ "شہنشاہ روس اپنی اس تجویز سے باز آ گیا ہے کہ شاہ سارڈینیا کو کو فوراً واپس بلایا جائے اور اس واپسی کے وقت کو شہنشاہ کے اوپر چھوڑ دیا ہے۔ اس مراسلہ کے حاشیہ پر اس جملہ کے سامنے پنسل سے لارڈ گرنیول کے ہاتھ کا یہ لکھا ہوا ہے کہ "میرا خیال یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے"۔

اس تجویز پر اگر اس کی ابتدائی شکل میں عمل ہوتا تو اس سے فرانش کا مٹے کی جانب سے (جدھر فرانس قلعوں سے بہت ہی کم محفوظ ہے۔) ایک نہایت ہی مہیب فوج فرانس پر آپڑتی مگر آخری وقت میں وائینا میں اس تجویز میں ترمیم کردی گئی۔ ہالینڈ میں انگریزی روسی فتح کی توقع نے آسٹروی وزیر کے خیالات کو پھر بلجیم پر مرکوز کردیا جسے پانچ برس قبل اس قدر بے فکری سے چھوڑ دیا تھا مگر اب تھیوگٹ کو یہ امید ہو گئی تھی کہ وہ اس پر پھر قبضہ کرلے گا اور بویریا یا کسی اور ملک کے ساتھ اس کا معاملہ ہو جائے گا۔ اس نے لکھا تھا کہ شہنشاہ اپنی رعایا کی التجا سے کانوں کو بہرا نہیں کرسکتا وہ اس پر رضامند نہیں ہو سکتا کہ ندرلینڈز کا معاملہ اس کے اتفاق کے بغیر طے ہو جائے[1]۔ اس سفیہانہ و مضر ارادے کا اثر یہ ہوا کہ آرچ ڈیوک چارلس کو یہ حکم پہنچا کہ وہ اپنی فوج کا بیشتر حصہ سویزرلینڈ سے نشیبی راین کو بھیجدے، اور صرف پچیس ہزار آدمی اس نئی روسی فوج کی تائید کے لئے وہاں رکھے جو سپہ سالار کارسیکاف کے تحت سووراف کے ساتھ ملنے کے لئے شمال سے آرہی تھی۔ یہ نئے احکام جس وقت ارچ ڈیوک کے پاس پہنچے اس کے دل میں اسی وقت تباہی کا خطرہ پیدا ہوگیا اور اس نے اپنی حکومت کو متنبہ کردیا کہ فوج کے اس عام رد و بدل سے مسینا کو جواب تک زیورچ کے اوپر جما ہوا تھا مہلک ضرب لگانے کا موقع مل جائے گا۔ وائینا اور سینٹ پیٹرس برگ کے فیما بین اب جتنے مراسلات بھی

[1] ایک مکالمہ میں جس کا ذکر اڈن کے مراسلہ مورخہ ۳ راگست (دفاتر۔ آسٹریا جلد ۵۵) میں ہوا ہے زبانی بھی قریب قریب یہی کہا تھا۔ "بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ تھیوگٹ کے دل میں یہ شبہ گزر رہا تھا کہ ممکن ہے کہ ندرلینڈز کو پرشیا کے توسع کا ذریعہ بنا لیا جائے اور اسی شبہ کو لئے ہو اس نے جواب دیا۔ اس طاقت کے متعلق یہ حد و نفرا اس وقت اس سے زیادہ قوی ہے جتنا اس سے قبل کبھی ہم نے دیکھا ہو۔ اغلب ہے کہ اس کے دل میں کچھ خیال یہ بھی رہا ہے کہ وہاں ٹسکنی کے ڈیوک اعظم کو قایم کردے"۔

ہو رہے تھے ہر ایک سے آسٹریا کی طرف سے زار کا شک و شبہ بڑھتا جاتا تھا۔ پوپ اور شاہ نیپلز کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ ان کے ممالک کے متعلق بھی تھوگٹ نے ویسی ہی منصوبے قایم کر رکھے ہیں جن کا اظہار پڈمانٹ کے معاملہ میں ہو چکا ہے[1]۔ انھوں نے زار سے حفاظت کے لئے التجا کی۔ زار نے ایک یورپی موتمر کی رائے دی جس سے دول کو ایک دوسرے کے ارادوں

---

[1] تھوگٹ کی مملکتی حکمت عملی نے واقعاً اس سے یہ تجویز پیش کرا دی کہ پاپایت نہ صرف دنیاوی طاقت کی حیثیت سے بلکہ مذہبی ادارے کی حیثیت سے بھی منسوخ کر دی جائے۔ تھوگٹ بہت زور کے ساتھ یہ دلیل لایا کہ بغیر پوپ کے کام چلنا ممکن ہے اور ہر فرمانروا اپنے قومی کلیسے کی سرگروہی کا فرض اسی طرح اختیار کرے جس طرح انگلستان میں ہے۔ میں نے کہا کہ پروٹسٹنٹ ہونے کی حیثیت .... سے میری نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ میں اسقف روما کے اقتدار کو ضروری سمجھوں گا لیکن مذہبی خیال کی موجودہ حالت کے اعتبار سے اور ان معاملات میں دو میں سے ایک امر کے ہونے کے خیال سے کہ مذہب رومن کیتھولک باقی رہے یا خود عیسائیت ہی معدوم ہو جائے میں اگرچہ پروٹسٹنٹ ہوں مگر عقلیت کے دیوتا کے مقابلہ میں پوپ کو ترجیح دیتا ہوں لیکن حال یہ ہے کہ فتح یا حصول مملکت کے مقابلہ میں جب عام نوعیت کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو بیرن تھوگٹ کشادہ دلی سے اسے سننا نہیں چاہتا" منٹو نامہ گرینول مورخہ ۲۲ راکتوبر ۱۷۹۹ء۔ وہائٹ آسٹریا جلد ۷، ۵۔ یہ بھی عجیب امر ہے کہ آسٹریا کے متعلق جو شکوک و شبہات دربار نیپلز میں موجود ہیں وہ نلسن کے مراسلہ سے ظاہر ہو گئے ہیں۔ نلسن (۲۰ راگست کو) منٹو کو وائینا میں لکھتا ہے "میں آپ کو مہذب دنیا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ہمیں مل کر کام کرنا چاہئے اور اپنی زندگی کا بہترین کام یہ سمجھنا چاہیے کہ کسی طرح تھوگٹ کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ چونکہ آپ تھوگٹ کے پاس ہیں اس لئے آپ کی نظر غایر اس بدمعاش کے افعال کی تہ کو پہنچ گئی ہوگی۔ تھوگٹ خفیہ سازشوں میں لگا ہوا ہے ... براہ کرم اس مردود پر نظر رکھیں اور آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں وہ صحیح ہے۔ ہم ان تین بدکرداروں کو پھانسی دیدیں اور پھر سب کچھ درست ہو جائیگا" سیوراف اس سے زیادہ تھوگٹ کا مدح خوان نہیں تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ "وہ میز کا کیڑا وہ رات کا الو اگر سکندر بیگ کی تلوار بھی اپنے پاس رکھتا ہو تو بھی وہ اپنی گندی میز پر بیٹھکر کسی فوج کی رہنمائی کس طرح کر سکتا ہے"۔ (۳ ستمبر)۔

سے واقفیت ہو جائے۔ آسٹریا نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا لیکن شاہ سارڈینیا
پوپ، بادشاہ نیپلز کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے ہر طرح پر انکار کرتے
ہوئے تھیوگٹ نے یہ تسلیم کیا کہ آسٹریا اپنی اطالوی سرحد کے درست
کرنے کی دعویدار ہے یعنی وہ پڈمانٹ کے ایک ٹکڑے اور رومانی ریاستو
کے شمالی حصہ کے الحاق کی دعویدار ہے۔ زار نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس نے
ایک جبیرہ دست حکومت کے روکنے کے لئے ہتھیار اٹھایا ہے اور وہ اسے
روا نہ رکھیگا کہ دوسری حکومت اس کی جگہ لے لے۔

بہر نوع، اس وقت تو متحدہ فوجیں اطالیہ میں فرانسیسی فوج کے خلاف
جو جنیوا کو احاطہ کرنے والے حصہ کوہستان اپنائینز پر قابض تھی بالاتفاق
کارروائی کرتی رہیں۔ اس فرانسیسی فوج کو کمک پہنچ گئی تھی اور اب وہ جوبرٹ
کے تحت کر دی گئی تھی جو جمہوریت کے سپہ سالاروں میں سے
ایک نہایت ہی نوعمر اور بہت ہی جوشیلا سپہ سالار تھا۔ جوبرٹ نے یہ عزم کر لیا
کہ روسیوں پر اس سے قبل ہی حملہ کر دے کہ منٹوا کے سقوط سے محاصرہ کن فوج
میدان میں سیوراف کی فوج سے آکر مل جائے مگر لمبارڈی سے اسے جو اطلاع
ملی اس نے اسے دھوکا دیا۔ اگست کے دوسرے ہفتہ تک وہ اس امر سے
بیخبر تھا کہ منٹوا کا سقوط دو ہفتے پہلے ہی ہو چکا ہے۔ وہ ٹارٹونا میں سیوراف
پر حملہ کرنے کے لئے پہاڑوں سے اترا اور اس کی فوج سیوراف کی فوج کے
قریب قریب برابر تھی۔ نووی پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ منٹوا کی فوج بھی اس
کے بالمقابل تھی (۱۵ راگسٹ) مگر اب واپس ہونے کا وقت نہیں رہا تھا جوبرٹ
صرف یہ کرسکتا تھا کہ اپنے سپاہیوں کے سامنے جمہوری
جوش و انہماک کی مثال پیش کرے۔ سیوراف نے خود مع

جنگ نووی ۱۵ راگسٹ

کورے (فاتح منٹوا) کے حملہ کا آغاز کیا اور جس وقت روسیوں کی طاقت جواب
دیا چاہتی تھی عین اسی وقت میں آسٹریا کی دوسری فوج کے دفعتہً حملے نے
جنگ کا فیصلہ کر دیا۔ جوبرٹ اس شکست کو آخر تک دیکھنے کے لئے
زندہ نہیں رہا جس سے فرانس کے گیارہ ہزار آدمیوں کا نقصان

ہو گا[1]۔

متحدہ حکومتوں نے اپنی تجویزوں کو اس طرح مرتب کیا تھا جس سے بڑی بڑی فتح سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ فرانس میں داخل ہونے کے بجائے سیوراف کو مجبور کیا گیا کہ وہ پلٹ کر سویزرلینڈ میں جائے، اور آسٹروی بدستور پڈمانٹ کے قلعوں کا محاصرہ کئے رہیں سویزرلینڈ میں سیوراف کو ایک ایسے دشمن سے معاہدہ کرنا تھا جو اس کی آمد سے پہلے سے آگاہ ہوچکا تھا اور فوجی کارروائی وشجاعت کا کوئی ذریعہ باقی نہ چھوڑا تھا کہ ان دونوں روسی فوجوں کے اتحاد کو روک دے جو اب جنوب و شمال سے بڑھ رہی تھیں قبل اس کے کہ سیوراف اطالیہ کو چھوڑ سکے مسلسل شاطرانہ حملوں نے مسینا کو وسطی آلپس کے کل پیچ در پیچ راستوں کا مالک بنا دیا تھا اور سیوراف اور اس فوج کے درمیان جس سے ملکر وہ کام کرنا چاہتا تھا ہر ایک وسیلہ آمدورفت کو بند کر دیا تھا۔ آسٹروی کابینہ کی حماقت نے فرانسیسی سپہ سالار کے مساعی کو تائید مزید پہنچا دی۔ کارسیکاف اور روسیوں کا نیا حصہ افواج ابھی شافیاس میں پہنچا ہی تھا کہ آرچ ڈیوک چارلس وائینا کے احکام سے مجبور ہوکر ۳۱ ستمبر کو شمال کی طرف پھر گیا اور روسیوں کی تائید کے لئے صرف ہوز کی سپاہ کو چھوڑ گیا جو چھ صوبوں میں منتشر تھی[2]۔ کارسیکاف زیورچ کی طرف بڑھا۔ مسینا الوبلیگر میں اپنی پرانی

---

[1] اے۔ ستنگ۔ ۱۶ راگسٹ از میدان جنگ۔ وفائز سلطنتہائے اطالیہ جلد ۸ ۵۔ اس کا خط ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے "میں جناب والا سے اس ظاہری حالت کے لئے معافی چاہتا ہوں (یہ مراسلہ ایک باریک اطالوی کاغذ پر تھا اور بالکل ہی پڑھا نہ جاتا تھا) میں (یعنی سیوراف کے عملہ کو) یہ مصیبت آئی کہ ہمارا سامان کاسکوں لے لوٹ لیا۔

[2] ہر ایک لائق سپاہی پر آرچ ڈیوک کے ہٹ جانے کی بناء کن مصیبت عیاں تھی' نہ صرف یہ کہ سویزرلینڈ میں ہماری تمام ترقیوں کا خاتمہ ہوگیا بلکہ جو مقامات ہمارے قبضہ میں ہیں ان کا قائم رکھنا بھی نہایت خطرے میں پڑ گیا۔ آسٹریوں اور روسیوں میں جس قسم کا حسد اور بے اعتمادی موجود ہے اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میں یہ رائے دوں کہ سویزرلینڈ

(بقیہ برصفحہ آئندہ)

جگہ پر قایم رہا۔ یہی وقت تھا کہ سیوراف نے آلپس کے اندر کوچ شروع کیا اور کوہی بارکش جانوروں کے نہ ہونے کی وجہ سے (جس کا آسٹریوں نے وعدہ کیا تھا) اسے سخت تکلیف و تعویق پیش آئی اور یہ اندیشہ اس کے دل میں لاحق ہوگیا کہ اس کے پہنچنے کے قبل کارسیکاف کو کوئی ایسا نقصان پہنچ جائے گا جسکی تلافی نہ ہو سکے گی۔

اطالوی خلیجوں سے دو سڑکیں وسطی سوئزرلینڈ کو جاتی ہیں ایک سڑک خلیج میگور کے سرے سے شروع ہوکر گوتھرڈ کو قطع کرتی ہوئی خلیج لیوسرن کے کنارے پر ختم ہوتی ہے۔ دوسری سڑک اسپلوجن کو قطع کرتی ہوئی خلیج کوموسے رکینو واقع وادی رائن کو جاتی ہے ۱۷۹۹ء میں گوتھرڈ توپخانہ کے لئے موزوں نہ تھا لیکن سیوراف نے اسے خود اپنے آگے بڑھنے کے لئے اس غرض سے پسند کیا کہ وہ بسرعت ممکنہ میسنا کے عقب میں جا پڑے۔ وہ بلنزونا سے ۲۱ ستمبر کو روانہ ہوا اور نہایت سرفروشانہ طرز پر فرانسیسیوں کی ان بیرونی چوکیوں سے جو گوتھرڈ کے تنگ پہاڑی راستوں میں متعین تھیں لڑتا اور ان کے اندر سے اپنا راستہ نکالتا ہوا خلیج لیوسرن کے قریب اسٹارف میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ وہ مغربی سڑک جدھر سے وہ دشمن کے وسایل آمد و رفت پر ضرب لگانا چاہتا تھا اس کا کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ پس اس تجویز کو چھوڑ کر سیوراف سیدھا اس ضلع کی طرف چلا جہاں اس کا رفیق خیمہ زن تھا۔ اس نے ایک پک ڈنڈی کا راستہ اختیار کیا جو سات ہزار فٹ کی بلندی سے ہوکر شمال مشرق جانب وادی میوٹا کو جاتا تھا۔ اس ویران قطعہ کے اوپر سے ہوکر روسیوں نے اپنا راستہ نکالا اور جس عزم و ثبات نے میوٹا تک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) میں فوج کا بہترین مفید انتظام کیا ہوگا مگر یہ یقینی ہے کہ اس وقت جو انتظام ہے اس سے بدتر کوئی انتظام نہیں ہوسکتا" کرنل کرافورڈ انگلستان کا فوجی ایلچی مورخہ ۵ ستمبر ۱۷۹۹ء دفاتر افواج سوئزرلینڈ جلد ۷۹۔ کارسیکاف کی بعد کی کارروائیاں کرنل رمیسرے اور لارڈ مل گریو کے مراسلات میں بیان ہوئی ہیں ایضاً جلد ۸۰-۸۱ آرچ ڈیوک چارلس سے جو گفتگوئیں ہوئیں وہ مسٹر وکہم کے مراسلات میں بیان ہوئی ہیں ایضاً جلد ۷۷۔

پہنچا دیا اسی عزم و ثبات سے وہ اس جگہ بھی پہنچ سکتے تھے جہاں انھیں اپنے اہل ملک سے ملنے کی توقع تھی۔ مگر وقت گزر گیا تھا۔ سیوراف ابھی پہاڑیوں ہی میں پھنسا ہوا تھا کہ مسینا، زیورچ کے خلاف بڑھ گیا۔ کارسیکاف کی فوج کو بالکلیہ منہزم کر دیا اور اس کے تمام سازوسامان اور توپخانے کے ایک بڑے حصہ کے نقصان کے ساتھ اسے رقبہ جنگ سے باہر نکال دیا۔

زیورچ کی دوسری لڑائی
۲۶ ستمبر

سیوراف کو تباہی کی پہلی خبر میوٹا میں ملی لیکن وہ اب بھی مشرق کی جانب بڑھتا گیا اور اگرچہ اس کے پاس گولہ بارود تقریباً بالکل نہ رہا تھا پھر بھی اس نے اس فوج کا منہ پھیر دیا جس کی کمان مسینا بذات خاص کر رہا تھا اور پریگل کے اوپر کی سڑک کو سنگینوں کے زور سے صاف کر کے یکم اکتوبر کو گلیرس میں آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے کارسیکاف کی تباہی کا پورا حال معلوم ہوا۔ اب آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا تباہی کے مرادف تھا۔ سیوراف کی فوج کے لئے اب یہی ایک راستہ کھلا رہ گیا تھا کہ وہ ایک ویران اور برف پوش پہاڑی ملک کے اندر سے بھاگتی ہوئی وادی رائن میں اس جگہ پہنچ جائے جہاں یہ دریا گرینز کی شمالی بلندیوں کے نیچے سے بہتا ہے۔ اس کارخطر نے اس مہم کو وہ تاج شہرت عطا کیا جس سے یورپ تحیر میں پڑ گیا۔ اس وقت کے کوہ آلپس کے سفر کرنے والے ان قصوں سے کسی قدر بدگمان سے ہو جاتے ہیں جن میں ان منازل کے متعلق جو اس زمانہ میں باعث مسرت و فرحت بنے ہوئے ہیں خوف و دہشت کے تمام الفاظ کام میں آ جاتے ہیں مگر سیوراف کی فوج یعنی ایک فاقہ کش و آبلہ پا انبوہ کا چٹانوں کے ان ویرانوں میں گزرنا جن پر کسی نے قدم نہ رکھا ہو اور جن پر موسم خزاں کی تازہ گری ہوئی دو دو فٹ برف پڑی ہوئی ہو اس میں اور اس زمانہ کے آلپس کے بڑے سے بڑے پرصعب کارنمایاں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے[1]۔ یہ کامیابی نقصان

سیوراف کی بازگشت

[1] کرنل کلنٹن (انگریزی اٹاچی متعینہ افواج سیوراف) کے مراسلات ان رنگ آمیز بیانوں کے بالکل مغائر ہیں جو اس بازگشت کے متعلق عام تاریخوں میں ملتے ہیں۔
(بقیہ برصفحہ آئندہ)

اور مصیبت کے ساتھ حاصل ہوئی مگر اس سے فوج ایک نہایت ہی خطرہ کے مقام سے ایک محفوظ مقام پر آ گئی۔ البتہ اس کے بعد پھر اس فوج نے حملہ کی تجدید نہیں کی۔ سیوراف اور آرچ ڈیوک چارلس کے درمیان اتحاد کے تجاویز کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ ایک دوسرے پر آواز سے کسے جاتے اور ایک دوسرے کو دھمکی دیجاتی تھی۔ پس یہیں سے اس جنگ میں روسیوں کے اتحاد عمل کا خاتمہ ہو گیا۔ فرانسیسیوں نے آغاز مہم سے جس قدر ممالک ضایع کر دے تھے وہ اب پھر ان سب کے مالک بن گئے۔

۱۷۹۹ء کے گرمی کے مہینوں میں زار نے آسٹریوں کے خلاف اپنا غصہ اس طرح اتارا کہ کابینہ برطانیہ کے ساتھ متفق ہو کر ہالینڈ کے خلاف ایک مشترک مہم کی تجویز قرار دی۔ یہ قرار دیا گیا تھا کہ پچیس ہزار انگریزی اور سترہ ہزار روسی فوجیں (جو

ہالینڈ کے خلاف برطانوی و روسی مہم اگسٹ ۱۷۹۹ء

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سب سے زیادہ نازک حصہ کے متعلق وہ صرف اس قدر کہتا ہے کہ "۶ کو فوج کوہ پینکس سے گزری مگر گزشتہ ہفتہ میں جو برف گری تھی اس سے یہ دور خطرناک ہو گیا تھا اور اس فوج میں بہت سے گھوڑے اور خچر ضایع ہو گئے" وہ سیوراف اور اس کے عہدہ داروں کے متعلق بہت ہی ادنیٰ رائے ظاہر کرتا ہے۔ "مارشل بالکل ہی از کار رفتہ ہو گیا ہے اور کسی قسم کی برداشت شداید کے قابل نہیں ہے وہ اس کو روا نہیں رکھتا کہ اس کی فوج کی بے انضباطی کا اس سے ذکر کیا جائے۔ وہ اپنی فوج میں اس وجہ سے ہر دلعزیز ہے کہ وہ انکی اوباشیوں کی قسم کی روک نہیں کرتا۔ اس کے عمدہ اوصاف میں اب صرف اس کی دیانت رہ گئی ہے" دفاتر افواج سویزرلینڈ جلد ۸۰ سیوراف اور کارسیکاف کی متحدہ نقل و حرکت اس طرح مرتب ہوئی تھی گویا سویزرلینڈ ایک کھلا ہوا ملک تھا اور مسینا کی فوج محض بھیڑوں کا گلہ تھی یہ تجویز آسٹروی کرنل ویراتھر کی مرتب کی ہوئی تھی یہ وہی شخص تھا جس نے بعد میں جنگ آسٹرلز کا نقشہ تجویز کیا تھا۔ سیوراف سے اس تجویز کا حال سن نے کے بعد لارڈ منگریو نے جو کوئی بڑا اطباع شخص نہیں تھا لندن کو اس کی قطعی ناکامی کی بابت لکھا تھا اور جو واقعات پیش آئے اس نے تقریبًا ان سب کی پیشین گوئی کر دی تھی۔

برطانوی جہازوں میں آئیں، جمہوریہ بٹیویا میں فرانسیسیوں پر حملہ کریں اور خارج شدہ "اسٹاٹھولڈر" کے حق میں شورش برپا کریں۔ جولائی میں پھر کنٹ کے ساحلی شہر جنگ کے شور سے گونجتے رہے اور ۱۳ راگست کو پہلا انگریزی حصہ فوج تعدادی بارہ ہزار بسر رالف ابر کرامبی کے تحت ڈیل سے روانہ ہوا۔ دو ہفتوں تک ساحل ہالینڈ کے گرد چکر لگاتے رہنے کے بعد فوجیں راس ہلڈر پر اتریں ہالینڈ کی ایک فوج کو تو دہائے ریگ پر شکست ہو گئی اور انگریزوں نے قلعہ ہلڈر پر قبضہ کر لیا جو ٹکسل کی لنگرگاہ پر حاوی تھا۔ اس کے عین بعد ہی ہالینڈ کے بیڑے کے عہدہ داروں میں "اسٹاٹھولڈر" کے حق میں تحریک برپا ہو گئی۔ کپتانوں نے آرنج کا جھنڈا بلند کر دیا اور اپنے جہازوں کو انگریزوں کے جانب سے لے آئے۔

اس مہم کا یہی پہلا اور آخری نتیجہ تھا۔ روسی امدادی فوج اور ایک دوسرا انگریزی حصۂ فوج وسط ستمبر میں ہالینڈ پہنچا اور ان کے ساتھ ہی ڈیوک یارک بھی آیا جس نے ابر کرامبی کے ہاتھ سے کمان لے لی، دوسری جانب فرانس سے کمک روزانہ آتی رہی یہاں تک کہ دشمن کی فوجیں بسر کردگی سپہ سالار برون قوت میں حملہ آوروں کے برابر ہو گئیں۔ ۱۹ ستمبر کو الکمار میں ایک جنگ ہوئی جس میں متحدین کو کچھ جزوی کامیابی حاصل ہوئی مگر کوئی مستقل نفع نہیں پہنچا اور ۲ راکتوبر کو اسی قسم کی ایک فتح حاصل ہوئی جس کا انجام فاتحین کی بازگشت پر ہوا کرتا ہے ایک بر سے نتیجے کے لئے بھی اس سے زیادہ اچھے اسباب جمع نہ ہوئے ہوں گے۔ روسیوں کی نقل وحرکت یا تو ضرورت سے زیادہ تیز ہوتی تھی یا ضرورت سے زیادہ سست۔ خندقوں نے قواعد فن جنگ کو بیکار کر دیا تھا یہ بھی انکشاف ہوا کہ ہالینڈ کی آب وہوا صحت کے لئے ناموزوں ہے اور اہل ہالینڈ میں اپنے "اسٹاٹھولڈر" کے واپس بلانے کا ادنیٰ میلان بھی موجود نہیں ہے مسلسل اتفاقات بد کا نتیجہ یہ ہوا کہ یارک نے متحدہ افواج کی بازگشت کی قیمت وہ ادا کی جو غیر مشروط حوالگی کے مساوی تھی لیکن یہ اتفاقات بد ایسے تھے کہ نلسن کے بیڑے کا ایک معمولی ادنیٰ درجہ کا افسر یا مسینا کی فوج کا ایک معمولی

دفعدار انھیں پہلے سے سمجھ لیتا غرض کہ یارک کو اس شرط سے اپنے
جہازوں پر دوبارہ سوار ہونے کی اجازت دیدی گئی کہ برطانیہ عظمیٰ آٹھ ہزار
فرانسیسی و ہالینڈی اسیروں کو واپس دیدے اور ہلڈر میں خود برطانیہ کے
سپاہیوں نے جو فوجی تعمیرات کئے تھے انھیں پوری درستی کی حالت
میں حوالے کردے۔ یارک نے اس مہم کو جس طرح چلایا روسی افسروں نے
اس کے خلاف سخت شکایات کئے اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ جنگ میں روسی
دستوں کو قربان کردیا اور خود اپنے آدمیوں کو بچانے کے لئے عام شکست کی
صورت پیدا کردی۔ یہ الزام بے بنیاد تھا یارک جہاں ہو وہاں بیوفائی و بد
عہدی کی ضرورت ہی کیا تھی۔ انگریزی فوج کے موروثی عہدہ داروں کی عدم
قابلیت تو نظم فطرت کا جزو ہو گئی تھی وزارت پر جب ناکامی کا بار پڑا تو اس نے
اس تباہی کے اصلی سبب کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔ پارلیمنٹ کو یہ یاد
دلایا گیا کہ انگریز جو فوجی کارروائی بھی کریں گے اس میں شکست کا ہونا
نہایت ہی اغلب تھا جب کہ پرشیا و آسٹریا کو اتنے دنوں تک صرف مصیبت
کا سامنا رہا ہے ایسی حالت میں انگلستان کو کامیابی کی توقع نہ رکھنا چاہیئے۔
نلسن کے زیر قیادت انگریز ملاح دوسرے قوموں کے جہازرانوں پر وہ فوقیت
دکھا رہے تھے جو شکاری کو اپنے شکار پر ہوتی ہے مگر اس سے کوئی وجہ اس امر
کی نہیں پیدا ہوسکتی تھی کہ ساحل پر بیش بینی و جرات کا کوئی نتیجہ کیوں نکلے قوم اگر
چاہتی تھی کہ اس کے سپاہی غیر مفتوح رہیں تو اسے چاہیئے کہ اپنے سپاہیوں کو
ملک کی حفاظت کے لئے وطن کے اندر ہی رکھے۔ فریق مخالف کی جانب
سے بھی اس نظم کے خلاف کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا جس نے انگریزوں کی
جانوں اور ان کے فوجی اعزاز کو خاندان شاہی کی وقعت پر قربان کردیا
تھا مگر انگریزی روسی مہم کی یہ برہمزدگی روس کے بہ نسبت انگلستان میں زیادہ
بے فکری سے دیکھی گئی۔ زار نے اپنے بد قسمت سپہ سالاروں کو برطرف کردیا
مگر یارک وطن واپس آکر نیو مارکٹ میں گھوڑے دوڑانے لگا اور اپنی داشتہ
عورت کے ساتھ کمیشن کے معاملات طے کرنے اور سینٹ جیمز پارک میں اپنے

فوجی دستے حاصل کر لیے۔

یہی وہ ساعت تھی جب فوجی کامیابی کا رخ جمہوریت کی جانب پھر رہا تھا کہ وہ انقلاب واقع ہوا جس نے بوناپارٹ کو فرانس کا مطلق العنان حکمراں بنا دیا۔ جب سے کہ حکومت نے فرکٹیڈر ۱۷۹۷ء میں شاہ پرستوں پر حملہ کیا تھا اس وقت سے نظامت اور فرقہائے مختلفہ باہمی رواداری کے اصول میں کچھ بھی ایک دوسرے سے قریب نہ ہوئے تھے اور نہ پارلیمنٹی کثرت کی مرضی کے ساتھ انھوں نے صلح آمیز اتفاق کیا تھا۔ نظامت جس پر حد سے بڑھے ہوئے جیکوبن (انتہا پسند) اور آئین پسند دونوں نے حملے کر رکھے تھے وہ اب بھی اتنی قوی تھی کہ ہر فریق کو باری باری سے کچل ڈالے۔ ۱۷۹۸ء کے انتخابات جنھوں نے انتہا پسندوں کو تقویت دیدی تھی وہ بھی اسی طرح بے تامل منسوخ کر دیئے گئے تھے جس طرح سال ماسبق میں شاہ پرستوں کے انتخابات منسوخ کیئے گئے تھے۔ جب جرمانیہ و اطالیہ میں شکست کی وجہ سے حکومت کی نسبت عام بے اعتباری پیدا ہو گئی اس وقت یہ ہوا کہ آئین پسند فریق نے ۱۷۹۹ء کے انتخابات میں بہت بڑی کثرت سے استحکام حاصل کر کے خود نظما پر حملہ کرنے کی جرأت کی۔ اس وقت غیر ممالک کے فتوحات حکومت کی خرابیوں پر نکتہ چینی کے لئے سپر بنے ہوئے تھے۔ مگر اطالیہ ہاتھ سے نکل گئی۔ جب سپہ سالاروں اور سپاہیوں کی تنخواہیں رک گئیں اور نہ ان کے پاس کپڑے رہے نہ انھیں کمک پہنچتی تھی اس وقت نظامت کے خلاف ایک عام شور برپا ہو گیا اور قوم نے یہ عزم کر لیا کہ ایک ایسی حکومت کا خاتمہ کر دے جس کی زیادتیوں اور جرأت ناپیو کا نتیجہ فوجی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوا تھا۔ ۱۷۹۹ء کے موسم بہار میں فرانس کی وہ تباہیاں جو نتیجہ تھیں اس امر کا کہ حکومت فوجوں کی مناسب قوت کو قائم نہ رکھ سکی تھی وہ فی الواقع دستور سلطنت کے نقایص سے متعلق نہ تھیں ان کا سبب کچھ تو انفرادی ارکان نظم و نسق کی بے شرمانہ معاملت تھی اور کچھ سبب یہ تھا کہ ۱۷۹۲ء کے مجلس عارضی کے کمشنروں کے مانند کوئی کارکن جماعت ایسی نہ تھی جو مقامی حکام پر (جنھیں ۱۷۸۹ء کے تغیرات نے منفرد و آزاد کر دیا تھا) حکومت

مرکزی کی نگرانی کو قایم رکھتی۔ لیکن موجودہ سیاسی نظم کی وجہ سے بھی بہت سی غلطیاں تھیں اور آئین پسند جنھیں اب دوسرے مرتبہ مجلسوں میں کثرت حاصل ہو گئی تھی وہ ایک ایسے نظم کو طول دینے پر آمادہ نہ تھے جس نے اول ہی سے ان کی کثرت کو مذاق بنا دیا تھا۔ ایبے سائیس کے گرد ایک فریق ایسا جمع ہو گیا جو کسی نہ کسی ایسے تغیر کا ارادہ کئے ہوئے تھا جس سے فرانس کو ایک ایسی حکومت حاصل ہو جائے جو حقیقتاً اس کے بہترین عناصر کی نمائندہ ہو۔ یہ تغیر کیا ہوتا اس کے نسبت بہت کم اشخاص کچھ کہہ سکتے تھے مگر یہ معلوم تھا کہ سائیس جو ۱۷۸۹ء میں پیش پیش رہا تھا اور جس نے ۱۷۹۵ء کے دستور سلطنت کو اس کی تیاری کے وقت سے مطعون کر دیا تھا اس نے ایک تجویز شرح و بسط کے ساتھ تیار کی ہے جس کے نسبت وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ ان تمام نقائص سے پاک ہے جو سابقہ تجاویز کی بربادی کا باعث ہوئے ہیں۔ اصلاح کی پہلی کارروائی کے طور پر سائیس خود نظامت کے ایک خالی ہونے والے عہدے پر منتخب کر دیا گیا۔ بیراس سائیس سے مل گیا۔ تین بقیہ ناظم جو جیکوبن (انتہا پسند) اور پیرس میں مقبول عوام تھے انھیں ان کی جگہوں سے علیحدہ ہو جانے پر مجبور کیا گیا۔ سائیس کو اب اپنے تجاویز کے چلانے کے لئے صرف ایک سپاہی کی ضرورت تھی اس کا پہلا خیال جوبرٹ کی جانب منتقل ہوا مگر جوبرٹ نووی میں مارا جا چکا تھا۔ مورو کو قانون کے خلاف ہاتھ اٹھانے میں ششن و پنج تھا۔ سپہ سالار برنڈوٹ جو جنگ و انتظام ملکی دونوں میں ممتاز تھا اس نے کسی سے دوسرے درجہ پر رہ کر کام کرنے سے انکار کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ہر دلعزیز و حوصلہ مند سپاہی اگر حکومت پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوتا تو اس کے لئے سائیس کی تائید کچھ لازمی نہ تھی۔ سائیس اور اس کے دوستوں کا اتفاق ایک ایسے فریق کا اتفاق ضرور تھا جسے اخلاق اور خدمات سابقہ کا وزن حاصل ہو مگر کسی مبادرت پسند سرگروہ کے لئے دوسرے مشہور اشخاص اور زبردست اغراض موجود تھے اور تمام فرانس اس حکومت کے زوال کا انتظار کر رہا تھا جس کی کارروائی کا نتیجہ صرف یہ ہوا تھا کہ وطن میں ابتری برپا ہو گئی

سائیس کے تجاویز ۱۷۹۹ء

تھی اور بیرون ملک میں شکستیں نصیب ہوئی تھیں۔
یہ تھی اس وقت کی سیاسی صورت حال جب ۱۷۹۹ء کے موسم بہار میں بوناپارٹ، شام کے قلعہ سینٹ جین ڈی ارک (عکہ) کے سامنے سے حیران و پریشان ہو کر مصر کو واپس آیا اور آغاز جنگ کے بعد سے پہلی مرتبہ اسے یورپ کی خبریں ملیں۔ اس نے دیکھ لیا کہ اب اس کا موقع آگیا ہے۔ اس کی فوج کی آخری تباہی لابدی ہو چکی تھی اور اس نے یہ عزم کر لیا کہ خود فوج سے علیحدہ ہو کر اپنی ذات سے فرانس کے سامنے ذہانت و قوت کا وہ اقتدار اعلیٰ پیش کرے جس کے لئے تمام قوم متمنی تھی۔ ۷ اکتوبر کو بوناپارٹ کا ایک مراسلہ کونسل پنج صد میں پڑھا گیا جس میں مقام ابوکر میں ترکوں پر فتح حاصل ہونے کی خبر دی گئی تھی کئی مہینے بعد مصر کی فوج کے متعلق یہی پہلی خبر آئی تھی۔ اس سے اس سپہ سالار و فوج کے بابت مسرت آمیز جوش بھڑک اٹھا۔ جن کے نسبت یہ یقین کیا جاتا تھا کہ ایک نفرت انگیز حکومت نے انھیں جلاوطنی میں بھیج دیا ہے۔ اس سے ان مسلسل فتوحات کی یاد تازہ ہو گئی جن میں ایک شکست سے بھی خلل نہیں پڑا تھا اور وہ صلح بھی نظروں کے سامنے آگئی جس سے فرانس کو اس سے زیادہ وسیع مملکت حاصل ہو گئی تھی جو اس کے کسی بادشاہ نے حاصل کی ہو۔ جب کہ ہر شخص کے دل میں بوناپارٹ کا خیال بسا ہوا تھا قوم نے دفعتاً یہ سنا کہ خود بوناپارٹ ساحل پراونس پر آپہنچا ہے۔ برینگر اپنے سوانح ذاتی میں لکھتا ہے میں اس دن اپنے مطالعہ کے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور تیس چالیس اشخاص اور تھے۔ دفعتاً یہ خبر آئی کہ بوناپارٹ مصر سے واپس آگیا ہے۔ ان الفاظ کے سنتے ہی کمرے کا ہر شخص گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور سب ایک ساتھ بہت دیر تک خوشی سے چلاتے رہے۔" برینگر نے جس ہیجانی جذبہ کی تصویر کھینچی ہے سارے فرانس کی یہی حالت تھی بوناپارٹ کی ابتدائی شہرت پر جن امور سے تاریکی پڑتی ہے وہ اس وقت تقریباً نامعلوم تھے۔ اس کی بطالت اس کی سرد مہری اور اس کے بے مہر دل کا حال صرف اس کے شرکائے جرم یا دور دراز کے مظلومین ہی کو معلوم تھا۔ وینس کے برباد

بوناپارٹ کا مصر سے واپس آنا اکتوبر ۱۷۹۹ء

کر دینے کے مانند اس کی نہایت ہی کھلی ہوئی غلطیاں بھی سیاسی ضرورت کے عذر کے تحت آجاتی تھیں یا ان پر پا کیا زانہ سزا دہی کا پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ فرانس کی امیدوں اور اس کے تخیل میں بونا پارٹ وہی جمہوریت کا نوعمر، بیداغ و ناقابل شکست بطل اعظم تھا۔ جس نازک وقت نے دوسرے لوگوں پر جملہ اعتماد کو ساقط کر دیا تھا اس نازک وقت کے دوران میں بونا پارٹ کی شہرت برابر بڑھتی جا رہی تھی۔ فریقوں کے ازکار رفتہ مسند نشینیاں اس کے سامنے ہیچ ہو گئے تھے یہاں تک کہ سچے جمہوریت پسند جو کسی سپاہی کی حکمرانی سے خایف تھے انھوں نے بھی یہ اقرار کر لیا تھا کہ ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا کہ قوم اپنی نجات کا جو طریقہ منتخب کرلے اسی سے اس کو نجات ملے۔ بونا پارٹ جس وقت سے فروجس میں اترا اسی وقت سے وہ فرانس کا مالک ہو گیا تھا۔

سائیس اور بونا پارٹ کی سازش

سائیس نے یہ دیکھ لیا کہ اگر کسی شخص کے وسیلہ سے وہ اس موجودہ دستور سلطنت کو الٹ سکتا ہے تو بس وہ شخص صرف بونا پارٹ ہے لیکن سائیس اور اس سپاہی کے مابین جسے وہ اپنی تائید عطا کیا چاہتا تھا ہم خیالی اس قدر کم تھی کہ بونا پارٹ نے سائیس کی تجویز کو صرف اس وقت قبول کیا جب اسے یہ اطمینان ہو گیا کہ اقتدار اعلے کے حاصل کرنے میں نہ بیرس اس کی مدد کرے گا اور نہ برنیڈوٹ ایک مرتبہ اس کا تیقن ہو جانے کے بعد بونا پارٹ اور سائیس ایک دل ہو گئے یہ قرار پایا کہ سائیس اور اس کا دوست ڈیوکاس اپنے عہدہ ہائے نظامت سے استعفا دیدیں، اور باقی تین نظما عہدوں سے نکال دئے جائیں مجالس یا ان کا وہ حصہ جو اس سازش کا طرفدار ہو ایک نئے دستور سلطنت کے تیار کرنے کے لئے ایک "ناظم سہ گانہ" کا تقرر کر دے جو بونا پارٹ سائیس اور ڈیوکاس پر مشتمل ہو۔ اگرچہ اس کی کوئی قرارداد نہیں ہوئی تھی مگر یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ بونا پارٹ اور سائیس خاص اشخاص ہوں گے مجلس قدما ایک بڑی حد تک سازشیوں کی شریک کار تھی۔ اس سازش کی کامیابی میں دقت حایل ہونے کا گمان غالب اگر تھا تو بیرس کے

عوام الناس کی طرف سے تھا۔ حملہ کے خلاف احتیاط کی نظر سے یہ عزم کر لیا گیا تھا کہ مجلسوں کے اجلاس سنٹ کلاؤڈ میں منتقل کر دیئے جائیں۔ بوناپارٹ نے پیرس کے تقریباً تمام سپہ سالاروں اور فوجوں کی تائید حاصل کر لی تھی۔ اس کے بھائی لیوسن کو (جو اب "مجلس پنج صد" کا صدر تھا) یہ امید تھی کہ وہ خود اپنی مجلس کی کارروائی کو (جس میں سازشیوں کی قلت تھی) بیکار کر دے گا۔

۱۸ اربرومیر ۱۷۹۹ کی ضرب کاری۔

۹ نومبر (۱۸ اربرومیر) کو صبح سویرے سپہ سالاروں اور افسروں کا ایک مجمع بوناپارٹ کے مکان کے سامنے مجتمع ہوا۔ اسی وقت میں مجلس قدما کا ایک حصہ بھی جمع ہوا اور حکم یہ نافذ کر دیا کہ اس میقات کے اجلاس سنٹ کلاؤڈ کو منتقل ہو جائیں اور پیرس کی تمام افواج کی سپہ سالاری بوناپارٹ کو عطا کر دی۔ یہ حکم بوناپارٹ کے مکان پر بھیجا گیا اور وہاں فوجوں کے مجمع کے سامنے پڑھا گیا جنھوں نے تلواریں گھما کر اسے قبول کیا۔ بوناپارٹ نے اس وقت فوجوں کو اپنی اپنی جگہ متعین ہو جانے کا حکم دیا۔ پیرس سے استعفاء لے لیا اور باقی دو ناظموں کو لکسمبرگ میں گرفتار کر لیا۔ رات میں پیرس کے اندر بہت شور مچا رہا۔ دو ناظموں کی گرفتاری اور فوجی قوت کی نمائش نے سازش کی اصلی نوعیت کو ظاہر کر دیا اور ان لوگوں کو مقاومت پر برانگیختہ کر دیا جنہیں اب تک خطرے کی کوئی بہت بڑی وجہ نہیں معلوم ہوتی تھی مجالس کا انعقاد سنٹ کلاؤڈ میں دوسرے روز دو بجے دن کو ہوا۔ جو کچھ پیش آنے والا تھا "قدما" اس کے لئے تیار تھے مگر "مجلس پنج صد" نے شریک جرم ہونے کے تجاویز کو سننے سے انکار کر دیا اور دستور سلطنت کی وفاداری کا حلف اٹھایا۔ بوناپارٹ خود مجلس قدما کے اندر داخل ہوا اور بہت ہی تند و پریشان الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ وہ جمہوریت کو غیر مرئی خطرات سے بچانے کے لئے آیا ہے۔ اس کے بعد وہ اس مجلس سے نکل کر "پنج صد" کے ایوان میں داخل ہوا اور مسلح فوج محافظ اس کے جلو میں تھی۔ سنگینوں کو دیکھتے ہی غیظ و غضب کا ایک شور برپا ہو گیا۔ ارکان بوناپارٹ پر ٹوٹ پڑے اور اسے ہال سے باہر نکال دیا بوناپارٹ کے بھائی نے اب صدارت کی

کرسی چھوڑ دی اور باہر سپاہیوں سے جا ملا جن کے سامنے اس نے صدرِ مجلس کی حیثیت سے تقریر کی۔ سپاہی جواب تک تذبذب میں تھے وہ اب نپولین کے اس غیر فوجی اقتدار اور اس کی دغا شعار فصاحت سے متیقن ہو گئے۔ طبل بجانے کا حکم دیدیا گیا اور بڑھتی ہوئی سنگینوں کے سامنے سے فرانس کے آخری نمایندے دروازوں اور کھڑکیوں میں سے گھس گھس کر بھاگے۔

سائیس کی تجویز دستور سلطنت

سائیس جس دستور سلطنت کو اب فرانس پر عاید کرنا چاہتا تھا اس کے جزو کل کو اس نے دور ہول و تخویف کے اختتام پر مرتب کیا تھا۔ چونکہ یہ دستور سلطنت اس وقت سوچا گیا تھا اس لئے اس میں ان تمام خدشات کے علامات موجود تھے جو ۱۷۹۵ء کے دستور سلطنت میں صورت پذیر ہوئے ۱۷۹۳ء میں قانونی زیادتیاں ہوئیں اور "ونڈ رمیر" کے واقعات سے شاہ پرستوں کی جس رجعت کا ثبوت ملا ان سے فرانس کو آیندہ محفوظ رکھنے کے لئے سائیس اور ۱۷۹۵ء کے واضعان قانون دونوں نے کوششیں کی تھیں۔ یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ عمومی انتخاب سے ہر وقت یہ امکان موجود تھا کہ مجلس میں شاہ پرستوں کو کثرت حاصل ہو جائے ۱۷۹۵ء کے دستور سلطنت سے اس خطرے کا رفعداد ہو گیا کہ ارکان مجلس عارضی کے اختیار کو بڑھا دیا سائیس اس پر اس طرح غالب آیا کہ عمومی انتخاب کو بالکلیہ حذف کر دیا اس نے قوم کو اس کے سوا اور کوئی حق نہیں دیا کہ وہ پانچ لاکھ اشخاص کا انتخاب کر دے جو کمیونوں میں عہدوں کے اہل سمجھے جائیں گے اور وہ خود ایک چھوٹی جماعت پچاس ہزار کی منتخب کریں جو صوبوں کے عہدوں کے اہل سمجھے جائینگے۔ یہ پچاس ہزار اپنی باری میں پانچ ہزار کا انتخاب کریں جو حکومت اور مجلس وضع قوانین میں جگہ پانے کے اہل سمجھے جائیں گے، لیکن واقعی تقرر انتخاب کنندگان کی جانب سے نہیں بلکہ حکام عاملانہ کی جانب سے ہوگا۔ اس طرح پر بدعقل انبوہ عوام کو ان کے پرانے ستانیوالے قسیسوں اور شاہ پرستوں اور امرا کے واپس لانے کے اختیار سے محروم کر دیا گیا تھا اور اب یہ اطمینان تھا کہ وہ بدتر سے بدتر جو کارروائی چاہیں کریں اس پر بھی مزید احتیاط کی نظر سے سائیس نے یہ تجویز کی کہ ہر ایک فرانسیسی جو [illegible]

گے بعد سے مجلس وضع قوانین کے لئے منتخب ہوا ہو اس کا شمار آئندہ دس برس کے لئے پانچ ہزار صاحبان امتیاز میں ہوگا۔

بار بنی رجعت عمل کے خلاف جو تحفظات ہمیا کئے گئے وہ یہ تھے کہ ایک واحد مجلس کے بے تکان رائے دے دینے سے فرانس کو جن خرابیوں سے سابقہ پڑا تھا اس صورت کے دوبارہ واقع ہونے کے خلاف سائیس نے مجلس وضع قوانین کو اتنے ہی ایوانوں میں تقسیم کر دیا جتنے مدارج کسی قانون کے منظور ہونے میں پیش آتے ہیں۔ پہلا ایوان یعنے کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کا کام یہ تھا کہ حکام عاملانہ جو کارروائیاں تجویز کریں ان کی شکل وصورت مرتب کرے ایک دوسرا ایوان جو "ٹریبیونیٹ" کے نام سے موسوم تھا اس کا کام یہ تھا کہ جو کارروائیاں اس طرح مرتب کی جائیں ان پر بحث کرے اور ان اعتراضات کا تیقن کرے جو ان پر عاید ہو سکتے ہوں تیسرا ایوان جو "جماعت تشریعی" کے نام سے مشہور ہوا اس کا کام یہ تھا کہ کونسل اور ٹریبیونیٹ کے نمایندوں کی بحث سننے کے بعد خاموشی کے ساتھ ان کارروائیوں کی موافقت یا مخالفت میں فیصلہ کر دے۔ اس کے بعد سائیس نے جیکوبن (انتہا پسند) اور بار بنی دونوں کے خلاف آخری ناقابل فتح دمدمہ کے طور پر ایک سینیٹ قائم کی جس کے ارکان مادام الحیات ہوں اور ان کو یہ اختیار ہو کہ ہر ایسے قانون کو کالعدم کر دیں جن میں ایوانوں نے دستور سلطنت کے اندر مداخلت کی ہو۔

اب صرف ایک جماعت عاملانہ کا اختراع باقی رہا سائیس نے اپنے دستور سلطنت کے اور حصوں میں روما سے یونان سے اور وینس سے خیالات اخذ کئے تھے مگر جماعت عاملانہ کے معاملہ میں اس نے برطانیہ عظمیٰ کے سیاسی نظریات کو ترقی دے کر انھیں سے کام لیا۔ اس نے یہ تجویز کی کہ حکومت دو قناصل اور ایک والیٔ اعظم پر مشتمل ہو شاہ انگلستان کی طرح والی قناصل کا عزل ونصب کرے مگر بذات خود انتظام ملک میں عملی حصہ نہ لے۔ قناصل کے اختیارات علی الترتیب معاملات امن وجنگ تک محدود رہیں۔ سائیس کا یہ دستور سلطنت اگرچہ ہر اعتبار سے بے جوڑ سا تھا مگر اس کی نسبت فی الواقع سمجھا یہ جاتا تھا کہ

ایک معاملہ کو چھوڑ کر اور ہر اعتبار سے اس سے وہی نتیجہ نکلے گا جو سائیس کے مدنظر تھا اس کا مقصود یہ تھا کہ (محشرستان فرانس کے رستخیز کا) اس طرح خاتمہ کردے کہ ہر ایک عنصر کو ایسے اختیار سے محروم کر دے جس سے دفعۃً تغیر واقع ہو سکتا ہو۔ اس کے جسم سیاسیہ کے اعضا یعنی کاؤنسل جو صرف مسودہ قانون مرتب کر سکتی ہو "ٹربینونیٹ"، جو صرف بحث کر سکتی ہو مجلس تشریعی جو صرف رائے دے سکتی یعنی لا و نعم کہہ سکتی ہو۔ یہ سب کسی قسم کی ضرر رسانی کے لیئے ناکارہ تھیں۔ اور خود قوم کی سیاسی ہستی اسی وقت باطل ہو جاتی تھی جس وقت کہ اس نے اپنے پانچ لاکھ ممتاز افراد کا انتخاب کر دیا۔

سائیس و بوناپارٹ

اس حد تک بوناپارٹ کے مقاصد کے لیئے اس سے زیادہ کوئی شئے موزوں نہیں ہو سکتی تھی اور اس حد تک بوناپارٹ نے خاموشی کے ساتھ سائیس کی تجویز کو قبول کر لیا مگر اس کے بعد جو ہونا تھا اس کے متعلق سپہ سالار بہادر کی خود اپنی بھی کچھ تجویز تھی۔ سائیس خود ان کے کام کو اپنے انتہائے پرواز تخیل تک بڑھائے مباحثہ اور صامت و خاموش ایوان کے درمیان تقسیم کر سکتا تھا مگر جس وقت کہ اس نے اپنے انتشاری طریق کو جماعت عاملانہ پر عاید کیا اسی وقت بوناپارٹ نے اس ضعیف البنیان استدلال کو پرکاہ کی طرح اڑا دیا اور اس کے اس ایوان خیالی کے اندر ایک مطلق العنان شخصی حکمرانی کا مجسمہ واقعہ نصب کر دیا یہ مخلوق وہم الکٹر دوالی) اور اس کے متاجر تناصل اس صاحب اقتدار سے کچھ مناسبت نہ رکھتے جیسے فرانس بطور اپنے سرگروہ اصلی کے دیکھنا چاہتا تھا۔ بوناپارٹ چلا اٹھا کہ "آیا ایسی مضحکہ خیز شئے کبھی کوئی ہوئی ہے۔ کوئی ذی ہوش اس عہدے کو قبول کرے گا"۔

سائیس کا اس نزاکت کے ساتھ اس توازن کا قایم کرنا بالکل بے کار گیا۔ اس کے نظریات نے فرانس کے لئے ایسے شاندار تماشے مہیا کر دیئے جنھوں نے ایک شخص واحد کی مرضی کے نیچے قوم کے فنا ہو جانے کو پوشیدہ کر دیا۔ سنہ ۱۷۹۹ء میں فرانس کو عاملانہ حکومت کا جو قالب نصیب ہوا وہ وہی تھا جسے بوناپارٹ نے ایک مطلق العنان مرکزی اقتدار کے تصور سے اخذ کیا تھا۔ تنصل

اول نے تمام عاملانہ اقتدار کو اپنی ذات واحد میں مجتمع کر لیا۔ اس کے ساتھ دو رفیق کار شامل کر دیئے گئے تھے جن کا کام صرف مشورہ دینا تھا۔ کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) کا مآل صرف یہ ہوا کہ فرانس کے بلند ترین اصحاب خبرت و فطنت حاکم اعلیٰ کی خدمت کے لئے مہیا ہو گئے اور ان کی وجہ سے اس کے اقتدار اعلیٰ میں کوئی خلل نہیں پڑا وزارت سلطنت اور صوبوں کے تمام اعلیٰ عہدے قنصل اول کے نامزد کردہ لوگوں سے بھر گئے اور کوئی قانون اس کی خواہش کے بغیر تجویز نہیں ہو سکتا تھا۔

سنہ ۱۷۹۱ء و ۱۷۹۹ء کے تنظیمات کا مقابلہ

۱۷۸۹ء کی مجلس قومی نے فرانس کو جو تنظیمات عطا کئے اور نظم قنصلی میں جو تنظیمات اسے پیش کئے گئے ان دونوں میں اتنا بین و قطعی تفاوت تھا کہ موجودہ الفاظ کے عالم سے باہر یہ تفاوت کہیں نظر نہیں آ سکتا۔ مقامی رسم و رواج اور قدیم قانون کے باقیات جس سے انگلستان اور ممالک متحدہ امریکہ کے مختلف عمومیات کے درمیان فرق نرم ہو جاتا ہے ان کا فرانس کے قطعی و حتمی طرز کے اس سیاسی نظم میں کہیں نام و نشان بھی نہ تھا جو ۱۷۹۱ء اور ۱۷۹۹ء میں ڈھالے گئے تھے۔ مجلس ترکیبی نے تعمیر جدید کے شروع کرنے کے قبل میدان کو صاف کر دیا تھا اس کی تعمیر جدید حقوق انسان پر مبنی تھی جو انتخاب عمومی کے ذریعہ سے مقامی حکومت خود اختیاری کے ہم معنی تھا اس میں کمیونوں کے انتظام کا ایک ایسا نظم اختیار کیا گیا تھا جس سے وہ اس درجہ مکمل طور پر ایک دوسرے سے آزاد ہو گئے تھے کہ غیر ملکی ناقدین فرانس کی حالت کو یوں بیان کرتے تھے کہ وہ چالیس ہزار جمہوریات میں منقسم ہو گیا ہے، اور جب ۱۷۹۲ء میں ایک جدید مرکزی حکومت کے قائم کرنے اور دار الصدر سے صوبوں میں کمشنروں کے بھیجنے کی ضرورت لاحق ہوئی تو یہ نکتہ چینی فی الواقع صحیح ثابت ہو گئی۔ ۱۷۹۱ء کے دستور سلطنت میں جمیع اساقفہ، عہدہ داران افواج قومی سب کے سب عمومی انتخاب کے تابع تھے۔ وزیر جنگ کے لئے دشوار تھا کہ کمیونوں کے میر (صدر) کی اجازت لئے بغیر ایک دستہ فوج کو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں

بھیج سکے۔ (اس کے برعکس ۱۷۹۹ء کے دستور سلطنت میں تمام اقتدارات
سرگروہ سلطنت سے حاصل ہوتے تھے۔ مرکزیت کا ایک ایسا نظم نافذ

۱۷۹۹ء کی مرکزیت

ہوگیا تھا کہ شاہان فرانس کے دور میں اس کی
کوئی نظیر نہیں مل سکتی وہ تمام امور جو شاہی اقتدار
کی روک تھام کا کام دیتے تھے مثلاً قانونی پارلیمنٹیں، برٹنی اور لینگیوڈاک
کی صوبجاتی اسٹیٹس (پارلیمنٹ) علمائی و کلیسائی شخصیات کے حقوق
یہ سب محذوف ہو گئے تھے امتیازات خاص کے اعتبار سے ترتیب
(جنھوں نے بار بنی شاہی میں تعدیل پیدا کر دی تھی) اور انقلاب
کے عمومی مجالس سب کے بجائے حاکموں کا ایک سلسلہ قائم
ہوگیا جو صفہائے فوجی کی تربیت کے مانند منضبط و علی الاطلاق
تھا۔ ۱۷۹۱ء کے دستور سلطنت کے موافق جس جگہ مقامی نمایندوں
کی جماعت صوبے کے کاموں کے چلانے کے لئے مجتمع ہوتی
تھی اب وہاں ایک "پریفیٹ" (صوبہ دار) ہوتا تھا جس کا تقرر
قنصل اول کرتا تھا اور وہ بھی قنصل اول ہی کے مانند مطلق العنان
ہوتا تھا اور صرف ایک نامزد شدہ کونسل اپنے مشورے سے
اس کی مدد کرتی تھی اور اس کونسل کا انعقاد سال میں دو ہفتوں
کے لئے ہوتا تھا۔ "پریفیٹ" کے تحت ایک عہدہ دار اور اسی
قسم کی ایک کونسل ضلع کا مقامی کام انجام دیتی تھی۔ یہاں تک
کہ چالیس میر (صدر) اور ان کی (کمیونی) کونسل سب کے سب
بالواسطہ یا بلاواسطہ سرگروہ سلطنت کی طرف سے مقرر ہوتے
تھے۔ فرانس میں کوئی صاحب اختیار ایسا نہ تھا جو دیہات کے
ایک پل کی مرمت کر سکے یا قصبہ کی سڑکوں پر روشنی کر سکے مگر
یہ کہ اس کا تقرر مرکزی حکومت کی طرف سے ہوا ہو یہ بھی نہ تھا کہ
قنصل اول کا اختیار نظم و نسق تک محدود ہوتا نظم عدالت کے
اعلیٰ اور ادنیٰ ارکان کے علاوہ بقیہ تمام ججوں کو بھی وہی نامزد

کرتا تھا اور اپنے حسب مرضی انھیں ادنیٰ و اعلیٰ جگہوں پر تبدیل کر دیتا تھا۔
یہی کیفیت اس نظم کی جو ایک بڑی حد تک خود فرانسیسی قوم کی پسندیدگی پر مبنی تھا اور جس نے قومی خصلت میں اور بھی زیادہ گہری طور پر ایک موجود کل وحاوی کل طاقت پر انحصار کرنے کی رضامندی پیدا کر دی تھی۔ اپنی قرین عقل تنظیم اپنی پابندی اور اعلیٰ ارباب علم و تجربہ کو اپنے قبضہ قدرت میں رکھنے کے باعث حکومت کا یہ نظم ملک کو جلیل القدر و عاجلانہ فوائد پہنچانے میں ناکام نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نظم کے متعلق بالعموم خود فرانسیسی بھی یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سیاسی دانش کی نفیس ترین پیداوار ہے۔ اس حکومت خود اختیاری کے مقابلہ میں جو اس وقت اور اس کے بعد بہت زمانہ تک انگلستان میں قائم رہی فرانس کی اس مرکزیت کو تساہل و تہاون اور اجتماع ضدین کے مقابلہ میں ترقی ذہانت کی فوقیت حاصل رہی، لیکن جو قوم بھی انتظامی قوبلی کار کے لئے مقامی آزادی اور اس سے متعلقہ جملہ حظ و انتفاع کو ترک کر دیتی ہے اسے اس کے لئے بہت ہی گراں و بے اندازہ قیمت دینی پڑتی ہے۔ حق عامہ کے نفاذ میں کوئی عملدر آمد ایسا نہیں تھا کہ جس نے بعد کی فرانسیسی نسل کو کسی عام غاصب کی خود کاری کے خلاف مسلح کر دیا ہو۔ نپولین کے وضع کردہ تنظیمات کو اس تصنیف و تخریب سے جو ایک نہ ایک وقت جملہ مطلق العنانیوں کو غارت کر دیتی ہے کوئی غیر فانی شباب محفوظ نہیں رکھ سکتا تھا۔ جس مورخ نے فضیلت کے سیاسی نظم کے لئے تعریف و توصیف کا ہر ایک لفظ صرف کر دیا تھا وہ اس وقت تک زندہ رہا کہ اس نے خود بہ حیثیت سرگروہ سلطنت کے بالاعلان یہ کہا کہ فرانس کی پہلی ضرورت تفوق اختیار کی تھی[1]۔

[1] ایم۔ تھیرز ۲۱ مئی ۱۸۶۴ء۔

دس برس کی بے چینی کے بعد یہ غیر ممکن تھا کہ فرانسیسی قوم کو کوئی حکومت بھی اس حکومت سے زیادہ گوارا ہوتی جس نے اپنے نسبت یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ کسی فریق یا کسی رائے کی نمائندہ نہیں ہے بلکہ وہ خود فرانس کی نمائندہ ہے۔ قوم کے کسی جزو نے قنصلیت کے قایم کرنے میں فتحمندی نہیں حاصل کی تھی اور کسی جزو کو اس سے کوئی شکست بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ خود اپنے علو، مرتبیت کے ساتھ نپولین نے ملکی تصادم کے بند ہونیکا اعلان کر دیا تھا۔ ایک حکومت ایسی پیدا ہو گئی تھی جس نے سب کو خدمت کی صلادی، جو سب سے خدمت لینا، سب کو انعام دینا اور سب میں مصالحت کرا دینا چاہتی تھی۔ قنصل اول کے ابتدائی کاموں سے مصالحت باہمی کی ایک حکمت عملی کا اظہار ہوتا تھا۔ جس سے اس کو یہ توقع تھی کہ وہ تمام فرانس کو اپنے گرد جمع کر لے گا۔ یرغمال کا قانون جس کے تحت مقامی شاہ پرستوں کی شورشوں کے انتظام کے طور پر سیکڑوں خاندان نظر بند تھے، اسے منسوخ کر دیا گیا اور قیدیوں کو ان کی رہائی کی خبر سنانے کے لئے نپولین بذات خاص ٹمپل میں گیا۔ جلاوطنوں کی فہرست میں سے کثیر التعداد اشخاص کے نام خارج کر دیئے گئے اور جن لوگوں نے واقعتاً اپنے ملک کے خلاف کوئی کام نہیں کیا تھا بعد میں ان کے لئے بھی معافی کا راستہ کھول دیا گیا۔ سلطنت کے عہدہ داروں کے انتخاب میں بھی بوناپارٹ نے تمام فریق کے لوگوں کی رضا حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ایک شاہ کش کیمبسرس قنصل دوم مقرر ہوا اور لوئیس شانزدہم کا ایک پرانا عہدہ دار اس کا رفیق بنایا گیا۔ وزارت سینیٹ اور کونسل آف اسٹیٹ (مجلس سلطنت) میں قوم نے یہ دیکھ لیا کہ ہر ایک پیشہ زندگی اور ہر ایک سیاسی جماعت سے مسلمہ قابلیت

کے لوگ منتخب کئے گئے تھے۔ فرانس کی کسی حکومت کے ارکان میں اتنے نام و نمود کے قابل و تجربہ کار اشخاص شامل نہیں تھے۔ صرف ایک صفت شرط لازمی تھی یعنے خدمت و اطاعت کے لئے کمربستہ رہنا۔ جس ذہنی عظمت نے بوناپارٹ کے دل میں یہ خیال جما دیا تھا کہ فرانس کی تمام قوتوں کو متحد کر لینا چاہیے اسی میں اس اخلاقی فیاضی کا گذر نہیں تھا کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ مخالفت کو معاف کر دے یا اس قوت عمل کے ساتھ رواداری برتے جو اس کے سوا کسی اور کی بلند حوصلگی کے تحت کام کرتی ہو۔ وہ اقتدار کو بہترین ہاتھوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ قابلیت کی جستجو میں رہتا اور اسے ترقی دیتا تھا مگر اس شرط خفی کے ساتھ کہ اس کی روشش اسی کے زیر ہدایت رہے۔ اس حد کے باہر قابلیت اس کی دوست نہیں دشمن تھی۔ بوناپارٹ ایک طرف تو یہ فخر کرتا تھا کہ اس نے قابلیت کی ترقی کے لئے دروازے کھول دئیے ہیں دوسری طرف اس نے پیرس کے تمام آزاد اخباروں کو دبا دیا اور میڈیم ڈی اسٹیل کو اس بنا پر جلاوطن کر دیا کہ اس کے مہمان جب تحریر سے مجبور ہو گئے تو آزادی کے متعلق مکالمات کیا کرتے تھے۔ انقلاب کے قدیم دشمن شاہ پرستوں اور پادریوں کے خلاف بھی اس کی مراعات ایسی ہی طرفدارانہ اور ایسی ہی جچی تلی ہوئی تھی۔ ونڈی کے امرا اور برٹینی کے توہمات کے متعلق اس میں پیرس والوں کی قدیم نفرت کا مطلق اثر نہیں تھا بلکہ وہ اہل برٹینی کی وفاداری و پرہیزگاری کو رعایا کے لئے عمدہ اوصاف سمجھتا تھا مگر جب انھوں نے اطاعت میں قصور کیا تو اس نے مغرب میں اپنے سپہ سالاروں کو یہ حکم دیا کہ وہ ان کے دیہاتوں کو جلا ڈالیں اور ان کے سرداروں کے سروں کے لئے انعام مقرر کر دیں۔ انصاف رواداری نیک اعتقادی یہ وہ اوصاف تھے کہ بوناپارٹ کے نزدیک

خود اس کے آلہ ہائے کار اور اس کے حلفا کے دائرے سے باہر ان کا کوئی وجود نہیں تھا۔

بوناپارٹ کی حکومت خودسری کا اثر فرانس سے باہر

فرانس کے خارجی تعلقات کے معاملہ میں بیباک سے بیباک شخص کے لئے بھی اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ فرانس کا تطاول جس حد کو پہنچ چکا تھا اس کو اور آگے بڑھا سکتا۔ تاہم بوناپارٹ کی سربلندی کا بہت ہی گہرا اثر ان سلطنتوں پر پڑا جن کی قسمت کا پانسہ فرانس کے دست قدرت میں تھا۔ نہ صرف یہ کہ ایک ایسی طبیعت کا شخص جو تمام بنی نوع انسان کے نسبت یہ سمجھتا تھا کہ وہ سب کے سب اس کی بساط کے مہرے ہیں وہ شخص ایک ناقابل مقاومت فوجی قوت کا رہبر ہوگیا تھا بلکہ جس دن سے فرانس نے بوناپارٹ کے سامنے سر تسلیم خم کیا اسی دن سے ان سیاسی تغیرات نے جو فرانسیسی فوج کے ساتھ ساتھ قدم بڑھائے چلتے تھے کچھ اور ہی رنگ اختیار کیا بلجیم، ہالینڈ، صوبجات رائن، سس الپاین، وراے آلپس، روما اور پارتھینوپ (نیپلز) تمامی جمہوریات کیسے ہی ظلم و جور کے حالات کے ساتھ کیوں نہ وقوع میں آئے ہوں مگر اتنا تو تھا کہ ظاہری اشکال کے اعتبار سے حاوی اقتدار اعلی سب جگہ برقرار رکھا گیا تھا۔ اصلی اختیار فرانس کے سپہ سالاروں اور کمشنروں کے ہاتھ میں ہو مگر حریت کے صلائے عام کتنی ہی غیر صادقانہ طور پر کیوں نہ بلند کی گئی پھر بھی اس سے ایسی امیدیں اور آرزوئیں پیدا ہوگئی تھیں جو بجائے خود غیر صادق نہیں تھیں۔ اطالیوں کے تقریبات حصول آزادی، شجرہائے حریت، وطن پرست مجالس کی فصاحت و بلاغت ان سب سے حکومت خود اختیاری کے جذبۂ فطری کا شیوں بہت کم نظر آتا تھا مگر ان سے اتنا تو ظاہر ہوتا تھا کہ زمانہ ماضی سے ایک فریق قایم ہوگیا ہے، اور ۱۷۹۶ء اور

۱۸۹۹ء کا درمیانی وقفہ درحقیقت ان امیدوں کا زمانِ آفرینش تھا جو اس کے بعد سے اطالیہ کی آزادی و اتحاد کی عملی شکل میں ظہور پذیر ہوئے تھے جب تک فرانس میں خود مجلسوں کی ہنگامہ خیزی دیہاتوں اور قصبوں کے انتخابات جاری تھے اس وقت تک اس کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ آلپس کے دوسرے جانب جمہوریات قایم کرے اور ان میں جمہوری تنظیم و رواج کی کچھ نہ کچھ تخم افشانی نہ ہونے دے مگر جب تمام طاقت ایک شخص واحد کے اندر مرکوز ہو گئی، جب تحریری و تقریری الفاظ سلطنت کے خلاف جرم ہو گئے جب قدیم بلدیات کے شور و غوغا کے بجائے محرروں کی ایک جماعت اپنے سر دفتر کے تحت خاموشی و انضباط کے ساتھ کام کرنے لگی تو پھر فرانسیسی اثر کی بیش قدمی کے معنی یہ نہیں رہے کہ حکومتوں کے مقابلہ میں عمومی قوتوں کی تائید کی جائے گی۔ بوناپارٹ نے حکومت کی جو شکل فرانس کو عطا کی تھی وہی شکل وہ فرانس کے زیر دستوں کو بھی عطا کرنا چاہتا تھا پس اس طرح ان اقوام میں جن پر قنصلیت کا براہ راست اثر پڑا تھا۔ اقتدار کے مغلوب ہو جانے کے بجائے اسے بہت زیادہ تقویت حاصل ہو گئی تھی۔

فرانس نے بیرون ملک میں عمومیت کا جوش پیدا کرنا ترک کر دیا مگر شاہی نظم کے تحت مساوات کو ترقی دیتا رہا۔

چنانچہ بویریا اور چھوٹی چھوٹی جرمانی سلطنتوں میں بھی یہی ہوا۔ بوناپارٹ نے جذبۂ انقلاب کے جس جزو کو خود وطن میں قبول کیا تھا یعنی امتیازات کی برطرفی، حقوق جاگیری کی منسوخی، قانون کے سامنے تمام مراتب و مدارج کی مساوات اور خدمات ملکی میں تمام لوگوں کا داخلہ اس جزو کو اس نے راین کے پار بھی پہنچا دیا۔ لیکن فرانس کے زیر دست سلطنتوں میں معاشرتی نظم کی اس ہمواری اور متروک الایام امتیازات کے بجائے نظم

واتحاد کی اس برقراری نے قوم کے تفوق کے لئے نہیں بلکہ تاج کے تفوق کے لئے راستہ صاف کیا۔ جو اختیار مشخصہ جماعتوں تائیٹوں اور پادریوں سے نکال لیا گیا تھا۔ وہ عوام کے نمایندوں کو نہیں بلکہ کابینی وزرا اور ان عہدہ داروں کو دیا گیا جن کی ترتیب فرانس کے دایرۂ حکمرانان کے نمونہ پر ہوئی تھی فرانسیسوں نے اپنے انقلاب کے پہلے دور میں یورپ میں حریت وحکومت خود اختیاری کی جو روح حلول کرنا چاہی تھی اس سے اب وہ خود دست بردار ہو گئے تھے حق عمومی کا وہ اعتقاد جس نے ۱۷۸۹ء کے تغیرات اور شاہ جوزف کے مساعی میں فرق کر دیا تھا وہ انقلاب کے طوفان میں غرق ہو گیا۔

بااین ہمہ بونا پارٹ کے جن تدابیر نے ۱۷۸۹ء کے آزادانہ و بیغرضانہ جذبہ کو ٹھکرا دیا تھا اسے محض ایک کارسکی سپاہی کی عیاری یا ازمنہ وسطیٰ کے کسی صاحب جودت کی اپنی وقت سے بڑھی ہوئی بلند پروازی نہ قرار دینا چاہیئے۔ خود اپنے انتہائی خودسرانہ یا انتہائی روایت پسندانہ جذبہ کو تا حد غایت پورا کرنے کے بعد بونا پارٹ نے اپنی پیدا کردہ سلطنتوں میں ایسے خیالات جاری وساری کر دئے تھے کہ فرانسیسی انقلاب کے قبل یورپ کے بڑے سے بڑے صاحبان ابداع نے اپنے کام کی بنیاد انھیں خیالات پر رکھی تھی۔ فریڈرک اور جوزف نے جس کام کی تکمیل کی تھی یا جس کام کی تکمیل میں ناکام رہے تھے وہ مغربی جرمانیہ میں اس وقت پورا ہو گیا جب اس کے فرمانروا قنصل اول کے زیردست ہو گئے۔ بونا پارٹ فرانسیسی انقلاب کا بچہ نہیں تھا۔ وہ ان مطلق العنان قانون سازوں کا آخری اور سب سے بڑا شخص تھا جنھوں نے غیر آزاد دور میں کام کئے تھے۔ اس کے تحت فرانس نے وہ شے کھو دی جو خاص الخاص فرانس کی معلوم ہوتی تھی اور اس نے نہایت ہی زور کے ساتھ ترقی کی ان شکلوں کو آگے بڑھایا جو خود اس میں اور بقیہ یورپ میں مشترک

تھیں۔ بوناپارٹ نے کسی آبادی کو حریت تک نہیں پہنچایا مگر امتیازات کے فنا کر دینے، نسب کے قانونی فرقوں کے منسوخ کر دینے اور سلطنت کے ایک حکمران کے تحت تمام شخصی و جماعتی اقتدار کو ہموار کر دینے سے اس نے زمانہ مابعد کی اس تعقلی آزادی کے لئے راستہ تیار کر دیا جب سلطنت کی حکومت خود قومی مرضی کی نمایندہ ہو جانے والی تھی۔

بونا پارٹ کا آسٹریا و انگلستان کی طرف دست سبقت بڑھانا۔ جنگ کا جاری رہنا۔ سینا کا جینوا میں محصور ہو جانا۔ مورو کا جنوبی جرمانیہ پر حملہ کرنا۔ بونا پارٹ کا کوہ سنٹ برنرڈ کو قطع کرنا اور آسٹریوں کے عقب میں وارد ہونا۔ جنگ مرنگو۔ آسٹریوں کا منسیو کے عقب میں ہٹ جانا۔ آسٹریا و انگلستان کے درمیان معاہدہ۔ آسٹریا کا جنگ کو جاری رکھنا۔ جنگ ہوہنلنڈن۔ صلح لیونیویل۔ انگلستان اور شمالی معاقدہ بحری کے درمیان جنگ۔ جنگ کوپن ہیگن۔ پال کا قتل۔ بحری جنگ کا خاتمہ۔ انگریزی فوج کا مصر میں داخل ہونا۔ فرانسیسیوں کا اسکندریہ میں شکست کھانا۔ ان کا قاہرہ اور اسکندریہ میں خود کو حوالہ کر دینا۔ انگلستان و فرانس کے مابین مبادی صلح پر لندن میں دستخط ہو جانا اور اس کے بعد صلح امینز کا موکد ہونا۔ پٹ کی حکمت عملی متعلقہ آئرلینڈ اور اس کی کنارہ کشی۔ صلح کے متعلق مباحثات۔ برّاعظمی صلح کے دوران میں بونا پارٹ کی دست درازیاں۔ ہالینڈ، اٹلی، سویزرلینڈ۔ فرانسیسی و روسی اثر کے تحت جرمانیہ کا بندوبست۔ کلیسائی سلطنتوں اور آزاد شہروں کا انتساخ

اس کے اثرات۔ اسپین۔ فرانس تحت حکومت قنصلی۔ ضابطہ دیوانی صلح پاپائی۔

بونا پارٹ کا آسٹریا اور انگلستان کی طرف دست سبقت بڑھانا ۱۷۹۹ء

حکومت قنصلی کے قایم ہو جانے سے فرانس کو فریقوں کے مناقشات سے امن حاصل ہو گیا۔ قوم کو غیر ملکی جنگ و جدل سے امن حاصل کرنے کی خواہش بھی کم نہ تھی اور اگرچہ قنصل اول بذات خود بہت بے صبری کے ساتھ آیندہ مہم کی تیاری کر رہا تھا مگر اس کی حکمت عملی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ خود کو فرانس اور یورپ کے مابین ثالث کی حیثیت سے نمایاں کرے۔ معمولی سیاسی صورتوں کی پروا نہ کر کے بونا پارٹ نے خود اپنے نام سے شہنشاہ فرانسیس اور شاہ جارج سوم کے نام خطوط روانہ کیے اور اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ جو قومیں طبعاً متحد ہیں ان پر جنگ نے کیسے کچھ مصائب نازل کیے ہیں اور صلح کے متعلق گفت و شنود جاری کرنے کے لیے اپنے شخصی اشتیاق و اضطراب کا اظہار بھی کیا۔ آسٹریا کا جواب حسن خلق کو لیے ہوئے تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بونا پارٹ کی طرف سے یہ خواہش ہوئی کہ معاہدہ کیمپو فارمیو کی بنیاد پر صلح کے لئے معاملت کی جائے۔ اس قسم کی تجویز بونا پارٹ کے اصلی ارادوں کی بہترین شہادت تھی۔ آسٹریا نے لمبارڈی کو دوبارہ فتح کر لیا تھا اور جمہوریت کی فوجوں کو دریائے ایڈج سے ہٹا کر نایس سے چند میل کے اندر پہنچا دیا تھا۔ پس ایک ایسی صلح کی تجویز کرنا جس سے صرف وہ حالت بحال ہو جائے جو زمانہ جنگ میں تھی محض تمسخر تھا۔ پس آسٹروی حکومت نے یہ ظاہر کیا کہ وہ اپنے حلفا کی اتفاق رائے کے بغیر معاملت کرنے سے معذور رہے۔ لیکن انگلستان کی طرف سے قنصل اول کے ان پیامات مودت کا جواب دو ٹوک اور سخت تھا۔ اس میں جنگ کے اسباب کو ایک ایک کر کے شمار کیا گیا اور اس بے اطمینانی کو دکھایا گیا تھا جس کی وجہ سے انگلستان ایک انقلابی حکومت کے ساتھ نامہ و پیام کرنے سے مجبور تھا، اور اگرچہ صلح کی شرط کی حیثیت سے خاندان باربن کی بحالی پر اصرار نہیں کیا گیا تھا مگر یہ

کہا گیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کے نزدیک فرانس کی صدق نیت اور نیک برتاؤ کی کوئی ضمانت اس سے زیادہ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتی کہ قدیم خاندان کو واپس بلا لیا جائے۔[1]

سلطنتوں کے کاغذات میں غلطی رائے کے اعتبار سے بہت ہی کم تحریریں اس انگریزی اعلام نامہ سے زیادہ نمایاں ہو گئیں اس کا مقصود یہ تھا کہ حصول صلح کے طور پر شاہان بار بن کے واپس بلانے کے لئے فرانس سے سفارش کی جائے۔ اس سے بوناپارٹ کو یہ دکھانے کا موقع مل گیا کہ انگلستان فرانسیسی قوم کے معاملات میں زیادتی کی حد تک دخل انداز ہونا چاہتا ہے اور شاہان بار بن اپنے ملک کے دشمن کے ہاتھ سے اپنی واپسی و بحالی چاہتے ہیں۔ پیرس سے پٹ کی حکومت کو جو جواب دیا گیا وہ اس انداز کا تھا جس انداز میں ایک بلند حوصلہ قوم (جس نے حال میں اپنے حکمراں کو نکال دیا تھا) اس قوم کو جواب دیتی جس نے ایک صدی قبل اپنے حکمرانوں کو نکالا تھا۔ یہ کہا گیا کہ فرانس کو ایک نا قابل خاندان کو برطرف کر دینے کا ویسا ہی معقول حق حاصل ہے جیسا برطانیہ عظمیٰ کو ہے۔ اگر ٹیلرینڈ کا جواب شاہ جارج کو یہ یقین دلانے میں ناکام رہا کہ ہاربنون کے بحال کرنے کے قبل اسے چاہیئے کہ وہ خود خاندان اسٹوراٹ کے حق میں اپنے تخت کے حقوق سے دست بردار ہو جائے لیکن اس جواب کو اس امر میں کامیابی ہو گئی کہ فرانس نے جو زیادتیاں کی تھیں ان کی طرف سے خیالات کو ہٹا کر انگریزوں کے پیش کردہ دعادی کی طرف منعطف کر دے، مگر اس یقین کی کوئی حد نہیں ہے کہ اس سے واقعات کی حقیقی رفتار میں کوئی فرق پڑا۔ برطانی کابینہ نے جن غلطیوں کی وجہ سے اپنے بیان مدعا کو کمزور کر دیا تھا ان کے باوجود فرانسیسی حکومت اچھی طرح واقف تھی کہ انگلستان کے لئے جنگ کے اسباب کیا ہیں۔ فرانسیسی قوم کے عامتہ الناس اب کیا خیال رکھتے تھے یا کیا خیال نہیں رکھتے تھے اس معاملہ کی

---

[1] پارلیمنٹی تاریخ۔ جلد سی و چہارم ۱۱۹۸۔ تھیو گٹ "خلاصہ" جلد دوم ۴۳۵۔

نوعیت اب بہت ہی خفیف ہو گئی تھی۔

فوجوں کی حالت و محل وقوع

جنگ جاری رہی۔ سرما اور ۱۸۰۰ء کا موسم بہار اس مہم کے پر زور مگر پوشیدہ تیاریوں میں گزر گئے جس کا مقصد آسٹریوں کو اطالیہ سے نکالنا تھا۔ پڈمانٹ میں آسٹریوں نے مہینوں بیکاری میں ضایع کر دئے اگر وہ اس وقت سے کام لیتے تو جنیوا ان کے ہاتھ میں آجاتا اور بوناپارٹ کی فوج کے میدان میں آنے کے قبل ہی اطالیہ کی فتح مکمل ہو جاتی۔ اپریل کے قبل یہ نہ ہوا کہ آسٹریوں کا سپہ سالار میلاس جنیوا کے جانب سکے کو وہ اپنیاینز پر فرانسیسیوں کے مواقع پر حملہ کرتا۔ کوہستان کی معرکہ آرائیوں میں دو ہفتے اور گزر گئے۔ قبل ازیں کہ فرانسیسیوں کا موجودہ سپہ سالار مسینا جنیوا میں بند ہو گیا اور خشکی و تری دونوں جانب سے اس نے خود کو محصور پایا۔ بوناپارٹ عنقریب جس فوج کی قیادت کیا چاہتا تھا وہ ڈجان اور جنیوا کے درمیان پڑی ہوئی تھی اور قنصل اول کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ کنار رائن پر اسٹرابرگ سے شافہاسن تک ایک لاکھ سپاہ موروو کے تحت جرمانیہ میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی۔ موروو کو یہ کام سپرد ہوا تھا کہ وہ بالائے ڈینیوب سے آسٹریوں کو پیچھے ہٹائے اور اس طرح سویزرلینڈ کے اندر سے ہو کر بوناپارٹ کی فوج پر حملہ آوری کو ناممکن بنا دے۔ موروو کی فوج سب سے پہلے حرکت کرنے والی تھی۔ ایک آسٹروی فوج جو موروو کی فوج سے کمتر نہ تھی رائن کے اس گھماؤ کے اندر خیمہ زن تھی جو بیڈن اور ورٹمبرگ پر حاوی تھا۔ موروو نے رائن کے مختلف مقامات سے عبور کیا اور پے بہ پے شاطرانہ نقل و حرکت سے اپنے حریف کرے کو اس روش پر لایا کہ اس نے بلیک فارسٹ کے اندر سے ہو کر جانے والے تمام راستوں پر قبضہ کر لیا مگر خاص وہ راستے کھلے رہ گئے جن سے ہو کر شمالی فرانسیسی فوج فی الواقع گزرنے والی تھی۔ مسلسل معرکوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ موروو جنوب ڈینیوب میں الم تک قابض ہو گیا جہاں کرے نے اپنے خندقوں سے محصور لشکرگاہ میں پناہ لی ان معرکوں

میں فرانسیسی سپہ سالار نے اپنی کاردانی اور شکست خوردہ آسٹریوں نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ موروؔ کو اس کے ہدایات کے موافق اس حد سے آگے بڑھنے کی ممانعت تھی آسٹروی فوجوں کو اطالیہ کو جانے والی سڑکوں سے علیحدہ کردینے سے اس کا کام پورا ہو گیا تھا۔

بوناپارٹ کا آلپس کو قطع کرنا مئی سنہ۱۸۰۰ء

اب بوناپارٹ کی فوج حرکت میں آئی۔ اس کا جائے مقصود ہنوز راز میں تھا آسٹریا کے سپہ سالاروں کو اس کی موجودگی تک میں شبہ تھا۔ ۶ مئی کو قنصل اول خود جنیوا میں آیا اور فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ یہ فوج اب جس مہم میں در آنا چاہتی تھی اس سے بوناپارٹ نے یہ مقصد رکھا تھا کہ جنگ میں چشم یورپ نے اب تک جو عجیب سے عجیب امر دیکھا ہے یہ کام ان سب سے بڑھ جائے۔ کوہستان آلپس میں ہینا اور سیوراف کی نبرد آزمیوں نے کوہستانی جنگ آوری کے خیالات اس کے ذہن میں بسا دئے تھے۔ فطرت پر ایک ایسی فتح حاصل کرنا جو ان دونوں کی فتحوں سے زیادہ اثر انداز ہو لمبارڈی کی آسٹروی فوجوں کی موجودہ حالت کے اعتبار سے میدان کی ایک فتح کا پیش خیمہ ہوگی جس کے اثرات دشمن پر بے نظیر ہونگے۔ اس کے بجائے کہ وہ شاہی سڑک کے طرف سے بڑھ کر جنیوا کو خلاص دلاتا بوناپارٹ نے یہ ارادہ کیا کہ کوہستان آلپس کو قطع کر کے آسٹریوں کے عقب میں جا پڑے۔ اس صورت میں ایک شکست بھی آسٹریوں کو منٹوا کے رسل و رسائل سے منقطع کردے گی اور نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ یا تو آسٹریا کی فوج خود کو حوالہ کردے گی یا اپنا تمام فتح کردہ ملک اسے خالی کردینا پڑے گا۔ پس بوناپارٹ اپنی فوج کو پہاڑوں کے اندر لے چلا سینٹ برنرڈ والا راستہ اگرچہ گاڑیوں کے گزر کے لائق نہ تھا مگر ایک ایسے سپہ سالار کے لئے جسے ہندسی سامان و ماہران کے ہر طرح کے وسایل حاصل تھے وہ بہت ہی کم دشواری کا باعث ہوا اور اسی سڑک پر سے ہو کر فوج نے کوہ آلپس کو قطع کیا۔ توپیں گاڑیوں پر سے اتار دی گئیں اور مجوف درختوں کے اندر رکھکر پہاڑ پر کھینچی گئیں۔

ہزاروں خچروں نے سامان حرب اور ضروریات کو منتقل کیا۔ مرمت کے لیے پہاڑ کی دونوں جانب کی ڈھال پر کارگاہیں بنادی گئی اور سینٹ برنرڈ کی خانقاہ میں اتنا سامان جمع کردیا گیا کہ سپاہی جب چھ روز (۱۵۔۲۰ مئی) کے مسلسل سفر کے بعد اس حصہ کوہ پر پہنچے تو وہ ان کے لئے کافی ہوا۔ سینٹ برنرڈ کا یہ انقطاع انضباط، دوربینی اور خوش انتظامی کی ایک شاندار کامیابی تھی۔ یوں بھی مبادرت کی حیثیت سے اس میں وہ خطرہ وہ تکلیف اور اندیشہ ناگہانی کچھ بھی نہیں تھا جن سے مینا اور سووارف کی مہم اس قدر دلچسپ بن گئی تھی۔

بوناپارٹ نے اپنے دشمن کی عدم تیاری کا بہت ہی صحیح اندازہ کیا تھا۔ فرانسیسی فوج کا طلایہ ڈورابلٹی کی وادی سے ایوری اور جیبوسیلا کے قلیل التعداد آسٹروی دستوں پر آگرا۔ میلاس کو جنیوا سے فرانسیسیوں کی روانگی کی خبر ہو گئی تھی مگر اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ چند ہزار آدمیوں کو لیکر ٹیورن میں آیا تاکہ اطالیہ کے راستے پر مقابلہ کرے۔ مہم کے آغاز میں میلاس خود ایک فرانسیسی ڈویژن کے تعقب میں نائیس کو بڑھ گیا تھا اور جنیوا کے محاصرہ کرنے والی فوج کو جنرل اوٹ کی تفویض میں چھوڑ گیا تھا۔ ٹیورن پہنچنے پر

بوناپارٹ نے آسٹروی فوج کو شرقی لمبارڈی سے منقطع کردیا۔

اسے اپنے خطرے کا پورا پورا احساس ہوا اور اس نے اوٹ کو یہ حکم بھیجا کہ وہ جنیوا کے محاصرے کو اٹھادے اور جتنے دستے بھی وہ جمع کرسکے ان سب کو لیکر اس سے آملے۔ لیکن اوٹ یہ چاہتا نہ تھا کہ جو شکار اس کی گرفت میں آنا جارہا تھا اسے اس وقت میں چھوڑ دے۔ وہ ۵ رجون تک اپنی جگہ سے نہ ہلا تاآنکہ مینا نے قحط کی انتہائے سختی سے مجبور ہو کر جنیوا کو محاصرین کے حوالہ کردیا۔ مگر مینا کی اس پر استقلال برداشت مصائب نے ایک جنگ کے فتح کرلینے کا پورا کام دیا۔ اوٹ کی تاخیر سے میلاس بوناپارٹ کی نقل و حرکت کے روکنے سے بالکل بے قابو ہو گیا اور اس وقت بوناپارٹ جنیوا کی طرف کوچ کرنے کے بجائے جس کی توقع فرانسیسیوں اور آسٹریوں

دونوں کو تھی مشرق کی جانب پلٹا اور اپنی فوج کو آسٹریوں اور ان کے قلعوں کے درمیان داخل و حایل کر دیا۔ بوناپارٹ بذات خاص (۲ر جون کو) ملان میں داخل ہوا۔ لینس اور میورانٹ پو اور ایڈا کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جو آسٹروی دستہ پیاسترا کی حفاظت کر رہا تھا وہ مغلوب ہو گیا اور پو کے شمالی جانب کے ملک سے میلاس کے رسل و رسایل بالکلیہ منقطع ہو گئے۔ آسٹروی سپہ سالار کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا کہ وہ فرانسیسیوں کی صف کو توڑ کر نکل جائے یا بھاگ کر جنیوا میں پہنچے۔

فرانسیسیوں کا قلب اب استریڈلا میں تھا جو پاسنزا اور اسینبڈریا دونوں سے نصف راستہ پر تھا۔ آخر الامر اوٹ میلاس سے الیسنڈریا میں آ ملا مگر آسٹروی فوج اس قدر منتشر تھی کہ اسی ہزار آدمیوں میں سے میلاس کے تحت صرف تینتیس ہزار آدمی تھے۔ بوناپارٹ کی فوج تعداد میں برابر تھی اس کو اندیشہ صرف یہ تھا کہ میلاس اپنے آخری خط مراجعت سے کام لے اور بغیر کسی معرکہ آرائی کے بھاگ کر جنیوا پہنچ جائے۔ لیکن اس کے برخلاف آسٹروی سپہ سالار جس نے بشمول سوراف لوڈی میں جو بڑی پرشاندار فتح حاصل کی تھی وہ جم کر جنگ کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ وہ الیسنڈریا میں بوناپارٹ کی آمد کا منتظر رہا۔ ۱۲ر جون کو بوناپارٹ آستریڈیلا سے مغرب کی جانب بڑھا۔ دوران کوچ میں دشمن کی کوئی خبر نہ ملنے سے اس کی تشویش ساعت بہ ساعت بڑھتی جاتی تھی کہ مبادا میلاس اس کے ہاتھ سے بچ نکلے۔ آخر ۱۳ر جون کو جب اس کا طلایہ اسینڈریا کی دیواروں کے قریب تک پہنچ گیا اور دشمن کہیں نظر نہ آیا تو پھر اسے تاب ضبط نہ رہی اور اس نے ڈیسائی کو حکم دیا کہ جنوب کی جانب نوری کے طرف بڑھ جائے اور جنیوا کی سڑک پر قابض ہو جائے۔ ڈیسائی اپنے ڈویژن کو لیکر روانہ ہو گیا۔ دوسرے روز صبح سویرے میلاس کی ساری فوج الیسنڈریا سے نکل کر میرنگو میں

جنگ میرنگو ۱۴ر جون ۱۸۰۰ء

فرانسیسیوں کی کمزور شدہ صف پر ٹوٹ پڑی۔ یہ حملہ ایسا ہوا کہ جو کچھ سامنے آیا سب کو بہا لے گیا۔ سات گھنٹے کی جنگ کے بعد میلاس کام سے چور ہو کر الیسنڈریا کو واپس آیا اور فتح کامل کی خبر روانہ کر دی۔ لیکن ٹوسائی توپوں کی آواز سن کر پلٹ پڑا تھا اور عین یہی وقت تھا کہ وہ میدان میں نمودار ہوا اور یہ اعلان کر دیا کہ اگر ایک معرکہ میں شکست ہو گئی ہے تو دوسرے معرکہ میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ دفعتاً سواروں کے حملہ کر دینے سے آسٹریوں میں اضطراب برپا ہو گیا کیونکہ انھیں جنگ کے فتح ہونے اور دشمن کے مغلوب ہو جانے کا یقین ہو چکا تھا۔ پورے پورے دستوں نے ہتھیار ڈال دئے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور دن کے ختم ہوتے ہوتے فتحمند آسٹریوں کے قلب لشکر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ بارمیڈا کے دلالوں میں مفرور سواروں اور پیادوں کا ایک مجمع آمدہ انبوہ تھا۔ تباہی کے اس طرح دفعتہً پیش آ جانے اور فوج کی حالت کے مایوس کن ہو جانے کی وجہ سے میلاس حواس باختہ ہو گیا اور اس نے ایک

التوائے جنگ کی شرائط

التوائے جنگ سے اتفاق کر لیا جو بلا شرط سوا لگی سے بھی زیادہ مہلک تھا۔ آسٹرویی منچیو کے عقب میں ہٹ گئے اور شمالی اطالیہ میں جتنے قلعے اس دریا سے مغرب میں واقع تھے وہ سب فرانسیسیوں کے لئے چھوڑ دئے۔ صرف ایک جنگ نے فتوحات و محاصرات کی ایک پوری مہم کا نتیجہ پیدا کر دیا۔ بونا پارٹ کی تمام کامیابیوں میں میرنگو کا تصور سب سے زیادہ شاندار تھا اگر چہ اس کے سر کرنے میں اس جلیل القدر سپہ سالار کی ذہانت ایک لمحے کے لئے اسے دھوکا دے گئی پھر اس خطرہ و ابتری کے ان طولانی ساعتوں کو اس کی کامیابی کی شان و شکوہ کو تیرہ و تار کرنے کا موقع نہ ملا پھر ایک مراسلہ جس میں جنگ کے اصلی واقعات کی اطلاع درج تھی وہ یا تو بدل دیا گیا یا دبا دیا گیا۔ فرانسیسی قوم کے سامنے جو صورت حالات پیش کی گئی اس سے قنصل اول کی ناقابل فتح طباعی و قوت کے

سامنے لوگوں کے سر اور زیادہ جھک گئے۔[1]

آسٹریا کا جنگ کو جاری رکھنا

میلاس کے لشکرگاہ کے بہ نسبت وائنا میں فوجی صورت حالات پر زیادہ سکون قلب کے ساتھ نظر ڈالی گئی۔ التوائے جنگ کی شرائط کو عام طور پر مطعون کیا گیا اور انگلستان کے ساتھ ایک معاہدہ ہو جانے سے آسٹریا کی حکمت عملی میں کسی فوری تغیر کا ہونا رک گیا۔ اس کے رو سے برطانی مالی امداد اور پیڈمانٹ کے ایک حصہ کے خفیہ وعدے کے عوض میں آسٹریا اس امر کی پابند ہو گئی کہ فروری ۱۸۰۱ء کے اختتام کے قبل فرانس سے جداگانہ صلح نہ کرے میرنگو کی خبر آنے سے چند گھنٹے پہلے اس معاہدے پر دستخط ہوئے تھے۔ یہ تھیوگٹ کا کام تھا جس نے ترقی پذیر عام مقبولیت اور تقریباً ہمہ گیر مخالفت کے باوجود ہنوز شاہ پر اپنا اثر قایم کر رکھا تھا تاہم رائے عامہ نے شہنشاہ کو کم ازکم اتنا کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ فرانسیسی شرائط صلح کی تحقیق کرے۔ ایک ایلچی پیرس کو روانہ کیا گیا اور چونکہ انگلستان کی رضامندی کے بغیر کوئی صلح نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے انگلستان و فرانس کے درمیان بحری التوائے جنگ کے قایم کرنے کے لئے مشاورت کی مجلسیں منعقد کی گئیں۔ لیکن قنصل اول نے جن مراعتوں کا مطالبہ کیا انگلستان نے ان سے انکار کر دیا اور ستمبر میں گفت و شنود کا سلسلہ ٹوٹ گیا مگر اس تین مہینے کے وقفے نے وزیر کے اقتدار کو کمزور اور ان سازشوں کو تیز کر دیا جو ہر ایک اہم نازک موقع پر آسٹریا کی کارروائی کو مفلوج کر دیتی تھیں۔ آخرالامر ادھر تو تھیوگٹ برطانیہ سے مالی امداد لے رہا اور جنگ کے نہایت ہی پر زور طور پر جاری رکھنے کے لئے انتظامات کر رہا تھا ادھر شہنشاہ نے اپنے وزیر سے معاملت کو پوشیدہ رکھ کر حلقہائے

---

[1] "محکمۂ جنگ کی یادداشت ۱۸۲۶ء" (Memorial due Depot dela Guerre) جلد چہارم صفحہ ۲۲۸ بنٹنگ کا مراسلہ مورخہ ۱۹ جون سلطنتہائے اطالوی جلد ۵۹۔

الم و الگو سناٹ مورو کی فوج کو حوالہ کر کے ایک نیا التوائے جنگ خرید کر لیا۔[۱]

---

[۱] ۔ تھیوگٹ "خلاصہ" جلد دوم، ۲۲۰-۲۸۱-۲۹۳۔ منٹو کا مراسلہ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۸۰۰ء۔ آسٹریا جلد ۶۰ شہنشاہ جنگ کے پرزور طور پر جاری رکھنے کے لئے انگلستان سے معقول مالی امداد بھی لیتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی عین اسی وقت میں پس پردہ اور بذات خاص مشترک دشمن کی نہایت درجہ مکروہ اطاعت کا سرانجام بھی کرتا جاتا تھا۔ بیرن تھیوگٹ کل تمام دن اس واقعہ کے متعلق نہایت پریشان رہا جس کے پیش آنے کا اسے بوجوہ اندیشہ لگا ہوا تھا مگر جو ہنوز متیقن نہیں ہوا تھا تاہم اسے اب بھی خفیف سی امید اس وجہ سے تھی کہ بظاہر یہ ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص ایسی بدنامی و حماقت کا ارتکاب کرے گا اس نے جب آج مجھے اس معاملہ کی اطلاع دی تو میں نے کبھی خود اسے یا کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ متاثر نہیں دیکھا میں نے کہا کہ چونکہ ان قلعوں کا صدق بیت کی ضمانت کے طور پر مطالبہ کیا ہے تو اس اصول پر شہنشاہ فوج کا ہتیار اور گولہ بارود بھی حوالہ کر سکتا تھا۔ بیرن تھیوگٹ نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ سپاہیوں کی بندوقیں لے لینے کے بعد ان کے جسم سے کپڑوں کے اتار لینے کی بھی درخواست ہوگی اور شہنشاہ اگر دنیا کو اس امر سے آگاہ کرنے کی زحمت نہ کرے کہ وہ اپنے تاج کی مدافعت کرے گا تو ایسے لوگوں کی کمی نہ ہوگی جو اس کے سر سے تاج اور شاید اس کے ساتھ اس کا سر بھی اتار لیں گے۔ اس پر اتنا اثر ہوا کہ جب اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ ظاہر کیا اس خیال سے اس پر کتنا زبردست اثر ہے کہ اس نے مجھے اس معاملہ میں شامل کیا اور میں نے اس کے مشوروں پر جو اعتماد کیا تھا اس سے یہ کام لیا گیا تو اس کے آنسو نکل پڑے اور وہ فی الواقع رونے لگا۔ میں ان جزئیات کو اس غرض سے بیان کرتا ہوں تاکہ یہ مصدق ہو جائے کہ ان کمزور کارروائیوں کا ہر ایک حصہ یا تو اس کی رائے کے خلاف اختیار کیا گیا یا اس سے پوشیدہ رکھا اور اس کے جاری کردہ ہدایات کے خلاف ان پر عمل کیا گیا۔ آسٹریا کے اختتامی طور پر زیر وزبر

۱۵ ستمبر کی ایک مجلس کے بعد تھیوگٹ نے ایک خط لکھا تھا جس سے کسی قدر کیفیت اس شور و تیر کی معلوم ہوتی ہے جو اس موقع پر خود شہنشاہ کے حضور میں پیش آیا۔ تھیوگٹ نے اپنا استعفا پیش کیا جو منظور ہو گیا اور جدید التوائے جنگ کا بانی لہرباک عہدۂ وزارت پر مقرر کر دیا گیا۔ مگر برطانی سفیر کی ملاقاتوں نے کمزور شہنشاہ کو مجبور کر دیا کہ دنیا میں اشاعت کے دوسرے ہی دن وہ اس تقرر کو منسوخ کر دے۔ وائنا میں کوئی شخص اس قابل نہیں تھا جو اس خالی جگہ کو پر کرتا اور تھوڑے سے وقفہ کے بعد اس معمر وزیر نے پھر اس عہدے کے فرائض اپنے ذمہ لئے گر اس کے ساتھ ہی علانیہ طور پر اس لقب کو اختیار نہیں کیا۔ التوائے جنگ کا بقیہ زمانہ اس فوج کو تقویت دینے میں صرف کیا گیا جو موروَ کے مقابلہ میں تھی جسے اب وائنا پر بڑھنے کے احکام مل چکے تھے۔ آرچ ڈیوک جان کو (جو اٹھارہ برس کا ایک شاہی ماہر جنگ تھا) فرانسیسی فوج کے گھیر لینے اور اس کے رسل و رسایل کو منقطع کر دینے کے لئے ایک نقشہ مہیا کیا گیا۔ موروَ دریائے ایسر پر پڑا ہوا تھا اور آسٹروی دریائے ان کے خط پر قایم تھے۔ التوائے جنگ کے ختم ہونے پر آسٹروی بڑھے اور آرچ ڈیوک کے عزم بلند کی موافقت میں جلد ہی کچھ کوچ کیا یہاں تک کہ ایک عام ابتری کی وجہ سے (جسے موسم کی جانب منسوب کیا گیا) انھوں نے اپنی اس نقل و حرکت کو ترک کر دیا اور سیدھے دشمن کی طرف چل نکلے۔ وہ ۳ دسمبر کو ہوہنلنڈن کے جنگل کی طرف سے بند سڑکوں پر پہنچے انھیں یقین یہ تھا کہ ان کے قریب میں ایک بازگشت کرنے والے فرانسیسی ڈویزن کے ساقہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ موروَ نے اس وقت تک انتظار کیا کہ آسٹروی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ہو جانے کے بعد میٹو نے تھیوگٹ کی بابت لکھا تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی اس کے سکون قلب یا اس کی ہمت میں تزلزل نہیں آیا نہ اس نے کبھی کمزور و ناسزا سفروروں کے آگے سر جھکایا اور شاید اس تمام شہنشاہی میں وہی ایک شخص ہے جس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہے۔ ۳ جون ۱۸۰۱ء۔ مذکورہ بالا۔

ھنگل کے (وسط) میں پہنچ گئے اور اس وقت وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ ان
کے سامنے دائیں بائیں اور عقب میں ٹوٹ پڑا۔ آسٹریوں کی شکست بہت سخت
ہوئی۔ جنگ میں اب جو کچھ باقی رہا وہ جدال و قتال کے بجائے زیادہ تر شکار
کے تعاقب کے مثل تھا۔ مورو نے یکے بعد دیگرے دریا ہائے ان، سیلزا اور
گران کو عبور کیا اور ۲۵ دسمبر کو شہنشاہ نے یہ دیکھ کر کہ پٹ کی کوئی کوشش
مورو کو وائینا سے روک نہیں سکتی ایسٹر کے التوائے جنگ کو منظور کر لیا اور اس
امر پر راضی ہو گیا کہ وہ برطانیہ عظمیٰ کے مشورے کے بغیر صلح کی معاملت
کرے گا۔

مینچو کی شکست سے جس کا اعلان بعد کے دنوں میں ہوا صلح کی ضرورت
اور بڑھ گئی۔ تھیوگٹ آخری طور پر عہدہ سے ہٹا دیا گیا۔ بوناپارٹ کے مجوزہ
شرائط کے متعلق کسی قدر مقاومت ہوئی مگر ان شرائط کا مقصود خاندان
ہیپسبرگ کی تذلیل کے بجائے زیادہ تر جرمانیہ میں فرانسیسی اثر کا قائم کرنا تھا۔
آسٹریا نے کیمپو فارمیو میں جو کچھ حوالہ کیا تھا اس کے سوا اور بہت کم اس سے
لیا گیا۔ حکومت وائینا نے میرنگو اور ہوہنلنڈن کی شکستوں کا معاوضہ
اپنے اطالوی یا سلافی صوبوں کی حوالگی سے نہیں کیا بلکہ اس کا معاوضہ
اس منقسم جرمانی قوم کے نقصان سے کیا جس کی بدقسمتی یہ تھی کہ اس کا سرگروہ
ایک ایسا فرمانروا تھا جس کے مقاصد شہنشاہی جرمانیہ کے اندر اس کے
دیگر تمام مقاصد سے کم تھے۔ لیونیول کی صلح[1] جو ۹ فروری کو فرانس اور
شہنشاہ کے مابین موکد ہوئی تھی اور شہنشاہی کی ڈایٹ میں اس کا ذکر تک
نہیں آیا تھا اس صلح نے جرمانیہ کی چھوٹی سلطنتوں کو فرانسیسی جمہوریہ
کے رحم و کرم کے حوالہ کر دیا۔ خاندان ہیپسبرگ کو ۱۷۹۷ء میں وینس کی جو مملکت
مل گئی تھی وہ اس معاہدے کی رو سے بدستور اس کے پاس باقی رہی۔ اطالیہ
سے اہل ہیپسبرگ کے اثر کی کسی کمی کا مطالبہ بھی ٹسکنی کے گرینڈ ڈیوک کی

---

[1] مارٹن جلد ہفتم ۲۹۶۔

اطلاع سے زاید نہیں کیا گیا گر ۱۸۰۱ء کی سی پردہ پوشیوں کو بالکل ترک کر کے
رائن کے مغرب کے جانب کے جرمانی صوبے حوالہ کر دئے گئے اور شہنشاہی
کو باضابطہ اس کا پابند کیا گیا کہ جو دنیاوی حکمران ان صوبوں سے بے دخل
کئے جائیں، ان کے لئے اس طرز پر معاوضہ کرے جسے فرانس پسند کرے۔
پس اس طرح فرانسیسی جمہوریہ اس مقطوع الاعضا منتشر شہنشاہی کی ترتیب
جدید میں بہ استحقاق حکم بنا دی گئی۔ ٹسکینی کے گرینڈ ڈیوک کے لئے یہ قرار
پایا تھا کہ وہ کبھی اپنے پیشرو مخروج ڈیوک موڈینا کے مانند اطالیوں کے
معاوضہ میں جرمانی قوم کے کسی جزو کو اپنی رعایا بنالے۔ جو قوم اس زمانہ
میں یورپ کے اندر علوم و فنون اور سائنس میں سب سے زیادہ نام پیش
کر سکتی تھی اسے سیاسی عدم اتحاد نے اس حالت کو پہنچا دیا۔

نیپلز سے صلح۔ آسٹریا کے بے دست و پا ہو جانے کے بعد
نیپلز کا انحصار بوناپارٹ کے رحم پر رہ گیا تھا۔ یہی وہ
دربار تھا جس نے حلیفوں میں سب سے پہلے اعلان جنگ کیا تھا۔ اس کے
ظلم وستم کے لئے سخت سزا کی ضرورت تھی مگر زار کی مداخلت سے خاندان
باربن تخت پر قایم رہ گیا اور نیپلز پر اس سے زیادہ سخت شرط عاید نہیں
کی گئی کہ انگریزی جہازوں کو اپنے بندرگاہوں سے نکال دے۔ فرانسیسی
جمہوریت کے ساتھ کشاکش میں اب انگلستان تنہا رہ گیا اور نہ اب یہ کشاکش
صرف فرانس اور اس کے توابع تک محدود رہی تھی۔ انگریزی حکومت نے
اپنی بحری فوقیت سے جس سختی سے کام لیا اور پھر اس کے ساتھ ہالینڈ پر
روس کے ساتھ مل کر حملہ کرنے میں، جو حماقت کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے
خلاف ایک بحری معاہدہ اس طاقت کی سرگروہی میں قایم ہو گیا جسے
انگلستان نے بہ حیثیت غیر جانبدار کے رنج پہنچایا تھا اور بہ حیثیت حلیف
کے اسے پریشان کر دیا تھا۔ زار کو فرانس سے جو نفرت تھی وہ حقیر و ذلیل
ہالینڈی مہم کے بعد سے برطانیہ عظمیٰ کی طرف پھر گئی تھی۔ بوناپارٹ نے
اس موقع پر بہت ہوشیاری سے کام لیا۔ ایک سپاہی کی حیثیت سے زار

کو بوناپارٹ سے اس درجہ تنفر نہ تھا جس درجہ اسے وکیلوں اور اجارہ داروں کی اس حکومت سے تنفر تھا جس پر اس نے ۱۷۹۹ء میں حملہ کیا تھا قنصل اول نے بغیر زر فدیہ کئی ہزار ایسے روسی قیدیوں کو چھوڑ دیا جن کے عوض میں، آسٹریوں اور انگریزوں نے فرانسیسی قیدیوں کے دینے سے انکار کر دیا تھا اور اپنی اس سبقت کے بعد یہ تجویز پیش کر دی کہ مالٹا (جس کی انگریزوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی) اس کی ضمانت میں زار کو دیدیا جائے۔ پال نے خود کو جروشلم کے سنٹ جان کے مالٹوی سلسلہ کا گرینڈ ماسٹر مقرر کرا لیا تھا۔ بوناپارٹ کی تجویز سے اس کی خود پسندی پر اثر پڑا اور فرانسیسی و روسی حکومتوں کے درمیان دوستانہ تعلق قایم ہوگیا۔ اس کے برخلاف انگلستان نے مالٹا کی حوالگی کے قبل یا بعد اسے روسی ضمانت میں رہنے سے انکار کر دیا۔ اس سے دربارہائے لندن و سنٹ پیٹرسبرگ کے مابین انشقاق مکمل ہوگیا۔ زار نے اپنے بندرگاہوں کے تمام انگریزی جہازوں کو گرفتار کر لیا اور ان کے ملاحوں کو قید میں ڈال دیا (۹ ستمبر)۔ انگلستان اور شمالی بحری طاقتوں کے درمیان مدت دراز سے ایک اختلاف قائم تھا اور وہ اختلاف ایسا تھا کہ ہر وقت اسے جنگ کا سبب بنایا جا سکتا تھا۔ دوران مخاصمت میں انگریزی جہازات غیر جانبدار جہازوں کے متعلق جس قسم کے اختیارات عمل میں لاتے تھے وہ اگرچہ قانون بین الاقوامی کی رو سے صحیح و درست ہوں مگر اس قدر تکلیف دہ تھے کہ بغاوت امریکہ کے زمانہ میں شمالی سلطنتوں نے ایک معاقدہ قایم کیا تھا جو (صلح غیر جانبداری کے نام سے مشہور ہے) اس کی غرض یہ تھی کہ کھلے سمندروں میں غیر جانبدار تجارتی جہازوں کے ساتھ انگریزوں کی مداخلت کو بہ زور روکا جائے۔ فرانس سے جنگ شروع ہونے کے بعد سے انگریزی جہازوں نے پھر متحاربین کے حقوق کو انتہائی حد تک پہنچا دیا تھا۔ پس زار کی ہمت افزا تحریکات سے ۱۷۸۰ء کی صلح غیر جانبداری کی پھر تجدید کی گئی۔ اس معاقدہ پر ۱۶ دسمبر کو روس سویڈن اور ڈنمارک نے دستخط ثبت کئے کچھ دنوں

شمالی بحری معاقدہ دسمبر ۱۸۰۰ء

بعد پرشیا نے بھی اس سے اتفاق کر لیا۔[1]

امور تصفیہ طلب۔ | برطانیہ عظمیٰ اور غیر جانبداروں کے درمیان امور تصفیہ طلب ویسے ہی تھے جیسے ان وقتوں میں پیدا ہو جاتے ہیں جب ایک عظیم الشان بحری طاقت اپنے مخالف کو پامال کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اور بقیہ دنیا کا بیشتر حصہ صلح پر قائم اور اپنی تجارت کو کم از کم موانع کے ساتھ جاری رکھنا چاہتا ہو۔ اسے تو سب قبول کرتے تھے کہ متحارب غیر جانبدار جہاز کی اس غرض سے تلاشی لے سکتا ہے کہ وہ ممنوعات جنگ نہ لے جا رہا ہو اور نیز یہ کہ جو غیر جانبدار جہاز کسی محصور بندرگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کرے وہ قابل ضبطی ہے مگران وسائل کے سوا اور ہر امر متنازعہ فیہ تھا۔ اگر ایک ڈینی جہاز بارڈیو کے کسی تاجر کی شراب بار کئے ہوئے اس کے نیویارک کے گماشتہ کے پاس لے جا رہا ہو تو اب سوال یہ ہے کہ آیا بحر اطلس (اٹلانٹک) کے وسط میں کوئی انگریزی گرد آور جہاز اسے گرفتار کر سکتا ہے جس کا اثر یہ ہو کہ ڈینو کی باربرداری کی تجارت تباہ ہو جائے یا یہ کہ ڈنمارک کا جھنڈا فرانسیسی ملکیت کو اس طاقت کی گرفت سے محفوظ رکھ سکتا ہے جس کی بحری فوقیت نے کھلے سمندروں کی گرفتاری کو اس کے لئے خاص جارحانہ ذریعہ بنا دیا ہو۔ (یا یہ کہ) انگلستان نے کسی فرانسیسی بندرگاہ کے متعلق یہ اعلان کر دیا ہو کہ وہ حالت محاصرہ میں ہے۔ اب اگر سویڈن کا کوئی جہاز بندرگاہ زیر بحث کو جا رہا ہو تو اس حالت میں اسے روک کر یہ سمجھ لیا جائے گا کہ یہ وہ ایک جائز غنیمت بحری ہے حالانکہ اگر وہ اس بندرگاہ پر پہنچ جاتا تو فی الواقع وہاں محاصرے کا کوئی پتہ بھی نہ ہوتا۔ روس کا ایک جہاز جو سن، زفت اور شہتیر بار ہو اسے فرانس کے کسی کھلے بندرگاہ کو جاتے ہوئے انگریزی جہاز

[1] کاک وشول تاریخ معاہدات Histoire des Traites جلد ۶۔
مراسلات نلسن جلد ۴۔ ۲۹۹۔

نے روک لیا آیا روسی شہنشاہی کی یہ خام پیداوار ممنوعات جنگ سے قرار دیدیا جائیگی اور اس کا بازار ہاتھ سے جاتا رہے گا یا یہ کہ انگریزی جنگی جہاز فرانس میں ایسے سامان کو جانے دیگا جس کے بغیر فرانس کی جنگی جہازوں کی مرمت ناممکن ہو جائے گی۔

یہ وہ سوالات تھے کہ کسی غیر جانبدار ملک کے مالکان جہاز کی کوئی شرکت (کمپنی) جتنے مرتبہ اپنے کسی جہاز کو سامان سے خالی بندرگاہ میں واپس آتا دیکھتی یا یہ سنتی کہ وہ جہاز عدالت بحری کے فیصلے کے انتظار میں ٹیمز میں رکا ہوا ہے، ہر مرتبہ یہی سوالات اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ برطانیہ عظمی کا دعوی یہ تھا کہ فرانسیسی املاک کسی جہاز میں جا رہے ہوں ان کے گرفتار کر لینے کا اسے حق تھا اور ممنوعات جنگ کی حیثیت سے اسے نہ صرف بندوق بارود اور توپ کے گرفتار کر لینے کا حق تھا بلکہ گیہوں جس پر فوج کے اذوقہ کا انحصار تھا اور سن، زفت لوہا اور شہتیر جن سے مخالف کے جہازات تیار ہوتے تھے ان سب چیزوں کی گرفتاری کا بھی اسے حق تھا۔ اس کے برخلاف غیر جانبداروں کا مطالبہ یہ تھا کہ غیر جانبدار علم کے تحت ہر ایک سامان جو ممنوعات جنگ سے نہ ہو بحفاظت گزر سکتا ہے۔ یہ حیثیت مشیر؟ سلطنت کے جہاز کی موجودگی میں تجارتی جہازات تلاشی سے مستثنے ہوں کوئی بندرگاہ اس وقت تک حالت محاصرہ میں نہ سمجھی جائے جب تک اس کے سامنے واقعی پر زور محاصرہ کا انتظام نہ ہو، اور ممنوعات جنگ میں اس سامان کے سوا اور کوئی شے داخل نہ ہو جس سے براہ راست جنگ میں کام لیا جا سکتا ہو۔ متحاربوں اور غیر جانبداروں کے حقوق کے ہر ایک نظریہ کی تائید میں عقل و عدل کے اعتبار سے بہت دلایل پیش کئے جا سکتے ہیں مگر واقعاً ہر ایک قوم کا نظریہ وہی رہا ہے جو ہر وقت خود اس کے اغراض سے موافقت رکھتا ہو۔ جب صلح و امن کے ایک جدید دور نے برطانیہ عظمی کو اس خیال سے مانوس کر دیا کہ یورپ کی آیندہ کشمکشوں میں اس کے لئے زیادہ انسب یہ ہے کہ وہ متحارب ہونے کے بجائے تماشائی

رہے تو اس نے ۱۸۵۶ء میں پیرس کی موتمر میں بین الاقوامی حقوق کے متعلق غیر جانبداروں کے نظریئے کو قبول کر لیا لیکن ۱۸۰۱ء میں جب کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ انگلستان کی قسمت میں دائمی جنگ لکھی ہوئی ہے اس وقت کسی متحارب کے حقوق میں کسی قسم کی تحدید ہر ایک انگریزی مقنن کی نظر میں عقل کے اصول اولین کے منافی معلوم ہوتی تھی۔ انگریز اپنے ملک کے موجود الوقت مشکلات میں عام بحری جنگ کے اضافہ کو اس سے بہتر سمجھتے تھے کہ اپنے مخالف کی تجارت کو برباد کرنے کے لئے وہ اپنی بحری فوقیت سے کام لینا ترک کر دیں۔

انگلستان اور شمالی بحری دول کے درمیان جنگ جنوری ۱۸۰۱ء

مسلح غیر جانبداروں کا یہ اعلان کہ دول متحدہ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان کے تجارتی جہازوں پر فرانس کا جو مال ہو اس کی گرفتاری کی مقاومت کریں، اسے انگلستان نے اعلان جنگ کے مساوی قرار دیا۔ حکومت نے (۱۴؍ جنوری ۱۸۰۱ء کو) متحدہ غیر جانبداروں کے ان تمام جہازوں پر جو اس وقت انگریزی بندرگاہوں میں موجود تھے قدغن قائم کر دی اور بالٹک میں جانے والے تجارتی جہازوں کے خلاف رخ کے مسلح جہازوں کا ایک ٹڈی دل روانہ کر دیا۔ جانبین کے مطالبات میں سے کسی جانب کے مطالبہ کے گھٹانے میں مراسلات کو کچھ کامیابی نہ ہوئی اور انگلستان روس ڈنمارک۔ سویڈن اور پرشیا کے بیڑوں سے سر بر ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔

ہر وقت انگلستان کی جمع آمدہ بحری قوت اپنے مخالفوں سے عہدہ برآ ہونے سے زاید تھی۔ ۱۲؍ مارچ کو پارکر اور نلسن کے زیر حکم سترہ مصافی جہازوں کا ایک بیڑہ ان احکام کے ساتھ روانہ ہوا کہ ڈنمارک والوں کو دھمکائے اور مشترکہ بیڑوں کے انفصال کو روکے۔ یہ بیڑہ ساونڈ میں پہنچ گیا۔ سویڈن کے توپ خانے جو ساونڈ پر حاوی تھے فیر سے عاجز رہے اور نلسن رود بار کے مشرقی جانب سے لگا ہوا اپنے جہازوں کو ایستور کی ڈینی توپوں کے آتش باری سے بچا کر نکال لے گیا وہ کوپنہیگن کے سامنے ۳۰؍ مارچ کی دوپہر کے وقت نمودار ہوا اہل ڈنمارک نے غیر

جنگ کوپنہیگن اپریل ۱۸۰۱ء

معمولی جوش و استقامت کے ساتھ مقابلہ کی تیاریاں کی تھیں کوپنہیگن کی تمام آبادی نے جہازوں قلعوں اور تیرنے والے توپ خانوں پر کام کرنے کے لئے اپنے خدمات رضاکارانہ پیش کر دئے تھے۔ رود بار کے نشیب و فراز کے دریافت کرنے میں انگریزوں کے دو دن صرف ہو گئے۔ ۲۔اپریل کی صبح کو نلسن نے جنگ کے لئے بندرگاہ کے سامنے اپنے جہازات بڑہائے۔ تین جہازات زمین پر چڑھ گئے۔ خشکی اور تری کی جانب سے اہل ڈنمارک نے گولہ باری اس شدت سے کی کہ چند گھنٹوں بعد امیرالبحر پارک نے (جو وسطار و دبار سے اس معرکہ کو دیکھ رہا تھا) واپسی کا حکم دے دیا۔ لڑنلسن اس اشارہ کو دیکھکر ہنسا اور جنگ کو جاری رکھا۔ دوسرے گھنٹے میں ڈینوں کے چھ جنگی جہاز اور کل تیرنے والے توپ خانے یا بیکار ہو گئے یا ڈوب گئے خود انگریزوں کا بھی اس مقاومت سے نہایت ہی شدید نقصان ہوا فرانسیسیوں سے انگریزوں کو جو کچھ سابقہ پڑا تھا اس کے مقابلہ میں یہ مقاومت بہت زیادہ ماہرانہ اور بہت با استقلال تھی اور جوں ہی نلسن کو اپنی فتح کا یقین ہو گیا اس نے عارضی صلح کی خواہش پیش کر دی۔ اس عارضی صلح کے بعد گفت وشنود ہوئی اور گفت وشنود کا نتیجہ یہ نکلا کہ چودہ ہفتوں کے لئے التوائے جنگ ہو گیا۔ نلسن کے خیال میں مدت اس کے لئے کافی تھی کہ وہ سویڈن اور روس کی بیڑوں کی زیارت کر آئے اور انھیں دریا برد کر دے۔

پال کا قتل ۲۳، مارچ

لیکن اس سے پہلے ہی ایک واقعہ ایسا پیش آ چکا تھا جو شمالی مشترکیت کے لئے خود جنگ کوپنہیگن سے بھی زیادہ موثر و پر از اہمیت ثابت ہوا یعنی ۲۳، مارچ کی شب میں زار روس پال اپنے محل میں قتل کر دیا گیا۔ اس شخص کی حد ظلم تک پہنچی ہوئی زیادتی اور قریب یہ جنون تلون مزاجی نے درباریوں کے صبر و شکیب کے پیمانہ کو لبریز کر دیا تھا اور یہ لوگ سوائے قتل کے تعرض کا اور کوئی طریقہ جانتے نہ تھے۔ یہ لوگ اپنے انھیں (خون چکاں) ہاتھوں سے تاج شاہی گرینڈ ڈیوک الگزنڈر

کے حضور میں لائے جس نے بہ سکوت واستکراہ کے بعد اس کا قبول کرنا منظور کرلیا۔ الگزنڈر نے فوراً ہی اپنے باپ کی روش کو بدل دیا اور لندن کی حکومت اور بحر بالٹک کے برطانوی بیڑے کے امیر دونوں کے پاس دوستانہ مراسلات روانہ کیے۔ درحقیقت انگلستان کے ساتھ اپنی تجارت کا برقرار رکھنا روس کے حق میں اپنی باربرداری کی تجارت کی حفاظت سے زیادہ اہم تھا۔ نلسن کے حملے کا رخ بدل گیا۔ دونوں حکومتوں کے درمیان ایک طرح کی مفاہمت ہوگئی جس سے روس کے اغراض ومقاصد محفوظ ہو گئے اور فرانس کے مقابلہ میں انگلستان کو اپنے خاص حقوق سے محروم نہ ہونا پڑا۔ سنٹ پیٹرسبرگ کی حکومت نے مسلح غیرجانبداری کے اصول کو اس حد تک ترک کردیا جہاں تک اس کا تعلق دشمن کے مال کے غیرجانبدار جھنڈے کے زیر حفاظت ہونے سے تھا۔ برطانیہ عظمیٰ فرانسیسی مال تجارت کو گرفتار کرتی رہی خواہ وہ کسی کے جہاز پر کیوں نہ لد جائے مگر یہ شرط قرار پاگئی تھی کہ جنگی جہاز کی موجودگی سے غیرجانبدار جہازات اس سے مستثنےٰ ہوجائیں گے کہ خانگی مسلح جہازان کی تلاشی لے سکیں اور نیز یہ کہ جس بندرگاہ کے سامنے فی الواقع محاصرہ کن قوت معتدبہ حالت میں نہ موجود ہو وہ حالت محاصرہ میں نہ سمجھا جائیگا۔ جو اشیا ممنوعات جنگ میں قرار دی گئیں تھیں انھیں اس طرح محدود کردیا گیا کہ کتان، سن اور شہتیر (جن پر روس کی تجارت برآمد کا انحصار تھا) ان اشیا میں شامل نہ رہیں ان رعایتوں کی وجہ سے زار باآسانی اس جانب آگیا کہ روس کو پھر غیرجانبدار قرار دیدے۔ بالٹک کی چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے سنٹ پیٹرسبرگ کی تقلید کی اور مسلح بحری مشترکیت نے انگلستان اور جمہوریہ فرانس کی جنگ میں پانسہ پلٹ دینے کی دھمکی دی تھی اس کا نشان صرف اتنا باقی رہ گیا کہ ڈنمارک کو بے وجہ ہدف آلام بننا پڑا۔

آٹھ برس کی جنگ کے بعد حالت یہ ہوگئی تھی کہ مغربی یورپ میں فرانس پر حملہ نہیں ہوسکتا تھا اور انگلستان ہر ایک سمندر پر حاوی ہوگیا تھا۔ اب برطانیہ کی رسمی امداد سے براعظم میں کوئی فوج تیار نہیں کی جاسکتی تھی اور

بالٹک کے بیڑے جن کی مدد سے فرانس کو سمندر پر انگلستان سے مقابلہ کرنے کی توقع تھی وہ اپنے اپنے بندرگاہوں میں امن و عافیت سے پڑے ہوئے تھے۔

مصر کے معاملات

اب مصر کا دنگل رہ گیا تھا جہاں یہ دونوں جنگجو (فرانسیسی و انگریز) ایک دوسرے کے مقابل میں آسکتے تھے اور شمالی مشترکیت کی برطرفی سے انگریزوں کو سمندر کی طرف سے مصر پہنچنے کا بے دغدغہ موقع مل گیا تھا اور اس طرح مصر کی قسمت کا فیصلہ ہوگیا تھا۔ فرانسیسی فوج بیکار کمک کی توقع میں تھی اور مشرق کی جانب سے اس پر ترکوں کے حملے ہو رہے تھے۔ وہ اب جال میں پھنس گئی۔ اسکندریہ سے بوناپارٹ کے روانہ ہونے کے بعد ہی جلد تر اس کے جانشین سپہ سالار کلیبر نے ایک اطلاع نظامت کو بھیجی تھی جس میں اس فوج کی ابتر حالت کو دکھایا تھا جسے نپولین چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس اطلاع کو انگریزوں نے راستہ میں روک لیا اور حکومت فوراً ہی اس عزم پر قائم ہوگئی کہ وہ کسی ایسی اطاعت کو قبول نہ کرے گی جس سے کل فرانسیسی فوج خود کو بطور قیدی جنگ کے حوالہ نہ کر دے۔ اسی مقصود کا ایک حکم بحیرۂ روم کو روانہ کیا گیا، مگر اس کے قبل کہ یہ حکم سر سڈنی اسمتھ کے پاس پہنچا انگریزی امیر البحر نے جو ترکوں کے ساتھ مل کر کام کر رہا تھا العریش میں ایک قرارداد پر دستخط کر دئے جس کے بموجب کلیبر کی فوج کو آزادانہ طور پر فرانس کو واپس ہو جانے کا موقع دیا گیا۔ (۲۴ فروری ۱۸۰۰ء) جب کلیبر نے اس معاہدے کے شرائط کے بموجب بعض مقامات سے اپنی فوجیں ہٹالیں اس وقت سر سڈنی اسمتھ کو مجبور ہو کر فرانسیسی سپہ سالار کو یہ اطلاع دینا پڑی کہ العریش کی گفت و شنود میں وہ اپنے اختیارات سے تجاوز کر گیا اور یہ کہ برطانوی حکومت فرانسیسی فوجوں کی حوالگی پر مصر ہے۔ کلیبر نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہیلیوپلس میں فوراً ترکوں سے جنگ چھیڑ دی اور اپنے سے چھ گنا زاید تعداد کی فوج کو منہزم کر دیا۔ یہ معلوم ہونے لگا کہ مصر میں فرانسیسیوں کا استحکام بوما فیوماً ترقی کرتا جا رہا اور ترکوں کا ملک کو دوبارہ فتح کر لینا زیادہ مشکوک ہوتا جا رہا ہے کہ اسی اثنا میں ایک مذہبی دیوانہ کے خنجر نے فرانسیسیوں کو ان کے قابل

سپہ داری سے محروم کر دیا اور فوج کی امارت سپہ سالار مینو کے ہاتھ میں آگئی۔ یہ شخص ان چند نمایاں ناقابل عہدہ داروں میں سے تھا جنھوں کسی وقت بھی دوران جنگ میں فرانسیسی فوجوں کی قیادت کی ہو۔ برطانی حکومت کو جوں ہی یہ معلوم ہوا کہ کلیبر اور سر سڈنی اسمتھ کے درمیان کیا واقعہ پیش آیا۔ اور اس نے معاً یہ اعلان کر دیا کہ وہ العریش کی قرارداد کی پابندی پر رضامند ہے مگر خود فرانسیسیوں نے اس تجویز کو مسترد کر دیا یہ صاف عیاں تھا کہ ترک بذات خود کبھی جنگ کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ اور برطانی وزارت نے بالآخر یہ سمجھ لیا کہ مصر کو انگریزی اسلحہ سے دوبارہ فتح کرنا پڑیگا۔

انگریزی فوج کا مصر میں ورود

۸ مارچ ۱۸۰۱ء کو سترہ ہزار نفوس کی ایک فوج بسر کردگی سر رالف ایبرکرامبی خلیج ابوقیر میں اتری۔ برطانی حکومت کی تجویز کے موافق ایبرکرامبی کے حملے کی تائید کے لئے ایک فوج ترکوں کی شام سے آنے والی تھی اور دوسرے انگلو انڈین فوج سیلون سے قصیر واقع بحر احمر میں آکر اترنے والی تھی۔ مگر ترکی اور ہندوستانی افواج اپنے وقت سے پیچھے رہ گئیں اور ایبرکرامبی نے تنہا اس مہم کا آغاز کیا۔ مینو کے پاس اب بھی ستائیس ہزار سپاہی تھی اگر وہ اپنی پوری فوج کے ساتھ قاہرہ سے چل پڑتا تو وہ انگریزوں کو اترنے کے ساتھ ہی تباہ کر دیتا مگر ایسا کرنے کے بجائے اس نے فرانسیسیوں کے کمزور دستے روانہ کیئے جو انگریزوں کی غالب تعداد کے مقابلے میں پست ہوگئے۔ انگریزوں کو جب اپنی فتح کا کچھ اعتماد ہو چلا اس وقت مینو کچھ معقول فوج لیکر اسکندریہ کے سامنے جنگ کرنے کے لئے بڑھا۔ یہ فیصلکن معرکہ ۲۱ مارچ کو واقع ہوا فرانسیسیوں کو کامل ہزیمت ہوئی مگر مینو اب بھی اپنی کل فوجوں کے جمع کرنے سے منکر رہا اور جو تیرہ ہزار فرانسیسی سپاہ قاہرہ میں چھوڑ دی گئی تھی چند ہفتوں کے اندر بقیہ فوج کے ساتھ اس کے وسایل آمد و شد منقطع ہوگئے۔ امیر البحر گینٹوم نے فرانس سے کمک لاکر یہاں اتارنے کی پے در پے کوششیں کیں مگر سب ناکام رہیں۔ جون کے آخر

میں ایک ترکی فوج کے آجانے سے انگریزوں کو یہ موقع مل گیا کہ وہ فرانسیسیوں کو قاہرہ میں گھیر لیں۔ تعمیرات کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ کامیابی کے ساتھ اس کی مدافعت دشوار تھی۔ دوسری طرف محاصرے کے لئے جیسی بھاری توپوں کی ضرورت تھی وہ انگریزوں کے پاس موجود نہ تھیں۔ اندریں حالات جو شرایط ابتداً العریش میں پیش ہوئے تھے وہ پھر سپہ سالار بلیرڈ اور اس کی فوج مقیم قاہرہ کے لئے تجویز کئے گئے۔ یہ شرایط قبول کر لئے گئے اور قاہرہ اس شرط سے انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا کہ وہاں کی قلعہ نشین فوج فرانس کو واپس پہنچا دی جائیگی۔ (۲۷ جون) اس حوالگی کے بعد ہی سپہ سالار بلیرڈ اینگلو انڈین فوج کے ساتھ جلد تر نشیبی مصر میں پہنچ گیا۔ اب مینو بقیہ فرانسیسی فوج کے ساتھ اسکندریہ میں بند ہو گیا۔ اس کے قلعے اور دمدمے کامیابی کے ساتھ قبضہ میں آ گئے۔ اس کی کشتیوں کا بیڑہ تباہ کر دیا گیا اور جب فرانس سے تائید کی تمام امیدیں جاتی رہیں تو اسکندریہ کی فوج کو مجبور ہو جانا پڑا کہ وہ مصر میں فرانسیسیوں کے آخری حصار کو حوالہ کر دے۔ (۳۰ اگست)۔ یہ اس فوج کا بقیہ تھا جس سے نپولین نے اطالیہ میں ابتدائی فتوحات حاصل کئے تھے۔ یہ پہلی اہم کامیابی تھی جو انگریزی سپاہیوں نے جمہوریت کی فوجوں پر حاصل کی۔ یہ وہ پہلی مہم تھی جس میں انگریز سپہ سالاروں نے فوج کو یہ موقع دیا کہ وہ خود اپنے اصلی جوہر کو نمایاں کرے۔

اسکندریہ میں فرانسیسیوں کی حوالگی ۳۰ اگست

صلح ابھی قریب الحصول تھی۔ معاہدہ لیونوایل نے جب آسٹریا کو جنگ سے علیحدہ کر دیا تو اس کے بعد ہی بہت جلد برطانیہ عظمی اور فرانس کے درمیان غیر سرکاری گفت و شنود کا آغاز ہو گیا۔

صلح کے لئے گفت و شنود

پٹ جس مقصد کو پیش نظر رکھکر جنگ میں شریک ہوا تھا یعنی فرانس کی دست درازی کے خلاف قدیم یورپی نظم کو برقرار رکھنا اس مقصد کی نسبت اب یہ معلوم ہونے لگا تھا کہ انگلستان کو اسے چھوڑنا پڑے گا۔ براعظم کی مدافعت کے لئے انگلستان نے اپنے حصہ رسدی کے موافق بہت بار اٹھایا تھا۔ پس اب اگر براعظمی سلطنتیں

ایک واحد سلطنت کی فوقیت کا اندفاع نہیں کر سکتی تھیں تو انگلستان تن تنہا توازن طاقت کے لئے جد و جہد نہیں کر سکتا تھا۔ ۱۷۹۶ء میں جو گفت و شنود ہوئی تھی اس میں اور اس ۱۸۰۱ء والی گفت و شنود میں مابہ الاشتراک بہت کم تھا۔ پٹ کے تمام ابتدائی مراسلات میں بلجیم ٹیپ کا بند ہوتا تھا مگر اب وہ سلسلۂ بحث میں نہیں رہا تھا رائن کی سرحد اور بیٹویا لگیوریا اور ماورائے آلپس کی جمہوریات کے ناموں سے ہالینڈ اور شمالی اطالیہ کا عملی قبضہ فرانس کے لئے خاموشانہ طور پر روا رکھا گیا نیدرلینڈز کی بحالی کے بجائے ۱۸۰۱ء کے مراسلات میں ۱۸۰۱ء کے ارباب حل وعقد نے مصر، مالٹا اور ان مستعمرات کے قبض و دخل پر بحث کی جنھیں برطانیہ عظمیٰ نے فرانس اور اس کے حلفا سے فتح کر لیا تھا۔ مصر کی قسمت کا فیصلہ تو خود واقعات نے کر دیا۔ مالٹا کے متعلق فرانس نے بشدت واصرار یہ مطالبہ کیا کہ اسے سلسلہ سنٹ جان کے نائٹوں کو واپس ویدیا جائے اور انگلستان نے اس سے انکار نہیں کیا۔ جس معاملہ میں دونوں حکومتوں کو باہم متفق ہونے میں سب سے زیادہ مشکل پیش آئی وہ مستعمرات کے متعلق فرانس کے دعاوی تھے برطانیہ عظمیٰ کو خود کسی قطعہ ملک کا نقصان نہیں اٹھانا پڑا تھا اور اس نے فرانس اور اس کے ولندیزی و اسپینی حلفا کے ایشیا اور بحر اٹلانٹک کے تقریباً تمام مستعمرات کو فتح کر لیا تھا۔ سیلون، راس امیذ، ٹرینیڈاڈ اور شرق الہند و غرب الہند کے مختلف مستقرات کی واپسی کے عوض میں فرانس برطانیہ عظمیٰ کو سوائے صلح کے اور کچھ پیش نہیں کر سکتا تھا لیکن اگر صلح کرتا تھا تو اس کا قرار واقعی امکان صرف تسویہ باہمی ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا تھا اور آخر میں اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ انگلستان، سیلون اور ٹرینیڈاڈ کو اپنے قبضہ رکھے اور فرانس

مبادی لندن یکم اکتوبر ۱۸۰۱ء

اسپین اور ہالینڈ کے بقیہ مستعمرات کو واپس کر دے۔ ان شرائط پر مشتمل مبادی پر یکم اکتوبر ۱۸۰۱ء کو لندن میں دستخط ہو گئے۔ مخاصمات بند ہو گئے مگر مبادی قرار داد اور مختتم معاہدے کی توکید کے درمیان جو چند مہینے گزرے ان سے بوناپارٹ نے براعظم پر نئے نئے اغتصابات کا کام لیا اور گفت و شنود کے جاری رکھنے سے اس نے

برطانیہ عظمیٰ کو مجبور کر دیا کہ وہ ایک معنی کر کے اسے قبول کر تی جائے۔ حکومت اگرچہ ان حرکات سے بیزار تھی مگر وہ اس پر بھی آمادہ نہ تھی کہ ان حرکات کو وہ جنگ کے لئے عذرات بنالے۔ آخرالامر مستشارات انجام کو پہنچے اور فرانس و انگلستان کے درمیان قطعی معاہدہ پر بمقام امینز ۲۷ مارچ ۱۸۰۲ء کو دستخط ہو گئے۔[1]

صلح امینز ۲۷ مارچ ۱۸۰۲ء

پٹ کی کنارہ کشی اس کا سبب

جس وزیر نے آغاز جنگ کے اولین وقت سے یورپ کی آزادی کے لئے اس عزم و استقلال سے جدوجہد کی تھی وہ اس وقت صاحب اقتدار نہیں رہا تھا۔ جب برطانیہ عظمیٰ نے قنصل اول سے گفت و شنود شروع کی ہے۔ جس ہفتہ آسٹریا نے صلح لیونوریل پر دستخط کی ہے اسی ہفتہ میں پٹ عہدے سے کنارہ کش ہو گیا۔ جس مصیبت عظمیٰ نے براعظم کے آخری محالف کو برباد کر دیا ممکن ہے کہ اسی کی وجہ سے پٹ پر یہ اثر ہوا کہ وہ ان لوگوں کے لئے جگہ خالی کر دے جو اس سے بہتر انداز سے صلح کی کارروائی کر سکتے ہوں مگر اس کی کنارہ کشی کا فوری سبب داخلی روش سے متعلق ایک معاملہ تھا۔ جن چند اہم خانگی معاملات کو پٹ نے جنگ پر قربان نہیں کیا تھا ان میں سے ایک معاملہ برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کے تشریعی اتحاد کا بھی تھا۔ اس وقت تک آئرلینڈ میں خود ایک پارلیمنٹ تھی جو برائے نام برطانیہ عظمیٰ کی پارلیمنٹ سے خود مختار تھی مگر وہاں کی آبادی باہم اس درجہ تقسیم تھی کہ وہ کوئی حقیقی قومی حکومت نہیں قایم کر سکتی تھی۔ اور اگر ملک کے اندرونی حالات بہتر بھی ہوتے تو بھی اس وقت میں برطانیہ عظمیٰ کا عملی حق فرمانروائی ڈبلن کی پارلیمنٹ کو اس سے زیادہ کچھ نہ ہونے دیتا کہ وہ وزرا کی رشوت خواری تباہ کاری کا آلہ بنی رہی۔ پٹ کی خواہش یہ تھی کہ آئرلینڈ کو خیالی خود مختاری کے بجائے برطانیہ عظمیٰ کی سیاسی زندگی میں اس قسم کی حقیقی

[1] آئی کلرک معاہدات فرانس جلد اول صفحہ ۴۸۴۔

شرکت عطا کرے جس نے اسکاٹلینڈ اور ویلز کی جداگانہ قومیت کے نقصان کی زاید از ضرورت تلافی کردی تھی۔ تشریعی انصاف کے اعتماد کے طور پر پٹ نے آئرلینڈ کے کیتھولک فریق کے سرگروہوں کو یہ امید دلائی تھی کہ دارالعوام اور بہت سے سرکاری عہدوں میں رومن کیتھولکوں کے داخلہ میں جو عوایق درپیش ہیں وہ اب باقی نہ رکھے جائیں گے۔ اس مفاہمت پر آئرلینڈ کے کیتھولکوں نے پٹ کی تجویز کی مخالفت نہ کی جس سے باغلب وجوہ یہ تجویز ناکام ہو جاتی ڈبلن کی پروٹسٹنٹ پارلیمنٹ کے

آئرلینڈ اور برطانیہ عظمیٰ کا اتحاد ۱۸۰۰ء

کثیر التعداد ارکان نے اس قیمت کو قبول کرلیا جو وزارت نے ان رایوں کے عوض میں ادا کی تھی۔ پس دونوں ممالک کے تشریعی اتحاد کے حق میں سلسل قرار دادیں ۱۸۰۰ء کے موسم بہار میں انگلستان کو روانہ کی گئیں۔ انگریزی پارلیمنٹ نے بھی اسی طریق پر قانون اتحاد کو منظور کیا اور برطانیہ عظمیٰ اور آئرلینڈ کی پہلی متحدہ پارلیمنٹ آغاز ۱۸۰۱ء میں لندن میں جمع ہوئی۔

پٹ اب تیار ہو گیا کہ آئرلینڈ کے کیتھولکوں کے متعلق اپنے

پٹ نے کیتھولک کو قیود سے آزاد کرنے کی خواہش کی

معنوی وعدے کو پورا کرے۔ کوئی ایسی کارروائی جس سے ملکی و مذہبی عناد کے قدیم حدود و فاصل محو ہو جاتے اور جس طبقہ کو اب تک اجنبی و مخاصم سلطنت سمجھا جاتا رہا تھا اسے سرکاری زندگی میں داخل کرلیا جاتا یہ کارروائی پٹ کے تدبر کے بہترین اوصاف کے عین موافق ہوتی مگر جو لوگ رومن کیتھولکوں کے متعلق انصاف اور رواداری کے ہر ایک فعل سے متنفر تھے انھوں نے شاہ جارج سوم کے جاہلانہ تعصب کو پٹ کے خلاف برانگیختہ کردیا اور یہ تعصب وزیر کی ذہانت وطباعی سے زیادہ قوی ثابت ہوا اور جب کیتھولکوں کے رفع قیود کی تجویز کابینہ میں زیر بحث تھی اس وقت پٹ کے

پٹ کا مستعفی ہونا فروری ۱۸۰۱ء

رفیق کارڈنڈاس کو بادشاہ کے ذاتی عناد کی پرانی دھمکی دی گئی اور پٹ جب بادشاہ پر اثر نہ ڈال سکا جس کا

اعتقاد یہ تھا کہ حلف تاجپوشی کے حرف حرف کے لئے اُس کی روح کو سزا بھگتنا پڑے گی، تو وہ اپنے اقرار کے مناسب پاس و لحاظ کے خیال سے خود (۱۵ فروری ۱۸۰۱ء کو) اپنے عہدے سے دست کش ہو گیا۔ پٹ کی وزارت کے قابل ترین ارکان گرنول ڈنڈاس اور وِنڈھم اپنے سرگروہ کے ساتھ کنارہ کش ہو گئے۔ دارالعوام کا صدر اڈنگٹن وزیر اعظم ہوا اور اُس کے رفقا بھی اسی کے مانند غیر ممتاز اشخاص تھے۔

اڈنگٹن وزیراعظم۔

اڈنگٹن ہی کی اس وزارت کے تحت اس گفت و شنود کا آغاز ہوا جس کا انجام اکتوبر ۱۸۰۱ء کے مبادی صلح کے دستخط پر ہوا۔

پٹ نے خود نئی وزارت کو اس نئی صلح کی حکمت عملی میں مدد دی۔ پٹ کے سابق وزیر خارجہ گرنول نے مستعمرات مقبوضہ کی حوالگی اور کسی شرط پر بھی فرانس کو امن عطا کرنے کی روش دونوں پر بلا رو رعایت نفرین کی۔ واقعات کا جو علم ہمیں حاصل ہے اس کے لحاظ سے جب ہم نظر کرتے ہیں تو یہ ۱۸۰۱ء کی صلح اس سے زیادہ کچھ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ ایک لابدی جنگ میں ایک غیر نفع بخش وقفہ تھا اور شاید اُس زمانہ میں بوناپارٹ کی ہوس کے علامات کو دیکھتے ہوئے گرنول کی طرح کے لوگ حق بجانب تھے جو قوم پر زور دے رہے تھے کہ فرانس کو کسی طرح کا وقفہ جنگ نہ دے اور خود بوناپارٹ کی بے انصافیوں کی بنا پر یہ اعتماد رکھا جائے کہ براعظم میں ہمارے حلیف پیدا ہو جا سکیں گے گر بروقت صلح کی قیمت اتنی ضروری معلوم ہوتی تھی کہ کم از کم اس کی آزمایش کر لی جائے۔ جنگ جاری رکھنے کے طریقے ختم ہو چکے تھے۔ قومی مدافعت کے اخراجات علی حالہا قائم تھے۔ نباہ کرنے کے لئے (دشمن کے) بیڑے اور قبضہ کرنے کے لئے مستعمرات اب باقی نہیں رہے تھے دشمن کو نقصان پہنچانے کا صرف ایک ذریعہ یہ رہ گیا تھا کہ اس کے بندرگاہوں کا محاصرہ رکھا جائے اور اسے بحری تجارت سے محروم کر دیا جائے۔ دوسری طرف فرانسیسی حملہ کے امکان کی وجہ سے انگلستان میں نہایت

۱۸۰۱ء کی صلح۔

وسیع فوج اور محافظ ملک عساکر کے برقرار رکھنے کی ضرورت تھی اور جنگ کے اخراجات میں کوئی بڑی تخفیف بھی نہیں ہوسکتی تھی حالانکہ ان اخراجات کی وجہ سے اس سے قبل ہی قومی قرضہ میں بیس کرور کا اضافہ ہو چکا تھا۔ صلح کرنے سے اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں تھا کہ بعض مستعمرات اور چند فوجی مقامات جنھیں قبضہ میں رکھنے کے لئے لوگ کچھ ایسے مضطرب نہ تھے وہ ہاتھ سے نکل جائینگے۔ یہ دلیل کہ انگلستان اس وقت جو کچھ حوالہ کر رہا ہے اسے وہ جس وقت چاہے گا پھر لے لیگا ان دلایل سے بہت زیادہ قوی تھے جو یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ مقامات زیر بحث حقیقی مفاد کے نہیں ہیں تاہم اس آخرالذکر بحث پر بھی اعلیٰ اسناد کی کچھ کمی نہیں تھی خود نلسن نے بذات خاص دارالعوام کو یہ یقین دلایا کہ مالٹا یا راس امید کبھی بھی برطانیہ عظمیٰ کے لئے اہمیت کے مقامات نہیں ہوسکتے۔[۱]

اس شہادت کے ہوتے ہوئے جو لوگ اس امر پر نوحہ خواں تھے حیات و ممات کی اس کشمکش کے دوران میں انگلستان دشمن کو اس کے از دست رفتہ ممالک میں سے کوئی ملک واپس لے لینے دے انھیں ضدی مخبوط سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔ مجلس وضع قوانین قوم کے عام احساس کا آئینہ تھی اور حکومت کی روش کی تصدیق دارالامرا اور دارالعوام میں ایک کے مقابلہ میں دس کی کثرت سے ہوئی۔

برطانیہ عظمیٰ صلح کے دوران میں بوناپارٹ کی دست درازیاں

اگرچہ اڈنگٹن کی وزارت نے مصر اور بالٹاک دونوں جگہوں میں زور کے ساتھ کارروائی کی تھی مگر یہ احساس عام طور پر پیدا ہو گیا تھا کہ پٹ کی کنارہ کشی سے وہ عزم و استقلال کی روش باطل ہو گئی ہے جو ۱۷۹۲ء سے انگلستان کے لئے چراغ راہ کا کام دے رہی تھی۔ جب مبادی صلح پر لندن میں ایک مرتبہ دستخط ہو گئے تو پھر بوناپارٹ نے بجا طور پر یہ رائے قائم کر لی کہ

---

[۱] تاریخ پارلیمنٹ ۳، نومبر ۱۸۰۱ء۔

جو گفتگو ان مبادی کو قطعی معاہدے کی صورت میں بدلنے کے لئے ہو رہی ہے
اس سے منقطع کرنے کے بجائے اڈنگٹن اپنے بہت سے صحیح و درست اسباب
شکایت سے دست بردار ہو جائے گا۔ بیں استفسارات منعقدہ امنز کے فرانسیسی
نمایندہ جوسف بوناپارٹ کو قنصل اول نے ٹالیرنیڈ کے توسط سے یہ ہدایات
ارسال کئے کہ تمہیں اس امر کی ممانعت کی جاتی ہے کہ تم شاہ سارڈینیا یا اسٹیٹ
ہولڈر (شاہ ہالینڈ) یا بیٹویا، ہلویشیا یا جمہوریہ اطالیہ کے اندرونی معاملات
سے متعلق کسی تجویز پر کچھ گفتگو کرو ان میں سے کسی معاملہ کا کوئی تعلق انگلستان
کے مباحث سے نہیں ہے۔ انگلستان کے غور و فکر سے مباحث کی جس فہرست کو
خارج کیا گیا تھا وہ انہیں دست درازیوں کی فہرست تھی جن کے ذریعہ سے
بوناپارٹ بر اعظمی صلح کے وقفہ کو مشاغل بنانا چاہتا تھا۔ لیونوایل کے
معاہدے میں فرانس نے ہالینڈ، سویزرلینڈ اور اطالیہ کی جدید القیام جمہوریات
کی خود مختاری کو تسلیم کر لیا تھا۔ زار نے جس شرط پر صلح کی تھی وہ یہی تھی کہ پیڈمانٹ
خاندان سیوائے کو واپس دیدیا جائے، مگر ان تمام مسایل پر فرانس کے قول و
قرار صرف شکست کرنے کے لئے ہوئے تھے۔ فرانس کی ان دست نگر جمہوریات
میں خود مختاری پیدا کرنے کے بجائے صلح لیونوایل صرف اس غرض سے ہوئی
تھی کہ ان جمہوریات میں ایسے تغیرات کا سلسلہ جاری کیا جائے جن سے یہ
سلطنتیں براہ راست قنصل اول کے ہاتھ میں آجائے۔ خود فرانس میں مطلق العنان
حکومت کے قایم ہو جانے سے یہ لازم آتا تھا کہ اس کے توابع میں بھی ہر جگہ
ایسا ہی تغیر ہو جائے اور ایک ایسی جماعت عاملانہ قایم ہو جائے جو قنصل اول کے
احکام کو ویسے ہی بے چون و چرا طور پر قبول کرے جس طرح کسی فرانسیسی صوبہ کا
صوبہ دار قبول کرتا ہو۔ ہالینڈ کو جدید دستور سلطنت اس وقت عطا ہوا کہ ہنوز

ہالینڈ ستمبر سنہ ۱۸۰۱ء

فرانس، انگلستان سے برسر جنگ تھا (ستمبر سنہ ۱۸۰۱ء میں) جمہوریہ
بیٹویا کی موجود الوقت حکومت و مجلس وضع قوانین برطرف
کردی گئی اور ان کے بجائے بارہ اشخاص کی ایک مجلس قایم ہوئی جن میں سے
ہر شخص باری باری سے تین تین ماہ کے لئے عہدہ صدارت پر فائز ہوتا تھا

اور پینتیس ۳۵ اشخاص کی ایک مجلس وضع قوانین بھی قایم کی گئی جو سال میں صرف چند دنوں کے لئے جمع ہوتی تھی۔ نئے صدر کو اس کے دوران اقتدار میں جو اختیار دیا گیا تھا وہ بس اتنا تھا کہ اسے ایک کارآمد خادم بنانے کے لئے کافی ہو۔ جو شخص صرف تین مہینے کے لئے وزیر ہو اور جو مجلس اعظم ملنے پر جمع ہوتی اور برطرف ہو جاتی ہو اس سے یہ توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ قنصل اول کے ساتھ واقعی ہمسری کا دعوی کرے۔ اہل ہالینڈ پر جو دستور سلطنت اس طرح بزور عاید کیا گیا اسے انھوں نے امن و سکون کے ساتھ قبول کر لیا۔ ان کے پاس مقاومت کا کوئی ذریعہ نہیں تھا اور ان کے معاملات سے براعظم میں بہت کم دلچسپی پیدا ہوئی۔

لیکن قنصل اول نے اس کے بعد جو انقلاب برپا کیا وہ اس سے بدرجہا زیادہ نمایاں ہوا۔ جمہوریہ "سس الپاین" (ماورائے آلپس) کے نام پیرس سے جو احکام بھیجے گئے ان کی تبعیت میں ساڑھے چار سو اطالوی نمایندوں کی ایک جماعت وسط سرما میں آلپس کو قطع کر کے لینز میں قنصل اول سے ملنے اور جمہوریہ ماورائے آلپس کے لئے ایک دستور سلطنت پر غور و بحث کرنے کے لئے آئی اور واقعہ تو یہ ہے کہ ٹالیرینڈ نے دستور سلطنت مرتب کر کے مہینوں قبل بمقام ملان مجلس وضع قوانین کے پاس بھیجدیا تھا مگر قنصل اول کے حضور میں ہر طرح کے قومی عز و وقار کے ساتھ اطالیہ کے نمایندوں کا اس طرح بمقام لینز جمع کرنا خود اطالیہ کے مفاد کے لئے نہیں تھا۔ یہ اجتماع وہ انتہائی درجہ کا نمایاں اظہار اطاعت شعاری تھا جسے نپولین تمام فرانس کے روبرو کسی غیر قوم سے حاصل کر سکتا تھا۔ یہ شہادت تھی اس امر کی کہ فرانس کے سوا اور ممالک بھی نپولین کو اپنا فرمانروا بنانے کے خواہشمند تھے۔ جب "سس الپائن" (ماورائے آلپس) کے جدید دستور سلطنت کے تمام چھوٹے عہدے پر ہو گئے۔ اس وقت اطالیوں کو یہ معلوم ہوا کہ اس اجتماع کا اصلی مقصد یہ تھا کہ عصائے شاہی نپولین کے ہاتھ میں دیدیا جائے۔ جس کام کے کرنے پر انھوں نے اپنے کو مجبور پایا اسے قبول کر لیا اور (۲۵ جنوری ۱۸۰۲ء

"سس الپاین" کی سلطنت کی صدارت قنصل اول کے سامنے پیش کر دی۔ فرانس کے عہدہ قنصلی کے برخلاف "سس الپاین" کے لئے دستور سلطنت میں حاکم اعلیٰ کے عہدے کی میعاد دس برس سے زاید بھی بڑھ سکتی تھی۔ بوناپارٹ نے عملاً لمبارڈی کا تاج حاصل کر لیا تھا اور اس نے فرانس کے سامنے اطاعت وانقیاد کی ایک مثال پیش کر دی جو خود فرانس کی اطاعت وانقیاد سے زیادہ بے چون وچرا تھی۔ جس قوم نے خود کو اس طرح بوناپارٹ کے ہاتھ میں دیدیا تھا اُس کا صلہ اسے صرف ایک فقرہ سے دیا گیا۔ جمہوریہ "سس الپاین" کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ جمہوریہ اطالیہ کا نام اختیار کرے۔ اس نئے لقب سے ان قومی امیدوں کا اظہار ہوتا تھا جو گذشتہ دس برس کے اندر اطالیہ میں پیدا ہو گئی تھیں۔ اُس سے بوناپارٹ کی جانب سے کوئی حقیقی خواہش اس امر کی نہیں ظاہر ہوئی تھی کہ وہ آزاد یا متحدہ اطالوی قوم بنانا چاہتا تھا۔ خود سلطنت "سس الپاین" کے اندر عمدہ نظم ونسق کے قیام اور جاگیری امتیازات کی منسوخی سے اگرچہ بوناپارٹ کی حکومت کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا مگر جو محبان وطن آزادی کے طالب ہوتے تھے انھیں جلا وطنی یا قید کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ اطالوی سرزمین پر فرانس نے اپنے جن مزید اثرات کو وسعت دی ان سے اطالیہ کے اتحاد کا کام نہیں لیا۔ بوناپارٹ نے ٹسکینی کو اسپین کے شہزادہ پرما کو دیدیا اور اس پر قنصل اول کے گماشتوں کی نگرانی قایم ہو گئی۔ پڈمانٹ جو مدت سے فرانسیسی سپہ سالاروں کی حکمرانی میں تھا وہ آخرالامر قطعی طور پر فرانس سے ملحق کر دیا گیا۔

پڈمانٹ فرانس سے ملحق کر لیا گیا ستمبر ۱۸۰۲ء

سویزرلینڈ میں دخل دہی

جمہوریہ "سس الپاین" (ماوراے الپس) کے مانند سویزرلینڈ نے اپنی آزادی فرانسیسی افواج کے فتوحات سے حاصل نہیں کی تھی اور نہ بوناپارٹ سلطنت ہلویشیا کے بانی ہونے کی حیثیت سے اس کی صدارت کا دعوی کر سکتا تھا تاہم سوئس فریقوں

کی کشاکش نے ملک کو فرانس کے رحم و کرم پر منحصر کر دیا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں
میسنا کے آسٹریوں کو نکال دینے کے بعد اسے شہر کے عمومیوں اور جنگی
صوبوں کے متفقیوں کے درمیان مخاصمت از سر نو پیدا ہو گئی تھی۔
ایک فرانسیسی فوج ہنوز سویزرلینڈ پر قابض تھی۔ قنصل اول کے سفیر کو یہ
ہدایات ملے تھے کہ وہ تمام فریقوں کے معاملات میں دخل دے اور کسی کو
مستحکم نہ کرے۔ ۱۸۰۱ء کے موسم خزاں میں متفقیوں کو یہ اجازت دیدی گئی کہ
وہ مرکزی ہلوشیائی حکومت کو برطرف کر دیں جسے ۱۷۹۸ء میں نظامت نے
قایم کیا تھا۔ ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر ہونے لگا تا آنکہ ۱۹ مئی ۱۸۰۲ء
کو ایک دوسرے دستور سلطنت کا اعلان ہوا جس کی بنا ۱۷۹۸ء والے دستور
سلطنت کے مانند مرکزی و عمومی اصولوں پر تھی اور معاقدہ سویزرلینڈ کے
ارکان کی قدیم مقامی آزادی تقریباً بالکل ہی فنا کر دی گئی تھی۔ فرانس کے
طرفداروں نے جب یہ دستور سلطنت برپا کیا (جس کا قرار و قیام صرف اسی طرح
ممکن تھا کہ برن اور جنگی صوبوں کی مخاصمت کے مقابلہ میں قوت سے کام لیا جائے)
تو اس کے بعد معاً فرانسیسی فوجیں سویزرلینڈ کو چھوڑ کر چلی گئیں۔ فوراً ہی خانہ
جنگی برپا ہو گئی اور چند ہفتوں کے اندر اندر بیرڈی واڈ کے سوا سارا
سویزرلینڈ فرانسیسیوں کی قایم کردہ حکومت کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یہی وہ نازک
موقع تھا جس کا بوناپارٹ کو انتظار تھا۔ ۲ اکتوبر کو لوزان میں ایک اعلان

شایع ہوا اور یہ مشتہر کیا گیا کہ قنصل اول نے معاقدہ ہلوشیا کا ثالث ہونا قبول کر لیا ہے۔ ایک فرانسیسی فوج سویزرلینڈ میں داخل ہو گئی۔ صوبوں سے چھپّن نایب پیرس میں بلائے گئے	بوناپارٹ ثالث معاہدہ ہلوشیا ۲ اکتوبر ۱۸۰۲ء

اور اوایل ۱۸۰۳ء میں ایک نیا دستور سلطنت بنایا گیا جس سے
مرکزی حکومت فرانس کے ہاتھ میں بے بس ہو کر رہ گئی اور قومی فرمانروائی
صرف صوبوں کے خود اختیاری انتظام تک محدود کر دی گئی اور اس طرح
سویزرلینڈ اسی سطح پر آ گیا جس سطح پر نپولین کے بٹویا اور "سس الپاین" کے
توابع تھے۔ وادی رون اور ان پہاڑوں کو جن پر سے ہو کر سمپلن کی نئی سڑک

گزرتی تھی لاوملیس کے نام سے ایک جدید سلطنت جمہوری میں بدل دیا گیا مشترکیت
ہلویشیا کا نیا حاکم اعلیٰ اپنے عہدے پر اس طرح فایز ہوا کہ اسے نپولین کی خفیہ
پولیس کے سرمایہ سے وظیفہ ملتا تھا۔

جرمانیہ کا انتظام صلح لیونوایل نے ہالینڈ شمالی اطالیہ اور سویزرلینڈ کو جس قسم
کی خود مختاری عطا کی تھی۔ اس کی نوعیت اس صلح نامہ میں
جرمانیہ کی تنظیم جدید کی جو شرط قرار دی گئی تھی اس لئے زیادہ وسیع اغراض پر
اثر ڈالا اور یورپی تاریخ پر اس کے اثرات بھی زیادہ مستقل ہوئے۔ فرانس کو جو
صوبے حوالہ کئے گئے تھے، ان میں شہنشاہی کے قدیم کلیسائی حکمرانان یعنی والیان
مینز کولون اور ٹریوس کے اقطاع ملک واقع تھے لیکن روحانی حکمرانوں کے
علاوہ مختلف درجہ کے دنیاوی امرا جن میں والی پیلیناین سے لیکر (جس کی چھ
لاکھ رعایا تھی) شہزادہ ویڈرنکل تک داخل تھے (جس کے پاس صرف ایک موضع
تھا) ان امرا کے علاقے بھی راین کے بائیں جانب واقع تھے اور ان بیدخل
دنیاوی امرا کے لئے اندرون جرمانیہ کی دوسری کلیسائے سلطنتوں کو برباد
کرکے نئے اقطاع ملک قایم کرنا تھے۔ معاملات پھر اسی حالت پر آ گئے جو
۱۷۹۸ء میں تھی اور راسٹاڈ کا افسانہ مسرت جہاں سے ٹوٹ گیا تھا وہیں سے
پھر شروع ہوا۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ فرانسیسی مدبرین جو کلیسائی جرمانیہ کی
تقسیم پر نگراں تھے وہ راین تک آنے اور آسٹروی سواروں کے ہاتھوں
خطرہ ہلاکت میں پڑنے کے بجائے پیرس ہی میں قیام پذیر رہے۔ معاہدہ
لیونوایل پر دستخط ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی کہ سازشیوں کی شراکت جو راسٹاڈ
میں طرح طرح کی ترغیب و تحریص سے کام لے رہی تھی وہ نقشے اور روپیوں
کی تھیلیاں لئے ہوئے کل کی کل پیرس کو جا پہونچی اور جب یہ معلوم ہوگیا
کہ یہ تراضی عام شہنشاہی کے آزاد شہر اب اس غنیمت میں داخل کر دئے
جائیں گے تو ان کا اشتیاق کار اور بھی بڑھ گیا اور ٹالیرینڈ اور اس کے
معتمد علیہ مینو کی رشوتوں کے مانگنے یا جرمانیہ میں ثالث بننے کے لئے حیل و
تدابیر کرنے کے لئے کوئی موقع نہیں رہا۔ وہ الحاح و ابرام سے مغلوب ہوگئے

تھے قدیم روش کے موخر مدبر ضرورت مند معتمد کے دفتر میں چار چار سیڑھیاں چڑھ کر پہنچتے یا پر مذاق وزیر کے جلسوں میں حاضریاں دیتے پھرتے تھے۔ وہ ٹالیرینڈ کے کتوں کو گلے لگاتے تھے اور جس لڑکے کو اس نے اپنے گھر میں پالا تھا اس کے ذرا سا مسکرا دینے کے لئے یہ مدبرین ایک دوسرے پر سبقت لیجانا چاہتے تھے[۱]۔ ان میں سے زیادہ چالاک اشخاص نے ان کی توجہ کو قطعی معاملت سے مستحکم کر لیا تھا اور ان کے دلوں میں یہ خاص فکر پیدا کر دی تھی کہ اس نیلام میں کوئی ان سے بولی بڑھا نہ لیجائے۔ غرض کہ یہ کھیل اس وقت تک جاری رہا جب تک کوئی علاقہ اسقفی یا کوئی شہر اس بازار میں باقی رہا۔

یہ تھا کہ جرمانیہ کی تنظیم جدید کا حقیقی طریق کار مگر اس دوران میں لیٹیاں کی ڈائٹ نے ایک مصنوعی طریقہ کار قایم کر دیا تھا۔ ڈائٹ ۱۸۰۱ء کے تمام موسم سرما میں غور و فکر کرتی رہی مگر ایک قرار داد پر بھی نہ پہنچ سکی۔ شہنشاہ پال کے انتقال کی وجہ سے روسی حکمت عملی میں دفعتہً جو تغیر ہوا اور جس سے بونا پارٹ شمالی بحری معاہدے کی تائید سے محروم ہو گیا اس سے دول جرمانی میں کسی متحدہ عمل کی حرکت نہ پیدا ہوئی۔ آسٹریا اور پرشیا کے قدیم عناد نے ڈائٹ کو مفلوج کر دیا تھا۔ ٹسکنی کے مسلوب المملکت گرینڈ ڈیوک کو آسٹریا، جرمانیہ میں معاوضہ دلانا چاہتی تھی۔ پرشیا یہ چاہتی تھی کہ ورزبرگ اور ہمبرگ کو ملحق کر کے وہ اپنا اثر جنوب جرمانیہ میں وسیع کر دے۔ پس اس طرح ۱۸۰۱ء کا موسم گرما ناقابل اختتام بحث مباحثہ میں ضایع کر دیا گیا تا آنکہ بونا پارٹ نے پھر روس پر وہ اثر پیدا کر لیا جو اسے پال کے انتقال کے قبل حاصل تھا اور آخر الامر انگلستان سے صلح کر کے خود کو ہر قسم کی روک ٹوک سے آزاد کر لیا۔

---

[۱] ۔ گنگرن "میرا حصۂ مدد" Mein anlheil جلد اول صفحہ ۱۱۹ وہ یہ تعرض کرتا ہے کہ وہ کبھی کنا لیکو نہیں چلا۔ یہ میلگر رقص اس زمانہ کے قریب جرمانیہ سے واپس آئے ہوئے پیرس میں فرانسیسیوں نے جاری کیا تھا جس سے یہ مذاق نکلا کہ فرانسیسیوں نے جرمانیوں کے قومی رقص کا بھی الحاق کر لیا ہے۔

بونا پارٹ کے تمام تدابیر سیاسیہ میں سے کوئی تدبیر نہ اس سے زیادہ قابلیت کے ساتھ سوچی گئی اور نہ مستقل شہنشاہی کا نتیجہ پیدا ہونے کی توقع اس سے زیادہ اغلب طور پر ہو سکتی تھی جتنی اس تدبیر سے ہوئی جس کا اثر جرمانیہ کی دوسری درجہ کی سلطنتوں پر پڑتا تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کی رقابت، بویریا میں آسٹروی دست درازی کے خوف کا احساس، بیڈن اور ولیمبرگ کے ادنےٰ درجہ کے حکمرانوں کا مضحکہ خیز حوصلہ یہ سب باتیں خوب معلوم تھیں اور رائن کے دوسرے جانب کی فرانسیسی محمیت کی تشکیل میں جو روش اختیار کی گئی اس میں اس سے پوری طرح کام لیا گیا۔

بونا پارٹ کی جرمانی حکمت عملی

بونا پارٹ کا ارادہ یہ تھا کہ سواحل بالٹک پر پرشیا کی مملکت کو اتنا بڑھا دے کہ اس سے آسٹروی طاقت کا پلہ برابر ہو جائے۔ اور اس مقصد کے لئے وہ ہینوور یا مکلنبرگ کو قربان کر دینے کے لئے تیار تھا مگر جنوب جانب پرشیا کی وسعت کا وہ مانع تھا۔ آسٹریا کو اس کے بجائے کہ بویریا میں کوئی بھی مملکت ملتی وہ مغربی جرمانیہ میں خود اپنے بیرون افتادہ مقبوضات سے محروم ہو گئی اور اس خطہ سے اس کا تمام اثر خارج کر دیا گیا۔ آسٹریا کے خلاف بویریا کا انحصار فرانسیسی حفاظت پر تھا اور اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ اسے بہت زیادہ قوی کر دیا جائے۔ بیڈن اور ورٹمبرگ جو چھوٹی چھوٹی بادشاہیوں، اسقفیوں اور آزاد شہروں کی غنیمت سے مالا مال ہو گئے تھے وہ اپنی مزید وقعت و وسعت کے لئے فرانس کی طرف آنکھ لگائے ہوئے تھے پس اس طرح جب دو رقیب سلطنتیں بحر بالٹک اور نشیبی ڈینیوب پر ایک دوسرے کی قوت کا توازن برابر کر رہی تھیں اس وقت یہ وسطی و مغربی جرمانیہ کے فرمانروا جنھیں سب کچھ اس طاقت سے حاصل ہوا تھا جس نے آسٹریا کو ذلیل کیا تھا وہ خود اپنے مفاد کی بہترین ضمانت اور اپنے قوی تر ہمسایوں کے مقابلہ میں اپنی بہترین حفاظت اسی میں سمجھتے تھے کہ فرانس کے مطیع بنے رہیں۔

صرف ایک صورت ایسی تھی جس سے اس روش میں اختلال واقع ہو جاتا جو اتنے مختلف مقاصد کے لوگوں کو مرغوب تھی، وہ خود جرمانیوں میں

قومی احساس کا پیدا ہو جاتا تھا مگر جرمانیہ کے لوگوں کو بھی ملک آبائی کی اتنی ہی کم فکر تھی جتنی ان کے حکمرانوں کو تھی اہالی ہسی و بوریا جو شہنشاہی کے وسط میں رہتے تھے انھیں بھی جرمانیہ کا خیال کچھ اس سے زیادہ نہ تھا جتنا ان سویزرلینڈ یا ہالینڈ والوں کو تھا جو صدیوں قبل شہنشاہی سے الگ ہو چکے تھے۔ رائن کے صوبوں کے رہنے والے کچھ زمانہ تک نظامت کی زیر کشش حکمرانی کے گلے شکوے کرتے رہے مگر جرمانیہ سے اپنی علیحدگی اور ایک غیر قوم کے ساتھ الحاق کے باعث ان کی حب الوطنی کی رگ ذرا بھی حرکت میں نہ آئی نہ انھیں اس کا رنج تھا اور عہد قنصلی میں جب صورت حالات بہتر ہو گئی تو فرانس کے ساتھ یہ الحاق بہت ہی مقبول ہو گیا۔[1] جس قوم کے اعضا کا واقعاً اس طرح پر فتح کر لینا اور ملحق کر لینا ہو سکتا ہو اور اس سے ان کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچتا ہو اس قوم میں بوناپارٹ کو رضامند حلفا کا مل جانا کچھ دشوار نہ تھا۔ ادہر ڈائٹ شہنشاہی کے انتظام وقرار کے مباحثوں کو طول دیتی جا رہی تھی ادہر چھوٹی چھوٹی سلطنتیں فرانسیسی حکومت سے اپنے معاملات طے کرنے میں لگی ہوئی تھیں اور ۲۴ اگست ۱۸۰۱ء کو بوریا نے ان معاہدات میں سے سب سے پہلے معاہدے پر دستخط کئے جنھوں نے قنصل اول کو مغربی جرمانیہ کا سرپرست بنا دیا۔

جرمانیہ میں متفقہ کارروائی کے لئے فرانس و روس کے درمیان معاہدہ ۱۱ اکتوبر ۱۸۰۱ء

دو مہینہ بعد فرانس اور روس کے درمیان ایک خفیہ معاہدہ نے زار الکزنڈر کو شہنشاہی کی تنظیم جدید میں شریک کر لیا۔ پیرس اور سینٹ پیٹرسبرگ کی حکومتوں نے باہم یہ اقرار کیا کہ آسٹریا اور پروشیا کے درمیان توازن قایم رکھنے کی غرض سے وہ متحدہ کارروائی کریں گی اور زار نے خود اپنے قرابتداروں یعنی بوریا بیڈن اور ورٹمبرگ کے حکمرانوں کے مفاد وترقی کی شرط مزید کا بھی اضافہ کر دیا۔ روسی خاندانوں کے ساتھ ان چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی قرابتداری

[1] پرتھیس "حالات سیاسیہ" politische zustande جلد اول صفحہ ۳۱۱۔

کی وجہ سے بوناپارٹ کو یہ موقع مل گیا کہ وہ کریمانہ مراعات کی شان سے زار روس کے سامنے ٹھیک وہی کارروائی پیش کرے جس سے خود اُس کی (بوناپارٹ کی) قوت کو جرمانیہ میں پرزور ترقی ہوتی تھی۔ الگزنڈر کی مداخلت نے آسٹریا کے جانب سے مقاومت کو بے سود کر دیا جرمانی حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے اپنے سرپرست کے ساتھ شرکت غنیمت کا معاملہ طے کرلیا ۳؍جون ۱۸۰۲ء کو فرانس و روس کے درمیان ایک خفیہ قرارداد نے ان انتظامات کو مجتمع کر دیا اور شہنشاہی کے تقریباً تمام آزاد شہر اور کل کلیسائی قطعات ملک کی تقسیم سے فراغت ہوگئی۔

ریٹسیان کی ڈائٹ نے فرانسیسی تجویز کو قبول کرلیا

جب غیر ملکیوں نے اس طرح ہر امر کو طے کرلیا اس وقت اس مجلس نے جسے ریٹسیان کی ڈائٹ نے تنظیم جدید کا کام سپرد کیا تھا ایک فرانسیسی اور ایک روسی نمایندے کی اطاعت کے ساتھ اپنا کام شروع کیا۔ فرانس اور روس جس تجویز پر متفق ہو چکے تھے وہ تمامہ پیش کی گئی اور آسٹریا کے غصہ اور دھمکیوں کے باوجود مجلس میں اُس کی منظوری میں اس سے زیادہ تاخیر نہیں ہوئی جتنی جرمانی معاملات سے متعلق ہر امر میں ہوتی تھی۔ مجلس نے تجویز کو ڈائٹ کے روبرو پیش کیا۔ ڈائٹ کو اتنا ہی اضطراب ہوا کہ جو ظواہر اس کا رشتہ حیات تھے ان کی خلاف ورزی کئے بغیر کسی تدبیر سے وہ اس تجویز کو منظور کرے۔ تمام کلیسائی ریاستوں اور پچاس میں سے پینتالیس آزاد شہروں کی مجوزہ بربادی سے خود ڈائٹ کے ایک ثلث ارکان فنا ہو جاتے۔ اگر ان بدقسمتوں کو اس کارروائی پر رائے دینے کی اجازت دیجاتی تو ان کی رایوں کا نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ تجویز نامنظور ہو جاتی اور اگر ان کو طلب نہ کیا جاتا تو ان کی عدم موجودگی اس قرارداد کے جواز میں نقص پیدا کر دیتی۔ ایمان فروشی کی ایک

جرمانی کلیسائی سلطنتوں اور پینتالیس آزاد شہروں کا خاتمہ مارچ ۱۸۰۳ء

شاطرانہ تدبیر یہ نکالی گئی کہ اس امر پر اتفاق ہو گیا کہ جن امرائے مذہبی اور جن شہروں کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے انھیں اپنی اپنی باری سے جب قواعد رائے دہی کے لئے

طلب کیا جائے اور ہر نام پر ایک عہدہ دار یہ جواب دیدے کہ "غیر حاضر" اس طرح اپنے ظواہر پر وفادارانہ قایم رکھکر شہنشاہی نے اپنے قدیم دستور سلطنت کی بربادی کی رائے دیدی اور اہل کلیسا اور آزاد شہروں کی حکومتیں جو سیکڑوں برس سے قایم تھیں وہ یورپ سے ناپدید ہوگئیں (مارچ ۱۸۰۳ء)[1]

جرمانیہ پر اس کا اثر

یہ نقصان درحقیقت خفیف نقصان تھا فیسوں کے زیر حکومت اضلاع کی اندرونی حالت عام طور پر ابتر تھی۔ شدید جہالت، گداگری اور عدم رواداری نے زندگی میں بے کیف و رنجیدہ جمود پیدا کر دیا تھا۔ موسیقی کی سرپرستی کے سوا ان کلیسائی حکمرانوں نے شاید جرمانیہ کی کوئی اور خدمت نہیں کی تھی۔ آزاد شہر بالعموم قرضوں میں غرق تھے۔ ان کے معاملات کا انتظام چند قانون دانوں اور ذی امتیاز خاندانوں کے جلب منفعت کا ذریعہ ہوگیا تھا۔ ایک قوم کی حیثیت سے جرمانیہ کے لئے ان چھوٹی چھوٹی فرمانروائیوں کی بربادی نہ صرف ایک قاعدہ بلکہ قطعی ضرورت تھی گر جس حکم کے بموجب یہ فرمانروائیاں ساقط کی گئیں وہ جرمانیہ کے مفاد کی غرض سے تجویز نہیں ہوا تھا۔ تاہم غیر ملکیوں کے ان عاید کردہ انتظامات میں بھی جرمانیہ کو ایسے مرکز حاصل ہوگئے جہاں سے جدید سیاسی زندگی کے تنظیمات ان اقطاع ملک میں داخل ہوئے جہاں اسقف کے دربار یا تعلقے کے جاگیری عہدہ داروں کے سوا اور کسی طرح کے سرکاری اقتدار کا کوئی علم نہیں تھا۔[2] کلیسائی ریاستوں کے مٹا دینے کے بعد ڈائٹ میں پروٹسٹنٹوں کی کثرت پیدا ہوگئی اس تغیر کا مشاہدہ یوں ہوا کہ گزشتہ صدی میں آسٹروی اور کیتھولکی قوت گھٹتی گئی، مگر اس سے آسٹریا کے پروٹسٹنٹ رقیب کی آیندہ فوقیت کا کچھ ایسا

---

[1] کاک اور شوئیل، جلد ششم صفحہ ۲۴۷۔
بیر: آسٹروی سیاسیات کے دس برس Zehn Jahre oesterreichischer Politik صفحہ ۲۵
ہاسر: جلد دوم صفحہ ۳۹۸۔

[2] پرتھس: حالات سیاسیہ (Politische Zustande) جلد دوم صفحہ ۴۰۲ و مابعد

اظہار نہیں ہوتا تھا کیونکہ ڈائٹ میں جرمانیہ کے اصلی اغراض کا پر تو بہت ہی کم پڑتا تھا اور قوم کی سرگروہی کا دروازہ ہنوز اُس طاقت کے لئے کھلا ہوا تھا جو زیادہ صداقت کے ساتھ خود کو جرمانی قوم کے ساتھ شامل کر دے۔ ڈائٹ کی تغیر شدہ نوعیت کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی اور خیراتی جماعتوں کے ہاتھ میں جس قدر ارضی مملکت تھی سب ضبط کر لی گئی تا آنکہ ان جماعتوں کی جایدادیں بھی ضبط کر لی گئیں جنھوں نے کبھی سیاسی خود مختاری کا خفیف ترین دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔ ڈائٹ نے یہ اعلان کر دیا کہ جرمانیہ کے اندر مذہبی اوقاف کے پاس جتنی اراضی ہے سب مذہبی تعلیمی اور مالی امداد کی اغراض کے لئے حکومتوں کی مرضی پر ہے۔ زیادہ حاجتمند درباروں نے اپنی آمدنی کے بڑھانے کے ایسے خوش آیند موقع سے فوراً ہی فائدہ اٹھایا۔ چند سو خانقاہوں کے برطرف کر دینے سے جرمانیہ کا کوئی نقصان نہیں ہوا البتہ شفا خانوں کے بند کر دینے اور دارالعلوموں کو مفلس کر دینے کا فائدہ مشکوک تھا۔ کلیسائی ریاستوں کی بربادی اور گرجا کی زمینوں کی ضبطی سے قسیسوں کی ایک فوج کی داشت کا بار سرکاری خزانوں پر پڑ گیا۔ کولون کا والی جو ایک لاپروا ملکی حکمراں تھا وہ بیس ہزار پاؤنڈ سالانہ کی آمدنی سے ایک بہت خوشحال پادری ہو گیا۔ تمام الحاق شدہ بیدخل شدہ مستقرات کے ارکان مشعل بردار اور دار وغہ توشہ خانہ تک کو ان کے نقصانات کے مساوی وظائف دئے گئے مگر جنگ کی وجہ سے جو ابتری برپا ہوئی اُس میں ان دعاوی کے پورا کرنے کے وسایل اکثر حاصل نہیں ہوتے تھے اور اس لئے یہ کلیسائی انقلاب جو مقاصد عامہ کے لئے بہ حیثیت مجموعی اس قدر مفید تھا اس کا نفاذ اُس کے بغیر نہیں ہو سکا کہ افراد کو شدید و بے وجہ مصائب برداشت کرنا پڑے۔

۱۸۰۳ء کی تحریک نے اس صورت حالات کا خاتمہ کر دیا جو یورپ کی حالت واقعی میں اس قدر اہم نہ تھی جتنی اس اعتبار سے ایک عجوبہ شئے تھی کہ وہ مقدس رومانی شہنشاہی کے مرکب مذہبی وسیاسی شکل کا اثر باقیہ تھی۔ جرمانیہ میں کلیسا کے ہاتھ سے اب جو دنیاوی اقتدار نکل گیا تھا وہ

جرمانیہ میں حکومتیں زیادہ مطلق العنان اور زیادہ منضبط ہوگئیں۔

ایسے کاہلوں کے قبضہ قدرت میں تھا کہ اس کا اثر کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ اگر کچھ تھا تو اتنا ہی کہ یہاں دوسرے حکومتوں کے بہ نسبت تعصب زیادہ سخت اور زندگی زیادہ کاہلانہ تھی اس مذہبی حکومت کے زوال کا پہلا نتیجہ تو یہ ہوا کہ جرمانیہ کے ایک بڑے حصہ کو جس میں اس وقت تک مطلق کوئی سیاسی تنظیم نہیں تھی محصول، پولیس، دیوانی و فوجداری عدالت کے ایک باقاعدہ نظم کا فائدہ حاصل ہوگیا۔ حکومت کلیسائی کو نقصان پہنچا کر جو حکومتیں قایم ہوئیں وہ اگرچہ سخت گیر و مطلق العنان تھیں مگر نظم و یکسانی کی الفت میں وہ علی العموم کوتاہی نہیں کرتی تھیں۔ تقررات کی خریداری و وراثت بند ہوگئی۔ تجارت اور پیشے (سب کے لئے) کھل گئے۔ کسان اپنے سخت ترین جاگیری باروں سے خلاصی پا گئے، نئی انحاد گرفتہ

بویریا مانٹگلاس کے اصلاحات

سلطنتوں میں سے بویریا کی سلطنت میں اس وقت کے جوش اصلاح نے سب سے زیادہ قوی شکل اختیار کی ایک نیا خاندان جو رائن کے مغربی حصہ سے آیا تھا وہ اپنے ساتھ فرانسیس حریت کے کچھ جذبات ایک ایسے ملک میں لے آیا جو اس وقت تک مغربی یورپ میں اپنی جہالت و تعصب کی وجہ سے سب پر فایق تھا۔[1] وزیر مانٹگلاس ایک ایسا مدبر تھا جس میں فرانسیسیوں کی ایسی روشن خیالی موجود تھی اس نے بھی جاگیری و کلیسائی بدنظمی کے خلاف وہی جہاد جاری کیا جسے جوزف نے بیس برس قبل آسٹریا میں شروع کیا تھا۔ پادریوں کو قانون کے تابع کرنے اور کلیسا کو تعلیم کی نگرانی سے محروم کرنے کے متعلق اس کی کارروائیاں تقریباً ویسی ہی تھیں جن کی وجہ سے ۱۷۹۰ء میں بلجیم میں شورش ہوئی تھی اور بویریا کے زمینداروں نے اب

---

[1] فریڈرک ستقریا پائے کے مجالس کی تاریخ" (Geschichte des Vatikanische Konzils) جلد اول صفحہ ۲۷۔ ۱۷۴۔

بلا ارادہ وہی بے حسی اختیار کی جو ازمنہ وسطیٰ میں لوئین کے دار العوام نے اختیار کی تھی۔ مائنگلاس نے بے دردانہ دانشمندی کے ساتھ تنظیم و ترتیب کی اور سب کو ایک سطح پر لے آیا۔ اس کے شہیدوں میں ایک وہ طبقہ بھی تھا جو حال کے تغیرات میں تباہ ہونے سے بچ گیا تھا۔ شہنشاہی کے "نائٹ" اور ان کے مواضع کے اختیارات عدالتی قانوناً بدستور برقرار تھے مگر مائنگلاس کی نظر میں اس قسم کا طبقہ محض محالات سے معلوم ہوتا تھا اور اس نے ان کی عدالتوں کو منسوخ کر دیئے اور ان کے محصولوں پر قبضہ کر لینے

نائٹوں کی برطرفی۔

کے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے۔ وائینا میں شہنشاہ کے حضور میں سخت شور و فریاد برپا ہوا۔ معزول پادری اگر یورپ سے عیسائیت کے آیندہ فنا ہو جانے پر ماتم کر رہے تھے۔ تو یہ نائٹ بھی اتنے ہی تیقن کے ساتھ سپہ گری کے خاتمہ پر نوحہ خواں تھے۔ نائٹوں کا یہ اعزاز جسے اب روئے زمین سے مٹایا جا رہا تھا اسے جرمانی قومیت کی روح صادق اور شہنشاہی تخت کی غیر مرئی تائید ثابت کیا گیا تھا کچھ دیر کے لئے شہنشاہ کی مداخلت نے مائنگلاس کو مجبور کر دیا کہ وہ ان مقدس محاصل اور دریائے گزرگاہ سے اپنا قبضہ اٹھالے مگر یہ خوفناک طوفان چھٹ گیا اور قرب و جوار کے دربار بتدریج بویریا کی مثال کی تقلید کرنے لگے۔

یہ نائٹ جن حکمرانوں کے شکار ہوئے وہ وہی کمزور و غیر محب وطن حکمراں تھے جنھیں فرانسیسیوں نے دولتمند بنا دیا تھا۔ ڈیوک ناسو نے اس طرح پر جن نائٹوں کو غارت کیا ان میں اٹروام اسٹین بھی تھا شخصی طبقہ امرا سے تھا اور فریڈرک اعظم کے عہد میں یہ پرشیا کی ملازمت میں داخل ہو گیا

اسٹین اور ڈیوک ناسو

تھا اور ادھر حال میں جدید الحصول صوبہ منسٹر میں ایک اعلیٰ عہدے پر مامور ہوا تھا۔ اسٹین باقاعدہ حکومت کے قواعد سے خوب ہی واقف و مانوس تھا جو شخص پرشیا کے اندر ایک قوت بن گیا ہو اس کے لئے اپنے وطن کے پیرس کے

اختیارات عدالتی کا ہاتھ سے نکل جانا کوئی ایسا اہم معاملہ نہیں تھا اور اگرچہ اسٹین
کی ناگواری میں اس کے خاندانی غرور کا کچھ حصہ بھی شامل تھا مگر اس نے ڈیوک ناسو
کی دست درازیوں کے خلاف اب جو تعرض شایع کیا وہ اس کے طبقہ کے عام
تعرض سے کچھ اور ہی رنگ لئے ہوئے تھا۔ اس امر سے یورپ میں بزور اشتعال
جذبات نہیں پیدا ہوسکتا تھا کہ بیس پچیس کسان اٹر وام اسٹین کے گماشتہ کے
بجائے اپنے مواجب ڈیوک ناسو کے عہدہ دار کو ادا کریں اور اسی کا ادب و
احترام کریں مگر یہ کہ جرمانیہ کا اتحاد جرمانی قوم کے مفاد کے بجائے فرانس کے
ہاتھ فروخت ہو جانے والوں کے مفاد کی غرض سے عمل میں لایا جائے یہ ایک
ایسا معاملہ تھا جسے اسٹین نے بہت ہی بجا طور پر حب الوطنانہ غیظ وغضب کا بحث
بنا دیا تھا۔ اسٹین نے ڈیوک ناسو کے نام کے خط میں خود اپنے عنانگر اور چھوٹے
چھوٹے حکمرانوں کے اس تمام قبیلہ کو جرمانی اغراض و مفاد کی اس غداری
پر ملامت کی ہے جس سے انھیں غیر ملکیوں کا تحفظ حاصل ہوگیا ہے۔ اس نے دلیل
یہ دی کہ جرمانی اتحاد کے لئے یہ نائٹ اس سے بہت کم باعث دقت تھے جتنے

اسٹین کا حملہ چھوٹے چھوٹے حکمرانوں پر

خود وہ حکمراں باعث دقت بنے ہوئے ہیں جن کے لئے یہ
نائٹ قربان کئے گئے ہیں اور اس نے اس دن کی آرزو
کی ہے جب ایک واحد محب وطن فرمانروا کے تحت
جرمانیہ کو ان نائٹوں اور حکمرانوں دونوں کو یکساں طور پر زیر کر کے اصلی
قومی اتحاد حاصل ہو جائے گا۔ اسٹین کی درخواست کو اس کے ہم عصروں میں
بہت کم قبول حاصل ہوا۔ سنون میں یا بوش شخص کے مانند وہ بھی عقل سے
کام لینے والا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ جن مدبروں نے اپنی ساری زندگی اسی
میں صرف کر دی ہو کہ وائنا اور برلن ایک دوسرے سے بازی لے جائیں یا
جو ابھی حال ہی میں بوناپارٹ کی سرپرستی کی وجہ سے یورپ میں کچھ ذی حیثیت
بن گئے ہوں ان کے نزدیک محض یہ تصور ہی حماقت تھا کہ کوئی قوم اپنی اندرونی
رقابتوں کو غیر ملکی حکومت سے بچ جانے کے لئے قربان کر دے۔ تاہم اگر
اس کے قبل کہ جرمانیہ میں جرمانی اتحاد کا خیال رکھنے والا کوئی بڑا فریق پیدا

ہونا قابل برداشت مصائب کا اٹھانا ضروری تھا تو اب اس کے لئے زمین تیار ہو گئی تھی۔ لیونوایل کی صلح کے بعد جو تغیرات واقع ہوئے ان میں جرمانیہ کی غیر مبدل حالت اور یکساں طریق کار کو صدمہ جانکاہ پہنچ گیا۔ شہنشاہی کا صرف نام ہی نام رہ گیا تھا ورنہ ہر طرح پر اس کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ تغیر اور نظم جدید کسی نہ کسی شکل میں تمام لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا اور کم از کم ایک حقیقی مدبر ایسا پیدا ہو گیا تھا جس نے اس وقت سے اس سبق کا سکھانا شروع کر دیا تھا جسے بعد کے واقعات نے بقیہ جرمانی قوم کو بھی سکھلا دیا۔

فرانس از ۱۸۰۱ تا ۱۸۰۴ء

معاہدہ لیونوایل اور فرانس اور کسی براعظمی سلطنت کے مابین آیندہ وقوع جنگ کے درمیان چار برس کا زمانہ حائل تھا۔ ان برسوں میں فرانسیسی اثر قرب و جوار کی ہر ایک سلطنت میں وسیع ہوتا رہا۔ خود فرانس کے اندر ان برسوں میں بوناپارٹ کی قوت مستحکم ہوتی گئی اور اس کی شخصی حکمرانی میں جو امور حایل تھے ان سب کو زوال ہوتا گیا تشریعی مجالس اسی حقیر حالت کو پہنچ گئیں جس کے لئے وہ وضع کی گئی تھیں۔ پیرو وہ شے جس کے لئے اظہار قوت روا رکھا گیا تھا وہ اپنی طاقت کے لئے قنصل اول کی ذاتی تائید کی منت کش تھی۔ جن تنظیمات کی تاریخ اس زمانہ

ضابطہ دیوانی

سے شروع ہوتی ہے ان میں سے وہ تنظیمات کو تاریخ میں نمایاں جگہ حاصل ہو گئی ہے۔ ایک تو ضابطہ دیوانی ہے اور دوسرا معاہدہ پاپائی اور یہ دونوں نپولین کے نام سے منسوب ہیں۔ اٹھارھویں صدی کے وسط سے یورپ کی تقریباً ہر ایک سلطنت کم و بیش کامیابی کے ساتھ قوانین کے انضباط میں مشغول تھی۔ فرانس میں ۱۷۸۹ء کی مجلس ترکیبی نے یہ حکم دیا تھا کہ جن قوانین کے رو سے اس نے قدیم مختلف النوع مقامی رواجوں کو باطل کیا ہے انھیں باترتیب شکل میں لایا جائے۔ مجلس عارضی کی ایک ذیلی مجلس نے ضابطہ دیوانی کا مسودہ مکمل کیا تھا۔ نظامت نے بھی اپنی باری میں ایک کمیشن مقرر کیا تھا مگر یہ تجویز

ہنوز ناکمل تھی کہ نظامت سلوب الاختیار کر دی گئی۔ بونا پارٹ بالطبع دل و جان سے ایک ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو خود اُس کی انضباطی طبیعت کے عین موافق تھا اور توضیع قوانین کے کام میں اپنی شخصی دلچسپی و فخر کی وجہ سے فرانس میں بہترین مقننوں کی مساعی کو برانگیختہ کر دیا۔ قانون دانوں کے ایک کمیشن نے جسے قنصل اول نے مقرر کیا تھا ضابطہ دیوانی کے سلسل ابواب مجلس سلطنت میں پیش کئے۔ مجلس سلطنت کے مباحث میں بونا پارٹ نے خود بہت مستعدانہ حصہ لیا اگرچہ اس کی شرکت ہمیشہ سودمند نہیں ہوتی تھی۔ ہر باب کا مسودہ جس طرح مجلس سلطنت سے نکلتا تھا اسی حالت میں تجویز قانون کی حیثیت سے مجلس ٹریبون اور جماعت تشریعی کے سامنے پیش کیا جاتا تھا لیکن مجلس ٹریبون بہت جلد خاموش کر دی گئی اور مارچ ۱۸۰۴ء میں فرانس کو وہ ضابطہ عطا ہوا جو اُس وقت سے اِس وقت تک اس کے حقوق دیوانی کی بنیاد بنا رہا ہے۔

جب نپولین نے یہ اعلان کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ اُس کی شہرت اس ضابطہ دیوانی پر رہے تو نام کا جو اثر بنی نوع انسان پر پڑتا ہے اُس کی قوت کے متعلق اُس نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا (یعنی اس ضابطہ کو اپنے نام کے ساتھ معنون کیا) یہ اغلب ہے کہ مغربی یورپ کے باشندوں کا حصۂ کثیر یہ یقین رکھتا ہے کہ نپولین نے فی الواقع وہ قوانین ایجاد کئے تھے جو اُس کے نام سے معنون ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ انقلاب کی متواتر مجلسوں نے ان قوانین کا لب لباب متعین کر دیا تھا اور آخری نظر ثانی میں جس سے یہ ضابطہ وجود میں آیا نپولین نے اُس سے کم کیا نہ زیادہ جتنا اس کی مجلس کے دوسرے متعدد ارکان نے کیا جن کے نام مدت سے فراموش ہو چکے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایک جلیل القدر واضع قوانین کے اعزاز کا مستحق ہے مگر اس شخص کے اعزاز کا مستحق نہیں ہے جس نے سولن یا آنحضرت صلعم پیغمبر اسلام کے مانند خود قانون کا ایک نیا مجموعہ پیدا کر دیا

نپولین بہ حیثیت واضع قوانین

ہو۱؎ بلکہ وہ اس شخص کے ایسے اعزاز کا مستحق ہے جو ان تمام ماہر و ذی علم اشخاص کی مدد سے جن سے وہ ہر طرح پر کام لے سکتا ہو قانون کے مجتمع و عام کرنے میں ہمہ تن مستعد ہو گیا ہو۔ یہ ضابطہ دیوانی اگرچہ بعض جزئیات میں ناقص تھا مگر اپنے اختصار، سادگی اور انصاف کی وجہ سے اس نے نپولین کو یہ موقع دیا کہ ہر ایک ملک جو اس کی شہنشاہی کا ایک جزو ہو جائے اس میں ایک جدید اور بے انتہا بہتر معاشری نظم رائج کر دے۔ اس کے بعد ۱۸۰۴ء اور ۱۸۱۰ء کے درمیان مختلف وقفوں میں چار اور ضوابط شائع ہوئے جو اس ضابطہ کے مثل تجارت کے قانون جرایم کے قانون اور دیوانی و فوجداری کارروائی کے قواعد پر مشتمل تھے۲؎ یہ کل مجموعہ قانون اما کاری کے اسی دور کی یادگار کے طور پر باقی ہے جس کا آغاز ۱۷۸۹ء میں ہوا اور اس سے نپولین کے اس فہم و دانش کی یاد بھی تازہ ہے کہ کس طرح اس نے اپنے زمانہ کے تمام اہل علم اور مصنفین کے جوش کو خود اپنی حکمرانی کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا۔

۱؎۔ حسب عادت اہل یورپ مصنف نے آنحضرتؐ کو واضع قوانین اسلام ظاہر کیا ہے مگر یہ اس قدر صریح البطلان ہے کہ کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ قرآن شریف کے علاوہ احکام احادیث بھی وحی بالمعانی ہیں (مترجم)

۲؎۔ ضابطہ نپولینی کی تکوین اور اس کے ساتھ مجلس سلطنت کی کارروائی مجلس ٹربیون اور جماعتہائے تشریعی کی خاص خاص اطلاعیں اور تقریریں وغیرہ بسند اول ان سب کا بیان ہرں لاکری کی تصنیف "وضع قوانین فرانس" میں ملے گا۔ اس کی اشاعت ۱۸۲۰ء میں پیرس سے ہوئی تھی۔ لاکری زمان قنصلیت و شہنشاہی مجلس سلطنت کا معتمد تھا۔ اور اس کے پاس ایک کثیر مقدار ایسی یادداشتوں وغیرہ کی موجود تھی جن کی اشاعت ۱۸۲۷ء سے قبل نہیں ہوئی تھی زبانی کارروائی کے بیانات اگرچہ ہر حال میں بالکل صحیح نہیں ہیں لیکن مجلس سلطنت کے مباحث میں نپولین نے جو حصہ لیا اس کا کوئی بیان اگر کہیں مل سکتا ہے تو یہیں۔

اس سے بہت زیادہ نمایاں طور پر خود نپولین کا یہ کام تھا کہ معاہدہ پاپائی کے ذریعہ سے اس نے کلیسائے روما کے ساتھ آشتی پیدا کر لی۔ یہ مذہب کی اسی قسم کی بحالی تھی جس طرح کی سیاسی نظم کی بحالی نے تمام ملازمان سرکاری کو ایک شخص واحد کی مرضی کا آلہ کار بنا دیا۔ اساقفہ اور قسیسین جن کے تقررات کو معاہدہ پاپائی نے ان کے جماعات سے نکال کر حکومت کے ہاتھ میں دیدیا تھا وہ قنصل اول کے ویسے ہی کارپرداز تھے جیسے اس کے صوبہ داروں اور اہل جندرمہ تھے۔ پبلک (عوام) کے مذہبی ضروریات، غربا کی مذہبی تسکین و تسلی کی آرزو کو نئی مذہبی پولیس کے قایم کرنے کا حیلہ بنا لیا گیا تھا مگر دور قنصلیت کے آغاز میں کیتھولک مذہب کی حالت فرانس میں اس سے بدتر نہیں تھی جیسی اس وقت آئرلینڈ میں ہے۔ یہ ضرور تھا کہ سلطنت جمہوریہ نے حلف نہ لینے والے قسیسین کے لئے سخت ترین سزائیں مقرر کر رکھی تھیں مگر مسیحی عبادت کی بجا آوری جس میں بدوران ہول و تخویف صرف مقامی و انفرادی جوش مذہبی سے خلل واقع ہوا تھا وہ اب سے بہت پہلے قانون کی حفاظت میں آ گئی تھی۔ صرف کھلے میدانوں میں عبادت کرنا ممنوع تھا[1] ۱۷۹۵ء سے مقامی

[1] جس بیان کا اس قدر تکرار ہوتا رہا ہے کہ مجلس عارضی نے فرانس میں مسیحی عبادت کو ممنوع قرار دیدیا ہے یعنی مسیحیت کو منسوخ کر دیا ہے" یہ ایک افسانہ ہے۔ دور ہول و تخویف کے تمام زمانہ میں مجلس عارضی نے سرکاری گرجا کو جس طرح کہ اس کا قیام ۱۷۹۱ء کی مجلس ترکیبی نے کیا تھا بدستور قایم رکھا۔ پادریوں کی تنخواہیں اگرچہ تقا یا میں آ گئی تھیں مگر مجلس عارضی نے ان کی ادائی کو بند کر دینے کی تجویز کو مسترد کر دیا۔ مجلس عارضی نے حلف نہ لینے والے قسیسیوں کے لئے جلا وطنی کی سزا مقرر کی تھی اور اگر وہ فرانس کو واپس آتے تو پھر وہ موت کی سزا کے مستوجب ہوتے لیکن جہاں جہاں گرجوں کی بے حرمتی ہوئی یا آئینی پادریوں کو پریشان کیا گیا یہ سب مقامی جماعتوں کا کام تھا۔ یا مجلس عارضی کے ان انفرادی ارکان کا کام تھا جو کمیشن پر

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

حکام کو مجبور کیا گیا تھا کہ اپنے ضلع کی مذہبی انجمنوں کو گرجا کے عمارات کے استعمال کی اجازت دیں۔ فرکٹیڈر ۱۷۹۷ء کے واقعہ نے اگرچہ حلف نہ لینے والے قسیسوں سے بازپرس بھی جاری کر دی مگر اس نے آئینی کلیسا کی مستعد کاری میں کسی طرح کی روک نہیں پیدا کی اور یہ کلیسا اب ملکی حکومت کے ساتھ ہر طرح کے تعلق سے آزاد ہو گیا تھا اُدھر تو حلف نہ لینے والے قسیس جو سیاسی مجرموں کے طور پر جلاوطن کر دئے گئے تھے یا جنگلوں میں تماشہ دار عناصر مقدسہ کو زیب و زینت دے رہے تھے وہ یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ شہدا کا دور فرانس میں پھر واپس آگیا اُدھر ایک آئینی کلیسا چار ہزار بیرشوں میں کام کر رہا تھا۔ اسے سلطنت سے کوئی امتیاز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بھیجے گئے۔ قانون کا کام نہیں تھا۔ جب ہول وتخویف کا دور ختم ہو گیا تو مجلس عارضی نے اس تجویز کو منظور کر لیا جسے اس نے اس سے قبل مسترد کر دیا تھا اور (۲۰ ستمبر ۱۷۹۴ء) پادریوں کی تنخواہیں منسوخ کر دیں اس سے صرف یہ ہوا کہ تمام فرقے ایک سطح پر آ گئے۔ مگر جوش جنون سے بھرے ہوئے مقامی اشخاص اب بھی مذہب کے خلاف مشغول تھے اور اس لئے (۲۳ فروری ۱۷۹۵ء) کو مجلس عارضی کو ایک قانون منظور کرنا پڑا جس کے بموجب عبوی عبادات میں دخل دینا ممنوع قرار دیا گیا۔ اس قانون میں چاہا گیا کہ عبادت کسی خاص عمارت (گرجا) یا کھلے میدان میں نہ ہونا چاہیئے اس کے بعد ہی بہت جلد (۲۳ مئی کو) مجلس عارضی نے یہ اجازت دیدی کہ گرجے عبادت کے لئے استعمال کئے جائیں۔ اب حلف نہ لینے والے قسیسوں کے خلاف قانون کا نفاذ نہیں ہوتا تھا اور پیرس میں متعدد گرجے حلف نہ لینے والے قسیسوں کو فی الواقع دیدئے گئے تھے ۱۷۹۶ء میں نظامت کا میلان یہ تھا کہ اس طبقہ کے لوگوں پر پھر دار و گیر جاری کی جائے مگر مجلسیں اس کی روادار نہیں ہوتی تھیں۔ اور ۱۷۹۷ء میں مجلس پنج صدہ نے ایک تحریک یہ منظور کی کہ حلف نہ لینے والوں کے لئے قانونی شرائط کلیتہً منسوخ کر دیئے جائیں اس کے عین بعد ہی فرکٹیڈر کا واقعہ ناگہانی پیش آگیا۔

نہیں حاصل تھا مگر سلطنت اسے پریشان بھی نہیں کرتی تھی۔ اس سے قوم کے لئے
پادریوں کی صادق و موقر جماعت مہیا ہو گئی تھی[1]۔ مگر قنصل اول کی نظر میں
کوئی شئے جس قدر رضا کارانہ اجتماع کے لئے چھوڑ دی جائے مرکزی حکومت
کا اسی قدر خسارہ تھا۔ فطرت کی ترتیب یہ تھی کہ کسان قسیسوں کی اطاعت
کریں قسیسین اساقفہ کی اطاعت کریں اور اساقفہ قنصل اول کی اطاعت کریں۔
پوپ سے اتحاد کرنے میں بونا پارٹ کو وہ ذریعہ نظر آیا جس سے وہ آئینی
کلیسا کی مجموعی تنظیم کے بجائے ایک حاوی جماعت حکمران قایم کر دے جو
اپنی قدامت پرستی میں مستحکم اور بونا پارٹ کی اطاعت شعاری میں بے چون
وچرا ہو۔ خود اپنی حکومت کی تقدیس کے صلہ میں بونا پارٹ اس سے
بھی نہیں جھجکا کہ پوپ کو ایک ایسے اقتدار کے عمل میں لانے کے لئے
دعوت دے جس کا دعویٰ بھی "مسند مقدس" نے فرانس میں نہیں کیا تھا۔
تمام موجودہ فرانسیسی اساقفہ سے (جس میں جلاوطن حلف نہ لینے والے اور
اساقفہ کلیسائی آئینی دونوں شامل تھے) یہ مطالبہ کیا گیا کہ اپنے عہدہ
اسقفی کو پوپ کے حوالہ کر دیں جن لوگوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا
ان کے خلاف پوپ نے حکم معزولی کا اعلان کر دیا۔ نہ اس نے مدافعت
میں ایک لفظ سنا نہ ذرہ برابر ان کے کسی قصور کا اظہار کیا۔ ان عہدہائے
اساقفہ کی از سر نو ترتیب کی گئی اور قنصل اول کے نام پر وہ اشخاص
ان پر مقرر ہوئے۔ اساقفہ کے تعلق کے اعتبار سے پادریوں کی جماعت
عظیم کی حیثیت بھی اصلاً بہت کچھ بدل دی گئی۔ فرانس کے اور تمام
اختیارات کے طرح اسقفی اختیار بھی مطلق العنان بنا دیا گیا ہزاروں
پادری جواب تک اپنی وجہ معاش کے متعلق مامون تھے اساقفہ کی مرضی

---

[1] گریگایر: "یادگار" (Memoires) جلد دوم صفحہ ۷، "وقائع مذہب" (Annales de la Religion) جلد دہم صفحہ ۴۴۱، پریسینس، "کلیسا و انقلاب" (L'Eglise et la Revolution) صفحہ ۳۵۹۔

کے تابع کر دئے گئے اور اپنے بالادست کے حسب خواہ ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا دینے کے مستوجب قرار پائے۔ آئینی کلیسا ناپدید ہو گیا مگر سلطنت کا جزو ہو جانے کی وجہ سے یہ معلوم ہونے لگا کہ مذہب کی عزت و توقیر کی گئی۔

معاہدہ پاپائی نے آزاد کلیسا کو تباہ کر دیا

اپنے فوری عمل میں نپولینی کلیسا نے اس غرض کو پورا کر دیا جو اس سے مقصود تھی۔ چند برس تک پادری اپنے بحال کنندہ کے لئے بے تکان وعظ کہتے، دعائیں کرتے اور پند و نصیحت فرماتے رہے لیکن مذہبی تغیر کے وسیع تر دور میں بونا پارٹ کا یہ معاہدہ پاپائی کسی اور ہی روشنی میں نظر آتا ہے۔

اس کا نتیجہ

بہر وقت اس کی قدر کتنی ہی کم کیوں نہ کی گئی ہو مگر کیتھولک کلیسا کے زیادہ روشن خیال اور زیادہ قوی عناصر پر مسند رومائی کی یہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ نازک فتح تھی۔ اس نے فرانس کے طریق کیتھولک کو ایک ایسے اعتقاد کے بجائے جو پہلے ہی سے فنیلس اور بوسٹ کے عقیدے سے زیادہ آزاد تھا ایک ایسے طریق کیتھولک میں بدل دیا جس نے ہمارے زمانہ میں پوپ کی عصمت کے اعتقاد کو قبول کرنے میں اسپین و آسٹریا کے کو پیچھے ڈال رہے۔ نیچے درجہ کے پادری جنھیں سلطنت نے ناقابل برداشت اطاعت و اختیار کی حالت میں ڈال دیا تھا، انھیں بہت جلد یہ معلوم ہو گیا کہ ان کی امید واحد صرف پوپ سے مرافعہ کرنے پر منحصر ہے اور انھوں نے بالطبع مسند رومائی کے گماشتوں کے طور پر کام کیا۔ اساقفہ جو اپنے عہدے کے لئے اختیار پاپائی کے عدیم المثال عملدرآمد اور فرانس کی مذہبی آزادی کی بربادی کے زیر بار احسان تھے وہ ایسے لوگ نہیں تھے جو قدیم فرنساوی آزادی کے لئے پوپ سے کشمکش قایم رکھ سکتے۔ اٹھارھویں صدی کے دوران میں براعظم کے کلیساؤں نے پاپائیت کے خلاف کم و بیش جو مقاومت

قایم رکھی اس میں فرانس نے بہ حیثیت مجموعی سب سے زیادہ موثر حصہ لیا تھا مگر جس وقت سے کہ معاہدہ پاپائی نے فرانس کے قدیمی وانقلابی طریق مذہب کو برطرف کر دیا اس وقت سے فرانسیسی پادریوں میں فرماوی روایت ویسی ہی بے بس ہو گئی جیسے انقلاب کی فلسفیانہ آزادی بے دست و پا ہو گئی تھی۔

جرمانی تغیرات کا بھی یہی حال ہوا ہے۔

جرمانیہ میں بھی کلیسا کے دنیاوی اختیار کی بربادی کا نتیجہ ایسے ہی اختیار فوق الحد کی صورت میں برآمد ہوا۔ کولون کا وہ اسقف اعظم جو پانچ لاکھ رعایا پر حکومت کرتا ہو اس سے اس اسقف اعظم کے مقابلہ میں جو اہل کلیسا کی فوج کا صرف ایک فرد ہو یہ توقع کم ہو گئی کہ وہ پاپائی کرسی کے سامنے سربسجود رہو۔ جن مذہبی والیان انتخابی اور حکمرانوں نے ۱۸۰۳ء میں اپنی مملکتیں ضایع کر دی تھیں انھوں نے اپنے سلسلہ کے مقاصد کے لحاظ سے معتقدات کے ایک مجموعہ کے بہ نسبت کچھ زاید بدیہی امور بھی سمجھ لئے تھے۔ جب وہ پاپائیت سے برسر مخاصمت نہیں رہتے تھے تو وہ اس کے متعلق بالعموم لاپروائی برتتے تھے۔ اٹھارھویں صدی کے جرمانی اہل کلیسا کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا سلطنت کے طرف سے کسی کیتھولک کی دار وگیر اس بنا پر ہو گی کہ وہ روما سے عقیدت رکھتا ہے۔ جرمانیہ میں معاہدہ لیونوائل سے جو تغیرات پیدا ہوئے اگر وہ نہ پیدا ہوتے، اگر بوناپارٹ کا معاہدہ پاپائی وجود میں نہ آیا ہوتا تو کیتھولک کی قدامت پرستی ہرگز اختیار فوق الحد کے مرادف نہ بن جاتی۔ اس اعتبار میں اس صدی کے ابتدائی سال زمانہ جدید کی زندگی کے ساتھ کلیسا کے تعلق میں ایک نئے دور کی علامت ہیں۔ شاہی حکومتوں کے بجائے جو بالجملہ کیتھولکی کلیسا سے دوستانہ روابط رکھتی تھیں، ابھی سے واقعات اس تغیر

شدہ حالت کے لئے راستہ تیار کر رہے تھے جس پر اس صدی کا انجام ہو مقدر معلوم ہوتا ہے یعنی خلاص یافتہ فرانس آزاد اطالیہ دنیاوی وزیرا نضباط سلطنت جرمانیہ اور کلیسا ان سب کے خلاف سرگرم سازش ۔

انگلستان نے مالٹا کا دعویٰ کیا۔ جنگ کی تجدید بوناپارٹ نے ہینوور پر قبضہ کر لیا اور دریائے البی کی ناکہ بندی کر دی۔ پرشیا کے تعرضات۔ کیڈوڈال کی سازش۔ ڈیوک انگین کا قتل۔ نپولین شہنشاہ۔ ۱۸۰۵ء کا اتحاد۔ پرشیا الگ رہی۔ آسٹریا کی حالت۔ رودبار میں بحری فوقیت حاصل کرنے میں نپولین کی ناکامی۔ مغربی جرمانیہ کی مہم۔ الم کی حوالگی۔ ٹریفلگر۔ پرشیا اور اتحادین کے درمیان پوسٹڈم کا معاہدہ۔ فرانسیسیوں کا وائنا میں داخل ہونا۔ ہاگوز کا نپولین کے پاس پرشیا کا الٹیمیٹم لیکر بھیجا جانا۔ جنگ آسٹرلیز ہاگوز نے نپولین کے ساتھ معاقدے کے معاہدے پر دستخط کر دئے۔ صلح۔ معاہدہ پریس برگ۔ مقدس رومانی شہنشاہی کا خاتمہ۔ نیپلز کا جوزف بوناپارٹ کو دیا جانا۔ جنگ میڈا نپولینی شہنشاہی اور خاندان۔ مشترکیت رائن۔ جرمانیہ کی حالت۔ ۱۸۰۶ء کی شہنشاہی کے برقرار رکھنے کا امکان۔

انگلستان کا جنگ کے لئے تیار ہونا، نومبر ۱۸۰۳ء

۱۸۰۳ء کے موسم بہار میں فرانس و برطانیہ کے درمیان جنگ ازسرنو جاری ہوگئی۔ اڈنگٹن کی حکومت نے اپنی خواہش صلح کی وجہ سے معاہدہ امینز کی گفت و شنود کے تمام مہینوں میں نپولین کی دست درازی پر تحمل کیا۔ اس حکومت نے انگلستان کے مطابع کی بدکلامی کے خلاف نپولین کی شکایت کا رفعداد اس طرح کیا کہ نپولین کے شاہی بدنام کنندوں پر مقدمہ چلا دیا۔ ۱۸۰۲ء کے تمام دوران اجلاس میں اپنے پارلیمنٹی مخالفوں کے حملوں کے خلاف حکومت صلح کے امکان پر قائم رہی۔ پڈمانٹ کے الحاق کے بعد ۱۸۰۲ء کے موسم خزاں میں سویزرلینڈ کے حملہ نے وزارت کو اپنا لہجہ بدلنے پر مجبور کر دیا۔ نومبر میں اجتماع پارلیمنٹ کے موقع پر بادشاہ کی تقریر میں یہ اعلان کیا گیا کہ براعظم کی جنگی کارروائیوں کا اقتضا یہ ہے کہ برطانیہ عظمی کی جانب سے تحفظ کے تدابیر اختیار کئے جائیں۔ ملک کی بحری و بری فوجیں جنگ کی حد پر بحال کر دی گئیں۔ برطانیہ کا تخلیہ مالٹا جس میں اب تک خاص کر روس کے ساتھ غلط فہمی کی وجہ سے التوا ہوتا رہا تھا، وہ اب امر ممکن نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لیکن انگریزی حکومت ابھی حالت تذبذب ہی میں تھی کہ قنصل اول نے ایک ایسی صلائے جنگ برپا کی جس نے حکومت کو قطعی کارروائی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ مانیٹر نے ۱۳؍ جنوری ۱۸۰۳ء کو مصر کے متعلق کرنل سیبسٹیانی کی ایک اطلاع شائع کی جس میں بہت صاف الفاظ میں یہ بتایا گیا تھا کہ مشرق پر فرانسیسی حملہ کی تجدید کی جائے۔ برطانی حکومت نے اس کے توجیہات طلب کئے اور یہ اعلان کر دیا کہ اس معاملہ پر

انگلستان نے مالٹا کا دعویٰ کیا

جب تک اطمینان نہ دلایا جائیگا وہ مالٹا پر اپنا قبضہ قائم رکھے گی۔ برطانیہ عظمی نے فی الواقع مالٹا پر اس حیثیت سے تصرف کر لیا تھا کہ اختتام جنگ کے بعد سے فرانس نے براعظم پر جن ممالک کا اضافہ کر لیا ہے یہ ان کا بدل ہے [1]

---

[1] کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ ۱۸۰۲ء-۳ صفحہ ۹۵۔

اگرچند ماہ قبل انگلستان سے مخاصمت ہو جانے کی تہدید کے ساتھ نپولین سے یہ مطالبہ کیا جاتا کہ وہ پڈمانٹ یا سوئزرلینڈ سے ہٹ جائے، تو یہ زیادہ بہتر حکمت عملی ہوتی۔ مالٹا پر قبضہ رکھنے کے متعلق اصطلاحی طور پر برطانیہ عظمیٰ کا حق اتنا ہی کم تھا جتنا پڈمانٹ کے الحاق کے متعلق بونا پارٹ کا حق تھا، لیکن صلح کی خواہش کی وجہ سے اڈنگٹن کی حکومت اس وقت تک ساکت رہی کہ نپولین کی یہ دست درازیاں تکمیل شدہ واقعات ہوگئیں۔ اب ان کو بدلنے کا وقت گزر چکا تھا۔ انگلستان صرف یہ کر سکتا تھا کہ امینز کی قرارداد کو باطل قرار دیدے اور خود اپنے لئے معاوضہ کا مطالبہ کرے۔ بونا پارٹ کو مصر یا یونان میں اپنے تجاویز کو عمل میں لانے سے روکنے کے لئے مالٹا کا محل وقوع برطانیہ کے لئے نہایت ہی ضروری تھا، اور ان تجاویز کے متعلق سبسٹیانی کی رپورٹ سے علحدہ حکومت کو شہادت مل چکی تھی۔ مالٹا کی قدر و قیمت جس سے قریب ہی زمانہ میں نلسن نے انکار کیا تھا، اب فرانس و انگلستان دونوں ملکوں میں پوری طرح سمجھ لی گئی تھی۔ انگریزی وزارت کا اس جزیرے پر قبضہ رکھنے کے متعلق اپنے ارادے کا اظہار کرنا ہی تھا کہ قنصل اول نے یہ اعلان کر دیا کہ ایفائے معاہدات کی ضرورت سے وہ ہتیار اٹھانے پر مجبور ہے۔ اطالیہ و سوئزرلینڈ میں معاہداتی حقوق کے متعلق خود اپنی زیادتیوں کو پس پشت ڈال کر بونا پارٹ نے یہ اعلان کر دیا کہ برطانیہ عظمیٰ کا مالٹا پر قبضہ رکھنا تمام یورپ کے خلاف زیادتی ہے۔ ۱۳ مارچ کو ٹیولیریز میں جو دربار پیشی ہوا، اس میں اس نے نہایت ہی غضبناک طور پر برطانی سفیر کی زجر و توبیخ کی اور دو مہینے کی مراسلت کے بعد جس سے بوجہ غالب یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کی طاقت اور اس کے استقلال و ابرام کا احساس رکھتا تھا، مخاصمت از سر نو جاری ہوگئی اور اب یہ مخاصمت اس وقت تک جاری رہنے والی تھی کہ بونا پارٹ اپنے تخت سے اتار دیا جائے۔

جنگ، مئی ۱۸۰۳ء

جب تک براعظم میں انگلستان کو حلیف نہیں ملے اس وقت تک

اس کی جنگ نوآبادیوں پر قبضہ کرنے اور بندرگاہوں کی ناکہ بندی کرنے تک محدود تھی۔ بوناپارٹ کی طرف سے اس جزائری طاقت کے خلاف

بوناپارٹ ہینوور۔

واقعی حملہ کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا، لیکن جرمانیہ کی جماعتوں میں ایک جماعت ایسی تھی جسے فاتح کے دلائل کی رو سے انگلستان کے توابع میں سمجھا جا سکتا اور تاج برطانیہ کے ساتھ اس کے تعلق کی وجہ سے ہدف آلام بنایا جا سکتا تھا۔ اس وقت تک ہینوور قرار داد عام کی رُو سے ان جنگوں سے بے تعلق تھا جن میں اس کا والی بہ حیثیت شاہ انگلستان کے مشغول تھا تا آنکہ جنگ ڈٹنگن میں شاہ جارج دوم کی شخصی موجودگی ہینوور کی غیر جانب داری کے خلاف کارروائی کرنے کی وجہ نہیں قرار دی گئی، لیکن جہاں اس قدر نفع ہوتا ہو وہاں بوناپارٹ کو ایسے نظائرِ سابقہ سے کچھ دشواری پیش نہیں آئی تھی۔ علاوہ ازیں کہ انگلستان کے ساتھ آیندہ معاہدے میں تبادلہ کی ایک ممکن شے کے طور پر ہینوور قابل قدر ثابت ہوتا، پرشیا پر اثر ڈالنے کے لئے وہ ایک ذریعہ ہو سکتا تھا۔ مزید برآں باشندوں پر جو مطالبات عاید کئے جاتے اُن سے کئی کرور نقد وصول ہونے کی توقع ہو سکتی تھی ہینوور پر حملہ کرنے میں بوناپارٹ کو جو دقت محسوس ہوتی تھی وہ صرف یہ تھی کہ ممکن ہے کہ پرشیا شمالی جرمانیہ میں کسی فرانسیسی فوج کے نمودار ہونے کی بزور منفاومت کرے۔ لہذا، حملہ کے آغاز کے قبل سپہ سالار ڈیوراک، برلن بھیجا گیا کہ بادشاہ کو مفصل اول کے ارادوں سے مطلع کرے اور پرشیاوی دربار میں جو کبیدگی پیدا ہو اسے دوستی و وقعت کے تیقنات سے ہموار کرے۔

پرشیا و ہینوور۔

پرشیا کے لئے یہ نہایت ہی نازک اہمیت کی ساعت تھی، وہ شمالی جرمانیہ کی مسلمہ محافظ تھی۔ اغراض و اعزاز کے ہر لحاظ کا تقاضا یہ تھا کہ پرشیا، ہینوور کے مجوزہ قبضہ کو روکے بلکہ اگر واقعی جنگ کا خطرہ ہو تو بھی ایسا ہی کرے۔ ہینوور کے فرانس کے ہاتھ میں پڑنے کے معنی یہ تھے کہ پرشیاوی سلطنت کے حدود جرمانی کی خود مختاری

فنا ہو جائے، لیکن جیسا کہ برلن میں کہا جاتا تھا، اگر برطانیہ عظمی کا معاملہ بھی ایک ناجائز معاملہ تھا، اور اگر آیندہ کے لیے تاج برطانیہ کے ساتھ ہینوور کے تعلق کا نتیجہ یہی تھا کہ انگلستان کے جرائم کے لیے اس صوبہ کو کفارہ بنایا جایا کرے تو پرشیا کے لیے سب سے زیادہ عاقلانہ روش یہ تھی کہ خود ہینوور پر اپنی فوجوں سے قبضہ کر کے، اسے اس کے انگریز و فرانسیسی دشمنوں سے نجات دلا دے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ وزیر خارجہ، کاونٹ ہاگوز نے اس کارروائی کی سفارش کی تھی مگر اس کی اصلاح کو مسترد کیا گیا۔ شاہ فریڈرک ولیم سوم جو ۱۷۹۷ء میں اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا، وہ ایک باایمان مگر کمزور و بے جان تھا۔ سرکاری معاملات اس کے خانگی مشیروں کے ہاتھ میں تھے، جن میں سب سے زیادہ بااثر کابینی معتمد، ین لمبارڈ اور بیم تھے یہ لوگ فرانس کی نکوخواہی کے لیے اس درجہ مضطرب رہا کرتے تھے کہ ہر بات کا یقین کر لیتے تھے، اور پرشیاوی شاہی کے اندر جس قدر وطنی قوت و قابلیت اب بھی موجود تھی اس کی جانب سے دیدہ و دانستہ آنکھیں بند کر لی تھیں[1]۔ اس کے بجائے کہ ہینوور میں فرانسیسیوں کے داخلہ کو دوسری شمالی جرمانی سلطنتوں کے تحفظ کے قطعی منافی ظاہر کیا جاتا، شاہ فریڈرک ولیم نے کوشش یہ کی کہ ندا بیر سیاسیہ سے اسے پلٹ دے۔ اس نے تخلیہ مالٹا کی شرط پر حکومت برطانیہ کے سامنے اپنی ثالثی پیش کی، اور جب اس تجویز سے سختی

---

[1] بادشاہ اور اس کے وزرا نہایت ہی پریشانی و زحمت میں مبتلا ہیں، وزرا کو اس کے اعتراف میں کوئی تذبذب نہیں ہے، اور ہفتہ گزشتہ سے بادشاہ کی حالت سے مایوسی کے ایسے نمایاں آثار ظاہر ہو رہے ہیں کہ ادنیٰ مبصر بھی اسے محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ جس عالم بدنصیبی میں گھر گیا ہے، اس کا اظہار اس نے بہت ہی دردانگیز طور پر کیا۔ جو ہاتھ اس کی مدد کرے اور جو آواز اس مصیبت سے نکلنے میں اس کی ہمت افزائی کرے، اسے مرحبا کہنے کے لیے وہ تیار ہے" مراسلہ ایف جیکسن از برلن، مورخہ ۱۶ مئی ۱۸۰۳ء وخائر پرشیا، جلد ۱۸۹

کے ساتھ انکار کر دیا گیا، تو اُس نے نپولین اول کے سامنے اپنی شخصی ضمانت یہ پیش کی کہ وہ متوقعہ حملے سے بچ جانے کے لئے ایک رقم نمایاں ادا کرے گا۔

اس قسم کی تجویز سے اس انتہائی پستی کا اظہار ہوتا تھا جس حد کو پرشیاوی تدبر اب پہنچ گیا تھا، نپولین اول پر ایک ذرہ برابر بھی اس کا اثر نہیں پڑا۔ گفت وشنود ابھی جاری ہی تھی کہ (مئی ۱۸۰۳ء میں) ایک پرشیاوی ڈویژن (حصہ فوج) بسر کردگی سپہ سالار مارٹیر، ہینوور میں داخل ہو گیا۔ ہینوور کی فوج ملکی حکومت کی حماقتوں کی وجہ سے ضایع ہو گئی تھی، ڈیوک کیمبرج، اس فوج کے ایک حصہ کا قائد تھا، یہ حوالگی کے لئے عذرات پیدا کرنے میں اپنے بھائی ڈیوک یارک کی بہ نسبت کم مہارت رکھتا تھا، پس اُس نے اپنے عہدے سے استعفا دیدیا اور بہت سے بہادر سپاہیوں کے ساتھ انگلستان کو بھاگ گیا۔ ان سپاہیوں کو بعد میں برطانیہ عظمیٰ کی فوج میں ایسے معزز خدمات کا موقع مل گیا جن سے وطن میں انھیں محروم رکھا گیا تھا۔ ہینوور، فرانس، کے ہاتھ میں چلا گیا، اور فرانسیسی قبضہ کے مصائب دو برس تک پوری طرح محسوس ہوتے رہے، استحصال بالجبر نے ملک کی وطنی دولت کا خاتمہ کر دیا۔ قوم کے کھیل تماشے اور جلسے ممنوع قرار دیدئے گئے۔ فرانسیسی جاسوس خانگی زندگی تک کے اعتماد و اطمینان میں رخنہ انداز ہو گئے۔ قانون کا نفاذ غیر ملکی سپاہی کرنے لگے، مطابع کا وجود صرف فرانسیسیوں کی مدح خوانی کے لئے رہ گیا تھا۔ جس جور و تعدی نے بعد میں تمام شمال جرمانیہ کو غیر ملکی مالک کے خلاف برانگیختہ کر دیا اور حب الوطنی و اعزاز کے مدت کے بھولے ہوئے دعوائی قوم کو پھر یاد دلا دیئے اُس کی پہلی تلخی کا مزہ ہینوور ہی نے چکھا۔

ہینوور میں جور و تعدی ۱۸۰۳ء، ۱۸۰۵ء

بوناپارٹ نے جب سپہ سالار مارٹیر کو ہینوور میں داخل ہونے کا حکم دیا ہے اُس وقت اُس نے پرشیاوی حکومت کی بے عملی کا اندازہ بالکل ہی صحیح کر لیا تھا، اس کے دوسرے قدم نے یہ ثابت کر دیا کہ پرشیا کی عدم قابلیت عمل کے متعلق اسے جو روز افزوں اعتماد ہوتا جاتا تھا وہ

فرانسیسیوں نے البی کی ناکہ بندی کر دی۔

بھی صحیح ہے۔ ایک فرانسیسی فوج دریائے البی کے دہانے پر گلس ہیون کو اس غرض سے روانہ کی گئی کہ اندرون جرمانیہ کے ساتھ برطانیہ کی تجارت کو روک دے برطانی حکومت نے فوراً ہی دربار پرس کو یہ اطلاع دی کہ اگر فرانسیسی سپاہی البی سے ہٹ نہ جائیں گے تو وہ تمام قوموں کے جہازوں کے خلاف البی و دسر کی ناکہ بندی کر دے گا چونکہ سلیشیا کی کتان کی تجارت اور پرشیا وی حرفت اور دوسرے اقسام تجارت کا انحصار دریائے البی کی جہازرانی پر تھا اس لئے برطانی حکومت کی تہدیدی جوابی کارروائیوں سے پرشیا کے لئے بہت ہی اہم سوالات پیدا ہو گئے۔ اس دریائی شاہراہ کی غیر جانبداری کو جس نے پہلے شکست کیا وہ فرانس تھا، انگلستان نہیں تھا، اور شاہ پرشیا نے اب اپنے کو

پرشیا کے بے سود تعرضات

اس امر پر مجبور سمجھا کہ وہ بوناپارٹ سے یہ مطالبہ کرے کہ جرمانیہ کے مقاصد کو اُس کے ہاتھوں سے مزید نقصان نہیں پہنچے گا۔ بادشاہ نے قنصل اول کو ایک خط لکھا اور اس خط کو کا بینی معتمد لمبارڈ کو سپرد کیا جس نے اسے (جولائی ۱۸۰۳ء میں) بمقام بروسلز نپولین کے پاس پہنچایا۔ لمبارڈ کے والدین فرانسیسی تھے، اور وہ فریڈرک اعظم کے عہد میں برلن میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اور لمبارڈ ان دونوں زبانوں میں اجواس کے لئے بطور مادری زبان کے تھیں)، اظہار بیان کی قدرت کی وجہ سے ادنی حالت سے ترقی کر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا تھا، اور جن کمالات کی وجہ سے وہ ایک اچھا معزز یا ایک کامیاب وکیل ہو سکتا تھا، ان کمالات نے اسے فریڈرک ولیم کی نظر میں اسے بادشاہوں کی مشورت کا اہل بنا دیا۔ اس کی اس سفارت بروسلز کی تاریخ سے دو باتوں کی عجیب و غریب شہادت ملتی ہے ایک یہ کہ عام مطابع پر نپولین کا اثر کیسا سحر آفرین ہوتا تھا اور دوسرے وہ سیاسی بے لسبی جسے پرشیا میں اب غلطی سے مدبری کا وصف

سمجھا جاتا تھا۔ لمبارڈ نپولین سے کسی قسم کے تحفظ یا حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہا، اس پر بھی اس نے اپنی سفارت کی کامیابی کے متعلق نہایت ہی مسرت آمیز الفاظ میں پرشیا کو تحریریں بھیجیں۔ نپولین نے محض شخصی طلسم سے اسے مسحور کر دیا تھا، فصل اول سے اپنی ملاقات کی بابت اس نے اپنی رپورٹ میں بادشاہ کو یہ لکھا کہ[1] "جس امر کو میں ضبط تحریر میں نہیں لا سکتا وہ فصل اول کا وہ مستحسن لہجہ اور شریفانہ صاف گوئی ہے جو اس نے حضور والا کے حقوق کے احترام کے متعلق ظاہر کئے، اور وہ حضور والا سے اس اعتماد کا خواہاں ہوا جس کا وہ ہر طرح پر سزاوار ہے"۔ نپولین کے خطاب کے ختم ہونے پر اس نے بلند آواز سے یہ کہا کہ "میری تمنا صرف یہ ہے کہ میں اپنے خداوند نعمت شاہ جرمانیہ کے حضور میں جناب والا کا ایک ایک لفظ پہنچا دیتا اور جس لہجہ میں وہ الفاظ ادا ہوئے ہیں اسے بھی نقل کر دیتا، مجھے یقین ہے کہ اس صورت میں بادشاہ نے ہمیشہ جناب والا کے ساتھ جس انصاف کا برتاؤ کیا ہے اس سے بادشاہ کو دوہری خوشی حاصل ہوئی"۔ غالباً برلن میں لمبارڈ کے رفقائے کار خود اس سفیر سے زیادہ زبردست اشخاص نہیں تھے مگر اتنا ضرور تھا کہ وہ نپولین کی آواز و نظر کی حد سے دور تھے اور انھوں نے گرمجوش مدح خوانی کو سرد مہری سے قبول کیا، انھوں نے شکایت یہ کی کہ بادشاہ نے جو امور پیش کئے تھے ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی فصل اول نے کوئی رعایت نہیں کی۔ گلس ہیون، بدستور فرانسیسیوں کے ہاتھ میں رہا۔ اہل برطانیہ نے

---

[1] ہاسر، جلد دوم صفحہ ۴۷۲۔ ایف جیکسن کے اسی تاریخ کے مراسلات میں لمبارڈ اور برلن کے دوسرے سربرآوردہ اشخاص کے دلچسپ حالات مندرج ہیں۔ لمبارڈ کے خلاف غایت درجہ کی شخصی بد اطواری کا جو الزام لگایا گیا ہے، وہ اس زمانے کے تقریباً ہر ایک جرمانی پبلک شخص کے خلاف ان کے دشمنوں کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ مگر ذاتی اخلاق و اوصاف کے لئے تاریخ و سیاسات بہت بڑی عدالت ہے۔

کسی قسم کی منت و سماجت کا خیال نہ کر کے جرمانیوں کو خود انھیں کے غیر جانبدار دریاؤں پر محصور کر دیا تھا۔ اور پرشیا کا زمانہ فن سند بر جرمانیہ کے لئے ایسا ہی بے مصرف ثابت ہوا جیسے آسٹریا کی پر عزم و پر امید جنگ ثابت ہو چکی تھی۔

الگزنڈر ناخوش ہو گیا

لیکن ایک اور طاقت بھی شمالی جرمانیہ میں فرانسیسی تسلط کے بڑھنے کو خود جرمانیوں کی بہ نسبت کم نظر تلطف سے دیکھتی تھی۔ زار روس بتدریج یہ سمجھنے لگا تھا کہ صلح لیونوایل کے بعد سے نپولین نے کونسا کام اس کے سپرد کر رکھا ہے اور اب وہ فرانسیسی حرص و ہوس کا آلۂ کار بننے پر مائل نہیں تھا۔ بوناپارٹ کے قبضۂ ہنوور نے الگزنڈر کے انداز کو سرد مہری و بے اطمینانی سے بدل دیا۔ الگزنڈر نے خود جرمانیہ میں بوناپارٹ کو جو مدد دی تھی اسے وہ دیکھتا اور افسوس کرتا تھا اب خود فرانس میں جو واقعات پیش آئے اور فرانس کی سازشوں نے ترکی میں جو ترقی کی ان کی وجہ سے الگزنڈر بوناپارٹ کے دشمنوں کے ہاتھ میں جا پڑا، اور ایک جدید یورپی اتحاد کے لئے راستہ تیار کر دیا۔ قنصل اول نے شہنشاہ کا رتبہ اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انگلستان سے جنگ

بوناپارٹ کا عنقریب شہنشاہ ہونا

کی تجدید نے اس کی ذات کے لئے ایک نیا جوش برانگیختہ کر دیا تھا۔ اس کے سر پر تاج رکھنے کے لئے اب کسی امر کی ضرورت باقی نہیں رہی تھی، صرف اس کی جان کے خلاف ایک سازش کا انکشاف ہونا رہ گیا تھا، پولس مدت سے بڑی فکر کے ساتھ اس قسم کی سازش کے در پے تھی۔ برٹینی کے ایک شریف شخص جارجس کیڈو ڈال نے یہ منصوبہ قائم کیا تھا کہ پیرس کی سڑکوں پر محافظین کے حلقہ کے اندر نپولین پر حملہ کرے۔ پولس ساحل نارمنڈی سے پیرس تک کیڈو ڈال اور اس کے شریک کار سازشیوں کے تعاقب میں لگی ہوئی آئی، ان سازشیوں میں سپہ سالار پشگرو کو شامل کیا گیا تھا، برطانیہ عظمیٰ سے کاونٹ ارتالیس اور سازش کے دوسرے شاہی

سرپرستوں کو بھی پھنسانے کی کوشش کی گئی۔ جب تمام سازشی جو اس جال میں پھنس سکتے تھے وارالصدر کے اندر آ گئے تو پولس نے جو ایک ایک قدم کی نگرانی کر رہی تھی ان لوگوں کو گرفتار کرنا شروع کیا۔ فرانس کے آخری جمہوری سپاہی موروییر بھی اس سازش میں ملوث ہونے کا الزام لگایا گیا۔ پشگرو اور کیڈوڈال قید خانوں میں ڈال دیئے گئے اور وہیں وہ اپنی قسمت کا انتظار کرتے رہے۔ موروو کی غالباً یہ خواہش تھی کہ قنصلی حکومت کو پلٹ دے مگر نپولین کی جان لینے کے کسی منصوبہ میں وہ شریک نہیں تھا، اسے گرفتار رکھنے پر سرکاری اتہا بات کا انبار کر دیا گیا۔ اب باربن ڈی آرٹائیس کے بجائے جس نے قنصل اول کی پولیس کو سمندروں کے پار چکر میں ڈال دیا تھا، ایک قربانی کرنا باقی رہ گئی تھی۔ فرانسیسی سرحد سے بارہ میل پر بیڈن کے علاقے میں جلاوطن خاندان کا ایک شہزادہ ڈیوک انگین رہتا تھا، فرانس کے خلاف اتحاد اول میں اس نے فوج میں کام کیا تھا، مگر اب بے ضرر طور پر انگلستان کی فیاضی پر گزارہ کرتا تھا۔ اسے فرانسیسی جاسوسوں نے گھیر لیا، پہاڑوں میں اس کے گشت لگانے سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ اسے پشگرو کی سازش سے تعلق ہے اسے تباہی کیلئے مخصوص کر دینے کے لئے اتنا کافی تھا۔ بونا پارٹ نے احکام جاری کر دیئے کہ اسے گرفتار کر کے پیرس میں لایا جائے اور قتل کر دیا جائے۔ ۱۵ مارچ ۱۸۰۴ء کو فرانسیسی سپاہیوں کے ایک دستہ نے رائن کو عبور کر کے ڈیوک کو بمقام اٹنہم، خود اس کے مکان میں گرفتار کر لیا۔ یہ سپاہی اسے لیکر ۲۰ مارچ کو پیرس میں پہنچے۔ شہر میں داخل ہوئے بغیر اسے قلعہ ونسین کو لے گئے،

ڈیوک انگین کا قتل ۲۰ مارچ ۱۸۰۴ء

اسی رات کو چھ کرنلوں کے ایک کمیشن نے اس قیدی کے فیصلہ کے لئے نشست کی جس کی قبر پہلے ہی سے کھد چکی تھی، اس کمیشن نے شہادت کا ایک لفظ سنے بغیر اس پر موت کا حکم صادر کر دیا۔ علی الصباح ڈیوک کو باہر لائے اور اسے گولی مار دی۔

اگر کسی وحشیانہ ادراک کی وجہ سے، خود نپولین کی نظروں میں اس
کے پیشرو کے عزیز کی ہلاکت اس کے اغتصاب کی کامیابی کے لئے فال
نیک بھی تو ہو، مگر عام طور پر یورپ کی نظر میں ایسا نہیں تھا۔ تمام براعظم
پر ہول و نفرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دربار روس نے ماتم منایا، یہاں
تک کہ ریٹیسان کی ڈائیٹ نے بھی جرمانی سرزمین پر ڈیوک انگین کی
گرفتاری کی وجہ سے جرمانیہ کی بے حرمتی پر جذبات انسانی کے علامات
کا اظہار کیا۔ آسٹریا خاموش رہی مگر آنے والی جنگ کے علامات کو
بغور دیکھتی رہی۔ صرف ایک فرانس نے کسی قسم کے ترحم کا اظہار نہیں کیا۔
ڈیوک انگین کو مرے ہوئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ سینات
نے نپولین سے یہ التجا کی کہ وہ فرانس کو موروثی تاج و تخت کی طرف

نپولین، ۱۸ مئی ۱۸۰۴ء

سے اطمینان عطا کرے۔ صوبہ داران، اساقفہ، میران بلد
اور مجالس سب نے یک زباں ہو کر اس سرکاری التجا کی
تکرار کی۔ شہنشاہی حکومت کی موافقت میں ایک قرارداد مجلس ٹریبیون میں پیش
ہوئی، اور ایک کاونٹ کے شریفانہ و تنہا تعرض کے بعد منظور ہو گئی۔ سینات کے
ایک حکم میں جدید دستور سلطنت کے شرائط قرار دئے گئے اور ۱۸ مئی کو قومی
رائے کی منظوری کا انتظار کئے بغیر نپولین نے شہنشاہ فرانسیسیان کا لقب اختیار
کر لیا۔

خود فرانس میں یہ تغیر اصل اختیار کے بجائے زیادہ تر نام کا تغیر تھا، نپولین
کو جتنا مطلق العنان اختیار حاصل تھا اس سے بڑھکر اسے دیا ہی نہیں جا سکتا تھا مگر
جمہوری مساوات کی شکلیں غائب ہو گئیں اور اگرچہ حقیقی انقلابی مساوات جو
انقلاب کے ذریعہ سے فرانس کو حاصل ہو گئی تھی وہ تغیر کے دسترس سے باہر تھی
تاہم قوم کو ایک مجہول النسب دربار اور کارسیکی شہزادوں، اور ہول و تخویف
کے ارباب عالی مقام اور جنگجو بن ڈیوکوں کے ایک طبقہ امراء سے سازگاری
کرنا پڑی۔ نئے خاندان کو وائینا اور برلن میں تسلیم کر لیا گیا، آسٹریا کی جانب
سے اسے نقال ہونے کی داد دی گئی۔ نپولین کے شہنشاہی لقب اختیار

کرنے کے تین مہینے بعد شہنشاہ فرینسس نے (جو جرمانیہ میں شہنشاہ ہنگری و بوہیمیا میں بادشاہ تھا) اپنی تمام آسٹروی قلمرو کے شہنشاہ کا لقب اختیار کر لیا۔ اس کارروائی کی اصلی وجہ یہ تھی کہ صلح لیونوایل کی وجہ سے جرمانی نظم فی الواقع منتشر ہو گیا تھا، اور اغلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ شہنشاہی اعزاز کو رسماً باقی رکھائیں تو یہ امر بہت جلد نپولین کے کسی دست پرور یا خود نپولین کی جانب منتقل ہو جائیگا۔ لیکن یہ اندیشہ ایسا تھا کہ اس کا اظہار عام یورپ پر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جرمانیہ کی تباہی کے بجائے آسٹریا کی عظمت و رفعت کو تغیر کی ظاہری وجہ قرار دیا گیا۔ ایسے الفاظ میں جو معلوم ہوتے تھے کہ تخت نفر کی انجیلی تاریخ سے لیے گئے ہیں شہنشاہ فرینسس نے یہ اعلان کیا کہ اگرچہ رومانی شہنشاہ کی حیثیت سے اس کے شخصی اعزاز میں کسی اضافہ کا امکان نہیں رہا ہے مگر خاندان آسٹریا کی قدیمی شان و شوکت، اس خاندان کے قلمرو میں جو امارتیں اور بادشاہیاں متحد ہیں ان کی عظمت کا اقتضا یہ ہے کہ آسٹریا کے فرمانروا یورپ کے بڑے سے بڑے صاحب تاج و تخت کے لقب سے مساوی لقب اختیار کریں۔ دربار سینٹ پیٹرس برگ کی جانب سے نپولین کے خلاف ایک عام جنگ کی تجویز پہلے ہی سے ہو چکی تھی، مگر فی الحال کاسکی اور ہیپسبرگی قیاصرہ نے ایک دوسرے کو منافقانہ ہدیہ مبارکباد پیش کیا۔

شہنشاہ آسٹریا کا لقب
اگست ۱۸۰۴ء

پٹ کا پھر وزیر ہو جانا
مئی ۱۸۰۴ء

تقریباً اسی وقت جب کہ بوناپارٹ نے تخت پر قدم رکھا ہے، برطانیہ عظمیٰ میں پٹ پھر برسرِ اقتدار ہو گیا۔ ایڈنگٹن کی وزارت کے متعلق جو عام بے اطمینانی پھیلی ہوئی تھی، وہی پٹ کی طلبی کا سبب ہوئی، اور نیز یہ یقین بھی اس کا باعث ہوا کہ اس کے سوا کوئی دوسرا مدبر ایسا نہیں ہے جو اس عام دشمن کے خلاف یورپ کی تمام طاقتوں کو جمع کر سکے۔ پٹ نے روس کے ساتھ ایک تیسرے اتحاد کی تجویز قرار دینے میں کچھ بھی تاخیر نہیں کی۔ زار نے ستمبر ۱۸۰۴ء میں

نپولین کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر دیئے اور دربار وائنا کو اس اقرار پر راغب کر لیا کہ فرانسیسی طاقت کی ہر ایک مزید توسیع کی وہ مقاومت کریگی۔ سویڈن نے برطانیہ عظمیٰ سے عہد و پیمان قرار دے لئے' اوائل ۱۸۰۵ء میں پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت شاہ جارج سوم نے یہ اعلان کر دیا کہ برطانیہ عظمیٰ اور روس کے درمیان کچھ مفاہمت موجود ہے' اور مجمل الفاظ میں اس نے برا عظمی سلطنتوں کی مالی امداد کے لئے رقم طلب کی۔ اپریل میں روس' و برطانیہ عظمیٰ کے نمایندوں نے بمقام سینٹ پیٹرس برگ' ایک معاہدے پر دستخط کر دیئے' فرانس کے خلاف دول کو متحد کرنے کے لئے جس قدر معاہدات ہوئے تھے' یہ معاہدہ اپنے شرائط کی وسعت و اہمیت میں ان سب سے بڑا تھا۔ روس اور انگلستان نے اپنے کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ اپنی کوششوں سے ایک ایسا یورپی معاقدہ قائم کریں گے جو پانچ لاکھ سپاہ میدان میں لا سکے۔ برطانیہ عظمیٰ نے یہ ذمہ لیا کہ وہ اس معاقدہ کے ہر ایک رکن کے لئے رقمی امداد مہیا کرے گا۔ عام رضامندی کے بغیر فرانس سے کسی قسم کی صلح نہیں ہو گی محاربین میں سے جو محارب بھی کوئی فتح حاصل کرے گا' عام صلح تک وہ اسے اپنے تصرف میں نہیں لائے گا' اور جنگ کے ختم ہونے کے بعد ایک موتمر بین الاقوامی حق کے چند متنازعہ مسائل کا تعین کرے گی اور ان کی برقراری و نفاذ کے لئے ایک متفقی یوروپی نظم قائم کرے گی۔

۱۸۰۵ء کا اتحاد

معاقدے کے فوری اغراض کے طور پر معاہدہ میں خصوصیت سے یہ قرار دیا گیا کہ ہالینڈ' سویزرلینڈ' اطالیہ اور شمالی جرمانیہ سے فرانسیسیوں کو خارج کیا جائے' شاہ سارڈینیا کو بہ اضافہ مملکت پڈمانٹ میں پھر نصب کیا جائے' اور فرانس کے آیندہ اغتصابات کے مقابلہ میں ایک سد سکندری قائم کر دی جائے۔ آخری بیان میں یہ نمایاں کر دیا گیا تھا کہ

لہ۔ کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ' ۲۸ جنوری ۱۸۰۶ء اور ۵ مئی ۱۸۱۵ء

خاندان آرنج کے تحت ہالینڈ اور بلجیم کے کچھ حصہ کو متحد کر دیا جائے۔ اس
اعتبار میں اور نیز؛ فتوحات کے مشترک انفصال اور ایک موتمر کے ذریعہ سے
یورپی معاملات کی قرارداد کے متعلق ۱۸۰۵ء کے انگریزی روسی معاہدے نے
اس حکمت عملی کا تعین کر دیا تھا جس پر ۱۸۱۴ء میں واقعی عملدرآمد ہوا۔ پٹ نے
جن دوسرے مملکتی تغیرات کی تجویز کی تھی، جن میں رائن کے صوبوں کا پرشیاوی
بادشاہی سے ملحق کر دینا بھی شامل تھا، وہ معاہدے میں لفظاً داخل نہیں کئے
گئے اور اس وقت سے معناً ان کا امکان سمجھ لیا گیا تھا۔

تاہم، حلیفوں کے مہیا کرنے میں انگلستان و روس کو کسی قدر دشواری
پیش آئی۔ نپولین نے آسٹریا سے جو وعدے کئے تھے، اگرچہ ان وعدوں
کو توڑ کر جمہوریہ اطالیہ کی سینیات سے شاہ اطالیہ کا لقب قبول کر لیا، اور
(مارچ ۱۸۰۵ء) لمبارڈی کا تاج آہنی بھی زیب فرق کر لیا، اس پر بھی اگر
صلح کا قائم رکھنا ممکن ہوتا تو وائنا کے وزرا اسی کو ترجیح دیتے، اور جب
نپولین کے خلاف کسی نہ کسی صورت میں جنگ کا ہونا ناگزیر ہونے لگا اس
وقت بھی ان کے آقا نے بادل نخواستہ رضا دی۔ پرشیا کی روش مشکوک تھی۔
گزشتہ دو برس میں نپولین نے ہر طرح سعی کی تھی کہ پرشیا کو اپنے ساتھ محالفہ
کر لینے پر مائل کرے۔ ہینوور کے حملے کے بعد اس نے دربار برلن کی جانب
اپنی توجہ کو دوچند کر دیا تھا، اور بادشاہ کو اپنی جانب کر لینے کے لئے

پرشیا کی روش

وعدے وعید میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ پرشیا کی
غیر جانبداری فرانس کے لئے کچھ زیادہ سودمند نہیں تھی۔
البتہ اس کی تائید عدیم المثال قدر و قیمت رکھتی تھی، اس سے فرانس پر روس یا
آسٹریا کا حملہ تقریباً ناممکن ہو جاتا، اور اس طرح نپولین کو یہ موقع مل جاتا کہ وہ
اپنی ساری قوت کو برطانیہ کی جنگ میں مصروف کر دے۔ ۱۸۰۵ء کے موسم بہار
میں شاہ پرشیا، فرانس کے ساتھ دفاعی محالفہ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا کیونکہ
اسے زار کی دوستی کا تیقن نہیں تھا، اور ہنوز نپولین کے دعاوی کی نخوت کا
اعتقاد نہیں ہوا تھا، مگر سینٹ پیٹرس برگ سے خیر خواہی کے پیغام کے تقریباً

ساتھ ہی ساتھ ڈیوک انگین کی قتل کی خبر آجانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اس اتحاد کی تجویز کو ترک کر دیا مگر نپولین سے قطع تعلق بھی نہیں کیا۔ فریڈرک ولیم ابن الوقتی کی اس روش پر جما ہوا تھا جو ۱۷۹۵ء سے پرشیا میں رائج تھی، اور وزیر خارجہ ہاگوز جس نے زیادہ دلیرانہ کارروائیوں کی سفارش کی تھی وہ کچھ وقت کے لئے دربار سے ہٹ گیا تھا[1] بیرن ہارڈ نبرگ جو ہاگوز کے مددگار کے طور پر کام کر چکا تھا، اس کی جگہ پر آ گیا۔ یہ صلح باسل کا طے کرنے والا شخص غیر جانبداری کے طریق کی وکالت کر رہا تھا، یہ مدبر جدید معاشری و سیاسی خیالات پر قدرت حاصل کر لینے میں بہت سریع الذہن تھا مگر یورپ میں جو حقیقی قوتیں کام کر رہی تھیں اور جنھوں نے جزیات کی غلطی کے باوجود پٹ اور اس سے کمتر درجہ کے متعدد اشخاص کے سیاسی مقاصد کو فی الاصل بجا و درست کر دکھایا، ان میں اس شخص کی نظر دور تک نہیں پہنچی تھی۔ ۱۸۰۵ء تک بھی ہارڈ نبرگ نہ صرف ان خطرات کے سمجھنے سے قاصر رہا جو نپولین کی آز و حرص کی وجہ سے پرشیا پر آیا چاہتے تھے اور وہ اس وقت تک پرشیا کے لئے یہ ممکن سمجھتا تھا کہ وہ تمام فریق سے یکساں طور پر عمدہ مفاہمت قائم رکھنے سے اب بھی فرانس اور دول متحدہ کے درمیان جنگ کو پلٹ دے سکتی ہے۔

ہارڈ نبرگ کی غیر جانبداری نے روسی کابینہ کے غصہ کو بھڑکا دیا۔ ادھر برلن کا آسٹروی سفیر مٹرنک حزم و احتیاط کے ساتھ قدم بڑھا رہا تھا ادھر زار نے یہ تجویز کر دی کہ آخری درجہ میں پرشیا کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دیا جائے چند مہینے اور گزر گئے، اور جب مخاصمت کے شروع ہونے کا عین وقت آگیا، اس وقت نپولین نے قطعی طور پر یہ تجویز پیش کی کہ ہینوور محالفہ کی قیمت میں پرشیا کو دے دیا جائے۔ ہارڈ نبرگ کو اب بھی یہ یقین تھا کہ یہ پرشیا کے اختیار کی بات ہے کہ وہ فرانسیسی محالفہ کے

پرشیا غیر جانبدار

[1] ہارڈ نبرگ، جلد دوم صفحہ ۵۰۔

ذریعہ سے نپولین کو بھی دبائے رکھے اور یورپی جنگ کو بھی روک دے، اور اس نے بادشاہ پر یہ زور دیا کہ وہ شہنشاہ فرانس کے پیش کش کو قبول کرے۔[1] مگر بادشاہ ایک ایسے فیصلہ سے جھجک گیا جن میں فوری جنگ کے ہو پڑنے کا امکان تھا۔ ہنوور کا پیشکش مسترد کر دیا گیا۔ اور پرشیا نے خود کو نہ نپولین کے ساتھ شامل کیا اور نہ اس کے دشمنوں کے ساتھ۔

۱۸۰۵ء کے اتحاد کے بانی پٹ نے اپنے حلفاء کے ساز و سامان جنگ کے متعلق نہایت ہی قوی رائے قائم کی تھی۔ آسٹریا کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ

آسٹریا کی حالت فوج

صلح لیونوائل کے بعد سے وہ ایک نئے دور میں داخل ہوگئی ہے اور اس نے اپنے سابقہ مہمات کی تمام تباہیوں سے پیش از پیش نفع حاصل کیا ہے۔ درحقیقت وائنا سے نفیس اعانت کی آمد کی کچھ کمی نہ تھی مگر پٹ کو اصلی صورت حالات کا علم بہت کم تھا۔ آرچ ڈیوک چارلس انتظام کا سرگروہ بنایا گیا تھا اور اسے غیر معمولی اختیارات تفویض ہوئے تھے مگر رسمی طریق کار اور رشوت خواری کی ساری قوت اس کے خلاف صف بستہ ہوگئی تھی، اس کے ماتحتوں نے اسے دھوکا دیا اور تین برس کی تنظیم و ترتیب کے بعد اس نے اپنے عہدے سے اس اعتراف کے ساتھ استعفا دیدیا کہ فوج کو جس حالت میں وہ چھوڑ رہا ہے وہ خوبی کار کے اعتبار سے حالتِ سابقہ سے

[1] ہارڈنبرگ، جلد ۵ صفحہ ۱۶۷۔

ہارڈنبرگ اس دوران میں خود کو برطانی اور روسی ایلچیوں کے سامنے ایسا ظاہر کر رہا تھا گویا وہ حلفا کا جانبدار ہے۔ اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اب اس ملک کے لئے غیر جانبدار رہنا ناممکن ہوگیا ہے اور وہ اس مقصد سے متعلق قطعی الفاظ میں بادشاہ کے روبرو اپنے خیالات کا اظہار کر دے گا۔ اس نے یہ بھی اضافہ کیا کہ اگر فیصلہ کا انحصار خود اس پہ ہوتا تو وہ اس باب میں جو کچھ کرتا اس کے متعلق روس کو کسی اندیشہ کے خاطر میں لانے کی ضرورت نہ ہوتی۔"

جیکسن۔ ۳ر ستمبر ۱۸۰۵ء۔ پرشیا جلد ۱۹۴۔

بہتر نہیں ہے۔ وقت جنگ میں چارلس کے بجائے یہ سالار میاک مقرر ہوا، اس کلیل ہی بانگ نے چھ ماہ کے اندر اندر اپنے ذہن میں یہ گمان قائم کر لیا کہ ارچ ڈیوک جس تنظیم جدید سے مایوس ہوگیا تھا اسے اس نے مکمل کر لیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ایک ایسی فوج میں جو نسل وزبان کے فتوحات میں تمام یورپ کی فوجوں سے بڑھی ہوئی تھی، اس شخص نے اور مزید ابتری پیدا کر دی تھی۔

آسٹریا کی سیاسی حالت

آسٹریا کے فوجی اصلاحات اگر فریب دہ تھے تو سیاسی اصلاحات اس سے بھی زیادہ سراب صفت تھے۔ شہنشاہ نے یہ کوشش ضرور کی تھی کہ وزرا جواب تک ایک دوسرے سے آزادانہ کام کرتے تھے اُن کو ایک مجلس سلطنت کے اندر متحد کر دے۔ کابنزل جواب وزیر اول تھا وہ تدابیر سفارتی کے سوا اور کس بات کو کچھ سمجھتا نہ تھا، ایسے اشخاص جن کی موجودگی نے ذہانت وفطانت سے کام لینے میں ناقابل دفع وقت حائل کر رکھی تھی، وہ اپنے عہدوں پر بدستور قائم رہے اس کل کی طرح سے چلنے والے رسمی طریق کار میں بھی جو شہنشاہ فرینز کی نظر میں سلطنت کی جان تھا، ہر شے دقیانوسی اور مجمع اضداد تھی۔ قوم کی دماغی زندگی سے جن امور کا تعلق تھا اُن تمام امور میں صلح لیونوایل کے بعد کے برسوں میں نمایاں تنزل آگیا تھا، تعلیم ہمیشہ سے زیادہ پادریوں کے ہاتھ میں دیدی گئی تھی، مطابع کا احتساب پولیس کو تفویض ہوگیا تھا، ایک کمیشن کو یہ کام سپرد ہوا تھا کہ شہنشاہ جوزف کے عہد میں جتنی کتابیں چھپی تھیں ان سب کی جانچ کرے، اور تقریباً دو ہزار

لہ۔ گنز؛ روزنامچہ، (Schriften) جلد سوم صفحہ ۶۰۔
بیر؛ صفحہ ۱۳۲؛ ۱۴۱۔
فورنیر؛ صفحہ ۱۰۴۔
اسپرنگر؛ جلد اول، صفحہ ۶۴۔

کتابیں جو آسٹروی حریت کے اس مختصر دور میں عالم وجود میں آگئی تھیں ممنوع الاشاعت قرار دے کر برباد کر دی گئیں، تجارتی ضوابط ایسے جاری کیے گئے جن میں فرانسیسی دورِ ہول و تخویف کے غلو کو ازمنۂ مظلمہ کی جہالت کے ساتھ آمیز کر دیا گیا تھا، حکم دیا گیا کہ ملک کا تمام غلہ ایک مقررہ تاریخ کے قبل فروخت کر دیا جائے اور یہودیوں کو ایک برس کے لیے غلہ کی تجارت کرنے سے ممنوع قرار دیدیا گیا۔ یہ تھے وہ اصلاحات جن کی نسبت پٹ نے انگریزی پارلیمنٹ میں یہ بیان کیا تھا کہ ان اصلاحات نے آسٹریا کو نئی زندگی عطا کر دی ہے، لیکن وطن (آسٹریا) سے قریب تر مقامات میں معاملات کا اندازہ زیادہ صحیح طور پر کیا گیا تھا، میک کے کاغذی رسالے، آسٹروی طریق سرکاری کے تمام نظم کی بیدست وپائی و بے حقیقتی کو ان لوگوں نے بہت صحیح طور پر سمجھ لیا تھا جو گزشتہ جنگ میں بتوجہ تمام شریک رہ چکے تھے۔ آرچ ڈیوک چارلس نے آخر تک صلح کے لیے زور دیا اور جب جنگ میں شریک ہوا تو شکست و تباہی کی پیشین گوئی پہلے ہی کر دی۔

۱۸۰۵ء کی مہم کے متعلق حلفا کے تجاویز بیحد وسعت پر حاوی تھے[1] ارادہ یہ کیا گیا کہ ایک آسٹروی فوج ڈیوک چارلس کے تحت لمبارڈی میں کارروائی کرے، اور دوسری فوج سپہ سالار میک کے تحت بویریا میں داخل ہو، اور وہاں روسیوں کی آمد کا انتظار کرے جو اس فوج سے متفق ہو کر فرانس پر حملہ کرے، برطانی وروسی امدادی دستے پومیرینیا میں شاہ سویڈن کے ساتھ اور جنوب اطالیہ میں شاہ نیپلز کے ساتھ متحد ہونے والے تھے۔ حلفا کے صدر مقام پر یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ نپولین جنگ کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ یہاں تک یقین کیا جاتا تھا کہ شہنشاہی دربار کے اثر میں آکر اس کی آمادگی و مستعدی میں ضعف آگیا ہے،

---

[1] گریک وان اسٹو ۱۸۰۵ء صفحہ ۵۵۔

اس سے زیادہ مہلک مغالطہ کبھی نہ ہوا ہوگا۔ فرانس کی قوتیں کبھی بھی اس سے زیادہ حاوی نہیں تھیں۔ نپولین کے تجاویز کبھی اس سے زیادہ جزئیت و قطعیت کے ساتھ عمل میں نہیں آئے تھے۔ ہینوور سے اسٹراسبرگ تک سرحدوں پر فوجوں کے جم غفیر جمع کر دئے گئے تھے اور وہ حکم ملتے ہی آگے بڑھنے کے لئے تیار تھے اور مہم کے شروع ہونے کے قبل بولون کی باتنکوہ فوج جو انگلستان پر حملہ کرنے کے لئے جمع کی گئی تھی، وہ بھی آسٹریا کے مقابلہ میں بڑھادی گئی۔

انگلستان کے خلاف نپولین کے بحری منصوبوں کی ناکامی

سمندر پر ایسے واقعات پیش آگئے تھے جن سے برطانیہ عظمی پر حملہ کرنے کے متعلق نپولین کی تجویز باطل ہوگئی۔ یہ حملہ جس کا ۱۷۹۸ء میں خفیف سا خطرہ تھا، اب ۱۸۰۴ء میں انگلستان سے تجدید جنگ ہونے پر بھی حملہ نپولین کی اہم ترین کوششوں کا مقصود بن گیا۔ بولون میں اتنی فوج جمع کی گئی تھی کہ اگر وہ ایک مرتبہ مقابل کے ساحل پر پہنچ جاتی تو انگلستان کی فوجی قوت کو مغلوب کر دینے کے لئے کافی تھی۔ نپولین کے تمام تر خیالات اس امر پر مرکوز تھے کہ رود بار پر حاصل کر لینے کی کوئی تدبیر نکالے، خواہ یہ فوقیت صرف چند گھنٹوں کے لئے ہو کہ بولون سے ساحل انگلستان کو فوج منتقل ہو سکے۔ اس کی تجویز یہ تھی کہ غرب الہند کے خلاف ایک فرضی مہم کے ذریعہ سے نلس کو اوقیانوس کے دوسری جانب بہکا لیجائے۔ اور انگریزی امیر البحر کی عدم موجودگی میں ان تمام بیڑوں کو متحد کرے جو اس وقت فرانسیسی بندرگاہوں میں محصور پڑے تھے اور ان سے حملہ آور جہازوں کے لئے پناہ کا کام لے۔ امیر البحر ویلینو کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مارٹنک کی جانب لنگر اٹھائے اور وہاں کے بعض دوسرے جہازوں کو لئے ہوئے بعجلت ممکنہ بحر اوقیانوس کو دوبارہ عبور کرکے آجائے اور فرول، برسٹ، راکفورٹ میں جو بیڑے بند پڑے ہیں انھیں خلاصی دلائے ان بیڑوں کے ملجانے سے نپولین کو رودبار برطانیہ میں پچاس جہازوں کی قوت حاصل ہو جاتی، اور برطانیہ عظمی اپنی حفاظت

کے لئے جیسے جہازات جمع کر سکتا تھا، یہ طاقت ان سب کو مغلوب کر دینے
کے لئے کافی سے زائد تھی، اس قسم کی تجویز سے اس تمام اجتماع قوت کا
اظہار ہوتا تھا جو نپولین کی بڑی سی بڑی ظفر مندیوں میں نمایاں ہوئی تھیں،
لیکن اس تجویز کا تقاضا یہ تھا کہ ایک غیر مستعد بحری قوت سے اس قطعیت و
سرعت حرکات کا اظہار ہو جو فرانس کی بری فوجوں کا وصف خاص تھا،
اور اس تجویز میں یہ فرض کر لیا گیا تھا کہ برطانیہ عظمیٰ کے اہل بحر میں بھی ویسا ہی
فقدان وسائل ہے جو نپولین کو بحر اعظم کے سپاہیوں میں نظر آتا تھا اگر اس
موجودہ صورت میں نپولین کو ایک ایسے شخص سے واسطہ پڑتا تھا جو فرانس

نلسن و ولنیو اپریل جون ۱۸۰۵ء

کے تمام امرائے بحر پر ویسی فوقیت عالیہ رکھتا تھا جیسی
خود نپولین کو آسٹریا و پرشیا کے سپہ سالاروں پر حاصل
تھی۔ ولنیو ۱۸۰۵ء کے موسم بہار میں غرب الہند کو روانہ
ہوا، اور نلسن کو اپنے پیچھے لگا لیجانے میں اسے کامیابی ہوئی، مگر قبل اس
کے کہ وہ بحر اوقیانوس کو دوبارہ قطع کر کے ادھر آ جائے، نلسن جو غرب الہند
کی سمندروں میں برابر فرانسیسی بیڑے کا تعاقب کرتا جا رہا تھا، اور (۱۳ جون کو)
اینٹیگوا میں بالآخر اسے یہ پتہ لگ گیا تھا کہ یہ بیڑا وطن کو روانہ ہو گیا ہے،
اس نے تیز ترین انگریزی کشتی کے ذریعہ سے ایک پیغام بھیجکر انگریزی حکومت
کو ولنیو کی نقل و حرکت کی نسبت متنبہ کر دیا[1] نلسن کی مراسلات کے وصول
ہونے کے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر، حکومت نے سر رابرٹ کیلڈر کے
نام احکام جاری کر دئے کہ فرول و راکفرٹ کا محاصرہ فوراً اٹھالے اور
راس فنسٹر کے قریب ولنیو کے انتظار میں رہے، یہاں (۲۲ جولائی کو)
ولنیو کو انگریزی بیڑے سے مقابلہ پڑا ایک خفیف سے معرکہ میں اس کی
حالت ابتر ہو گئی اور وہ ہٹ کر بندرگاہ فرول میں چلا گیا، کسی قدر تاخیر
کے بعد نپولین کے شدید احکام کی وجہ سے فرانسیسی امیر البحر کو مجبور ہو کر بریسٹ

---

[1] مراسلات نلسن جلد ششم صفحہ ۴۵۷۔

اور راکفرٹ کی طرف اس نقل و حرکت کی کوشش کرنا پڑی جس پر انگلستان کے حملہ کی تجویز کا سارا دار و مدار تھا مگر ولینیو کی حالت اب ایسی نہیں رہی تھی کہ جو انگریزی طاقت اس کے خلاف مجتمع ہوگئی تھی، اس کا مقابلہ کر سکے۔ وہ بغیر لڑے ہوئے واپس ہوگیا اور قادیہ کو چلا گیا۔ انگلستان پر حملہ آور ہونے کی اب تمام امیدوں کا خاتمہ ہوگیا۔

بویریا پر فرانسیسی فوج کی تاخت ستمبر

اب نپولین کے لئے یہ کام باقی رہ گیا کہ جس فوج کے ہاتھ انگلستان کا شکار نکل گیا تھا، اس کے ذریعہ سے وہ آسٹریا سے انتقام لے۔ یکم ستمبر کو جب آسٹروی دریائے ان کو عبور کیا چاہتے تھے، بولون کا لشکر گاہ توڑ دیا گیا۔ فوج نے مشرق کا رخ کیا اور رود بار سے رائن و بالائے ڈنیوب کو جتنی سڑکیں جاتی ہیں، سب پر پھیل گئی۔ بولون سے بہت دور شمال مشرق میں ہینوور کی فوج زیر قیادت برناڈوٹ، اس فوج کے میسرے میں تھی جو حرکت میں آئی اور فرانس و آسٹریا کی سرحدوں کے درمیان بنصف راستہ پر جنوب جرمنی کے ایک مقام پر گھوم پڑی۔ نپولین کے ہر ایک فعل کی اصل حقیقت پر افسانہ کی جو نقاب ہمیشہ پڑی رہی ہے اسی کا رنگ یہاں بھی نظر آتا ہے، کوچ کے متعلق جیسا قابل داد حکم اس وقت فرانسیسی فوجوں کو دیا گیا اسے ایک لمحہ کا کشف سمجھا جاتا تھا کہ نپولین کو جب اپنے بحری تجاویز کی ابتری کا حال معلوم ہوا تو اس کی جودت طبع نے چشم زدن میں یہ خیال اس کے دل میں القا کر دیا۔ مگر اصل یہ ہے کہ براعظمی اتحاد کے خلاف "انگلستان والی فوج" سے کام لینے کا خیال ایک بدل کے طور پر ہمیشہ نپولین کے دل میں موجود تھا، اور جب ولینیو کی ناکامی کا کہیں ذکر بھی نہیں تھا اس وقت نپولین نے اپنے خطوں میں تہدید کے ساتھ اس کا ذکر کیا تھا۔

آسٹریوں کا بویریا پر حملہ کرنا

رود بار کی فوج کی دوری سے حلفا کو جو کچھ نفع پہنچا وہ صرف اس قدر تھا کہ آسٹریا کو بغیر مقاومت بویریا پر قبضہ کرنے کا موقع مل گیا۔ سپہ سالار میک نے جسے یہ کارروائی تفویض ہوئی

تھی، ۲۴ ستمبر کو دریائے ان عبور کیا۔ والیٔ بویریا کی نسبت یہ معلوم تھا کہ در پردہ وہ اس اتحاد کے خلاف ہے، اور فرانسیسیوں کے ساتھ اس کے متحد ہو جانے کو روکنے کی تجویز ایک صحیح تجویز تھی مگر صلفا کی تو جونکی واقعی صورت حال میں اس کا عمل میں لانا بہت بڑے خطرے سے خالی نہیں تھا۔ روس کی تیاریوں کے لئے جتنا وقت دیا گیا اس سے زیادہ وقت کی ضرورت تھی۔ ختم اکتوبر سے قبل کوئی روسی فوج ان تک نہیں پہنچ سکتی اور اس لئے مغربی جرمانیہ میں جو فوج کام کر رہی تھی اس میں کل ستر ہزار سے زیادہ آدمی نہیں تھے لیکن بویریا کے اندر سے ہو کر بڑھنے کی دانشمندی کے متعلق جو کچھ شکوک و شبہات ظاہر کئے گئے انھیں اس اعتماد سے دبا دیا گیا کہ نپولین کو اپنی فوج کا بیشتر حصہ رود بار برطانیہ سے لانا ہے۔[1] فرانسیسیوں کی اصلی نقل و حرکت کی عدم واقفیت کے باعث، میک بویریا کی مغربی حد تک بڑھ گیا، اور ورٹمبرگ کی حد پر دریائے الر تک پہنچ گیا یہاں اس کا ارادہ تھا کہ دوسروں کی آمد تک مدافعانہ حالت پر قائم ہو جائے۔

میک بمقام الم، اکتوبر

یہاں پہنچ کر اکتوبر کے اوائل میں اسے یہ معلوم ہوا کہ فرانسیسی فوجیں نہ صرف اس کے سامنے بلکہ اس کے محل قیام سے مشرق میں بھی موجود ہیں، دوسرے ہفتہ میں معاملات کی اصلی صورت کا انکشاف ہوا، اس سے قبل کہ روس کسی طرف سے بویریا کے قریب تک بھی پہنچے نپولین کی رود بار والی فوج کے طلایہ اور ہنوور کی فوج نے شمال مغربی جرمانیہ کو قطع کر کے ان سڑکوں پر قبضہ کر لیا تھا جن پر سے ہو کر میک وائنا سے بڑھا تھا۔ میک، الم میں جتنی دیر ٹھیرا، ہر گھنٹہ میں

---

[1] ۔ سپہ سالار میک کی رپوٹیں نہایت ہی قابل اطمینان نوعیت کی ہیں، اور ایک وقت جو اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ نپولین بہت ہی بڑی فوج جرمانیہ میں لا رہا ہے وہ بتدریج کم ہو گیا "۔ وائنا سے سرآرے بیگٹ کا مراسلہ، ۸ ستمبر دفاتر آسٹریا جلد ۷۵۔

فرانسیسی فوج کے نئے ڈویژن اس کے عقب میں بویریا کے قصبات و دیہات میں آتے جاتے تھے۔ اب بچ نکلنا صرف اسی طرح ممکن تھا کہ یا وہ ڈرول کو ہٹ جائے یا فرانسیسی خط کے ہنوز نا مکمل حالت میں اسے توڑ کر نکل جائے۔ پر عزم کارروائی اب آسٹریوں کی قوم کو بچا سکتی تھی مگر جس قدر مستعدی و آمادہ کاری کا اظہار ہوا وہ سپہ سالاروں کی مخالفت میں ہوا۔ اورآرچ ڈیوک فرڈیننڈ جو برائے نام سپہ سالار اعظم تھا وہ سواروں کا ایک حصہ لیکر فرانسیسی فوج کو توڑ کر نکل گیا، میک الم میں رہ گیا اور آہنی حلقہ نے اسے ہر طرف سے گھیر لیا۔ آخری لمحہ میں جب کہ مایوس کن حالت خود اس پر بھی عیاں ہو گئی تھی، میک پر یہ وہم طاری ہوا کہ اس کے عقب میں فرانسیسیوں پر کوئی بہت بڑی تباہی آگئی ہے اور چند روز کے اندر اندر نپولین بعجلت تمام پسپا ہوتا نظر آئے گا۔ "پندرھویں اکتوبر کے ایک حکم میں اس نے یہ اعلان کیا کہ" کوئی شخص اطاعت کا لفظ زبان سے نہ نکالے، دشمن نہایت ہی بری حالت میں ہے، یہ غیر ممکن ہے کہ وہ ہمارے قرب میں چند روز سے زائد ٹھہر سکے۔ اگر ازوقہ میں کمی بھی ہو جائے گی تو ہمارے پاس تین ہزار گھوڑے شکم پروری کے لئے موجود ہیں، میں پہلا شخص ہوں گا جو گھوڑے کا گوشت کھاؤں گا۔" لیکن دو دن بعد ناگزیر

الم کی حوالگی ۱۷ اکتوبر

حوالگی پیش آگئی، اور میک پچیس ہزار آدمیوں کے ساتھ ایک ضرب لگائے بغیر دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ گیا۔ الم سے باہر آسٹریوں کی اس سے بھی بڑی تعداد نے مختلف دستوں میں خود کو حوالہ کر دیا۔[1]

---

[1] رسٹو، صفحہ ۱۵۴۔ کریگ وان ۱۸۰۵ء، صفحہ ۳۲۔ پیگٹ کا مراسلہ ۲۵ اکتوبر، دو ائرہ آسٹریا، جلد ۵، "دو سپہ سالاروں کی رقابت اور غلط فہمی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ میک اور فرڈیننڈ کے درمیان کسی قسم کا تبادلہ خیال تحریر کے سوا اور کسی طرح پر نہیں ہوا۔ میک نے علانیہ طور پر اپنی مصیبتوں کا الزام آرچ ڈیوک اور بقیہ سپہ سالاروں کی بد دیانتی و مخالفت پر لگایا آرچ ڈیوک میک پر جہالت

تمام فرانس نے نپولین کے ان اخباری پرچوں کو حیرت سے پڑھا جن میں ایک پوری فوج کی گرفتاری اور پیرس کی بینیات کو عنقریب چالیس علموں کے پیش کئے جانے کا بیان کیا گیا تھا مگر اس واقعہ سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے شہنشاہی فصیح البیانی سے کام نہ لیا گیا بس میں جو الگی الم کے چار ہی دن کے اندر فرانس پر ایسی سخت ضرب لگی تھی کہ خود نپولین نے کبھی اپنے کسی دشمن پر ایسی ضرب نہیں لگائی تھی ۲۱ اکتوبر کو ٹیمیوٹ نے جب قادسیہ سے نکلنے کی کوشش کی اس وقت نلسن کی بیرتاج کامیابی نے فرانس و اسپین کے متحدہ بیڑے کا خاتمہ کر دیا۔ نلسن اپنی فتحمندی کے وقت میں خود کام آگیا، مگر اس نے اپنے آخری اوقات

ٹریفلگر ۲۱ اکتوبر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دیوانگی، بزدلی اور غداری کا الزام لگاتا ہے، یہاں (وائنا میں) جو ہنگامہ برپا ہے وہ انتہائی حد کو پہنچی ہوئی ہے۔ عوام کو تاریکی میں رکھنے کی جو کوششیں کی جاتی ہیں ان سے بالطبع خطرہ بڑھتا ہے۔ گزشتہ کئی دن سے متبدل وائنا گزٹ کے سوا اور کوئی اخبار نہیں ملا ہے۔ شہنشاہ دیہات کے ایک ذلیل سے مکان میں قیام پذیر ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اس غرض سے ہے کہ وہ بھاگ نکلے۔ دریائے ڈینیوب کی ہر ایک کشتی حکومت کی نگرانی میں آگئی ہے۔ روسیوں کی جانب سے بہت ہی سخت اندیشہ پھیلا ہوا ہے اور ان کی زیادتیوں کے متعلق بلند آواز میں شکایتیں ہو رہی ہیں یہاں ان کی آمد ویسی ہی خوفناک سمجھی جاتی ہے جیسے خود فرانسیسیوں کی آمد۔ کاہنزل اور کولنباک کے دماغوں کی حالت یہ ہے کہ وہ مطلقاً کام کے قابل نہیں ہیں۔ بایں ہمہ کانبرل ابھی اس قابل تھا کہ اپنی ظرافت کو برقرار رکھ سکے اور انگلستان کے سفیر سے باایں الفاظ امدادی افواج کا مطالبہ کرے کہ آپ تکلیف میں ہیں، میں تکلیف میں ہوں، مگر ہم دونوں سے زیادہ مصیبت میں ہمارے مالیات ہیں، خدا کے لئے ہمیں اپنے دو لاکھ پونڈ دینے میں جلدی کیجئے، میں بدل و جان آپ کو بوسہ دیتا ہوں۔

میں جو کام انجام دے دیا وہ ایسا تھا کہ اگر وہ برسوں شان و شوکت کے ساتھ زندہ رہتا تب بھی اس میں اضافہ نہ ہو سکتا۔ اس نے سمندر پر فرانس کی طاقت کا خاتمہ کر دیا۔ جنگ ٹریفلگر نہ صرف سب سے بڑی بحری فتح تھی، بلکہ سب سے بڑی اور سب سے زیادہ اہم فتح تھی جو اس تمام انقلابی جنگ کے دوران میں بحر و بر پر حاصل ہوئی ہو۔ نپولین کی کسی فتح یا کسی سلسلہ فتوحات نے یورپ پر اثر نہیں دکھایا۔ مرنگو کے پانچ برس اور آسٹرلز کے چار برس کے اندر اندر آسٹریا سے صلح ہو گئی۔ پرشیا جینا کے نقصانات کی تلافی کے لئے ۱۸۱۳ء میں تیار ہو گئی مگر فرانس کو اس قابل ہونے کے لئے کہ وہ پھر سمندر پر انگریزوں کے لئے واقعی باعثِ خطر ہو سکے، ایک پوری نسل گزر گئی۔ جب تک فوج بحری کو ساز و سامان سے درست کر دینے کے وسائل انگلستان کے پاس ہوں، اس وقت تک برطانی فوج بحری کو تباہ کر دینے کا خیال ہوا ہو گیا۔ اس کے بعد سے نپولین نے یہ امید باندھی کہ انگلستان کی تجارت کو خارج کر دینے کے لئے براعظم کی ہر ایک سلطنت کو مجبور کر کے وہ انگلستان کے وسائل کو ختم کر دے۔ ٹریفلگر نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اپنا جو اسارے یورپ کے کندھے پر رکھ دے یا برطانیہ عظمیٰ کے فتح کرنے کی امید کو ترک کرے۔

اثرات

اگر قومی حب و فخر نے اس جلیل القدر جہاز راں کو ایک ایسا نمونہ کمال بنا دیا ہے جس میں اور ہومر کی سی خوش و تازگی کے ساتھ دور توحش کے ابطال کی سی سرشوری و حب ذات بھی کسی قدر موجود تھی، تو ہو، مگر تاریخ میں نلسن کے کام کا جو عام اندازہ کیا جاتا ہے وہ صداقت سے بعید نہیں ہے۔ جب تک فرانس کے پاس کوئی بحری قوت تھی، نلسن نے اپنے فتوحات سے انگلستان کے جوش و حوصلہ کو قائم رکھا اور اس کی آخری ظفر مندی نے انگلستان کو اس حال میں چھوڑا کہ اسے نقصان پہنچانے کا کوئی ذریعہ اس کے سوا باقی نہیں رہا کہ اس کا انجام آخر میں براعظم کی خلاف پر ہو۔

جنگ ٹریفیلگر کے نتائج زمانۂ مابعد میں ظاہر ہونے والے تھے لیکن میاک کی تباہی کے بعد جرمانیہ میں جو فوجی حالت پیدا ہوگئی تھی وہ ایسی تھی کہ کوئی شئے نپولین کی فوج کو وائنا میں داخل ہونے سے روک نہیں سکتی تھی۔ یورپ میں اپنے خطرے کے متعلق جو فوری بیداری پیدا ہوئی، اس میں صرف ایک شعاعِ امید ور بارِ پرشیا کی روشنی میں نظر آتی تھی۔ ہینوور کی فوج کی آمد کے اضطراب میں نپولین نے بے احتیاطی یہ برتی کہ اس فوج کے سپہ سالار برنیڈوٹ کو حکم دے دیا کہ الم کو جو سیدھا راستہ پرشیاوی علاقہ انیسپاک کی طرف سے ہوکر جاتا تھا، اسی طرف سے چلا آئے۔ بعد کو حلفا نے یہ دعویٰ کیا کہ پرشیاوی غیر جانبداری کی اس خلاف ورزی نے برنیڈوٹ کو اس امر سے بچالیا کہ وہ اتنی دیر کرکے پہنچتا کہ پھر میک کے فرار کو روک نہ سکتا۔ لیکن لعنت ملامت کی ان تمام خیالی بناؤں کے علاوہ نپولین نے پرشیا کی جو ہتک کی تھی وہ بجائے خود اس امر کے لیے کافی تھی کہ فریڈرک ولیم تک قطعی کارروائی پر آمادہ ہو جائے۔ چند ہفتہ قبل فریڈرک ولیم اپنی سرحد کے قریب روسی فوجوں کی آمد کی وجہ سے مسلح ہوگیا تھا لیکن روسیوں نے جس بات کا خیال ہی کیا تھا فرانسیسیوں نے اس پر عمل کرکے دکھا دیا۔ جب اس دست درازی کی خبر شاہ پرشیا کو پہنچائی گئی تو اس سرد طبیعت و ضابط بادشاہ نے کچھ ایسے جذبات کا اظہار کیا کہ جو لوگ اس کے گرد و پیش میں رہا کرتے تھے انھوں نے کمتر ایسا دیکھا تھا۔[1]

پرشیاوی علاقے میں دست اندازی و خلاف ورزی

[1] ہارڈنبرگ، جلد دوم صفحہ ۲۶۸۔ جیکسن، ۷ اکتوبر و فاتز پرشیا، جلد ۱۹۵ "یہ خبر پوسٹڈم میں کل موصول ہوئی، ایم۔ ڈی۔ ہارڈنبرگ، اس وقت شاہ پرشیا کے ساتھ تھا، بادشاہ اس خبر سے نہایت ہی غضبناک ہوگیا، اور غصہ کے پہلے اشتعال میں اس نے بہم۔ ڈی ہارڈنبرگ کو حکم دے دیا کہ وہ برلن کو واپس جائے اور فرانسیسی سفیر کو فوراً برطرف کر دے لیکن کسی قدر تامل کے بعد اس نے یہ کہا کہ یہ کارروائی ابھی ملتوی رہے۔"

زار کو فوراً ہی یہ اجازت دیدی گئی کہ وہ اپنی فوجیں سیلیشیا کے اندر سے لیجائے اور اس کے قبل کہ میک کی حوالگی کی خبر روس سرحد پر پہنچے، الگزنڈر خود برلن کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ دونوں بادشاہوں کے غور و فکر کا نتیجہ معاہدہ پوسٹڈم کی صورت میں ظاہر ہوا جس پر ۳؍ نومبر کو دستخط ہو گئے۔ اس معاہدہ کے بموجب پرشیا نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ نپولین سے شاہ پڈمانٹ کے لئے تاوان کا اور جرمانیہ، سوئیزرلینڈ اور ہالینڈ کے انخلا کا مطالبہ کرے۔ نپولین اگر ان شرائط پر پرشیا کی ثالثی کو نہ قبول کرے تو اس صورت میں پرشیا نے یہ ذمہ لیا کہ وہ ایک لاکھ اسی ہزار سپاہ کے ساتھ میدان جنگ میں آ جائیگی۔

معاہدہ پوسٹڈم ۳؍ نومبر

نپولین اب وائنا کے قریب پہنچ گیا تھا، الم کی حوالگی کے چند دنوں بعد تیس ہزار روسی، سپہ سالار کٹوساف کی زیر قیادت، بوہیریا میں پہنچ گئے تھے، مگر میک کی تباہی نے خطۂ اِن کی مدافعت کو ناممکن بنا دیا تھا، اور جوں ہی نپولین کا طلایہ دریا پر پہنچا، حلفا کے آخری دستہائے فوج بھی غائب ہو گئے۔ فرانسیسی مغلوب کن قوت کے ساتھ دارالصدر کی طرف بڑھے۔ کٹوساف، اور کمزور شدہ آسٹروی فوج سے نہ تو وائنا کی مدافعت ہوسکتی تھی اور نہ انھیں میدان میں نکل کر جنگ کی ہمت تھی۔ قرار یہ دیا گیا کہ شہر کو چھوڑ دیا جائے۔ اور ہٹنے والی فوجوں کو ڈینیوب کے شمالی جانب ایک دوسری روسی فوج کے ساتھ متحد کر دیا جائے جو اب موریویا میں داخل ہورہی تھی، ۷؍ نومبر کو دربار نے وائنا کو چھوڑ دیا۔ چھ روز بعد فرانسیسی دارالصدر میں داخل ہوئے اور میورٹ کی ایک سربازانہ تدبیر سے اس پل پر قبضہ ہوگیا جو شہر کو ڈینیوب کے شمالی کنارے سے ملاتا تھا، یہ قبضہ عین اس وقت ہوا جب آسٹروی توپچی پل کو اڑا دیا چاہتے تھے[1] اس پل کے قبضہ نے حلفا کی فوج کو اس آخری شئے سے محروم کر دیا جو اسے نپولین کے

فرانسیسیوں کا وائنا میں داخل ہونا

[1] ریب، یادگار۔ صفحہ ۵۸۔ بیر، صفحہ ۱۸۸۔

تھا تب سے بچا تی۔ وائنا فرانسیسیوں کے قبضہ میں رہا اور اب فاتح کے ذرایع میں ایک بہت بڑے دار الصدر کے تمام وسایل بھی شامل ہو گئے۔ اور نپولین تیار ہو گیا کہ اپنے پیچھے رہنے والے مخالف کا ڈینیوب کے پار تعاقب کرے اور اس کے قبل کہ وہ اپنے مویدین تک پہنچ سکے اس کا خاتمہ کر دے۔

موریویا کے اندر سپہ سالار کٹیو ساف نے اس فوج کی بازگشت کو بڑی کامیابی سے انجام کو پہنچایا اور وائنا کے پل کے متعلق میورٹ نے جو تدبیر کی تھی، اس نے ابھی ویسی ہی تدبیر سے میورٹ کا جواب دیا اور فرضی التوائے جنگ کے حیلہ سے آمز اور برون کے درمیان روسی نوآمد فوجوں کے ساتھ جا ملا۔ نپولین نے اپنے شکار کے اس طرح نکل جانے کا غصہ میورٹ پر اتارا اور اس پر نہایت اعتراضات کئے۔ موریویا میں متخالف فوجوں کے اتصال سے جنگ کے حالات متوقع بہت ہی شدت سے بدل گئے۔

حلفاء اور نپولین موریویا میں نومبر

اس مہم کے افتتاح کے وقت سے یہ پہلا موقع ہے کہ حلفاء نے اپنی فوج یکجا جمع کر دی کہ نپولین جس قدر فوج بھی اس کے مقابل میں لا سکتا تھا، وہ اس سے تعداد میں زیادہ تھی۔ جس حالت میں نپولین، اطالیہ کی جانب بھی اپنی حفاظت پر مجبور تھا، اس حالت میں اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ موریویا میں ستر ہزار سے زائد آدمیوں کو لیجاتا۔ حلفاء کے پاس اس وقت اسی ہزار آدمی تو لشکر گاہ میں موجود تھے اور ابھی بہت بڑی کمکوں کے آنے کی توقع تھی۔ جس جنگ کے متعلق ابھی حال میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ختم ہو چکی ہے اگر وہ کسی ماہر سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوتی تو اب اس کا آغاز سمجھنا چاہیئے تھا۔ فرانس کے ساتھ نپولین کے رسل و رسائل کے راستے اگرچہ اچھی طرح محفوظ کر لئے گئے مگر یورپ کے عین وسط میں اس کے محل قیام کو متعدد خطرات کا سامنا تھا۔ آرچ ڈیوک چارلس نے دریائے ایڈیج پر بمقام کالایرو، مسنیا کو شکست دیدی تھی اور

بعجلت شمال کی جانب بڑھ رہا تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ پرشیا کی فوج میدان جنگ میں داخل ہونے کے لیئے تیار ہو رہی تھی۔ موراویا میں ایک ایک میل کا بڑھنا بھی نپولین کے وسائل پر بار ڈال رہا تھا اور اس مہم کے فیصلہ میں ایک ایک دن کی تاخیر سے اس کے دشمنوں کو نئی قوت پہنچتی جا رہی تھی۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ فرانسیسی فوج کو اس وقت تک لشکر گاہ میں روک رکھا جائے جب تک کہ پرشیا دی فوج اس کے وسائل آمد و رفت پر حملہ کرنے کے لیئے تیار ہو جائے تو اتنا ہی حلفاء کی فتح کو متیقن کر دینے کے لیئے کافی تھا اور کٹوساف کی صلاح یہی تھی۔ اس شخص نے جنگ کو نہایت حازم مدبر کی شان سے اختیار کیا تھا مگر رسد کی کمی کا اثر فوج کے انضباط پر پڑ رہا تھا اور زار جنگ کے لیئے بیتاب تھا۔[1] شہنشاہ فرینسس اپنے حلیفوں کے جوش کا مطیع ہو گیا۔ آسٹروی افسر اعلیٰ وراتھر نے ایک بہت بڑی فتح کے لیئے نہایت ہی ماہرانہ تجاویز مرتب کیئے کہ آسٹریا کے عہدہ داران اعلیٰ نے یہی کبھی ایسے تجاویز نہیں دیکھے تھے اور نومبر کے آواخر میں دونوں شہنشاہوں کے درمیان یہ طے پا گیا کہ متحدہ فوجوں کو چاہیے کہ برون کے قرب میں نپولین کے محل قیام کے گرد ہو کر بڑھیں اور وائنا کی جانب نپولین کی بازگشت کو منقطع کر دینے کی غرض سے جنگ کریں۔

---

[1] "رسد کی قلت واقعی بہت بڑھی ہوئی تھی، اس کی وجہ سے بڑی بے ہمتی اور بہت کچھ سرتابی پیدا ہو گئی تھی اگرچہ تمام دوسری فوجوں کی بہ نسبت روسی فوج میں اس قسم کی سرتابی کا پیدا ہونا کم آسان ہے مگر جب ایک مرتبہ اس کا ظہور ہوا تو پھر نہایت ہی شدید صورت اختیار کر لیتی ہے اور اب مختلف طریقوں سے اس قسم کی سرتابی کا اظہار ہونا شروع ہو گیا ہے۔ روٹی کی گاڑیاں لشکر گاہ کو آتے ہوئے راستہ میں لوٹ لی گئیں، اور فوج کی زیادتیوں کو روکنا بہت دشوار ہو گیا۔"

سپہ سالار راعزی کی رپوٹ۔ ۱ دسمبر و فائز آسٹریا۔ جلد ۸، ۷۔

ہاگوز کا پرشیاوی مطالبات لیے کر نپولین کے پاس آنا ۲۸۔ نومبر

متوقع جنگ کے عین ماقبل، اور نپولین کے اپنے دشمن کے تجاویز کو گویا الہامانہ طور پر معلوم کر لینے کے بعد ہی ہاگوز کا بینہ برلن کے مطالبات لیئے ہوئے بمقام برون، فرانسیسی لشکر گاہ میں پہنچا[1] نپولین معاہدہ پوسڈم کے متعلق پہلے سے کچھ سن چکا تھا اور اس امر سے آگاہ تھا کہ ہاگوز، برلن سے روانہ ہوا ہے پرشیا جو مراعات چاہتی تھی، نپولین اس قسم کی کوئی رعایت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا، اس کے ساتھ اس کے لئے یہ نہایت ہی اہم تھا کہ پرشیا کی جانب سے اعلانِ جنگ کو بچا لیجائے کیونکہ اس سے آسٹریا اور روس دونوں میں انتہائی حد تک زور آجاتا۔ اس لئے اس نے یہ عزم کر لیا کہ ہر ممکن طریق سے ہاگوز کو الٹیمیٹم (بلاغ نہائی) دینے سے روکے تاآنکہ متحدہ افواج پر قطعی فتح سے سیاسی صورتِ حالات بالکلیہ بدل جائے۔ پرشیاوی ایلچی بذاتِ خود نپولین کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا، اور ہاگوز کو اپنے بادشاہ کی طرف سے یہ ذلت انگیز اجازت مل گئی تھی کہ اگر اس کے پہنچنے کے قبل آسٹریا جداگانہ صلح کے معاملات طے کرا رہی ہو تو وہ نپولین کے خواہشوں کی اطاعت کرے اور اس امر واقعہ سے اسے تاخیر کا ایک عذر مل گیا تھا کہ وسط دسمبر سے قبل پرشیا کی فوجی تیاریاں مکمل نہیں ہو سکتیں۔ برلن سے یہاں تک پہنچنے میں اس نے بارہ دن گزار دیئے، اور ۲۸ نومبر کو نپولین کے سامنے حاضر ہوا۔ شہنشاہ نے ایک طولانی گفتگو کے بعد اس سے یہ خواہش کی کہ وہ وائنا کو روانہ ہو جائے۔ اور وہاں کا ٹالیرنڈ سے ان معاملات کو طے کرے۔

ہاگوز کا وائنا کو جانا

اس نے خود کو اس درجہ کمزور ثابت کیا کہ نپولین کو اپنا الٹیمیٹم (بلاغ نہائی) دیئے بغیر اپنی تجاویز جانے

[1] ہارڈ نبرگ، جلد دوم، ہاگوز حال ہی میں ہارڈ نبرگ کے ساتھ شریک وزیر خارجہ ہو گیا تھا۔

پر راضی ہو گیا۔ پرشیا کی حکومت کو جب دوسری مرتبہ اپنے ایلچی کی خبر ملی تو وہ یہ تھی کہ وہ وائنا میں ٹالیرینڈ کے دیوانخانہ میں وقت گزاری کر رہا ہے فرانس کا اعزازی تمغہ اُس کے سینہ کی زینت بنا ہوا ہے اور جن عہدہ داروں نے معاملات کے کسی مسئلہ پر گفتگو کرنے سے خوش خلقی کے ساتھ انکار کر دیا تھا، ہاگوِز ان کے ساتھ باہمی خاطر مدارات میں مشغول ہے۔

ہاگوِز جب ایک مرتبہ وائنا کو ہٹا دیا گیا اور اس طرح پر حلفا پرشیا کے میدان جنگ میں آنے کے یقین سے محروم ہو گئے تو پھر نپولین کو یہ اعتماد ہو گیا کہ ایک بڑی شکست اس اتحاد کو توڑ دینے کے لئے کافی ہو گی۔

جنگ آسٹرلز ۲ دسمبر

اُس نے فتح کے پورے اعتماد کے ساتھ برون اور آسٹرلز کے درمیان خود اپنے مواقع کا انتخاب کیا، اور ۲ دسمبر کی صبح کو جب کہ جاڑے کے مہرتاباں کے سامنے کہر غائب ہو رہی ہے، اُس نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ یہ دیکھا کہ روسی کالم دوری حرکت کے اتباع حکم میں ایک وسیع قوس کی شکل میں اس کے گرد سے ہوتا ہوا بڑھ رہا ہے، نپولین نے اس قسم کی حرکت کے متعلق اپنی فوج کو پہلے ہی سے مطلع کر دیا تھا اور وہ اُس وقت تک انتظار کرتا رہا کہ سب سے آگے بڑھتے ہوئے کالم اتنی دُور تک نکل گئے کہ وہ عقب کی تائید سے محروم ہو گئے، اس وقت نپولین نے سولٹ کے حصۂ فوج کو اس خلا میں داخل کر کے جو مخالفین کے خط کے وسط میں پیدا ہو گیا تھا، فوج کو دو حصوں میں منقسم کر دیا اور پھر اس فوج کے منفرق حصوں کو حملہ کے تمام محاذ کے ہر ایک موقع پر پامال کر ڈالا۔ حلفا کی فوج اگرچہ تعداد میں نپولین کی فوج سے زیادہ تھی مگر ان کا یقین یہی تھا کہ وہ اپنے سے دوچند فوج سے مغلوب ہو گئے ہیں، حلفاء کی نقل و حرکت کا عدم ربط ایسا ہی عیاں تھا جب فرانسیسیوں کے نقل و حرکت کا اتحاد و پرزور عمل نمایاں نظر آ رہا تھا۔ فوج میں یہ کہا جاتا تھا کہ جب آسٹروی ورالتھر اپنے تجاویز متعلقہ جنگ کی تشریح کر رہا تھا تو روسی سپہ سالار کٹوساف، سو گیا تھا، لیکن مخالفین کی سربراہی جنگ

کی صریحی غلطیوں کی زیادہ صحیح توجیہ یہ تھی کہ روسی سپہ سالار کو زار نے ایک ایسی تجویز پر عمل کرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا جسے وہ خود ناپسند کر رہا تھا۔ حلفاء کی سپاہ میں نقصان بہت کثیر ہوا کیونکہ روسی اسی طرح جم کر لڑے جس طرح ٹریبیا اور نووی میں لڑے تھے۔ آسٹریا کو اپنے دار الصدر کے علاوہ ایک دوسری فوج کا بھی نقصان اٹھانا پڑا اور وہ ایک شرط واحد جو آسٹروی حکومت کو صلح کے تمام خیالات کے خلاف پتھر بنا دیتی، وہ شرط یہ تھی کہ پرشیا کے فوراً نپولین پر حملہ کر دینے یقین ہو جاتا مگر پرشیاوی ایلچی کے خاموشی کے ساتھ غائب ہو جانے سے یہ شرط ناپید ہو گئی تھی۔ دو دن بعد شہنشاہ فرنسیس، اپنے فاتح سے کھلے میدان میں ملا اور التوائے جنگ کو قبول کیا جس میں یہ بھی شامل تھا کہ روسی فوج اس کی مملکت سے نکل جائے۔

التوائے جنگ، ۴ دسمبر

لیکن زار نے اب بھی مدد کے لئے برلن میں توجہ دلائی اور اگر مدد ملجاتی تو ممکن تھا کہ آسٹریا نے جو گفت و شنود شروع کی تھی وہ شکست ہو جاتی مگر فریڈرک ولیم کے کابینہ نے بجائے خود یہ عزم کر لیا تھا کہ اپنی اقراردادوں سے پہلو بچا لیجائے گا؛ اور آسٹرلز کی خبر جس وقت وائنا میں پہنچی ہاگوز فوراً ہی دل و جان سے فاتح کا جانبدار ہو گیا۔ ادھر فرانس و آسٹریا کے مابین صلح کی گفت و شنود ہو رہی تھی، اُدھر ساتھ ہی ساتھ اسی قسم کی گفتگو پرشیا کے ایلچی کے ساتھ بھی ہو رہی تھی اور اس سے قبل ہی کہ شہنشاہ فرنسیس فاتح کے مطالبات کے سامنے دب جائے۔ ہاگوز نے مقام شونبرن میں نپولین کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کر دیئے، جس کے بموجب پرشیا نے نپولین پر حملہ کرنے کے بجائے اس کے ساتھ محالفہ کر لیا اور اس کے عوض میں ہینوور کی مملکت اسے مل گئی۔ (۱۵ دسمبر ۱۸۰۵ء)[1]۔ اگر پرشیا

---

[1]۔ ہاگوز کا اپنے فعل کا بجا ثابت کرنا اور اس پر ہارڈنبرگ کے تشریحات ہارڈنبرگ، جلد پنجم صفحہ ۲۲۰ پر دیکھنا چاہیے۔ مگر خود ہارڈنبرگ کی بدعہدی کے متعلق اس کتاب کی جلد کا صفحہ ۱۵۵ بھی دیکھنا چاہیے۔

کو آسٹرلز میں شکست ہوئی ہوتی، تو بھی چھ ہفتہ قبل شاہ فریڈرک ولیم نے خود کو جس حکمت عملی کا پابند بنایا تھا، وہ اس سے زیادہ کامل طور پر انھیں بدل سکتی تھی جتنی معاہدہ شونبرن سے بدل گئی ہے۔ اُدھر ہاگوز نپولین سے اپنا عہد و پیمان کر رہا تھا، اودھر ہارڈنبرگ انگریزی ایلچی سے یہ انتظام کر رہا تھا کہ انگریزی و روسی فوجیں شمالی جرمانیہ میں متحد ہو جائیں۔ [۱]

---

[۱] لارڈ ہیرو بی کا مراسلہ برلن سے (۷ دسمبر)۔ دفاتر، پرشیا جلد ۱۹۶۔
آسٹرلز کی خبر برلن میں ۷ دسمبر کی شب میں پہنچی، دوسرے روز لارڈ ہیرو بی، ہارڈنبرگ سے ملا۔ "اس نے مجھ سے یہ کہا کہ اس تباہی کے اولین حالات کے بعد ہی ایک مجلس جنگ مقرر ہوئی اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ پرشیاوی فوج کے ایک حصہ کو بوہیمیا کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا جائے۔ اس نے یہ کہا کہ اُن واقعات سے ہماری گفت و شنود میں خلل نہ پڑنا چاہیے۔" اس کے بعد ۱۲ کو التوائے جنگ کی خبر آئی۔ ہیرو بی نے اسی شام کو ہارڈنبرگ سے ملاقات کی "بادشاہ کے احکام کی طرف گونہ اشارہ کرتے ہوئے مجھے اس کی طبیعت میں کچھ بے چینی سی معلوم ہوئی، اور اس بے چینی میں اس کی زبان سے یہ نکل پڑا کہ ممکن ہے ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ پرشیا صرف اپنی حفاظت و مدافعت پر نظر رکھے۔ اسے میں نے بڑی حد تک اس وقت کے اضطراب پر محمول کیا اور اگر کاؤنٹ مٹرنک اور ریم ڈی الوبیں کے آجانے سے خلل نہ پڑ گیا ہوتا تو میں اس مسئلہ کو آخر تک پہنچاتا۔ ...
بیرن ہارڈنبرگ نے مجھے یہ یقین دلایا کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر پرشیاوی فوج کی نقل و حرکت جاری ہے۔" ۲۵ کو ہاگوز اپنا معاہدہ لئے ہوئے آیا۔ ہارڈنبرگ نے اس وقت بیماری کا حیلہ کر دیا۔ "بیرن ہارڈنبرگ اس قدر علیل تھے کہ مجھ سے اور جہاں تک میرا خیال ہے کسی اور شخص سے بھی نہیں مل سکے، اور میرے لئے یہ دریافت کرنا ناممکن ہو گیا کہ کاؤنٹ ہاگوز کیا خبر لے کر آیا ہے۔"

بادشاہ کے مشیروں میں بعض ایسے اشخاص بھی تھے جنھوں نے صاف یہ کہہ دیا کہ اس معاہدہ کو باطل قرار دینا چاہیے اور ایلچی کی تذلیل ہونا چاہیے مگر آسٹرلز کی تباہی اور اس علم نے کہ حکومت وائنا جداگانہ گفت و شنود کر رہی ہے، اصحاب اقتدار کی ہمتوں کو پست کر دیا۔ ہاگوز کی روش کی پہلے عذر خواہی کی گئی، پھر اس کی تائید ہوئی اور بالآخر اس کی تعریف ہونے لگی۔ ڈیوک برنسوک نے برلن کے فرانسیسی سفیر کے سامنے یہ ظاہر کر کے خود کو ذلیل کیا کہ آغاز مہم کے وقت سے پرشیاوی حکمت عملی کی تمام رفتار فرانس کے مفید مطلب ایک پُرپیچ حیلہ بازی تھی[1] فوج میں محب وطن سرگروہوں کا نہ کچھ اثر باقی رہا نہ ان کا کوئی پیرو تھا، قوم کے عامۃ الناس ان امور کو ویسی ہی بلیدانہ بے پروائی کے ساتھ دیکھ رہے تھے جس طرح گزشتہ بیس برس کے ہر واقعہ کو دیکھتے رہے تھے۔ بادشاہ نے آخرالامر یہ فیصلہ کیا کہ جس معاہدہ سے ہاگوز نے اپنے ملک کی تمام ذمہ داریوں کو ہوا میں اڑا دیا ہے، بعض ترمیمات کے ساتھ اس کی توثیق کی جائے، ازانجملہ یہ کہ ہینوور کے تصفیہ میں شاہ جارج سوم کی رائے کو بھی برائے نام محفوظ رکھا جائے۔

معاہدۂ پرسبرگ
۲۶ دسمبر

وائنا سے پرشیاوی ایلچی کے روانہ ہونے سے دس روز بعد (۲۶ دسمبر کو) معاہدۂ پرسبرگ کے ذریعہ سے فرانس و آسٹریا میں صلح ہوگئی۔ آغاز محاربہ کے وقت نپولین نے اپنی فوج کے سامنے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جس طرح پر اس نے کیمپو فارمیو اور لیونوایل کے مواقع پر آسٹریا کو چھوڑ دیا تھا، اس طرح اب کے وہ اسے نہ چھوڑے گا اور وہ اپنے الفاظ پر قائم رہا۔ صلح پرسبرگ نے آسٹریوی سلطنت کو اس سے بہت ہی مختلف حالت میں چھوڑا جس حالت کے ساتھ یہ سلطنت دو سابق لڑائیوں میں سے نکل آئی تھی۔ معاہدۂ کیمپو فارمیو نے آسٹریا کو صرف بلجیم سے محروم کیا تھا کہ اس کے عوض میں وینس اسے

[1] لیبور: تاریخ کابینات۔ جلد دوم صفحہ ۲۱۰۔

دیدے، لیونوایل کی قرارداد میں صرف یہ ہوا تھا کہ مغربی جرمانیہ میں آسٹریا کے بجائے فرانس کا اثر قائم ہوگیا تھا گو جو معاہدہ جنگ آسٹرلز کے بعد ہوا اُس نے خاندان ہیپسبرگ کے ہاتھ سے اس کے دو نہایت ہی اہم صوبے نکال لئے اور اس کے ساتھ ہی اسے اطالیہ، سویزرلینڈ اور رائن سے منقطع کردیا۔ وینیشیا، نپولین کی بادشاہی اطالیہ کے حوالہ کردی گئی۔ ٹرول، بویریا کو دیدیا گیا۔ مغربی جرمانیہ کے آسٹریا کے خارج الوقوع اضلاع بیڈن اور ورٹمبرگ کو دیدئے گئے۔ آسٹریا کو اٹھائیس ہزار مربع میل مملکت اور تیس لاکھ باشندوں کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ شہنشاہ نے بویریا بیڈن اور ورٹمبرگ کا اقتدار اعلیٰ اور ان کی خودمختاری تسلیم کرلی، اور جرمانی جماعت کے سرگروہ کی حیثیت سے ان ملکوں پر ہر قسم کے اختیارات سے دست برداری کی۔ بویریا اور ورٹمبرگ کے والیوں کو بہت بڑے اضافۂ مملکت کے ساتھ شاہ کا لقب بھی مل گیا۔

مقدس رومانی شہنشاہی کا خاتمہ۔ ۶ اگست سنہ ۱۸۰۶ء

شہنشاہی کا نظام سلطنت اب رسماً بھی باقی نہیں رہا۔ اس نظام سلطنت کے سرگروہ اور رومانی شہنشاہ کے جانشین کے لئے اب صرف اتنا باقی رہ گیا کہ وہ نپولین کے حکم پر اس لقب کو ترک کردے اور ۶ اگست سنہ ۱۸۰۶ء کو وائنا میں ایک قانون شائع کیا گیا جس نے مقدس رومانی شہنشاہی کی اس فرسودہ و محروم الاعزاز داستان کو ختم کردیا۔

اگرچہ روس نے نپولین کے ساتھ صلح نہیں کی مگر یورپی اتحاد کا خاتمہ ہوگیا۔ سنہ ۱۸۰۱ء کی طرح اس وقت بھی آسٹروی افواج کی شکست سے نیپلز

نیپلز کا جوزف بوناپارٹ کو دیا جانا۔

کی شاہی کو فاتح کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے لئے بحال خود چھوڑ دیا۔ نیپلز نے کوئی ضرب نہیں لگائی تھی، مگر لمبارڈی کے حملہ میں نیپلز کی فوج کا انگریزی وروسی فوجوں کے ساتھ متحد نہ ہونا صرف حلفاء کی تاخیر کی وجہ سے ہوا۔ سنہ ۱۸۰۱ء میں جس امر سے درگزر کی گئی تھی، اب نیپلز کے بوربن مطلق العنان

اور اس کی آسٹروی ملکہ سے ان کا انتقام لیا گیا کیونکہ ملکہ نے اول ہی سے فرانس کے ساتھ سخت عناد کا اظہار کیا تھا۔ فرمانروایان یورپ کے اوپر جج کی حیثیت اختیار کر کے نپولین نے (۲۷ دسمبر ۱۸۰۵ء کو) وائنا سے یہ اعلان کیا کہ خاندان نیپلز کی حکمرانی ختم ہو گئی۔ اس فیصلہ پر فوراً عملدرآمد کر دیا گیا، ۱۷۹۹ء کی طرح، اس مرتبہ بھی فرڈیننڈ برطانیہ عظمیٰ کے بیڑے میں پناہ لینے کے لئے بھاگ گیا۔ خالی شدہ تخت نپولین نے خود اپنے بھائی جوزف بوناپارٹ کو دے دیا۔ فرڈیننڈ نے انگریزی بیڑے کی مدد سے اپنے کو سسلی میں قائم رکھا۔ سمندر کی دو میل کی چوڑی پٹی اس طاقت کے روکنے کے لئے کافی تھی جس نے نصف یورپ کو زیر کر لیا تھا نہ خود نپولین اور نہ اس کے بھائی نے یہ کوشش کی کہ آبنائے مسینا سے دوسری جانب قدم رکھنے کا موقع نکالیں۔ جنوبی اطالیہ میں کسانوں کے درمیان ویسی ہی جوش جنون سے بھری ہوئی تحریکیں پھر پیدا ہوئیں جیسی دور سابق کے فرانسیسی قبضہ کے وقت پیدا ہوئی تھیں جب آسٹریا اور روس کی فوجیں تباہ ہو گئیں، اور براعظم یورپ کا انحصار فرانس کے رحم و کرم پر ہو گیا، اس وقت برطانیہ عظمیٰ نے یہ خیال قائم کیا کہ وہ اطالیہ کے ایک کونے میں چند درشت خو دہقانیوں کی مدد سے نپولین کے خلاف کچھ کر دکھائے گی“ ۱۸۰۶ء کے موسم گرما میں، ایک برطانی فوج کیلبریا کے ساحل پر میڈا کے قریب، اتری اور اپنی اس کارگزاری سے مطمئن ہو گئی کہ اس نے فرانسیسیوں کو سنگینوں کی نوک سے شکست دیدی، پادریوں اور رہزنوں کے غولوں کو بے سود ستمگاریوں کے لئے بھڑکا دیا، اور پھر انھیں واجبی کیفر کردار کے لئے چھوڑ دیا۔

جنگ میڈا، ۶ جولائی ۱۸۰۶ء

شہنشاہی نپولینی خاندان و خطابات

نپولین نے اب شہنشاہ مغرب کی حیثیت سے جو سلسلہ تقررات جاری کیا اس میں اپنے بھائی جوزف کا نیپلز کے تخت پر بٹھانا پہلی کڑی تھی۔ وہ اب اپنے کو تاریخین

سمجھنے لگا۔ اس کے خیالات والفاظ میں ہمہ گیر فرمانروائی کی تصویریں نظر آتی تھیں، ایک فوجی مطلق العنان کی حیثیت سے جس نے اپنے ہمسایوں کو پامال کر دیا ہو اس حیثیت سے نپولین کو جو اقتدار حاصل ہو گیا تھا، وہ اقتدار خود اس کے دل میں قیاصرہ کے اس نیم مقدس حق کے ساتھ عجب طرح سے خلط ملط ہو گیا تھا جس حق کے منبع سے تمام ماتحت اختیارات ماخوذ ہوتے تھے۔ وہ مغربی یورپ کے مختلف ممالک کی حکومت کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کرنے لگا گویا فرائضِ حکومت کا نفاذ خود نپولین کا ایک عطیہ مفوضہ سمجھکر ہو۔ جاگیری نظم کے تحت میں جس طرح فوجی و ملکی عہدے کے ساتھ مملکتی عطیات شامل ہوتے تھے اس کی بھی تجدید کی گئی، اور کسی فرانسیسی جیش کا سپہ سالار، یا فرانسیسی وزارت خارجہ کا عہدہ دار اعلی کسی نہ کسی گمنام و بےنشان اطالوی امارت کا خطابی امیر بنا دیا گیا[1] جس طرح اب سے قبل خاندانہائے بارین وہیبزبرگ کے افراد حکمران تھے، اسی طرح اب نپولین کا خاندان مختلف سرزمینوں میں حکمران ہوتا مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے سرگروہ کی قطعی تبعیت میں رہے۔ جوزف بوناپارٹ کو نیپلز میں نصب ہوئے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ اس کے بھائی لوئیس کو ہالینڈ کا تاج قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ جروم جس کے لئے ابھی کوئی بادشاہی خالی نہیں تھی، اسے اپنی امریکی بیوی کو اس غرض سے علیحدہ کرنا پڑا کہ وہ بادشاہ ورٹمبرگ کی بہن سے عقد کر سکے۔ ایوجن بیوہارنس، نپولین کا فرزند ربیب اطالیہ کے نائب السلطنت کے عہدے پر فائز تھا۔ میورٹ جس نے نپولین کی بہن سے عقد کیا تھا، اسے جرمانی امارت برگ دیدی گئی۔ برنندوٹ، ٹالیرینڈ اور برتھیر ایسے اضلاع کے فرمانروا بنائے گئے جن کے نام بھی انھیں کچھ معلوم نہ تھے۔ شمالی اطالیہ کے محاصل میں سے ایک

---

[1] مکاتیب نپولین جلد دوازدہم، جلد ۱۳ و ۲

سالانہ رقم ان سپہ سالاروں کے عطیہ کے لئے مخصوص کر دی گئی تھی جنھیں شہنشاہ اعزازی حکمرانی کے مرتبہ پر پہنچانا چاہے۔

رائن کی متفقیت۔ نپولین کی خاندانی حکمت عملی سے زیادہ مدبرانہ اور زیادہ عملی اُس کی وہ تنظیم تھی جس کی رُو سے اُس نے مغربی جرمانیہ کو فرانس کے ایک تابع کی حیثیت سے خود وہیں کے حکمرانوں کے تحت میں منظم کیا تھا۔ انقلابی جنگ کے شروع ہونے کے وقت سے تمام فرانسیسی مدبر جس مقصد کے درپے تھے یعنی مغربی جرمانیہ سے آسٹریا و پرشیا دونوں کے اثر کو خارج کرنا، وہ اب پوری طرح حاصل ہو گیا تھا۔ فرانسیسی مدبر کی فیروزمندی اور دو صدی کے جرمانی تفرقہ کی تکمیل اب متفقیت کے اس قانون میں نظر آئی جس سے مغربی جرمانیہ کے حکمرانوں نے ۱۸۰۶ء کے موسم گرما میں اتفاق کرلیا۔ اُس قانون کی رُو سے شاہانِ بویریا و رٹمبرگ والیِ بیڈن اور تیرہ چھوٹے چھوٹے حکمران فرانسیسی شہنشاہ کے زیر حفاظت، "مشترکیت رائن" کی حیثیت میں ایک معاہدے پر باہم متحد ہو گئے اور انھوں نے یہ ذمہ لیا کہ فرانسیسی شہنشاہی جن لڑائیوں میں شامل ہو گی اُس میں وہ امدادی سپاہ روانہ کریں گے جس کی تعداد تریسٹھ ہزار ہو گی۔ قدیم جرمانی جماعت سے ان کا تعلق بالکلیہ منقطع کر دیا گیا۔ خاص وہ شہر جس میں شہنشاہی کی ڈائٹ نے اپنے اجلاس کئے تھے، اسے بھی اسی مشترکیت کے ایک رکن نے ملحق کرلیا۔ خود مشترکیت جس میں اسی لاکھ کی آبادی تھی، جنگ اور غیر ملکی حکمت عملی کے تمام مقاصد کے لئے فرانس کا ایک جزو ہو گئی۔ اس کی فوجوں کی تنظیم فرانسیسی عہدہ دار اور اُس کی سرحدوں کی قلعہ بندی فرانسیسی انجنیر (مہندس) کرتے تھے اور اس کے معاہدات پیرس میں طے پاتے تھے۔ ان سلطنتوں میں جو اندرونی تغیرات واقع ہوئے ان میں یہ ہوا کہ ۱۸۰۱ء میں جس اتحاد واستحکام کا آغاز ہوا تھا وہ زور کے ساتھ آگے بڑھایا گیا۔ بیسیوں چھوٹی چھوٹی امارتیں جو اُس سے پہلی تحریک کے وقت شکست سے

بچ گئی تھیں، انھیں اب قوی تر ہمسایوں نے جذب کر لیا۔ حکومتیں زیادہ زور وار، زیادہ منتظم اور زیادہ حوصلہ مند ہو گئیں۔ جن حکمرانوں نے خود کو نپولین کے توابع میں داخل کر لیا انھوں نے اپنی رعایا پر زیادہ مطلق العنانہ اقتدار حاصل کر لیا۔ ورٹمبرگ کے تعلقہ جات کے مانند وہ قدیم آئینی شکلیں جنھوں نے حکمراں کی مرضی پر کسی قدر روک قائم کر رکھی تھی، وہ حقارت کے ساتھ وبا دی گئیں۔ گزشتہ دور کے بے پروایانہ و بے زور روش پر چلتے ہوئے کام کے بجائے تمام خدمات سرکاری میں پر زور قطعیت کا طریق جاری ہو گیا۔ جو ملک اب تک فوجی خدمت سے آزاد تھے ان میں بھی فوجی خدمت قائم کی گئی۔ قوم پر بار زیادہ پڑ گیا مگر اس کی تقسیم بھی زیادہ منصفانہ ہو گئی۔ محصول زیادہ مساوات کے ساتھ لگائے گئے۔ انصاف زیادہ باقاعدہ اور زیادہ آسان بنا دیا گیا۔ جن لوگوں کے ذہن میں اب تک کبھی سرکاری زندگی کا تصور نہیں آیا تھا ان کے لیے فوج اور حکومت کے عہدوں کے داخلہ کا دروازہ کھول دیا گیا۔

جرمانیہ میں عدم اتحاد قومی

خود ہمارے زمانہ میں فرانس کے ساتھ ایک فاتحانہ کشمکش کے بعد جرمانی اتحاد کا قائم ہو جانا اس تصور کو دشوار بنا دیتا ہے کہ اس قوم کا ایک بڑا حصہ برضائے خود ایک فرانسیسی حکمران کا مطیع ہو گیا اور نہ ۱۸۰۶ء کی روش کے لیے جو ہر اعتبار سے عزت حب الوطنی کے منافی تھی کوئی عذر نظر آتا۔ مگر اس وقت جو امر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے اس وقت وہ تعجب انگیز نہیں تھا۔ کسی بیان سے اس دور کے حالات کی تشریح اس سے بہتر نہیں ہوتی جیسی ایک جلیل القدر جرمانی شاعر کے بیان سے ہوتی ہے جو خود بھی کچھ یوں ہی سا محب وطن تھا، گیٹی کہتا ہے کہ "جرمانیہ کوئی قوم نہیں ہے" جرمانیہ میں نسلی اتحاد ضرور تھا، مگر جن امور سے صحیح طور پر قوم بنتی ہے، یعنی مشترک اغراض، مشترک تاریخ، مباہات و خواہش کا احساس یہ امور جرمانیہ میں مطلق نہ تھے۔ مغربی سلطنتوں میں سے سب سے مضبوط سلطنت بویریا نے خود کو فرانس کے ساتھ آسٹریا کی دست درازی کے بیجا خوف کی وجہ سے وابستہ کر لیا تھا۔ آسٹریا سے مفتوح

ہو جانا فتح کے اعتبار سے پوریا کے لئے ایسا ہی تھا جیسا کہ کسی اور سلطنت سے مفتوح ہو جانا۔ آسٹریا کا ایسا کرنا، جرمانی اتحاد کی طرف قدم بڑھانا نہیں تھا، بلکہ خاندان، ہیپسبرگ کی شوکت و وسعت کا بڑھانا تھا، خاندان آسٹریا کے اغراض، جرمانیہ کے اغراض اس سے زیادہ نہیں تھے، جتنا وہ کروشیا یا و نیس یا ہنگری کے اغراض تھے۔ دوسری طرف پرشیا نے بھی ہنوز سیاسی زندگی کی ایسی صورت ظاہر نہیں کی تھی، جو جنوبی سلطنتوں کے لئے اس قدر دلکش ہو کہ وہ اس کے ساتھ اتحاد کی خواہش کریں یہ ضرور تھا کہ فریڈرک کی طباعی نے اسے جرمانیہ کا بطل اعظم بنا دیا تھا، مگر اس کا قومی نظم درشت و جابرانہ تھا۔ آسٹریا اور پرشیا کی جو واقعی حالت تھی، اس کے اعتبار سے یہ امر مشکوک تھا کہ آیا چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کی آبادی ان طاقتوں سے متحد ہو کر اس سے زیادہ خوش حال ہو جاتی جتنی خود اپنی حکومتوں کے تحت تھی۔ فتح کسی صورت سے ممکن نہیں تھی اور رضامندانہ اتحاد کے لئے کوئی محرک نہیں تھا، اس سے نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ چھوٹی سلطنتوں کے لئے اس وقت تک بغیر کسی قومیت کے رہنا مقدر تھا جب تک کہ کسی غیر ملکی طاقت کے جور و زیادتی سے کمزوری ایک ناقابل برداشت خرابی نہ بن جائے، اور جرمانیہ کے بزدل و دماغ کو ایک عام "ملک آبائی" کے خیال پر مجبور کر دے۔

جرمانی اتحاد کی ضرورت کوئی بدیہی الثبوت سیاسی صداقت نہیں ہے۔ سابقہ صدیوں میں ہالینڈ اور سوئزرلینڈ نے خود کو شہنشاہی سے جدا کر لیا اور خود مختار سلطنتیں بن گئیں اور اس سے انھیں نہایت ہی اعلےٰ فوائد حاصل ہوئے۔ ہالسٹین اور ٹرول کے درمیان یگانگت خون سیاسی اتحاد کے لئے اس سے زیادہ موثر وجہ نہیں ہے جتنی برطانیہ عظمیٰ اور ممالک متحدہ امریکہ کے درمیان ہے۔ جو حالات و شرائط جرمانی اتحاد کے صحیح رقبہ اور اس کے صحیح وصف کا تعین کرتے ہیں وہ فی الواقع علم النسل کے کسی قانون یا فرانسیسیوں کے خلاف کسی سیاسی غیظ و غضب کے

کے مستقل ہو جانے کی بہ نسبت زیادہ پیچیدہ ہیں۔ جہاں مقامی حالات نے کسی جرمانی ضلع کے لیے یہ امکان پیدا کر دیا کہ وہ اس نسل سے خود کو علیحدہ کر لینے کے بعد حقیقی قومی زندگی قائم رکھ سکے، اور غیر ملکی فتح سے اپنے کو بچا سکے وہاں شاید یہ بہتر تھا کہ جرمانیہ سے تعلق منقطع کر لیا جائے لیکن جہاں بیشتر چھوٹی سلطنتوں کی طرح خود مختاری کا نتیجہ صرف فوجی بے بسی اور اندرونی جمود ہوتا وہاں یہی بہتر تھا کہ خود مختاری کی جگہ جرمانی اتحاد کو دیدی جاتی مگر جب تک کہ آسٹریا سر کردہ سلطنت رہی اس وقت تک کسی معقول جرمانی اتحاد کے شرائط پیدا نہیں ہوئے۔ جرمانی قوم کے مستقبل کے لیے مغربی سلطنتوں کا فرانس کا مطیع ہو جانا اس سے کم خطرناک تھا کہ وہ آسٹریا کے ساتھ مستقلاً منضم ہو کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتے۔

۱۸۰۶ء کی شہنشاہی دائمی ہو سکتی تھی۔

مشترکیت رائن کے قیام اور نیپلز کی فتح کے ساتھ نپولین کی شہنشاہی ان حدود سے بڑھی تو نہیں مگر ان حدود کو پہنچ گئی جن کے اندر فرانس کا اقتدار اعلیٰ بالغلب وجوہ مدت تک قائم رکھا جا سکتا تھا۔ یہ ایک عام طریقہ ہو گیا ہے کہ ضلح لیونوایل کے وقت سے نپولین کے صحیح تدبر اور اس کے بے باکانہ مبادرات کے درمیان ایک خط قائم کر دیا جائے۔ مغربی یورپ کی حالت کا اگر زیادہ صحیح اندازہ کیا جاتا تو شاید وہ تمام سیاسی تغیرات جو ۱۸۰۵ء کی جنگ کے بعد واقع ہوئے اور جنھوں نے نپولین کی قلمرو کو دریائے ان اور آبنائے مسینا تک وسیع کر دیا، وہ سب ایک مفکر کے عملی منتہائے خیال کے اندر آ جاتے۔ اس زمانہ میں اطالیہ اور جرمانیہ وہ نہیں تھے جو اس کے بعد ہو گئے ہیں۔ جو اضلاع رائن اور ران کے درمیان واقع تھے، وہ اس غیر ملکی کے اس سے زیادہ مغائر نہیں تھے جتنے رائن کے وہ صوبے تھے جنھوں نے اس آمادگی کے ساتھ فرانس سے متحد ہونا قبول کر لیا تھا۔ اطالیہ کی زیادہ اولوالعزم طبائع کو یہ معلوم ہو گیا کہ

نپولین کی حکمرانی اپنے تمام نقائص کے باوجود، ان تمام حکمرانیوں سے بالا و برتر تھی جن کا تجربہ اس سے پہلے ہر حال کے زمانہ میں اطالیہ کو ہوا تھا۔ نپولین کے متعلق ۱۸۰۶ء کے وسط تک جو خیالات جرمانیہ میں پھیلے ہوئے تھے اور اطالیہ میں اس کے بہت بعد تک پھیلے رہے، اگر ان خیالات کی بنا پر ہم رائے قائم کریں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر نپولین دوسری سلطنتوں پر حملہ کرنے سے مجتنب رہتا تو جو شہنشاہی اس وقت قائم ہوئی تھی وہ دائماً برقرار رہ جاتی۔ فرانس کی معاشری ساوات، اس کی فوجی شان و شوکت، اور اس کے عمدہ انتظامات کے مقابلہ میں جذب و انجذاب کی اس سست رو و کمزور رفتار کی کوئی حقیقت نہ تھی جو آسٹریا کے قلمرو کے اندر جاری تھی۔ پھر بھی آسٹریا کو اس سے زیادہ مختلف النوع نسلوں کے متحد کرنے میں کامیابی ہوگئی جتنی نسلوں کو فرانس ۱۸۱۰ء میں متحد کرنا چاہتا تھا، درحقیقت دوسری قوموں کی تاریخ اور ان کے قومی خصائص کے اندر فرانس کے ممکن حدود متعین ہو گئے تھے اور یہ یقین اس سے زیادہ مستحکم تھا جتنا کسی جغرافی خط سے ہوتا۔ فرانس دائماً پرشیا کا مغلوب نہیں رہ سکتا تھا اور نہ وہ دائماً اسپین کو مغلوب رکھ سکتا تھا مگر دریائے ایلبی کے دہانہ سے بحر ایڈریاٹک تک اگر سرسری طور پر حد بندی کا خط کھینچا جائے تو اس کے اندر قومی جذبات اور مادی قوت کے اتحاد کی کوئی ایسی روک موجود نہیں تھی جو شہنشاہی کی تکوین میں مانع ہوتی۔ نپولین کی زندگی میں صحیح نقطہ بازگشت وہ تھا جب اس نے اس حکمتِ عملی سے آگے قدم بڑھائے جس کے موجب تقفیت راٹن کی تجویز ہوئی تھی اور پھر اپنے ظلم و ستم سے اس واحد سلطنت کو برانگیختہ کر دیا جو ہنوز جرمانیہ کو قومی زندگی عطا کرنے کی اہلیت رکھتی تھی۔

پٹ کا انتقال۔ فاکس اور گرنول کی وزارت۔ نپولین کا
پرشیا کو انگلستان سے جنگ کرنے پر مجبور کرنا، اور پھر ہنیوور انگلستان
کو پیش کرنا۔ پرشیا کا نپولین سے جنگ کا عزم کرنا۔ پرشیا کی
حالت۔ فوج کا زوال۔ جنوبی جرمانیہ، نپولین کے ساتھ۔ آسٹریا
غیر جانبدار۔ انگلستان و روس کا عنقریب پرشیا کو مدد دینا مگر
فوری مدد نہ دینا۔ ۱۸۰۶ء کی مہم۔ جنگ جینا و اورسٹاڈٹ۔ پرشیاوی
فوج کی تباہی۔ قلعوں کی حوالگی۔ نپولین کے مطالبات۔ جنگ کا
جاری رہنا۔ فرمان برلن۔ براعظم سے انگریزی مال کا اخراج۔
روس کا جنگ میں داخل ہونا۔ پولینڈ اور مشرقی پرشیا کی مہم۔
ایلو۔ معاہدہ بارٹنسٹن۔ فریڈلینڈ۔ ٹلسٹ میں ملاقات۔ نپولین اور
اور الگزنڈر کا مخالفہ۔ خفیہ دفعات۔ ڈنمارک کو انگریزی مہم۔
فرانسیسیوں کا پرتگال میں داخل ہونا۔ صلح ٹلسٹ کے بعد پرشیا کی
حالت۔ اسٹین کا حکم رفع قیود۔ پرشیاوی کسان۔ پرشیاوی فوج
کی اصلاح اور بلدیات کا قیام۔ اسٹین کے دوسرے تجاویز اصلاح
جن کا نفاذ نہیں ہوا۔

پٹ کا انتقال۔

برطانیہ عظمیٰ میں آسٹرلز کی خبروں کے پہنچنے کے چھ ہفتے بعد، وہ مدبر جو فرانس کے خلاف ہر ایک یورپی اتحاد کا روح رواں تھا، قبر میں پہنچ گیا۔ ۱؎

۱؎۔ انتقال کے قبل پٹ کے "نفش آسٹرلز" کا قصہ اس قدر ولدوز اور اس قدر مشہور ہے کہ میں انگلستان میں آسٹرلز کی خبر کی آمد کے اصلی واقعات کو درج کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چار انگریز ایسے تھے جن سے یہ توقع تھی کہ انھوں نے جنگ کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ سَرآرتھر پیگٹ سفیر متعینہ وائنا، لارڈ، ال گوور، (سفیر متعینہ دربار زار)، لارڈ ہیرنگٹن اور سپہ سالار رام زے ان میں لارڈ ہیرنگٹن انگلستان سے اتنی دیر کر کے روانہ ہوا کہ وہ وقت پر فوجوں میں پہنچ نہ سکا۔ سَرآرتھر پیگٹ، آلمنز میں بیٹھے ہوئے مراسلات لکھ رہے تھے۔ انھوں نے بندوق کی آواز بھی نہیں سنی اور جب ڈاک کے روانہ ہونے کے بعد باہر نکلے تو بازگشت کرنے والی فوج کو دیکھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ گوور بہت دور پیچھے تھا اور سپہ سالار رام زے، سوء اتفاق سے اسی روز نئے اجازت نامے حاصل کرنے کے لئے چلا گیا۔ پس جو ہیبتناک تباہی برپا ہوئی، اسے کسی انگریز نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ انگلستان میں سب سے پہلے پیگٹ کا مراسلہ پہنچا اور اس میں جنگ کا بالکل ہی غلط نقشہ کھینچا گیا تھا، اور شکست کو فیصلہ کن نہیں قرار دیا گیا تھا۔ پٹ نے اولاً واقعی یہ خیال کیا کہ جنگ کا اثر اس کی حکمت عملی کے لئے مفید ہوگا اور اغلب یہ ہے کہ پرشیا اس سے جنگ پر مصمم ہو جائے گی۔ ۲۰ دسمبر تک یہ کیفیت رہی کہ برلن میں ہیرو بی کو حسب ذیل ہدایات بھیجے گئے "اگر یہ فرض بھی کر لیں کہ اس دن کا نفع قطعی طور پر بوناپارٹ کی جانب تھا تو بھی یہ نفع ایسے نقصان سے حاصل ہوا ہوگا جس سے اس کی فوج اس حالت میں نہ رہی ہوگی کہ وہ پرشیا کی فوج سے مقابلہ کرے اور اس کے ساتھ ہی، حلفاء کے خلاف بھی بڑھتا آئے، لیکن اگر اس کے برخلاف یہ ظاہر ہو کہ نفع حلیفوں کی جانب ہے تو پھر اس امید کی ہر ایک وجہ ہے کہ اس مقابلہ کا فیصلہ کرنے کے لئے پرشیا پورے زور کے ساتھ آگے بڑھیگی"۔ دفاتر پرشیا جلد ۱۹۶۔ حقیقت یہ ہے کہ الم کی حوالگی سے پٹ کو وہ صدمہ پہنچا جو آسٹرلز کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، اس وقت جو مراسلہ لکھا گیا تھا (اور بظاہر پٹ کے زبانی بیان

پٹ کا خاتمہ نہایت ہی اندوہناک زمانہ میں ہوا۔ سمندر پر اس نے جو فتوحات کیے تھے، اُن سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور براعظم میں اس نے جو اتحادات قائم کیے ان کا خاتمہ تباہی و بربادی پر ہوا۔ اگر پٹ کے دورانِ حیات میں اُس کے تمام مقاصد کی عظمت و حب الوطنی کے صحیح احساس نے اس کے فوجی انتظام کی بے شمار غلطیوں کو نظر اغماض سے دیکھا، تو اب اس کی وزارت کا کوئی رکن ایسا نہیں رہ گیا تھا کہ آسٹرلز کی تباہی کے بعد جو نکتہ چینیاں ہوئیں انھیں وہ اپنے شخصی علوِ مرتبت کی وجہ سے روک دیتا۔ اس کے رفقا نے اپنی حالت کو مایوس کن سمجھ لیا۔ بادشاہ نے اگرچہ یہ کوشش کی کہ پٹ کے ماتحتوں میں سے ایک شخص کو اس کی جگہ پر مقرر کرے مگر یورپ کے توقعات اتنے تاریک ہوگئے تھے اور ملک کے اندر کی صورت حال اس قدر سخت ہوگئی تھی کہ فریقانہ تنظیم کے معمولی اصول پر یا بادشاہ کے شخصی ترجیحات کی بنا پر کسی وزارت کا قائم کرنا دشوار ہوگیا تھا۔ قوم کا مطالبہ یہ تھا کہ تمام فریقوں کے قابل ترین اشخاص متحد ہوکر حکومت کا کام چلائیں اور باوجودیکہ بادشاہ

فاکس اور گرنول کی متحدہ وزارت۔

کو مدت العمر فاکس سے نفرت رہی، لیکن پھر بھی ایک ایسی وزارت برسراقتدار ہوگئی جیسے فاکس اور گرنول نے مل کر ترتیب دیا تھا، فاکس نے وزیر خارجہ کا عہدہ اختیار کیا، کابینہ میں بھی متقدم اثر اپنا ہی رکھا اور وزیر اعظم کا لقب گرنول کو دے دیا، اڈنگٹن کو بھی وزارت میں جگہ دی گئی اور اس کے ساتھ ٹوری فریق کے اس جزو کی تائید بھی حاصل ہوگئی جو صلح کی کارروائی کا حامی تھا۔

فاکس نے اول دن سے سبب حریت کی حیثیت سے انقلاب فرانس کے ساتھ پوری ہمدردی ظاہر کی تھی۔ وہ شاہانِ باربن کی جانب داری میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے لکھا گیا تھا) اور جس میں شہنشاہ کو اس کے قرض ادا کرنے پر پُرزور توجہ دلائی گئی، وہ اس وقت کے تمام سیاسی مراسلات میں سب سے زیادہ پرجوش اور دل ہلا دینے والا ہے۔

غیر ملکی طاقتوں کی مداخلت کو یورپ کے مصائب و آلام کا باعث قرار دیتا تھا۔ اس نے جمہوریہ فرانس کی دست درازیوں کو ناجائز و بے سبب حملے کے نتائج کہہ کر اُن پر پردہ ڈالا تھا۔ خود فرانس میں حریت کی معدومیت سے بھی سیاہ انقلاب کی عزت و عالی ظرفی کی نسبت اس کا عقیدہ بالکل متزلزل نہیں ہوا تھا۔ صلح کے مختصر وقفہ میں جب ۱۸۰۲ء میں براعظم انگریزی سیاحوں کے لیے کھل گیا تو فاکس جاکر قنصل اول کا مہمان ہوا فرانسیسی حکومت کے متعلق اس کے ذاتی خیال میں وہ بہ غرور و تنگ آمیز نفرت نہیں تھی جس نے پٹ کے دوران اقتدار میں گفت و شنود کو مشکل بنا دیا تھا۔ پیرس میں یہ یقین کیا جاتا تھا اور معقول وجہ کے ساتھ یقین کیا جاتا تھا کہ نئے عہدہ سے فاکس کا پہلا مقصد یہ تھا کہ وہ امن کو بحال کردے۔

نپولین کو توقع یہ ہوئی کہ پرشیا کے وسیلہ سے فاکس کو ڈرا دیگا۔

برطانی کابینہ کے انداز میں جس تغیر کے پیدا ہونے کی توقع تھی اسے نظر میں رکھ کر نپولین نے خود اپنی تجویز مرتب کی تھی۔ اس کی عادت یہ تھی کہ جہاں کہیں وہ مراعات کی علامتیں دیکھتا تھا وہاں اور بھی زیادہ شدت سے تخویف کا استعمال کرتا تھا۔ اس وقت اس نے عزم یہ کیا کہ برطانیہ عظمی کے خلاف صف بستہ قوتوں میں پرشیا کا اضافہ کرکے فاکس کے آشتی آمیز میلانات پر اثر ڈالے۔ جنگ آسٹرلز کے بعد سے پرشیا تنہا اور بے وقار ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے پہلے تو انگلستان کی مخالفت پر جلد یا جاتا اس کے بعد اسی سے اس اطمینان کے مہیا کرنے کا کام لیا جاتا جس کا مطالبہ انگلستان، صلح کے شرط اول کے طور پر کرتا۔

نپولین نے جس وقت پٹ کے انتقال کی خبر سنی ہے اس وقت وہ پیرس میں کاؤنٹ ہاگوزی کی آمد کا متوقع تھا، جو اس غرض سے آ رہا تھا کہ جنگ آسٹرلز کے بعد اس نے پرشیا کی جانب سے جس عہدنامے پر دستخط کیے تھے اس میں کچھ ترمیم کرائے۔ اس معاہدے کی خاص خصوصیت یہ تھی کہ پرشیا کے محالفہ کے عوض میں فرانسیسی شہنشاہ نے ہنوور اسے عطا کر دیا تھا۔ یہ مسئلہ ایسا تھا کہ شاہ فریڈرک ولیم کے لئے بھی سب سے زیادہ خوف و کشش و پیچ کا مسئلہ بن گیا۔ وہ ہنوور کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتا تھا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتا تھا کہ فرانسیسی حملہ آور کے

بجائے وہ اس کا استحقاق اس کے انگریزی مالک سے حاصل کرے۔ ہاگوز کی آمد پیرس کا مقصد یہی تھا کہ وہ اس معاہدے کے شرائط میں ایسی ترمیم کرائے کہ جس سے ہینوور پر پرشیا کا قبضہ عارضی و مشروط ہو جائے اور اس کے آخری انفصال کے متعلق شاہ انگلستان کی رائے بھی برائے نام شامل رہے۔ شاہ پرشیا کو پورا یقین تھا کہ نپولین اس تغیر سے اتفاق کرے گا، اور اس لئے اس نے نپولین کی جانب سے ہینوور کی حوالگی کے واقعہ کو پوشیدہ رکھ کر ایک غیر صادق اعلان یہ شایع کر دیا کہ خود ہینوور کے لوگوں کے مفاد کے خیال سے فرانسیسی اور پرشیاوی حکومتوں کے درمیان ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے تھے اور اس کی توثیق بھی ہو گئی ہے جس کے بموجب ہینوور اس وقت تک کے لئے شاہ پرشیا کی حفاظت میں دے دیا گیا ہے جب تک کہ برطانیہ عظمی اور فرانس کے درمیان صلح مو کد نہ ہو جائے برطانی حکومت کو شاہ جارج سوم کے حقوق کی توقیر کے متعلق پرشیا کی جانب سے تیقنات موصول ہوئے یہ تلخ صداقت کہ فرانس و پرشیا کے معاہدے میں والئی ہینوور کے حقوق کے تحفظ کے متعلق ایک لفظ بھی موجود نہیں تھا، اور ہینوور کی حوالگی مطلق کو مشروط کرنے کا خیال تک بھی نہ پیدا ہوا تھا، یہ امور پرشیاوی کابینہ کے ضمیر میں مستور تھے کبھی کسی حکومت نے اس سے زیادہ کامل طور پر اپنے کو ایک بیدرد دشمن کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دیا ہوگا۔ کاونٹ ہاگوز کے پیرس پہنچنے پر پرشیاوی دربار کے مفروضہ جانبداراں انگلستان کے خلاف نپولین نے ملامت کی بوچھاڑ کر دی۔ نپولین نے صاف یہ کہدیا کہ پرشیا کی بدعہدی نے اس ناچیز قول و قرار کا بھی خاتمہ کر دیا جو جنگ آسٹرلز کے بعد بزور حاصل کیا گیا تھا، اور اس نے اس امر پر زور دیا کہ شاہ فریڈرک ولیم ثالث جرمانیہ کے بندرگاہوں کو برطانی جہازوں کے لئے بند کرے اور یہ اعلان کرے کہ نپولین نے خود اپنے حق فتح کے رو سے ہینوور اسے عطا کیا ہے، علانیہ برطانیہ عظمی کی مقاومت کرے۔ ہاگوز نے ان شرائط کے ساتھ ایک دوسرے اور زیادہ ذلت آمیز معاہدہ پر دستخط کر دئے، اور پرشیاوی حکومت جو اب انتہائی درجہ

نپولین کا پرشیا کو انگلستان کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور کرنا۔ مارچ ۱۸۰۶

حقارت کو پہنچ گئی تھی مگر فوری جنگ کے لئے تیار نہیں تھی، اس نے اپنے آقا کے احکام کی تعمیل کر دی[1] جب ایک اعلان میں یہ کہا گیا کہ پرشیا نے ہنیوور کا کامل

---

[1] ۔ ہارڈنبرگ، جلد دوم صفحہ ۴۶۳۔ ہارڈنبرگ نے ۱۸۰۶ء تک اپنی کمزور اور گومگو روش کے باوجود اس وقت اس ذلت آمیز حالت کا احساس کیا جس میں پرشیا نے خود کو ڈال دیا تھا اور وہ اب اپنے عہدہ سے کنارہ کش ہو گیا۔ "مجھے آج صبح بیرن ہارڈنبرگ کی جانب سے یہ پیغام ملا جس میں مجھ سے یہ خواہش کی گئی کہ میں آ کر اس سے ملوں، اس نے کہا کہ وہ اب اپنی عزت کو قائم رکھتے ہوئے عہدے پر نہیں رہ سکتا اور وہ صرف کاؤنٹ ہاگوز کی واپسی کا انتظار کر رہا ہے تاکہ اپنے محکمہ کا انتظام اسے سپرد کر دے۔ اس نے کہا کہ آپ میرے اصولوں کو اور میری ان کوششوں کو جانتے ہیں جو میں نے اس نیک مقصد کے لئے کی ہیں، پس جب مجھ پر یہ الزام لگایا جائے گا کہ اس کارروائی میں میں بھی شریک ہوں تو آپ اندازہ کیجئے کہ مجھے اس سے کس قدر تکلیف ہو گی۔ غالباً آپ یہ جانتے ہوں گے کہ میں ہنیوور کے حاصل کرنے کا حامی تھا مگر میری خواہش یہ تھی کہ یہ ایسے شرائط کے ساتھ ہو جو دونوں فریق کے لئے باعث عزت ہو۔ میں اسے پرشیاوی ممالک کے تحفظ کے لئے پشتہ سمجھتا تھا مگر میرا خیال یہ تھا کہ خاندان ہنیوور کو اس کا معاوضہ کہیں اور دے دیا جائے گا۔ مگر اب میں ان ناپسندیدہ ذرائع سے نفرت رکھتا ہوں جن ذرائع سے ہم نے یہ حاصل کیا ہے، بونا پارٹ کے غلام بنے بغیر اس کا دوست رہنا ممکن ہے۔ اس نے اس زبان کے لئے معذرت کی اور یہ کہا کہ مجھے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ پرشیاوی وزیر کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جس نے اپنا دل کھول کر اپنے دوست کو دکھا دیا ہے .... اس گفتگو کے دوران میں یم۔ ڈی ہارڈنبرگ کے اضطراب کی جو حالت تھی میں نے اس تکلیف دہ تصویر کا نقشہ نہیں کھینچا ہے۔ وہ پرشیا کی قسمت پر توجہ کرتا رہا، اور گزشتہ تین مہینے میں اسے جیسی سختیاں اٹھانا پڑیں اور شاہ پرشیا میں عزم و ثبات کی جیسی کمی تھی اس کی شکایت کرتا رہا۔ اس نے کئی بار اس امید کا اظہار کیا کہ انگلستان اور روس کی حکومتیں اس ملک کی حالت پر لحاظ کریں گی۔ اس نے کہا کہ ان حکومتوں کے پاس ایسے

تسلط اس کے فاتح نپولین سے پایا ہے تو اس سے شاید فریڈرک ولیم کے سابق اعلانوں کی دروغ بافی ثابت ہو گئی۔ (۲۸ مارچ ۱۸۰۶ء کو) ایک حکم یہ شائع کیا گیا کہ انگلستان کے جہازات پرشیا کے بندرگاہوں بلکہ خود ہنیوور کے بندرگاہوں سے بھی خارج رکھے جائیں۔ اس کا فوری جواب یہ دیا گیا کہ برطانی بندرگاہوں میں چار سو پرشیاوی کشتیاں گرفتار کر لی گئیں اور برطانیہ کے جنگی مسلح جہازوں نے پرشیا کی بحری تجارت کو بالکلیہ فنا کر دیا۔[1]

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) ذرائع ہیں کہ وہ اس ملک کو بے انتہا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ برطانی بیڑہ پرشیا کی تجارت کو تباہ کر سکتا ہے اور روسی فوج اس کے بعض مشرقی صوبوں کو فتح کر سکتی ہے، مگر اس کا نفع صرف بوناپارٹ کو پہنچے گا کیونکہ اس صورت میں پرشیا بالکلیہ اس کے ہاتھ میں جا رہے گی۔" برلن سے ایف جیکسن کا مراسلہ ۲۷ مارچ ۱۸۰۶ء دفاتر پرشیا جلد ۸۷۔

[1] برطانوی ایلچی نے جب اپنے لئے اجازت نامہ طلب کیا، تو ہاگوز نے اپنی روش کی مدافعت میں طولانی گفتگو کی۔ اور ضرورت کی مجبوریوں کا اظہار کیا۔ مسٹر جیکسن نے کہا کہ برطانی کشتیوں کو خارج رکھنے کی یادداشت جب تک بدل نہ دی جائے اس وقت تک رفع اختلافات نہیں ہو سکتا۔ ایم۔ ڈی ہاگوز نے فوراً ہی اس کا یہ جواب دیا کہ " مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ وہ یادداشت آپ کو دی گئی ہے تو مجھے نہایت ہی حیرت ہوئی"۔ میں نے کہا کہ " جن کارروائیوں کی وجہ سے یہ صورت پیش آئی، جب آپ ہی اس کے بانی مبانی ہیں، تو پھر آپ کو حیرت کیوں ہوئی"۔ اس کا جواب مجھے صرف یہ ملا کہ " آہ، یہ نہ کہو" (Ah: neditespascela) اس نے یہ ظاہر کیا کہ خیال کرنے کی بات یہ ہے کہ اگر موجودہ صورت حالات پر رضامند ہونے سے ہم انکار کر دیں گے تو آیا اس سے زیادہ تباہ کن صورت نہ پیش آ جائے گی۔ اس پر میں مسکرایا اور میں نے پوچھا کہ آیا اس سے میں یہ سمجھوں کہ انگلستان کو جس حملہ کی دھمکی دی جا رہی ہے، اس میں کوئی پرشیاوی فوج بھی حصہ لے گی۔ اس نے جواب دیا کہ سردست اس قسم کا کوئی پہلو پیدا کرنا اس کا مقصود نہیں تھا مگر واقعات کیا پیش آ جائیں گے اسکا جواب دینا غیر ممکن تھا۔" ایضاً ۲۵ اپریل۔

نپولین کا فاکس سے مراسلت کرنا اور ہینوور انگلستان کو پیش کرنا

پرشیا کو برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ اس تباہ کن تصادم کا پابند بنائے ہوئے ابھی دیر نہیں ہوئی تھی کہ نپولین نے فاکس کی حکومت کے ساتھ صلح کے مراسلات شروع کر دیے۔ برطانیہ عظمیٰ کی پہلی شرط یہ تھی کہ ہینوور شاہ جارج سوم کو واپس دیدیا جائے، نپولین نے بلا تذبذب اسے منظور کر لیا[1] پس پرشیا کی عزت میں ہر طرح پر بٹہ لگانے کے بعد اس سے تمسخر یہ کیا جانے والا تھا کہ اس کا شکار بھی اس کے ہاتھ سے نکال لیا جائے مگر فی الحال گفت و شنود کے اس حصہ کی کوئی افواہ برلن میں نہیں پہنچی۔ خود یہ گفتگو کئی مہینوں تک چلتی رہی، وہ زیادہ تر سسلی کی آئندہ ملکیت کے باب میں ہوتی رہی، ابتدا میں نپولین اس امر پر راضی ہو گیا تھا کہ سسلی کو فرڈینیڈ (شاہ نیپلز) کے ہاتھ میں چھوڑ دیا جائے جسے فرانسیسیوں نے کبھی وہاں سے خارج نہیں کیا تھا۔ لیکن جب نپولین کو یہ پتہ چلا کہ روسی ایلچی، ڈی اوبریل (جسے شہنشاہ الگزنڈر نے غیر متعین ہدایات کے ساتھ پیرس بھیجا تھا) روس کے معاملہ کو انگلستان کے معاہدہ سے علیحدہ کر لینے اور جداگانہ صلح پر دستخط کر دینے پر رضامند ہے تو سسلی کے متعلق وہ (نپولین) اپنے وعدہ سے پھر گیا، اور یہ مطالبہ کیا کہ یہ جزیرہ اس کے بھائی جوزف کو دیدیا جائے؛ ڈی اوبریل نے ۲۰ جولائی کو روس کی جانب سے شرائط پر دستخط کر دیے، اور انگلستان کی جانب سے گفتگو کرنے والے کو چھوڑ دیا کہ اس سے جو شرائط ہو سکیں حاصل کرے۔ فاکس اس امر پر رضامند تھا کہ اطالیہ کے ملک اصلی میں نپولین نے جو صورت حالات قائم کر دی ہے، اسے تسلیم کرے اور اگر روس نے مشترک مراسلت میں اس پر زور دیا ہوتا تو وہ سسلی کو بھی حوالہ کر دیتا مگر اتنا تدبر اس میں تھا کہ محض عیاری سے سسلی کا اس کے ہاتھ سے نکال لینا مشکل تھا۔ اس نے انگریزی ایلچی کو پیرس سے واپس بلا لیا اور اس انتظار میں رہا کہ دیکھیے

---

[1] کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ، ۱۸۰۶ء صفحہ ۶۳۔

زار اپنے نمایندے کی روش کے متعلق کیا حکم صادر کرتا ہے۔ زار نے ٹلی اوبریل کی گفت و شنید سے انکار کر دیا اور جو معاہدہ وہ سنٹ پیٹرسبرگ کو لایا تھا اسے باطل قرار دے دیا۔ اس طرح نیولین خود اپنی حد سے بڑھ گیا اور جدا گانہ قرار دادوں کے ذریعہ سے برطانیہ عظمیٰ اور روس میں تفرقہ ڈال دینے کے بجائے اُس نے دونوں کو مکدر و ناخوش کر دیا۔ گفتگوئیں آگے نہیں بڑھیں، اور اُن گفتگوؤں کی اہمیت صرف اس اثر کی وجہ سے ہے جو پرشیا پر اس وقت پڑا جب برلن میں یہ معلوم ہوا کہ نیولین نے ہنوور برطانیہ عظمیٰ کو پیش کیا تھا۔

نیولین کا ہنوور انگلستان کو پیش کر دینے کا حال پرشیا کو معلوم ہوا۔ اگست۔

جس وقت سے ہاگوز کے دوسرے معاہدے نے اپنے آقا کو نیولین کے قدموں پر ڈال دیا، اُس وقت سے برابر پرشیا کی اہانتیں ہوتی رہیں اور اسے نقصان پہنچتا رہا۔ نیورٹ نے بہ حیثیت ڈیوک برگ، اس علاقہ پر قبضہ کر لیا، جو کلیسائی اراضی کی تقسیم میں پرشیا کو دی گئی تھی۔ پرشیا کی سرگروہی میں شمالی جرمانی مشترکیت قائم کرنے کا خیال خود نیولین نے پیدا کیا تھا اور یہ صرف اس لئے کہ جب پرشیا اس تجویز کو عمل میں لانے کی کوشش کرے تو اسے ایک سرسری حکم سے بند کر دے۔ برلن میں شاید ایک دربار بھی ایسا نہیں تھا جو یہ محسوس نہ کرتا رہا ہو کہ اب فرانسیسیوں کا جو اٹھانا حد برداشت سے باہر ہو گیا ہے، تاآنکہ خود ہاگوز اب جنگ کو صرف وقت کا سوال سمجھتا تھا، دارالصدر کا محب وطن فریق اور فوج کے نوعمر عہدہ دار اس مسلوب الاعزاز حکومت پر سختی سے ملامت کرتے اور بادشاہ پر زور دے رہے تھے کہ وہ اپنے ملک کے اعزاز کے لئے شمشیر بکف ہو جائے۔[1]

[1]۔ "برلن کی قلعہ نشین فوج کے عہدہ داروں کے نام ایک حکم یہ نافذ ہوا ہے کہ وہ معاملات عامہ کی حالت پر گفتگو نہ کیا کریں ورنہ سخت سزا کے مستوجب ہوں گے، یہ حکم بدولی کے اس نہایت ہی عام اور پرشور اظہار کی وجہ سے دیا گیا جو حکومت حال

اس بڑھتی ہوئی شورانگیزی کے درمیان (۷ اگست کو) پیرس کے پرشیاوی سفیر لیوکیسنی کی طرف سے ایک مراسلہ اس مضمون کا آیا کہ نپولین نے ہنوور، حکومت برطانیہ کو پیش کر دیا ہے تقریباً تین ہفتہ تک لیوکیسنی کو برطانیہ عظمیٰ اور فرانس کے درمیان مراسلات کا کچھ سراغ نہیں ملا تھا مگر ایک جلسہ ضیافت میں انگریزی ایلچی سے باتوں باتوں میں اسے دفعتہً یہ معلوم ہوا کہ نپولین نے پرشیا پر کیا ضرب لگانا چاہی تھی، لیوکیسنی نے دربار برلن کو فوراً مراسلت روانہ کر دی مگر اس مراسلت کے پیرس سے نکلنے کے قبل ہی تالیرینڈ کے گماشتوں نے اسے کھول لیا اور اس طرح فرانسیسی حکومت نے پرشیا کے غصہ کے دفعتہً بھڑک اٹھنے کے خلاف اپنا تحفظ کر لیا۔ لیوکیسنی کے مراسلہ سے ٹالیرینڈ نے جو اہمیت منسوب کی تھی درحقیقت وہ سب بجا تھی، اس سے ضعیف العزم شاہ پرشیا میں ویسی ہی تشنجی استقامت پیدا ہو گئی جیسی سال ماسبق میں پرینڈ ورث کے اس کی مملکت کے اندر سے خلاف قانون گزر لینے کی

پرشیا کا عزم جنگ

وجہ سے پیدا ہوئی تھی، تمام پرشیاوی فوج کو جنگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) سے کے رویہ کے متعلق قوم کے تمام طبقات اور خصوصاً فوج کی طرف سے برپا ہوا تھا کیونکہ یہ سوچا جا رہا تھا کہ ایک حکم عام یہ شایع کیا جائے کہ عوام الناس سلطنت کی حکمت عملی کے مسائل پر قیل و قال نہ کیا کریں، اس کارروائی کے مصنفوں کو چند ہی دنوں کے تجربہ سے معلوم ہو جائے گا کہ نتیجہ ان کے توقع کے برعکس ہوا کیونکہ ان کی روش کے بارے میں طعن و تشنیع اور ہجو پہلے سے بھی زیادہ عام ہو گئی ہیں۔" مراسلہ جیکسن، ۲۲ مارچ (ایضاً) "پنجشنبہ کی شب میں کاونٹ ہاگوز کے مکان کی کھڑکیاں کسی نامعلوم شخص نے بالکل ہی توڑ ڈالیں۔ چونکہ اس کام کے لئے خصوصیت سے قرابین کا چھرا استعمال ہوا تھا اس لئے گمان یہ ہے کہ قلعہ گیر فوج کے کسی شخص کا یہ کام ہے، چند شب قبل بھی یہی ہو چکا تھا کاونٹ نے اس پر کچھ خیال نہیں کیا تھا، اب پولس کا ایک دستہ رات میں سڑک پر پہرہ دیتا ہے۔" (ایضاً)

کے لئے تیار ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ برنسوک کو مہم کے تجاویز مرتب کرنے کے لئے طلب کیا گیا، اور وائنا، سنٹ پیٹرسبرگ بلکہ لندن کے مخالف دربار میں بھی مدد کے لئے درخواستیں بھیجی گئیں۔

پرشیا کی حالت

اس نازک موقع پر پرشیا کی حالت ایسی تھی کہ وہ چند محب وطن مدبرین جو قومی نخوت یا ایک ڈھرے پر کام کرنے کی غلامی سے اندھے نہیں ہو گئے تھے، انھیں سخت اندیشہ لاحق ہو گیا تھا۔ ۱۸۰۵ء میں پرشیا کی غیر ملکی حکمت عملی اگرچہ نہایت ابتر تھی مگر وہ اس کی بے بسی اور اس اخلاقی مردگی کی بنا پر عادل تھی جو اس کی سرکاری اور عام زندگی کے ہر حصہ میں سرایت کر گئی تھی، اوائل ۱۸۰۶ء میں اسٹین نے ایک کاغذ تیار کیا تھا[1] جس میں ان لوگوں کے عادات و اخلاق کو کھول کر دکھایا تھا، جو فریڈرک ولیم کو گھیرے ہوئے تھے، اور اس میں باعلان یہ کہا تھا کہ اگر یہاں کے نظم میں عاجلانہ تغیر نہ کیا گیا تو پھر کوئی تدبیر بھی پرشیاوی سلطنت کو کلی زوال و تباہی سے بچا نہیں سکتی۔ اس تحریر کی زبان ایسی تھی کہ کمتر کوئی مدبر ایسی زبان استعمال کرے گا۔ اسٹین نے فوری ضرورت کی دو کارروائیوں کو خصوصیت

وزرا بادشاہ کے کابینہ میں نہیں تھے

سے بیان کیا تھا، ایک تو وزرا کی ذمہ دار مجلس کا خیال اور دوسرے ہاگوز اور اس کے تمام دوستوں کا عہدوں سے برطرف کیا جانا، موجودہ نظم میں وزرا بادشاہ کے راز دار مشیر نہیں تھے، وزرا ایک دوسرے سے بے تعلق اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ کابینہ یعنی بادشاہ کی راز دار مجلس ایسے لوگوں پر مشتمل تھی جن کا کوئی سرکاری فرض نہیں تھا، اور وہ ہر قسم کی ذمہ داری سے آزاد تھے۔ کوئی ضمانت اس امر کی نہیں تھی کہ مسلسل دو دن تک ملک کی حکمت عملی ایک حال پر قائم رہے گی۔ کابینہ کے اندر معاملات میں جس طرح رد و بدل ہو جاتا تھا، وزرا کو اکثر اس کی خبر نہیں ہوتی تھی، ہاگوز کی سفارت برلن کی تاریخ نے یہ ظاہر کر دیا کہ ایک فرد واحد

---

[1] پرز، جلد اول صفحہ ۳۳۱، سیلی، جلد اول صفحہ ۲۷۱۔

سلطنت کو ایسی قرار دادوں کا پابند بنا دے سکتا ہے جو ان مقاصد کے عین مخالف ہوں جن کے معاہدے کے لیے وہ بھیجا گیا ہو۔ پرشیا کی پہلی ضرورت یہ تھی کہ وہاں ایک ذمہ دار حکمران مجلس ہو، ایسی مجلس اگر ہوتی تو اس سے یہ توقع ہو سکتی تھی کہ فوج اور سرکاری ملازمت کی دوسری شاخوں میں جن کی حالت موجودہ نظم کے تحت مطلقاً مایوس کن ہوگئی تھی، ان پر کچھ کامیابی کی امید کے ساتھ توجہ کی جا سکے۔

جب کہ عام فوجی خدمت اور نپولین کی طباعی نے فن جنگ میں انقلاب پیدا کر دیا تھا، اس دور میں پرشیا کی فوج اس سے کچھ زیادہ نہیں تھی کہ فریڈرک اعظم کی فوج بیس برس پرانی ہوگئی تھی[1] ساری دنیا پر یہ عیاں تھا کہ اس فوج کا محکمہ رسد رسانی اور اس کے قواعد کوچ اس زمانہ کے لئے جب ان نقل و حرکت میں جن کا شمار اب دنوں سے کیا جاتا تھا، ہفتوں صرف کر دئے جاتے تھے، مگر ایسے حالات بھی تھے جو باہر سے اس قدر صاف نمایاں نہیں نظر آتے تھے مگر انھوں نے خود سپہ گری کی روح کو معطل کر دیا تھا اور ایسے انہدام کے لئے راستہ تیار کر دیا تھا جن میں میدان جنگ کی شکستیں بہت ہی خفیف بہبیز لی تھیں۔ کلانی عمر نے بیشتر اعلیٰ عہدہ داروں کو فوجی خدمت کے ناقابل بنا دیا تھا۔

پرشیا کی فوج کی حالت

عہدہ داروں کی وہ سرباز خانہ کی سی ایک دھڑے پر چلنے والی روش جسے پرشیا میں حکومت کی دانش و فرہنگ سمجھا جاتا تھا، اس نے فوج کے اعلیٰ عہدہ داروں کو زمانہ امن میں ایک طرح کی نظم و نسق ملکی کی جماعت بنا دیا تھا، اور وہ اپنے ملکی خدمات کے لئے اس سے وہ چند تنخواہ پاتے تھے جو واقعی جنگ کی حالت میں انھیں ملتی۔ معمر اشخاص جو میجر، کرنل اور جنرل کے عہدے رکھتے تھے وہ مفصلاتی قصبوں کے دفتروں میں کیچلی اتارتے رہتے اور جنگ کے نام سے بڑبڑانے لگتے

اعلیٰ عہدہ دار

[1] ہافنر ڈرکہ یگ دان ۱۸۰۶ء، جلد اول صفحہ ۸۴۔

تھے جس سے ان کی نصف تنخواہ جاتی رہتی۔ چند شہزادوں کے سوا، جو نوعمری میں اعلیٰ عہدوں پر مقرر کر دئے گئے تھے اور بلوچر کے ایسے معدودے چند پرزور طریقوں کے علاوہ فوج کی ساری قوت اور اس کا تمام جنگی جوش انھیں لوگوں میں پایا جاتا تھا جو کپتان کے درجہ سے آگے نہیں بڑھے تھے، اعلیٰ عہدہ دار اس درجہ کے فرانسیسی عہدہ داروں کی بہ نسبت بالاوسط دونی عمر کے تھے[1]، چوبیس نائبان سپہ سالار میں سے اٹھارہ ساٹھ سے زاید عمر کے تھے، کم عمر والے ایک استثنا کے سوا سب شہزادے تھے۔ پیادہ فوج کے سات قائدین میں سے پانچ ستر کی عمر سے متجاوز تھے، سوارہ فوج کے سولہ سپہ سالاروں میں ہی صرف دو ایسے تھے جن کی عمر پچپن کو نہیں پہنچی تھی، یہی وہ لوگ تھے کہ جب میدان میں پرشیاوی فوجوں کو شکست ہوگئی تو انھوں نے اس بےفکری سے قلعے حوالہ کر دئے گویا وہ فرانسیسیوں کا رسمی ملاقات کے لیے استقبال کر رہے تھے۔ ان کی نخوت بھی اتنی ہی قابل افسوس تھی جتنی ان کی کمزوری دل۔ سپہ سالار روشل نے میدان فواعد میں یہ کہا تھا کہ "اعلیٰ حضرت کی فوج میں متعدد سپہ سالار بوناپارٹ کے ہمسر موجود ہیں"۔ اس سے دوسری نوع کے نقایص اس نسل میں موجود تھے جو فریڈرک کے بعد سے بڑھی تھی۔ نوعمر عہدہ داروں کی رعونت و عیش پرستی اس حد پہنچی ہوئی تھی کہ میدان جینا میں ان کی تباہی سے پرشیا کے طبقات متوسط کے ایک بہت بڑے حصہ کو واقعی مسرت حاصل ہوئی لیکن ان نوعمروں کے عادات و اطوار کتنے ہی قابل نفرت اور ان کی خوداعتمادی کیسی ہی بےسروپا کیوں نہ رہی ہو مگر ۱۸۰۶ء کی تباہیوں کا راست تعلق ان لوگوں کے معایب سے

---

[1] ہینکل وان ڈونر سمارک (اربیز جن)، میں ۱۸۰۶ء کے ان تمام پرشیاوی عہدہ داروں کی ایک فہرست دی گئی ہے جو میجر سے اوپر درجے کے تھے اور اس کے ساتھ ان کی مدت ملازمت بھی درج ہے۔ کرنل کی خدمت کا اوسط بیالیس برس اور میجر کا پینتیس برس ہے۔

نہیں تھا۔ جن بہادروں نے اپنی تلواریں فرانسیسی سفیر کے دریچہ کے پتھر پر تیز کی تھیں انھیں میورٹ کے ادنٰے طبقہ کے سواروں سے بہت تلخ سبق ملا مگر انھوں نے تباہی کے وقت ہمت دکھائی اور بعد میں ملک کو انھیں میں سے اعلٰی قابلیت و اعزاز کے متعدد عہدہ دار نصیب ہوئے۔

عام سپاہی قوم کے اعلٰی درجات میں جو خرابی تھی اس کا رفعداد معمولی سپاہیوں کی کسی قسم کی خوبی سے نہیں ہوا تھا، پرشیاوی فوج میں کچھ غیر ملکی بھرتی کیے جاتے تھے۔ مگر زیادہ تر پرشیا کے وابستہ اراضی غلام اس میں لیے جاتے جنھیں خدمت کے لیے مجبور کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے دوستوں کے ساتھ پیرانہ سالی تک رہتے تھے۔ سپاہیوں کی درشت خصلت اور جرم و فرار کی کثرت کے باعث بیدردانہ سزاؤں کی ضرورت پڑتی تھی جس سے متوسط و ادنٰے طبقہ کے بہتر حصہ کے لیے فوجی خدمت ایک معیوب شے بن گئی تھی۔ وہ سپاہی جنھیں فریڈرک کا سا بلند رتبہ سپہ سالار تازیانہ لگا کر ان میں اعلٰی درجہ کی فوجی تکمیل پیدا کر سکتا تھا، وہی سپاہی اب اپنے موجودہ کام لینے والوں کی طرف سے برگشتہ خاطر تھے، اور جوں ہی کسی ہزیمت سے ان کے دستہ کی جمعیت و حاضری شکست ہوتی تھی، وہ فوراً غول در غول اپنے گھروں کو بھاگ جانے کے لیے تیار رہتے تھے۔ سال ماسبق میں ایک تجویز یہ پیش کی گئی تھی کہ عام خدمت کا وہ نظم جاری کیا جائے جس نے اس کے بعد سے پرشیا کو اتنی بڑی فوجی قوت بنادیا ہے۔ اسے سپہ سالاروں کی ایک مجلس نے اس بنا پر مسترد کر دیا کہ "اس سے یورپ کی سب سے زیادہ باہیبت فوج ایک ملیشیا (محافظ ملک فوج) کی حالت میں تبدیل ہو جائیگی۔" لیکن پرشیا خواہ ملیشیا لیکر جنگ کرتی یا باقاعدہ فوج لے کر دونوں صورتوں میں، ان لوگوں کے تحت جو ۱۸۰۶ء میں فوج کے سپہ سالاری کر رہے تھے، اس کا صرف ایک ہی انجام ہونا تھا۔ سپاہ یا قلعہ کوئی شے بھی اس بادشاہی کو نہیں بچا سکتے تھے جس کے سپہ سالاروں کو صرف ایک کام حوالگی کا آتا تھا۔

تمام جنوبی جرمانیہ اب بھی نپولین کے ہاتھ میں تھی۔ پرشیا کے ساتھ جنگ کا گمان جس قدر بڑھتا جاتا تھا، نپولین، سلطنتہائے مشترکی پر اپنی گرفت کو اسی قدر سخت کرتا جاتا تھا؛ آسٹریا کے محب وطن حلقوں میں ایسی تحریریں شایع ہو چلی تھیں جنھوں نے ایک غیر ملکی ستمگار کے خلاف جرمانی قوم کو متحد ہو جانے پر برانگیختہ کرنا شروع کر دیا تھا؛ ایک گمنام رسالہ بنام "جرمانیہ درقعر مذلت" بویریا کے مختلف کتب فروشوں کے وہاں فروخت ہو رہا تھا؛ انھیں بیچنے والوں میں نرمبرگ کا ایک رہنے والا پام بھی تھا؛ اس کی کوئی شہادت نہیں ہے کہ پام اس رسالہ کے مضمون تک سے بھی آگاہ تھا یا نہیں مگر جس طرح اس کے قبل ڈیوک انگین کے معاملہ میں ہوا کہ نپولین کو خاندان باربن کو خوف زدہ کر دینے کے لئے کسی شکار کی ضرورت ہوئی۔ اسی طرح اب اسے جرمانی قوم کے ان لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لئے ایک شکار کی ضرورت ہوئی جو حب الوطنی کی استدعا کے سننے کی طرف مائل تھے۔ اس نے شارلیمین (نپولین) کے لئے پام بہت زیادہ غیر معروف شخص نہیں تھا، یہ بے خطا و بے جرم شخص جس سے یہ معزز قصور بھی سرزد نہیں ہوا تھا کہ وہ اپنے ملک کے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسے کشاں کشاں فرانسیسی سپاہیوں کی ایک عدالت کے سامنے پہنچایا گیا اور نپولین کے قطعی احکام کے بموجب (۲۶ اگست کو) چوبیس گھنٹے کے اندر اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ قتل بے ضرورت ہوا کیونکہ اہل بویریا، اور اہل ورٹمبرگ اپنی حلقہ بگوشی سے راضی تھے، اس کا اثر صرف یہ ہوا کہ ایک صابر و خانہ پسند طبقہ کے دلوں میں یہ شک پیدا ہو گیا کہ آیا یہ سب کچھ ہونے کے بعد جرمانی شہریوں اور ان کے اہل خاندان کو اپنی قومی خود مختاری کی بقا میں کچھ دلچسپی کا اظہار کرنا چاہئے یا نہیں؟

جب چند برس بعد نپولین کی ستمگاریوں سے جرمانی قوم کے ایک بڑے حصہ میں حقیقی حب الوطنی کی شرافت عالیہ کا (بدرجہ اقل) پر تو سا پیدا ہو گیا تھا، اس وقت پام کی موت کا قصہ ان قصوں میں سے ہو گیا تھا جن سے ظلم و جور کا تلخ ترین احساس برانگیختہ ہو جاتا تھا۔ لیکن بر وقت سیاسی

واقعات کی رفتار پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا۔ شمالی جرمانیہ ساکت و صامت رہی اور نپولین کے لئے ایک فوج محفوظ بھی مہیا کر دی پس پرشیا کو حلیفوں کے لئے کسی اور طرف نظر ڈالنا تھی جنگ اگر طولانی ثابت ہوتی تو پرشیا کی تائید کے توقعات تھے مگر بصورت دیگر کوئی توقع نہیں تھی۔ آسٹریا ۱۸۰۵ء کی تباہیوں سے شکستہ ہو چکی تھی اور اس سے دوبارہ اس

آسٹریا غیر جانبدار رہی انگلستان و روس پرشیا کو کوئی فوری مدد نہیں دے سکتے تھے۔

کشاکشی میں پڑنے کی امید صرف اسی وقت ہو سکتی تھی کہ فتح کا رخ نپولین کے خلاف پھر جائے۔ دوسرے اطراف میں مدد کے وعدے ہو سکتے تھے مگر جس وقت اور جس موقع پر ضرورت تھی اس وقت و موقع پر مدد نہیں مل سکتی تھی زار نے اپنی شہنشاہی کی تمام فوجیں پیش کر دیں، شاہ جارج سوم نے جب دیکھا کہ اس کے ملک موروثی کے غارت کرنے والے فی الواقع فرانسیسیوں سے لڑنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں تو اس نے انھیں معاف کر دیا مگر انگلنڈ کی فوجیں بہت دور مشرق میں پڑی ہوئی تھیں۔ اور براعظم کی کسی جنگ میں انگلستان کی کارروائی کے متعلق یہ یقین تھا وہ دیر طلب و بے اثر ہو گی پس جنگ کے پہلے صدمہ کو برداشت کرنے کے لئے پرشیا تن تنہا وقف تھی۔ فرانسیسی فوجوں کی موجودہ صورت حال میں، تمام وہ اشخاص جو نپولین کے طریق جنگ کو سمجھتے تھے وہ بخوبی یہ توقع کر سکتے کہ وہ کوئی غیر معمولی سریع و پامال کن ضرب لگا دے گا۔

فرانسیسی اور پرشیاوی فوجوں کا محل وقوع

ایک لاکھ ستر ہزار فرانسیسی سپاہی جن میں رائن کی سلطنتہائے مشترکی کے امدادی دستے بھی شامل تھے، دریائے مین اور ان کے درمیان پڑے ہوئے تھے۔ صلح کے آخری ہفتوں میں پرشیاوی حکومت اپنے ذہن میں یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ دشمن کو دھوکہ میں رکھ کر خود اپنی تیاریوں کو آگے بڑھا رہی ہے مگر نپولین انھیں ہفتوں میں چپکے ہی چپکے یہ جنبش کثیر دریائے مین پر جمع کر رہا تھا، ۱۰ ستمبر ۱۸۰۶ء نپولین کی نسبت یہ معلوم ہوتا تھا کہ پیرس کے نئے پرشیاوی سفیر سپہ سالار نوبلسدارف

کے ساتھ دوستانہ گفت و شنید میں ہمہ تن غرق ہے۔ نپولین کے شبہات کو فرو کرنے کے خیال سے ہاگوز نے لیوکسینی کو پیرس سے واپس بلا لیا تھا، اور پرشیاوی کابینہ کے اصلی منصوبوں کے متعلق اس کے جانشین کو بالقصد مغالطہ میں رکھا تھا۔ نوبلسڈارف نے رازدارانہ طور پر شہنشاہ کو مطلع کیا کہ جنگ کے لیے پرشیا کی تیاریاں دل سے نہیں ہیں، مگر نپولین کو اس کی کچھ ایسی پروا نہ تھی کہ پرشیا کا ارادہ لڑنے کا ہے یا نہیں، وہ بدستور پیرس میں نہایت ہی سکوت نمائی کے ساتھ بیٹھا رہا اور ادھر اس کے بددگار جنوب جرمانیہ میں نظروں سے پوشیدہ وہ نقل و حرکت میں لاتے رہے جن سے تمام فوج بالائے مین پر جمع ہو جاتی۔ اسی

فرانسیسی دریائے مین پر

اثنا میں شاہ فریڈرک کے مشیروں نے بزعم خود یہ سمجھ لیا کہ انھوں نے پرزور جارحانہ کارروائی کے لیے ہر طرح تیاری کر لی ہے۔ دریائے سال کے کنارے جینا کے نواح میں پرشیاوی فوج کے ڈویژن جن میں تقریباً ایک لاکھ تیس ہزار آدمی تھے، جمع کیے گئے۔ فوجی مجلس کے زیادہ مشہور افراد یہ زور دے رہے تھے کہ تھرنجیا کے جنگل کے اندر سے ہو کر فوراً ہی آگے بڑھنا چاہیے اور بویریا میں فرانس کے مزعومہ منتشر دستوں پر حملہ کر دینا چاہیے۔ فوجی غرور اور فریڈرک اعظم کے تمام روایات پرشیا کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ دریائے البی کے مستحکم خط پر دشمن کا انتظار کرنے کے بجائے خود جارحانہ کارروائی کرے، سیاسی اغراض کا اشارہ بھی اسی جانب تھا کیونکہ اگر فرانسیسیوں کو ایک مرتبہ ڈریسڈن میں پہنچنے کا موقع دے دیا گیا تو پھر سکسنی کی تائید مشتبہ ہو جائے گی۔

پرشیاویوں کی ابتری

۱۳ ستمبر کو شاہ فریڈرک ولیم فوج کے صدر مقام پر پہنچا، فوج کا صدر مقام اس وقت دریائے سال کے کنارے پہ مقام نامبرگ میں تھا مگر اس کی موجودگی سے جماعت کی رہبری پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑا۔ شاہ کی آمد کے بعد دو دن مسلسل مجالس جنگ منعقد ہوئے مگر ان مجلسوں سے پرشیا کے سردار ان فوج کے مناقشہ باہمی اور عدم ثبات کے

سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ برنسوک، سپہ سالار اعظم نے نہایت ہی دلیرانہ تجاویز کا خاکہ تیار کیا مگر ان کو عمل میں لانے کی ذمہ داری سے ہچکچا گیا۔ ہوہنلوہی نے جو میسرے کا سپہدار تھا، اپنے بالادست کی مخالفت کے موقع کو جانے نہ دیا۔ قابلیت جتانے والوں اور فریفتانہ جوش دکھانے والوں کے غوغا میں سر عسکر شنارنہورسٹ کے ایسے اصلی قابلیت کے افسروں کے تجاویز کی کچھ شنوائی ہی نہیں ہوئی۔ برنسوک میں اگرچہ عزم و ثبات کی کمی تھی مگر اس کی قابلیت و ذہانت بہت بڑھی ہوی تھی، اس نے اپنے گرد و پیش کے لوگوں کی اصلی اوصاف کو سمجھ لیا تھا۔ اس نے چلّاکر کہا تھا کہ "روشل ٹین کا ناقوس ہے، مولنڈراف پیر خرف ہے، کالکروتھ، فریب کار عیار ہے۔ ڈویژنوں کے سپہ سالار بلید مزدور ہیں۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جنھیں لے کر کوئی شخص نپولین کے خلاف جنگ کرے گا۔ ایسا نہیں ہوسکتا۔ بادشاہ کی جو بہترین خدمت میں کرسکتا ہوں وہ یہی ہے کہ اسے صلح کے قائم رکھنے پر راغب کروں"[1]۔ دو دن کی بحث و استدلال کے بعد آخر الامر یہ فیصلہ کیا گیا کہ فوج تھرنجیا کے جنگل کے اندر سے ہوکر آگے بڑھے، اور داہنے بائیں کچھ مصنوعی نقل و حرکت ایسی جاری رہے جس سے فرانسیسی افواج اصل جائے مقصود کی طرف سے دھوکے میں رہیں۔ لیکن مدبرین اس درجہ خبط ہو گئے تھے کہ سمجھے تھے کہ انھوں نے اس وقت جو بلاغ نہائی پیرس کو روانہ کیا ہے اس سے نپولین اپنے قدموں پر آرہے گا۔ پس ان مدبرین کا اصرار یہ تھا کہ مخاصمات کے آغاز میں آٹھویں اکتوبر تک تاخیر کی جائے[2]، ان لوگوں نے نپولین کو جو ایام مراعات دے تھے وہ اسی دن فتح ہوتے تھے۔

اس فیصلہ کے قائم ہونے کے چند روز بعد صدر مقام میں یہ خبر پہنچی کہ

---

[1] مفلنگ: بڑے سوانح حیات، (Aus Meinem Leben) صفحہ ۱۵

[2] ہاؤز: جلد اول صفحہ ۱۵۰، مراسلات نپولین (Correspondance de Napoleon) جلد سیزدہم صفحہ ۱۵۰۔

نپولین، بذات خود دریائے رائن کے کنارے موجود ہے۔ اس کے قبل کہ بلاغ نہائی
پیرس میں سپہ سالار نوبلسڈارف کے ہاتھ میں پہنچتا، نپولین دارالسلطنت کو
چھوڑ چکا تھا، اور حیرت زدہ سفیر صرف یہ کرسکا کہ اس بلاغ نہائی کو نپولین
کے عقب میں اس وقت روانہ کیا جب وہ دو لاکھ آدمیوں کی قیادت کے لئے
روانہ ہوچکا تھا۔ یہ خبر سے کہ نپولین واقعی مینز میں موجود تھا، اس پرشیاوی
لشکرگاہ کے مدبرین شش و پنج میں پڑ گئے اور انھوں نے فوری پیش قدمی
کے لئے حکم حاصل کر لیا۔ یہ عزم اس وقت تک کے کاموں میں جس طرح سب سے
زیادہ دلیرانہ تھا، اسی طرح سب سے زیادہ دانشمندانہ بھی تھا، اور اگر
دریائے مین کے فرانسیسی ڈویژنوں پر فی الفور حملہ ہو جاتا تو شاید اب بھی
ابتدائی معرکوں میں پرشیاوی فوج کو فوقیت حاصل ہو جاتی مگر اپنے
ترک عزائم کو بجا ثابت کرنے کے لئے برنسوک کے پاس ہمیشہ کوئی نہ کوئی
مہلک عذر موجود ہی رہتا تھا، لشکرگاہ میں لیوکسینی یہ قطعی قابل اعتماد خبر لایا
کہ نپولین نے اپنے تجاویز یہ قرار دئے ہیں کہ وہ تھورنجیا کے جنگل کے جنوب
جانب مدافعانہ حالت میں رہے گا۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو مہم کی تجویز میں ترقی
دینے کا وقت اب بھی موجود تھا، اور ۴ اکتوبر کو جب کہ ایک ایک گھنٹہ
بے مثل قیمت رکھتا تھا، آگے بڑھنا روک دیا گیا، اور ارفرٹ میں فوج کے

پرشیاوی بمقام ارفرٹ ۴ اکتوبر۔

صدر مقام پر غور و فکر کا نیا سلسلہ جاری ہوا۔ ۴ اکتوبر کو
جو مجلس مشاورت منعقد ہوئی اس میں ہوہنلوہی کی
فوج کے اعلیٰ عہدہ داروں نے کارروائی گذشتہ میں کامل
تغیر تجویز کیا۔ انھوں نے یہ دعوی کیا اور صحیح دعوی کیا کہ نپولین کا منشا یہ تھا کہ
وہ وادیٔ سال سے ہوکر پرشیاوی فوج کے مشرق جانب سے گزر جائے
اور اس فوج کو دریائے ایلبی کی سڑکوں سے منقطع کر دے۔ برنسوک کی
نقل و حرکت کی تاخیر سے فرانسیسی درحقیقت اس حد تک آگئے تھے کہ
پرشیاوی ذرائع رسل و رسائل پر ضرب لگا سکتے تھے۔ ہوہنلوہی نے بادشاہ
پر یہ زور دیا کہ فوج کو ارفرٹ سے سال کی طرف پیچھے ہٹا دے بلکہ اس سے

بھی اور مشرق کو ہٹ جائے تاکہ لیپزگ اور دریائے ایلبی کی سڑکوں پر اثر رہے۔ نپولین کی نقل و حرکت کے متعلق اس کے نظریہ کو جو ایک صحیح نظریہ تھا، مجلس مشاورت نے قبول کر لیا اور تھرنجیا کے جنگل کے اندر پیش قدمی ترک کر دی گئی مگر اس کے بجائے کہ فوراً پوری فوج کے ساتھ مشرق جانب کوچ کر دیا جاتا دو دن اور تذبذب و حیص بیص میں گزار دئے۔ آخر یہ قرار پایا کہ ہوہنلوہی، جینا کو اپنا مستقر بنائے اور فوج کا حصۂ کثیر و یمر کی طرف چلا جائے جس کی غرض یہ تھی کہ نپولین کے پیش قدمی کے خط پر کسی غیر متعین جگہ پر کوئی ضرب لگا سکے۔

نپولین جس نے پرشیا وی بلاغ نہائی کو عین اسی وقت، بے انتہا تمسخر و حقارت کے ساتھ وصول کیا تھا، وہ اب ان سڑکوں پر سے ہو کر جو ہمبرگ اور بیروتھ کو جاتی ہیں، بالائی سال کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ۱۰ اکتوبر کو جب کہ لیپس کا ڈویژن سال فلڈ کے قریب پہنچ رہا تھا شہزادہ لوئس فرڈی نینڈ نے ہوہنلوہی کے طلایہ کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ہوہنلوہی کے احکام کے خلاف ہوا تھا، اس کا انجام پرشیاوی فوج کے کامل انہزام پر ہوا، اگرچہ تمر کائے جنگ کی تعداد کم تھی مگر مخزن اور توپ خانہ کا نقصان اور جنگی

سال فلڈ کا معرکہ
۱۰ اکتوبر

فریق کے بطل اعظم شہزادہ لوئس فرڈی نینڈ کی موت نے اس پہلی پسپائی میں اخلاقی حیثیت سے بہت بڑی فوجی تباہی کا اثر پیدا کر دیا۔ جینا میں ہوہنلوہی کی فوجوں میں اضطراب برپا ہو گیا۔ کثیر التعداد اشخاص نے اپنے ہتھیار پھینک دئے اور منتشر ہو گئے۔ توپ کی گاڑیوں اور سامان کے چھکڑوں کے ہنکانے والوں نے تسمے کاٹ دئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکل گئے۔ لیکن برنسوک اور فوج کا حصۂ خاص اب مقام ویمر میں بالکل قریب پہنچ گیا تھا، اور اگر برنسوک جینا میں ایک بڑی لڑائی لڑنے کا فیصلہ کر لیتا تو پرشیاوی تقریباً نوے ہزار آدمی میدان میں لا سکتے تھے مگر اس بے عزم سپہ سالار کے منجا و یز پھر بدل گئے۔ اب یہ قرار دیا گیا کہ مجبرگ اور دریائے

الپی پر پیچھے ہٹ جائیں، برنسوک خود شمال کی جانب نامبرگ کو حرکت کر گیا، اور ہوہنلوہی کو حکم دیا کہ جب تک یہ نقل و حرکت مکمل نہ ہو جائے اس وقت تک فرانسیسیوں کو جینا میں روکے رہے۔ نپولین جینا میں پہنچ گیا۔ اسے برنسوک کے پیچھے ہٹ جانے کی خبر نہ تھی اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ پرشیاوی فوج کا حصہ کثیر سامنے کی سطح مرتفع پر ہوہنلوہی کے گرد جمع ہے۔ اس نے ڈیووسٹ کو ستائیس ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا کہ چکر دیکر نامبرگ کے جانب دشمن کے کوچ کو روک لے اور خود نوے ہزار آدمیوں کے ساتھ سامنے کے محاذ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہوا، یہ تعداد ہوہنلوہی کی واقعی فوج کے دو چند سے بھی زیادہ تھی، حملہ ۱۴ اکتوبر کو ہوا، نپولین نے ہوہنلوہی کی فوج کے پرخچے اڑا دئے اور وہ (ہوہنلوہی) دیوانہ وار بے ترتیبی کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا۔ ڈیووسٹ کے کمزور جیش کو کسی اہم فوج سے مقابلہ کی توقع نہیں تھی تا آنکہ وہ ہوہنلوہی کے بازو پر آگری اور جب وہ چند میل شمال میں بمقام ارسٹاڈ پہنچے اس وقت اسے برنسوک کی خاص فوج سے دوچار ہونا پڑا۔ تدبیر جنگ سے جو نقصان ہو گیا تھا اس کی تلافی کے لئے قسمت نے پرشیاوی سپہ سالار کو ایک بے نظیر موقع دے دیا تھا، اگر اس موقع پر معمولی فوجی کارروائی کے ساتھ جنگ کیجاتی تو نہ صرف ڈیووسٹ کی فوج تباہ ہو جاتی بلکہ بدرجہ اغلب اتنا ضرور ہوتا کہ پرشیاوی فوج کے حصۂ کثیر کے لئے حفاظت کے ساتھ لیپزگ یا الپی کو ہٹ جانا متیقن ہو جاتا۔ فرانسیسی سپہ سالار نے ڈھالو اور شکستہ زمین کا نفع اٹھا کر دشمن کو ابتری کی حالت میں اپنے سے

ڈیووسٹ نے برنسوک کو ارسٹاٹ میں شکست دیدی۔ ۱۴ اکتوبر

تقریباً دوچند فوج کو شکست دیدی، اور برنسوک اس کے بجائے کہ اپنی پوری قوت کے ساتھ بذات خود ڈیووسٹ پر حملہ کر دیتا، اس کے مقابلہ میں فوج کے دستے بھیجتا رہا۔ پرشیا کی جانب میں جنگ کی کارروائی جیسی غیر ماہرانہ تھی ظاہر ہے مگر اس کی جانب کے لڑنے والے لڑے بہت شدت و سختی کے ساتھ شاہ فریڈرک ولیم نے سواروں کے ابتدائی حملوں کی خود سربراہی کی تھی، اس کی ران کے نیچے

دو گھوڑے مر گئے۔ برنسوک کو مہلک زخم آیا۔ اور دوسرے متعدد سپہ سالار بھی مارے گئے یا بیکار ہو گئے۔ اس پر بھی غیر شکستہ دستوں کی اتنی کافی تعداد باقی تھی کہ وہ بازگشت میں کسی قدر انتظام قائم رکھتی تاآنکہ یہ فوج ہوہنلوہی کے ان بقیتہ السیف سے مل گئی جو مبورٹ کے سواروں کے سامنے سے جان بچائے بھاگے آ رہی تھی۔ اس وقت تمام امیدیں ختم ہو گئیں۔ فراریوں کے اژدہام نے پسپا ہونے والے کالموں میں اضطراب و ابتری برپا کر دی، اور چند دستوں کے سوا جو مشہور سرگروہوں کے گرد جمع ہو گئے تھے باقی تمام

پرشیاوی فوج کی بربادی

سپاہیوں نے اپنے ہتیار پھینک دیئے اور سروں پر پاؤں رکھکر بھاگے اور سارے ملک میں منتشر ہو گئے۔ نہ بازگشت کا کوئی خط تھا اور نہ جمع ہونیکی کوئی جگہ تھی، ایک دن کی تباہی نے پرشیاوی فوج کی اتنی قوت باقی نہ رکھی کہ وہ دشمن سے میدان میں مل سکتی۔ آئندہ کے چند دنوں میں تعاقب کرنے والے دشمن نے سپاہیوں کے ایک بہت بڑے حصہ کو گرفتار بھی کر لیا۔ جن دستوں نے اپنے ارتباط کو قائم رکھا وہ اس قدر کمزور تھیں کہ وہ نپولین کی پیش قدمی کو روکنے کی کوشش نہیں کر سکتی تھیں اور اپنی جان بچانے کی صرف یہی ایک صورت سمجھتی تھیں کہ بھاگ کر دریائے اوڈر کے قلعہ بند میں پہنچ جائیں۔

ہاگوز اور لارڈ ہارپتھ

جنگ جینا سے دو روز قبل ایک انگریزی سفیر لارڈ ہارپتھ شاہ پرشیا کے فوج کے صدر مقام پر پہنچا، وہ ہینوور کی واپسی کا مطالبہ کرنے اور برطانیہ عظمیٰ کی دوستی و تائید پیش کرنے کی غرض سے آیا تھا، جس وقت پرشیاوی شاہی خاک میں ملا دئے جانے کے قریب تھی، ایسی ساعت میں اس کی حکومت سے یہ توقع ہونا چاہئے تھی کہ وہ ہر ایک ضمانت کا خیر مقدم کرے گی تاکہ وہ اپنی اس انتہائی ضرورت میں بالکل تنہا نہ چھوٹ جائے۔ لیکن ہاگوز اس وقت صدر مقام میں موجود تھا، وہ جھوٹے اعلانات لکھا تا اور سپہ سالاروں کو حکمت عملی کے مضحکہ خیز دلائل سے پریشان کرتا رہا تاآنکہ فرانسیسیوں نے واقعی توپوں کے

منہ کھول دیئے۔ جب انگریزی ایلچی نے اپنی آمد کی اطلاع دی تو اسے یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس سے معاملت نہیں کرنا چاہتا۔ ہاگوز نے یہ عزم کر لیا تھا کہ جب تک لڑائی ختم نہ ہو جائے اس وقت تک وہ ہر قسم کی گفت و شنود سے پہلو بچائے جائیگا، وہ ہنوور کو علیحدہ کرنے پر رضامند نہ تھا، اور اسے امید یہ تھی کہ نپولین پر فتح حاصل ہو جانے سے دوسرے دن وہ زیادہ دلیرانہ انداز کے ساتھ لارڈ ہارٹینہ سے مل سکے گا۔ جب وہ دوسرا دن آیا تو وزرا و مدبرین سر کے بل تفصلات کو بھاگے جا رہے تھے، بادشاہ بھاگ کر و بیر پہنچا اور التوائے جنگ کی التجا کرتے ہوئے نپولین کو ایک خط لکھا، مگر التوائے جنگ سے انکار کر دیا گیا اور ایک لمحہ کے وقفہ کے بغیر منفرد فوج کا تعاقب جاری رہا۔ دارالصدر ٹھہرنے کے لئے محفوظ مقام نہ تھا، اور فریڈرک ولیم نے اسی وقت فرار پکڑا جب وہ دریائے وسٹولا پر مقام گراڈنز پہنچ گیا۔ ہوہنلوہی کی جو کچھ بچی بچائی فوج رہ گئی تھی وہ مقام میجرگ میں دریائے البی کے پار ہوئی، اور اسٹیٹن کا راستہ لیا (جو دریائے اوڈر کے دہانے پر واقع ہے) اور برلن کو خود اس کی قسمت پر چھوڑ دیا۔ بازگشت کا انتظام بہت بری طرح ہوا، قیام اور اس کے بعد تیز کوچ اس سے بہترین سپاہیوں کی ہمتیں بھی پست ہو گئیں۔ جب سپاہی اپنے وطن کے دیہاتوں کے قریب سے گزرتے تو فاقہ کش اور دل شکستہ کالموں کو چھوڑ چھوڑ کر چلے جاتے اور اور دو ہفتوں کی تباہیوں کے بعد شہزادہ ہوہنلوہی نے اپنی خاص فوج کے ساتھ جس کی تعداد اب دس ہزار رہ گئی تھی، (۲۸ اکتوبر کو) بمقام پرنزلو خود کو اپنے تعاقب کرنے والوں کے حوالہ کر دیا۔

بلوچر، جس نے جینا کی تباہی کے بعد غایت درجہ کی مستعدی و ہمت دکھائی تھی، وہ ایک معقول فوج کے ساتھ (جسے اس نے اپنی شجاعت و بسالت سے اپنے گرد جمع کر لیا تھا) ہوہنلوہی کے پیچھے پیچھے بڑھتا آ رہا تھا ہوہنلوہی کی حوالگی کا حال سن کر اس نے فوراً اپنا رخ بدل دیا اور ہنوور کے قلعہ ہیملن کی طرف روانہ ہو گیا تاکہ فرانسیسیوں کے عقب میں جنگ کو

جاری رکھے۔ لیکن اس سے بہت زیادہ کثیر التعداد فوجوں نے اَلبی کی جانب اس
کی بازگشت کو منقطع کر دیا۔ وہ مشرق و مغرب دونوں طرف سے گھر گیا۔

بلوچر بمقام لیوبک

اور اُس کے لئے اس کے سوا کوئی مفر نہ رہ گیا کہ وہ غیر
جانب دار شہر لیوبک میں جا رہے اور جب تک خوراک
و سامان جنگ ختم نہ ہو جائے اُس وقت تک لڑتا رہے فرانسیسی قدموں
کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے، لیوبک کے حکام نے التجا کی کہ ان کا شہر
میدانِ جنگ نہ بنایا جائے مگر یہ التجا بیکار گئی۔ بلوچر نے کھلے میدان
میں نکلنے سے انکار کر دیا۔ فرانسیسیوں نے شہر پر یورش کر کے اسے فتح
کر لیا اور اسے غارت کر دیا۔ بلوچر کو مایوسانہ لڑتے ہوئے وہاں سے نکلنا
پڑا، اور وہ ڈنمارک کی سرحد اور سمندر کے درمیان بند ہو گیا۔ یہاں
بغیر غذا و سامان جنگ کے مغلوب کن تعداد کے درمیان گھر جانے سے
اس نے ۷ نومبر کو اس وقت خود کو حوالہ کیا جب اس کی ہمت و استقامت
نے وہ سب کچھ پورا کر دیا جو ایسی حاوی تباہی کے اندر سپہ سالار اور سپاہ
دونوں کے شرف و عزت کا باعث ہو سکے۔

نپولین برلن میں

نپولین نے پرشیا کی دارالصدر میں داخل ہونے کا
اعزاز ڈیوؤسٹ کو عطا کیا جس کی ارسٹاٹ کی فتح
فی الواقع خود نپولین کی فتح سے بڑھ گئی تھی۔ ڈیوؤسٹ بغیر کسی مقاومت
کے ۲۵ اکتوبر کو برلن میں داخل ہوا، نپولین خود پوٹسڈیم کو چلا گیا اور اپنے
ساتھ وہ تلوار اور گردن بند لیتا گیا جو فریڈرک اعظم کی قبر پر رکھے ہوئے
تھے۔ ڈیوؤسٹ کے دو دن بعد شہنشاہ خود مظفر و منصور دارالصدر میں داخل
ہوا۔ اُس نے طبقۂ اعیان کے خلاف قوم کے محافظ کا انداز اختیار کیا اور
شہر برلن کے لئے ایک بلدی جماعت اور ایک شہری دستۂ محافظ کے
مرتب کئے جانے کا حکم دیا۔ فوجی طبقۂ اعیان کے ساتھ اس نے نہایت ہی
سخت نفرت و حقارت کا برتاؤ کیا۔ اُس نے کہا کہ "میں اُن امراء کو اتنا
غریب کر دوں گا کہ وہ ٹکڑے مانگتے پھریں گے"۔ حقیقت یہ ہے کہ فوج کے

عہدہ داروں نے بقیہ قوم کے ساتھ جو مغرورانہ طرز اختیار کر رکھی تھی جینا کی تباہی نے بہت ہی خوفناک طریق پر اس کی سزا دی۔ گارڈ (دستہ محافظ) اسیروں کے ایک ذلیل گروہ کے طور پر شہریان برلن کی دریچوں کے نیچے سے گزارے گئے۔ اعلیٰ درجہ کے فوجی سپاہی جو شہر میں رہ گئے تھے انھیں اپنے احکام حاصل کرنے کے لیے فرانسیسی شہنشاہ کے حضور میں حاضر ہونا پڑتا تھا، مگر تباہی ابھی صرف شروع ہو رہی تھی۔ جینا کی ہزیمت صرف سپہ سالاروں کی غلطیوں کے باعث وقوع میں آئی۔ اس سے عہدہ داروں کی ہمت پر کوئی دھبہ نہیں لگا، مگر فرانسیسیوں کے برلن میں داخل ہونے کے دن سے قلعوں کی حوالگی کا آغاز، قائدین کی انتہائی شخصی ذلت کا ثبوت ہے۔ اگر قلعہ دار اپنے معمولی فوجی فرض

پرشیا وی قلعوں کی حوالگی

کو بجا لاتے تو میدان میں فوج کی تباہی کے بعد بھی پرشیا کی حالت مایوس کن نہ ہوتی میگڈبرگ اور اوڈر کے دوسرے قلعوں میں سامان جنگ، اور سامان خوراک اتنا کافی موجود تھا کہ وہ پوری فرانسیسی فوج کو روک سکتے اور بادشاہ کو یہ موقع دے سکتے تھے کہ وہ دستوں پراتنی کثیر التعداد فوج پھر جمع کرے جتنی اس نے ضایع کر دی ہے مگر انسانی فطرت میں جتنے امور سب سے زیادہ باعث ضعف ہیں (یعنی پیرانہ سالی، خوف زدہ و بیقینی) معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب کے سب پرشیا کے مدافعات کے سرگروہ بنا دے گئے ہیں۔ قلعے جس مقصد کے لئے تھے وہ مقصد ہی فراموش کر دیا گیا تھا اور یہ واقعہ کہ ایک فوج کو میدان میں شکست ہو گئی، اسے دلیل اس امر کی بنا لیا گیا کہ دشمن کو اجازت دیدی جائے کہ وہ دوسرے انتظام کو پہلے ہی سے درہم و برہم کر دے۔ اسپینڈائے نے ۲۵ اکتوبر کو اطاعت قبول کی اور اسٹیٹن نے ۲۹ کو۔ یہ جگہیں زیادہ قوی نہیں تھیں۔ مگر حوالگی کا دوسرا قلعہ کوسٹرن واقع دریائے اوڈر، طویل محاصرے کے لئے پوری طرح درست تھا۔ اسے بھی بڈھے افسروں نے، ادنیٰ عہدہ داروں اور معمولی سپاہیوں کی لعنت ملامت کے درمیان حوالہ کر دیا۔ توپ والوں کو ان کی توپوں سے

بزور کھینچ کر علٰحدہ کرنے کی ضرورت پڑی۔ میجرگ جس میں جو بیس ہزار قلعہ گیر فوج اور وافر سامان موجود تھا وہ (۸ نومبر کو) ایک ایسی فرانسیسی فوج کے سامنے زیر ہو گیا جو اس کا محاصرہ تک نہیں کر سکتی تھی۔

نپولین کے مطالبات

پرشیاوی سپہ سالاروں کے متعلق اس روش کا نہ خود نپولین نہ یورپ میں کوئی دوسرا شخص پہلے سے کچھ خیال کر سکتا تھا۔ اس نے جنگ جینا کے بعد صلح کے جو شرائط پیش کئے تھے؛ جو الگیوں کے اس غیر متوقع سلسلہ کی وجہ سے انھیں چھوڑ کر اب وہ بالکل ہی دوسرے مطالبات کرنے لگا۔ فتح کے ایک ہفتہ بعد صلح کی قیمت کے طور پر نپولین نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ دریائے البی کے جنوب جانب کی پرشیاوی مملکت باستثنائے شہر میجرگ، حوالہ کر دی جائے، اور پرشیا، جرمانیہ کے معاملات سے دستکش ہو جائے۔ ان شرائط سے شاہ فریڈرک ولیم کو اطلاع دیدی گئی تھی، اور اس نے انھیں منظور کر کے اسی بنیاد پر صلح کی گفتگو کرنے کی غرض سے لیوکسینی کو برلن بھیجدیا تھا، لیوکسینی دارالصدر میں پہنچا بھی نہ تھا کہ ہوہنلوہی کی حوالگی کی خبر آگئی اور اس کے بعد اسٹیٹن اور کوسٹرن نے بھی اطاعت کر لی۔ پرشیاوی ایلچی نے اب بیکار یہ کوشش کی کہ جو شرائط خود نپولین نے تجویز کئے تھے اس سے اُن کی توثیق حاصل کرے۔ صلح کے متعلق ایک لفظ بھی نہ کہا گیا۔ شہنشاہ جو کچھ عطا کر سکتا تھا وہ التوائے جنگ تھا اور جن شرائط پر التوائے جنگ پیش کیا گیا وہ پرشیاوی فوج کی ہر ایک نئی تباہی کے بعد بڑھتے جاتے تھے۔ میجرگ کے سقوط کے معلوم ہونے پر نپولین نے یہ مطالبہ کیا کہ پرشیا کی فوجیں دریائے وسٹولا کے پیچھے ہٹائی جائیں اور ایک کونسبرگ کے سوا جتنے قلعے ان کے قبضہ میں ہیں وہ سب حوالہ کر دیں۔ اگرچہ پرشیا کو بہت کچھ نقصان پہنچ چکا تھا مگر نپولین اب جو کچھ طلب کر رہا تھا اس پر قبضہ ما لکانہ کرنے کے لئے اسے ایک دوسری مہم کی ضرورت پڑتی مگر پرشیاوی حکومت اس درجہ پست ہو گئی تھی کہ لیوکسینی نے (۱۶ نومبر کو) چارلوٹنبرگ میں فی الواقع ایک

قرارداد پر دستخط کردئے جس کے بموجب التوائے جنگ کے عوض میں غیر مفتوح قلعوں کی ایک پوری فہرست نپولین کو حوالہ کر دی گئی۔ ان قلعوں میں شٹیٹی وسٹولا پر ڈینزگ اور تھارن سلیشیا کے تمام بے ضرر مدافعات اور ان کے ساتھ ہی ساتھ برسلا، پرشیا کی پولینڈ میں وارسا اور پریگا، اور پومیریا کے ساحل پر کولبرگ یہ سب داخل تھے۔

فریڈرک ولیم کا جنگ کو جاری رکھنا۔

لیکن، اس معاہدے کے لئے بادشاہ کی توثیق کی ضرورت تھی، فریڈرک ولیم اگرچہ کمزور دل کا شخص تھا مگر ایک ایسی قرارداد کی تصدیق سے وہ تذبذب میں پڑ گیا جس نے اس کے ممالک سے اسے اس طرح خارج کر دیا ہو گویا پرشیا کا آخری سپاہی قید ہو چکا ہے۔ ناہنجار کابینہ کے خلاف جو اب اپنے تباہی کے کام کو مکمل کر دینا چاہتا تھا، محب وطن فریق نے اسٹین کی سرکردگی میں، ملک کی عزت پر زور دیا۔ سینٹ پیٹرسبرگ سے تائید کے یقینی وعدے آ گئے۔ بادشاہ نے یہ عزم کر لیا کہ معاہدے کو مسترد کر دے اور آخری حد تک جنگ کو جاری رکھے۔ اس پر ہاگوز نے اپنا استعفا پیش کر دیا، اور اپنی اس زندگی کو ختم کر دیا جس کی تباہ کاری کی کوئی نظیر موجودہ زمانہ کی تحریر میں نہیں ملتی۔ ایک لمحہ کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت کے تین خاص عہدوں میں سے ایک عہدے پر اسٹین کے تقرر کی وجہ سے آخر الامر ملک کے اصلی اغراض کو تسلیم کر لیا گیا ہے مگر حکومت میں اتحاد کی ضرورت کی طرف سے بادشاہ اب تک اندھا بنا رہا اور جب اسٹین نے اسی شرط کے ساتھ وزارت سے انکار کر دیا کہ اس میں قدیم کابینہ اور صلح جو فریق کے نمایندے شامل نہ ہوں، تو بادشاہ نے غصہ میں آ کر اسے برطرف کر دیا۔ بادشاہ کے اس فعل سے یہ بدشگونی قائم کر لی گئی کہ اس سے اندر اور باہر دونوں جگہ پرشیا کے مفاد کے لئے برا ئی ہوگی۔ صرف اسٹین ایک ایسا وزیر تھا، جس کی ذات پر محب وطن فریق اور یورپ کی حکومتیں پورے اعتماد کے ساتھ بھروسہ کر سکتی تھیں[1]۔ اس نازک

---

[1] اس نظم و نسق میں واقعی قابلیت کا صرف ایک شخص کاؤنٹ اسٹیں ہے اس نے

موقع پر اس کی برطرفی سے فریڈرک ولیم کی دماغی حالت کی ناقابل اصلاح کمزوری عیاں ہوگئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ جب تک زار روس کی مدد سے پرشیا وی سلطنت کے بچانے کی ذرا بھی امید باقی رہے گی اس وقت تک محب وطن فریق کو اپنے ملک میں ذمہ وار حکومت قائم کرنے کا بہت ہی کم موقع مل سکتا ہے۔

نومبر کے تمام مہینے میں فرانسیسی فوجیں شمال جرمانیہ کو روندتی رہیں۔ نپولین خود برلن میں رہا اور ایک ایسے سیاسی نظم کی بنیا ورکھی ہے جو اسی نظم کے ہم مثل تھا جسے آسٹرلز کی فتح کے بعد جنوب جرمانیہ پر عائد کیا تھا، وسٹ فیلیا کی ایک جدید بروسنت بادشاہی کے قائم کرنے کے لیئے برنسوک اور ہسی کیسل کے خاندان معزول کر دیئے گئے۔ سکسنی مع ویمر اور چار دوسری امارتہائے ڈیوک کے مشترکہ بینت رائن میں داخل ہوگئی۔ پرشیا وی دارالصدر میں شہنشاہ کے قیام کے آخری دنوں میں ایک ایسی کارروائی اختیار کی گئی جس کا اثر براعظم یورپ پر ان تمام امور سے بہت زیادہ پڑا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) استعفا دید یا یا برطرف کر دیا گیا ہے۔ وہ ایک معقول پسند متعدد کا ئز صحیح الاخلاق اور قوی الخیال شخص ہے، بیلاک میں اس کا رتبہ بہت بلند ہے اور مجھے اس میں شک نہیں کہ وہ اس کا اہل ہے . . . . عارضی صلح کی گفت وشنود کے دوران میں بمقام برلن بوناپارٹ کے دسترخوان اور گھر کا خرچ شاہ پرشیا ادا کرتا تھا۔ اس کے بعد وزرا میں سے ایک وزیر اسٹین کے پاس آیا (جو مالیات کا افسر اعلیٰ تھا) اور اس سے اس حساب میں تین لاکھ کرون ادا کرنے کو کہا، اسٹین نے سخت غصہ کے ساتھ اس سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے اس سے گفتگو کی مگر اس نے اعلیٰ حضرت سے نہایت سخت الفاظ میں بحث کی، ایسے ذلیل فعل کی بتذلل ذلت پر آزادانہ گفتگو کی اور کہا کہ وہ اس حساب میں روپیہ ہرگز نہ دے گا جب تک کہ اعلیٰ حضرت کا تحریری حکم اسے نہ ملے۔ اس گفتگو کے چند روز بعد یہ حکم اسے مل گیا۔ جیکسن کا مراسلہ مورخہ یکم جنوری ۱۸۰۷ء۔ دفاتر۔ پرشیا۔

۲۱ نومبر ۱۸۰۶ء کو برلن میں ایک فرمان شائع کیا گیا جس کے بموجب ان تمام یورپی ممالک کے باشندوں کے لئے جو فرانس سے متحد ہوں برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ کسی قسم کی تجارت کو جاری رکھنا یا کسی ایسے سامان کو اپنے وہاں آنے دینا جو برطانیہ عظمیٰ یا اس کی نوآبادیوں میں تیار ہوا ہو، ممنوع قرار دیا گیا۔ برطانی شہنشاہی کی جہازرانی اور اس کے تیار شدہ مال کے لئے، ساحل کا جو خطہ اس طرح بند کر دیا گیا، وہ وسٹولا سے والمیشیا کے جنوبی نقطہ تک تمام سواحل پر حاوی تھا، صرف ڈنمارک، پرتگال اور آسٹروی بندرگاہ ٹرسٹ اس سے خارج تھے۔ انگریزی رعایا کی تمام املاک، برطانی اصل کا تمام مال (خواہ کسی کی ملک ہو) سب کی ضبطی کا حکم ہو گیا۔ کوئی جہاز جو کسی برطانی ساحل تک گیا ہو، اسے بھی براعظم کے کسی بندرگاہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ نپولین کا مستحکم مقصد یہ تھا کہ چونکہ وہ برطانیہ عظمیٰ کے بیڑوں کو تباہ نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ اسے تھکا ڈالے یا خود اسی کے الفاظ میں یہ کہ براعظم پر انگلستان کو فتح کرلے۔[1] لیکن فرمان برلن کے عملدرآمد میں جو کچھ سختی یا ناانصافی تھی اس کا خمیازہ برطانیہ عظمیٰ سے زیادہ خود نپولین کی رعایا کو برداشت کرنا پڑا۔ فرانس کے حلیفوں کے بندرگاہوں سے برطانی جہازوں کا اخراج، جنگ کے عام حق کے نفاذ سے زائد اور کچھ نہ تھا، انگریزوں کے املاک کی ضبطی بھی اگرچہ قانون بین الاقوامی کی خلاف ورزی تھی، لیکن اس میں بھی سمندر پر فرانسیسیوں کے املاک کی گرفتاری کے ساتھ ایک مشابہت موجود تھی۔ مگر محض اس بنا پر جرمانی اور ولندیزی سوداگروں کے مال کی گرفتاری کہ وہ برطانی شہنشاہی میں تیار ہوا تھا، (جبکہ یہ مال ہفتوں خود ان سوداگروں کے مال خانوں میں رہ چکا ہو) یہ ایک بہت ہی بےباکانہ و مکروہ ستمگاری تھی۔ فرمان برلن کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ شمال جرمانیہ کے تجارتی شہروں میں فرانسیسی حکام مال اور احتساب کنندگان بھر دیئے گئے۔ جب فرانسیسی جنڈارمہ

---

[1] مراسلات نپولین، جلد سیزدہم صفحہ ۵۵۵۔

پر امن سوداگروں کا مال عام مٹی میں ڈالنے لگا یا جمیکا کے نشکر کا ایک بورہ یا لیڈز کے کپڑے کا ایک گٹھا رکھنے کی وجہ سے ان سوداگروں کو کشاں کشاں قید خانہ لیجانے لگا، اس وقت ان لوگوں کو جنگ جیتنا کے معنی معلوم ہوئے جن سوداگروں کے پاس انگریزی یا مستعمری مال کی بہت بڑی مقداریں موجود تھیں انھیں نپولین کی تجارتی حکمت عملی سے سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا۔ عامتہ الناس نے یہ دیکھا کہ امریکہ اور ڈنمارک کے تاجر بازاروں میں مال مہیا کر رہے ہیں یہاں تک کہ کچھ زمانہ بعد برطانی حکومت نے جوابی کارروائی اختیار کی اور غیر جانب دارئی کے جہازوں کو ہر ایک اس بندرگاہ میں داخل ہونے سے روک دیا جہاں سے انگریزی جہاز خارج تھے۔ اس وقت جھونپڑی کے ایک ایک رہنے والے تک کو جنگ کی سختی کا احساس ہو گیا، لیکن فرمان برلن کے پورے نتائج کے ظاہر ہونے میں اگر اس وقت تک تعویق رہی جب تک کہ برطانیہ عظمی نے انتقامی کارروائی کو خود نپولین کی وسعت علم کی حد تک اختیار نہیں کیا، تو بھی اس فرمان سے بجائے خود یہ ظاہر ہو گیا کہ نپولین نے ایک اختیار اپنی ذات سے منسوب کر لیا ہے جو یورپی زندگی کے ضروریات و عادات سے متصادم تھا۔ سنہ کے فتوحات سے بعد کے اکثر دیگر تجاویز کی طرح، نپولین کی یہ تجویز بھی محل تدبر کی حد سے متجاوز ہو گئی تھی، اور اس سے ایک ایسی بلند حوصلگی کا اظہار ہوتا تھا جو ترقی کے اشکال اور زمانہ کے بہتر میلانات کی ہم نوائی کے باوجود، اب محض ظلم و ستم سے زیادہ اعلی واقع نہیں رہی تھی۔

نپولین اور اہالی پولینڈ فرمان برلن پر دستخط کرنے کے بعد ہی، نپولین نے (۲۵ نومبر کو) پرشیا وی دارالصدر کو چھوڑ دیا۔ جنگ کا پہلا دور اب ختم ہو گیا۔ پرشیا وی سلطنت منہدم ہو گئی، دسٹولا تک اس کی مملکت حملہ آور تیغے رحم و کرم پر منحصر تھی، اس کا بادشاہ، اپنی قلمرو کے انتہائی مشرقی حد کونگسبرگ میں ایک فراری کے طور پر مقیم تھا۔ جنگ کا دوسرا دور ریو کسینی کے دستخط کردہ التوائے جنگ کے منسوخ کر دیئے، اور نپولین کے مقابل

روس کے میدان میں قدم رکھنے کے وقت سے شروع ہوا۔ اس وقت کے بعد سے سیدا نہا ئے کارزار پرشیاوی پولینڈ اور بحر بالٹک کے اس صوبے میں قائم ہو گئے جو شیبی و سٹولا اور اس سرحد کے درمیان واقع تھا۔ نپولین پولینڈ میں اسی حیلے سے داخل ہوا جس حیلہ سے وہ دس برس قبل اطالیہ میں داخل ہوا تھا کہ وہ ایک غلام قوم کی آزادی کو بحال کر دے گا۔ جس اعلان کے ذریعہ سے پولینڈی قوم سے ہتیار اُٹھانے کی درخواست کی گئی اُس پر کوسیسکو کا نام بھی دغا سے درج کر دیا گیا تھا اور اگرچہ کوسیسکو نے نپولین کے ساتھ دغا کرنے والے پر کسی قسم کا اعتماد کرنے سے انکار کر دیا مگر اس کے اہل ملک میں سے ہزار ہا اشخاص نپولین کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے یا یہ کیا کہ کوسیسکو کی آمد کو متوقع سمجھ کر اپنے ملک میں پھیلے ہوئے پرشیاوی دستوں کو گرفتار کر لیا اور نکال دیا۔ پولینڈ کی آزادی کی بحالی کے لئے نپولین نے بے دریغ وعدے کئے مگر جو شخص تمام عمدہ حکمت عملی کا اصول اول یہ سمجھتا ہو کہ کمزور کو مضبوط پر قربان کر دینا چاہئے پولینڈ کے معاملہ کی طرف اُس کی ہمدردی سب سے آخر میں منعطف ہوئی۔ پولینڈ کی آزادی کے بحال کرنے کے معنی یہ ہوتے کہ ایک کمزور نز حلیف کی خاطر روس و پرشیا سے ہمیشہ کی دشمنی کر لی جائے۔ نپولین نے اُس وقت اس مسئلہ پر زیادہ سنجیدگی سے توجہ نہیں کی تھی اس کی منشا مطلق یہ نہیں تھی کہ یورپ میں جو سب سے زیادہ غیر عملی قوم ہے اس میں پائدار سیاسی نظم پیدا کرنے کے پر صعوبت کام میں پڑے۔ وہ اس سے خوش تھا کہ اس نے پولینڈ کے امرا کو اپنے سپاہیوں میں داخل کر لیا تھا۔ وہ ان کے جوش کی قدر و قیمت سے آگاہ تھا اور اس جوش کو برانگیختہ کرنے کے لئے وہ زحمت گوارا کرتا تھا، مگر جب جنگ ختم ہو گئی اس وقت فرانس کو جس سے معاملات طے کرنا تھے وہ پولینڈ نہیں تھا بلکہ روس تھا اور پولینڈ کے پرشیاوی صوبوں کی قسمت میں بھی اس سے بہتر کچھ نہیں تھا کہ ان کا کچھ حصہ ایک زبردست سلطنت بنا دیا گیا، اور کچھ حصہ معاملات کے باہمی طے کرنے کے لئے زار کے حوالہ کر دیا گیا۔

نومبر ۱۸۰۶ء میں جب نپولین پولینڈ کی مملکت میں داخل ہوا ہے، اس وقت روسی فوجیں دریائے وسٹولا سے کسی قدر فاصلہ پر تھیں۔ ان فوجوں کی نقل و حرکت سست اور ان کی تعداد ناکافی تھی جس ساعت میں کہ نپولین کے خلاف جدوجہد میں شہنشاہی کی تمام فوجوں کی ضرورت تھی، اس وقت،

پولینڈ میں روس کے خلاف مہم دسمبر ۱۸۰۶ء

مالدیویہ میں سلطان کے خلاف فوجیں بھیجی جارہی تھیں۔ روسی سپہ سالاروں کو اس کی بھی تشویش نہ تھی کہ پرشیا کی سلطنت میں اس وقت تک جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسی کو بچالیں۔ ۱۸۰۵ء کی مہم کے آغاز میں آسٹریا کی تباہیوں کے مانند اس وقت پرشیا کی تباہیوں سے بھی ہمدردی اتنی نہ رہی جتنی نفرت پیدا ہوئی، اور زار کے سپہ سالاروں کا میلان یہ تھا کہ ایک مبغوض حلیف کے ہمراہ کسی دور دراز مہم میں مبتلا ہونے کے بجائے خود اپنی ہی ملک کی سرحدوں پر جنگ کو جاری رکھیں۔ لہذا، لسٹاک (جو دریائے وسٹولا پر پرشیا کی باقی فوج کی قیادت کر رہا تھا) یہ حکم دیا گیا کہ وہ تھارن کے موقع کو چھوڑ کر مشرق جانب ہٹ جائے۔ فرانسیسیوں نے زیادہ بلندی پر وسٹولا کو عبور کیا اور وسط دسمبر تک فرانس و روس کی فوجیں، دریائے اکرا اور نیوریو کے کنارے پلٹسک کے قرب و جوار میں ایک دوسرے کے بالمقابل خیمہ زن ہوگئیں۔ پہلے معرکہ کا انجام روسیوں کی پسپائی پر ہوا مگر یہ قطعی نوعیت کا نہیں تھا۔ شدید بارش اور بے اندازہ کیچڑ نے تعاقب کو روک دیا۔ ایسے ملک اور ایسے موسم میں جنگ قریب قریب ناممکن معلوم ہونے لگی۔ نپولین نے اپنی فوجوں کو دریائے وسٹولا کے کنارے موسم سرما بسر کرنے کا حکم دے دیا اور اسے یقین تھا کہ موسم بہار کے قبل کسی جانب سے بھی مزید سعی نہ ہو سکے گی۔

لیکن اب روسی فوجوں کی قیادت بڈھے اور نیم مجنون کامنسکی[1] کے

[1] یہ اب بھی مشتبہ ہے کہ قیادت کون کر رہا ہے اور آیا کامنسکی نے قیادت ترک کر دی ہے یا نہیں۔ میں نے یہاں آتے ہی اسے خط لکھا اور اس کی طرف سے کوئی جواب

ہاتھ سے نکل کر (جس نے مہم کا آغاز کیا تھا) ایک ایسے سپہ سالار کے ہاتھ میں آگئی تھی جو نپولین سے عہدہ برآ ہونے کے لئے زیادہ بہتر تھا، نیا سپہ سالار بنگسن ایک مستعد کار و جسری سپاہی تھا۔ وہ اگرچہ جرمانی نثراد تھا مگر اس کی سپہ گری میں وہ ابرام و استقامت موجود تھی، جو روسی فوجوں کے عادات و اخلاق کے لئے زیبا تھی، اور ۱۸۰۶-۷ء کے وسط سرما میں وسٹولا کے دوسری جانب نپولین کو ایک ایسا دشمن ملا کہ مغربی یورپ میں کبھی اسے ایسے دشمن سے سابقہ نہیں پڑا تھا، بنگسن نے یہ تجویز سوچی کہ فرانسیسی خط کے انتہائی میسرے پر دفعتہ جا پڑے، یہاں نے کا ڈویژن نپولین کی اصل فوج سے دور شمال مشرق میں، بحر بالٹک کی طرف پھیلا ہوا پڑا تھا۔ جنگل اور دلدل نے روسی فوج کی نقل و حرکت کو پوشیدہ رکھا، اور نے اور برنیڈوٹ دونوں تباہ ہو جانے سے بال بال بچے۔

نپولین اور بنگسن مشرقی پرشیا میں

نپولین نے اب اپنی سرمائی قیامگاہ توڑ دی اور بہت بڑی فوج کے ساتھ کونگسبرگ اور دہانہ وسٹولا کے درمیانی قطعہ میں بنگسن کے بالمقابل بڑھا۔ بنگسن چکر دے کر پیچھے ہٹ گیا تا آنکہ اس کی فوجوں نے جنگ کے لئے شور مچا دیا۔ اس وقت وہ ایلا کے موقع پر ایک جگہ قائم ہو گیا اور فرانسیسیوں کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ ایلا کی جنگ (جو طوفان برف کے درمیان ۸ر فروری کو واقع ہوئی) ان تمام جنگوں سے مختلف تھی جو نپولین نے اب تک دیکھی تھیں۔ اس کی فوج کے کالم کے کالم روسی پیدل فوج کے خلاف بے کار سر ٹکراتے رہے۔ اگرو کی جیش آغاز جنگ ہی میں بالکل تباہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نہیں ملا ہے۔ ۲۳ کو یعنی پہلے حملے کے دن، اُس نے اپنا کوٹ اور ویس کوٹ اُتار دیا اپنے تمام تمغے اور نشانات اپنی قمیص پر لگائے اور سپاہیوں کی ہمت افزائی کے لئے ملٹاک کی سڑکوں پر دوڑتا پھرتا تھا، کہا جاتا ہے کہ سپاہیوں پر اس سے بہت اثر حاصل ہے۔" لارڈ ہچنسن کا مراسلہ مورخہ یکم جنوری ۱۸۰۷ء۔ دفاتر پرشیا، جلد ۲۰۰۔

ہو گئی۔ روسیوں نے عین اس موقع پر ربا وڈالا جہاں خود نپولین کھڑا ہوا تھا، اور اگرچہ شہنشاہ کے تدابیر نے آخر میں پانسہ پلٹ دیا اور فرانسیسی آگے بڑھنے لگے مگر لسٹاک اور اس کی تیرہ ہزار کی پرشیاوی جماعت کے آجانے سے یہ پیش قدمی رک گئی۔ اختتام جنگ پر تیس ہزار آدمی مردہ یا مجروح برف میں پڑے ہوئے تھے۔ فوجوں کی حالت وہی رہی جو صبح کے وقت تھی۔ بنگسن کے مددگاروں نے دوسرے روز پھر جنگ جاری کرنے کے لئے اس پر زور دیا مگر روسی فوجوں کی ابتری ایسی تھی کہ فرانسیسی اپنے نقصان اور بے ہمتی کے باوجود بالغلب وجوہ دوسری جنگ میں کامیاب ہو جاتے[له] اور روسی سپہ سالار نے کونگسبرگ کی طرف ہٹ جانے کا عزم کر لیا۔ وہ اسی پر قانع تھا کہ اس نے دشمن کو بیکار کر دیا ہے اور نپولین کے لئے ایسی روک پیدا کر دی کہ اسے کبھی اس سے قبل اس کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ نپولین جس نے کونگسبرگ میں اپنے فاتحانہ داخل ہونے کا اعلان کر دیا تھا وہ اب دریائے پیسراج کی طرف ہٹ گیا اور کمک کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔

ڈینزگ اور کولبرگ کے محاصرات، مارچ ۱۸۰۷ء

آیندہ چند ماہ کی جنگ ان پرشیاوی قلعوں کو زیر کرنے کی حد تک محدود رہی جو ہنوز فرانسیسیوں کے ہاتھ میں نہیں آئے تھے۔ ڈینزگ نے ایک طویل و شدید محاصرے کے بعد اطاعت قبول کی۔ پومیریا کے ساحل کے چھوٹے سے کولبرگ نے اپنی مدافعت کو اتنا طول دیا کہ یہ مدافعت اس کے باشندوں اور اس کے فوجی سرگروہوں دونوں کے لئے باعث عزت بن گئی۔ دو سپاہی جن کے طبائع ایک دوسرے سے حیرت انگیز حد تک مختلف تھے آیندہ چل کر ہر ایک کے لئے کارہائے نمایاں دکھانا مقدر ہو چکا تھا، ان دونوں کو اول اول کولبرگ کے اس محاصرے میں نمود حاصل ہوئی ایک ان میں سے نیسینا تھا، یہ شخص نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ماہر فن سپاہی تھا، اور بلوچر کے

له۔ مراسلہ ہچینسن، اڈیٹڈ سفارت وائنا، صفحہ ۳۰۲۔

خانخانہ مہمات کا آیندہ رہبر بھی ہونے والا تھا، یہ شخص قلعہ گیر فوج کی سپہ سالاری پر تھا، دوسرا شخص شل تھا یہ سواروں کا افسر بہت ہی جانباز و جری آدمی تھا' اس نے اپنے گرد سخت جان سواروں کا ایک دستہ جمع کر لیا تھا اور اس تہور و بیباکی سے فرانسیسیوں کو پریشان کرتا رہا کہ اس کے فوجی بالادست و دشمن دونوں حیرت میں پڑ گئے۔ اہل شہر اپنے میر بلدہ کی سرکردگی میں اس تندہی کے ساتھ مدافعت کے کام میں مشغول ہو گئے کہ پرشیاوی قوم کی عام سہل انگاری کے مقابلہ میں یہ ایک حیرت انگیز امر معلوم ہوتا تھا۔ اور جنگ کے آخر تک کولبرگ پر قبضہ نہ ہو سکا۔

انگلستان کی سست کاری

کولبرگ اگرچہ ایک گمنام مقام تھا لیکن اگر برطانیہ عظمیٰ کی حکومت نے شہنشاہ زار کی التجاؤں کو گوش ہوش سے سنا ہوتا اور نپولین کے وسائل آمد و رفت کو خطرے میں ڈال دینے کے لئے بحر بالٹک کو ایک ایک فوج روانہ کر دی ہوتی تو کولبرگ کی مدافعت جنگ کو بنا پلٹا دے دیتی۔ یہ کام ایک ایسی طاقت کے لئے کچھ دشوار نہ تھا جو قسطنطنیہ، اسکندریہ اور بیونس ایرس کو بھیجنے کے لئے فوجیں مہیا کر سکتی تھی (اور انگلستان نے اس وقت یہ سب کچھ کیا تھا)، مگر برطانی کابینہ میں اس وقت فوجی اصابت رائے کی ہمیشہ سے زیادہ کمی تھی۔ جنگ کے آغاز میں فاکس کا انتقال ہو چکا تھا اور اگرچہ گرینول کی وزارت میں اس کے جانشینوں کے پاس غیر ملکی حکمت عملی کا ایک صحیح نظریہ موجود تھا[1] مگر وہ اس کے اطلاق کی خوش نصیبی سے محروم تھے، اور نہ ان میں اپنے حلیفوں کو مالی مدد دینے کی کافی عجلت و سرعت موجود تھی، لیکن

گرینول کی وزارت کا زوال ۲۴ مارچ ۱۸۰۷ء

دفعتہً ایسا ہوا کہ کیتھولکوں کے موانع کے پرانے مسئلہ کے متعلق شاہ جارج نے اپنے وزرا سے مناقشہ برپا کر لیا اور

[1] وِگوں کی غیر ملکی حکمت عملی کے متعلق ملاحظہ ہو اڈیر صفحہ ۱۱-۱۳۔ اس کا اصول یہ تھا کہ برطانی نقد کی امداد کے ذریعہ سے فرانس کے ببدل حکومتوں کے اتحاد کی سعی ترک کر دی جائے مگر جو سلطنتیں خود اپنی مرضی سے نپولین کے خلاف جنگ پر داخل ہوں ان کی مدد کی جائے۔

انھیں (۲۴ مارچ کو) عہدے سے خارج کر دیا۔ ملک نے بادشاہ کا ساتھ دیا۔ اب ایک ایسی وزارت برسر اقتدار ہوئی جو پٹ کے پرانے تائید کرنے والوں پر مشتمل تھی۔ کیننگ اور کاسلریؔ کے علاوہ یہ لوگ تنگ خیال اور بے مایہ قابلیت کے آدمی تھے، ان کا سرگروہ ڈیوک پوٹلینڈ تھا جس نے ۱۷۹۴ء میں اسی وہگ فریق کے اس جزو کو اپنا نام دیا تھا جو پٹ کے ساتھ شریک ہو گیا تھا۔

نئے کابینہ کی غیر ملکی حکمت عملی اس روش پر پلٹ گئی جو پٹ نے ۱۸۰۵ء میں قرار دی تھی، اور اس سے تمام وبگ تدابیر ملکی کے متعلق اس کے نقص کامل پر پردہ پڑ گیا۔ بحر بالٹک کو ایک انگریزی فوج روانہ کرنے کے متعلق روس سے مراسلت شروع ہو گئی شاہ پرشیا سے روپیہ اور آدمی کا وعدہ کیا گیا۔

ایک ایک لحہ کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ دول یورپ ایسے مخلصانہ معاہدے میں کبھی متحد نہیں ہوئے تھے۔ زار اپنے سپاہیوں کے درمیان شاہ پرشیا سے بغلگیر ہوا اور باچشم تر بالاعلان یہ کہا کہ دونوں ایک ساتھ قائم رہیں گے یا ایک ساتھ گریں گے۔ بارٹنسٹین کے معاہدے نے جس پر اپریل ۱۸۰۷ء میں دستخط ہوئے تھے، سینٹ پیٹرسبرگ، اسٹاکہام اور برلن کے درباروں کو متحداً جنگ جاری رکھنے اور مشترکاً صلح کرنے کا پابند بنایا۔ برطانیہ غلطی بھی اس قرارداد میں شامل ہو گیا اور بحر بالٹک کے جنگ میں اپنے حصہ کے ایفا کرنے کی تیاری کی مگر یہ کام مشکل تھا، کیونکہ گرینول کی وزارت نے نقل و حمل کے جہازوں کو منتشر کر دیا تھا، اور کیننگ نے اگرچہ اپریل میں بالٹک کی مہم کا عزم کیا مگر دو مہینے کے قبل بیڑا روانگی کے لئے تیار نہ ہو سکا۔

اس دوران میں نپولین کی تائید کے لئے، فرانس سے، اسپین سے، ہالینڈ سے، جنوب جزائر نمبہ سے، فوج پر فوج روانہ ہو رہی تھی، دریائے البی اور اوڈر کے قلعے جو اس کے لئے روک کا کام دیتے، وہ اس کی کارروائیوں کے قاعدۃ الجیش بن گئے تھے۔ اور اتنی کثیر فوجیں اس کے زیر اقتدار آگئی تھیں کہ وسطی یورپ کے ہر ایک حصار کا انتظام کرنے کے بعد جون میں وہ اس قابل ہو گیا کہ ایک لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو وسٹولا کے دوسرے جانب میدان جنگ

میں لے آیا۔ روسیوں کو بھی کمک پہنچ گئی تھی مگر بنگسن کی فوج اب بھی دشمن کے مقابلہ میں کمزور تھی مگر اس پر بھی بنگسن ہی نے حملہ کا آغاز کیا اور سرما والی مہم کے مانند اس وقت بھی اس نے یہی کوشش کی کہ نے کے شمالی جیوش پر دفعتہً جا پڑے اور اسے تباہ کر دے۔ فرانسیسی فوج کی بھی وہی عام نقل وحرکت عمل میں آئی جو جنوری میں ہوئی تھی۔ روسی سپہ سالار فرانسیسیوں کی زیادتی تعداد کی وجہ سے اپنے ہیلسبرگ کے قلعہ بند لشکر گاہ میں ہٹ گیا۔ نپولین نے اس جگہ پر حملہ کیا اور اپنی خونریز پسپائی کے بعد بنگسن کو اس کے مامن سے اس طرح نکال لیا کہ سیدھے کونگسبرگ پر یلغار کر دیا۔ بنگسن نے یہ سمجھا کہ اب اس کا موقع ہے کہ وہ ایک منفرد جیش سے عہدہ برآ ہو، مگر اس نے فریڈلینڈ میں خود کو دشمن کی تمام فوج سے رو در رو پایا۔ اس نے جنگ کرنا قبول کر لیا اور (۱۴ جون کو) اپنی فوج کو شدید اور قطعی جنگ سے بچا نہ سکا۔ فریڈلینڈ کی فتح نے فرانسیسیوں کو کونگسبرگ میں پہنچا دیا۔ بنگسن دریائے نیمن کے پیچھے ہٹ گیا اور ۱۹ جون کو التوائے جنگ نے روس کی سرحدوں پر متخاصم فوجوں کی کارروائیوں کو بند کر دیا۔[1]

بنگسن کی فوج کا محل وموقع کسی اعتبار سے مایوس کن نہیں تھا، اس کے آدمی گھر نہیں گئے تھے، نہ انھیں قیدیوں کا کچھ ایسا نقصان اٹھانا پڑا تھا، نہ انھیں فرانسیسیوں کا کچھ خوف تھا، مگر سپہ سالار نے اپنی شکست کی اہمیت میں بہت مبالغہ کر دیا۔ اپنے اور بہت سے عہدہ داروں کی طرح وہ بھی جنگ سے اکتا گیا تھا" اور جن محرکات کی وجہ سے شہنشاہ یورپ کے عام مفاد کے لئے

---

[1] جنگ فریڈلینڈ کا حال لارڈ ہچینسن کے مراسلہ میں بیان ہوا ہے۔ تاتی پرست ا جلد ۲۰۰۔ اسی جلد میں کرنل سا ٹھاک کی وہ اطلاعیں بھی ہیں جن میں روسیوں کے متعلق عجیب وغریب تفصیلات ہیں اور ایلا کے ایک باشندے کے خط میں بونین کے کچھ ذاتی معاملات بھی درج ہیں، نیسیتو ہے کولبرگ سے مسٹر کیننگ کے پاس جو لکھا گیا تھا وہ بھی شامل ہے)۔

جنگ کر رہا تھا، ان محرکات سے اسے کچھ ہمدردی نہ تھی۔ الگزنڈر کے گرد وپیش کے مدبرین اس پر یہ زور دے رہے تھے کہ جس جنگ و جدل سے روس کو کوئی نفع نہیں ہے اس سے وہ روس کو علیحدہ کر لے۔ شہنشاہ تذبذب میں پڑا ہوا تھا، برطانیہ عظمیٰ کی سستی عمل اور آسٹریا کی مسلسل غیر جانب داری نے اسے اس شک میں ڈال دیا تھا کہ خود اس کی یہ بے نفسی مبنی بر دانش ہے یا نہیں؟ پس اس نے نپولین سے ملنے اور یہ متیقن کرنے کا عزم کر لیا کہ روس، نصف براعظم کے مالک کے ساتھ کن شرائط پر صلح و آشتی پیدا کر سکتا ہے۔

ٹلسٹ میں نپولین اور الگزنڈر کی ملاقات، ۲۵ جون

۲۵ جون کو دونوں شہنشاہ، دریائے نیمن کے وسط میں ٹلسٹ کے پل جو بیڑ پر ایک دوسرے سے ملاقی ہوئے دونوں میں جو گفتگو ہوئی اسے صرف انھیں دونوں نے سنا، لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ الگزنڈر نے گفتگو کا آغاز انگلستان کے اظہار نفرت کے ساتھ کیا، بہر حال، برطانیہ عظمیٰ سے خود کو الگ کر لینے کے متعلق روسی فرمانروا کا اشتیاق یا استکراہ جو کچھ بھی رہا ہو مگر نپولین کا مقصد حاصل ہو گیا۔ الگزنڈر ایک ایسے فاتح کا بندہ بے دام بن گیا جو مانگتا کچھ نہ تھا اور دینے کے لئے سب کچھ تیار تھا۔ مراسلات میں طوالت ہوئی، دونوں فرمانرواؤں کے تعلقات یوماً فیوماً گہرے ہوتے گئے اور جو جد و جہد موت و حیات کی جد و جہد تھی، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روس نے نپولینی فتح کی تمام تجویز کو منظور کر لیا، اور شکار میں اپنا حصہ ملجانے کے عوض میں غارت گر کے دوش بدوش کھڑا ہو گیا۔ اپنے حلیف کے ساتھ، اپنی قراردادوں کی وفاداری میں، جنگ ایلا کے بعد شاہ پرشیا کا نپولین کے پیش کردہ شرائط کا مسترد کر دینا کچھ بھی کام نہ آیا۔ وعدے معاہدات، رحم و کرم سب ہوا میں اڑا دیئے گئے۔ اب بد قسمت فریڈرک ولیم بغلگیر نہیں کیا جاتا تھا، جس دوست کے ساتھ اس کا قیام و زوال وابستہ تھا، اس نے اس کی نصف سے زائد مملکت کا نپولین سے معاملہ کر لیا بلکہ اسے نقصان پہنچا کر روس کی سرحد کو بھی درست کر لیا۔ پرشیا کے کسی صورت میں بھی باقی رہ جانے کے متعلق یہ کہا گیا کہ نپولین نے یہ مراعات الگزنڈر کی خاطر کی ہے معاہدات

معاہدات ٹلسٹ جولائی ۱۸۰۷ء

ٹلسٹ کے شایع شدہ دفعات کے بموجب جس پر فرانس، روس اور پرشیا نے جولائی کے ہفتۂ اول میں دستخط کیے تھے، شاہ پرشیا نے البی کے مغرب جانب کی اپنی کل مملکت اور اُنشیبی وسٹولا کے اس ضلع کے سوا جو پومیرنیا کو مشرقی پرشیا سے ملاتا تھا، اور وہ کل قطعۂ ارض جو پولینڈ کی تینوں تقسیموں میں پرشیا کو ملا تھا، نپولین کے حوالہ کر دیا۔ دریائے البی کے مغرب جانب کے حوالہ شدہ قطعۂ ارض سے ویسٹ فیلیا کی ایک بادشاہی نپولین کے لیے بنائی گئی۔ پرشیا کے پولینڈی صوبوں سے وارسا کی امارت عظمیٰ بنائی گئی اور نپولین کے زیردست شاہ سیکسنی کو پیش کر دی گئی، اس میں سے صرف ایک حصہ الگزنڈر کو دے دی گئی تھی۔ روس نے الحالیہ، ہالینڈ اور جرمانیہ میں نپولین کی ماتحت سلطنتوں کو تسلیم کر لیا۔ زار نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ فرانس اور برطانیہ عظمیٰ کی مخاصمت میں اپنی ثالثی پیش کرے گا۔ ایک خفیہ دفعہ میں یہ قرار دے دیا گیا کہ اگر آیندہ یکم دسمبر کو برطانیہ عظمیٰ اور فرانس میں جنگ رہے تو اس صورت میں پرشیا برطانیہ عظمیٰ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے گی۔

محالفہ کا خفیہ معاہدہ

ان تینوں دول کے درمیان ضابطہ کے جو معاہدات ہوے ان کے شرائط یہی تھے مگر مشرق اور مغرب کے مالکوں کے درمیان جو شرائط قرار پائے ان کا صرف ایک جزو قلیل ان معاہدات میں شامل کیا گیا تھا۔ معاہدۂ صلح سے علیحدہ، نپولین اور الگزنڈر کے درمیان ایک خفیہ معاہدۂ محالفہ پر بھی دستخط ہوے۔ جن مکالمات نے زار کو فرانس کا جانبدار بنا لیا، ان میں نپولین نے الگزنڈر کے سامنے سویڈن اور شہنشاہی عثمانیہ کے افادات پیش کیے تھے، جس دولت کے اسلحہ آسٹریا اور پرشیا کو بے بس کر دے سکتے تھے اس کی تائید کے حاصل کرنے کے لیے فنلینڈ اور صوبجات ڈینیوب کا پیش کر دینا کوئی بہت بڑی قیمت نہیں تھی۔ اپنی شہنشاہی کے توسع کے اس وعدے کے عوض

میں الگزنڈر نے یہ کام اپنے ذمہ لیا کہ اگر برطانیہ عظمیٰ اس کے حکم وادہ شرائط صلح سے انکار کر دیگا تو وہ اپنی فوجوں کو نپولین کے ساتھ شریک کر دے گا اور ڈنمارک اور پرتگال کی غیر جانبدار بحری طاقتوں کو مجبور کر دیگا کہ وہ انگلستان کے خلاف اس جد وجہد میں حصہ لیں۔ روسی شہنشاہی کے ساتھ مالڈیویا اور والیشیا کے الحاق کے متعلق یہ قرار دیا گیا کہ یہ کام فرانسیسی ثالثی کی صورت سے عمل میں آئے گا۔ باب عالی اگر اس ثالثی سے انکار کر دے گا تو اس صورت میں نپولین نے یہ ذمہ لیا کہ وہ باستثنائے رومیلیا و قسطنطنیہ سلطان کے زیر حکومت تمام یورپی ممالک کو آزاد کرانے میں روس کی مدد کرے گا۔ آزاد شدہ ممالک کا فرانس و روس کے درمیان تقسیم کیا جانا اور اسپین میں نپولینی خاندان کا قیام، یہ دونوں معاملات غالباً تحریری قرار داد کے بجائے زبانی مفاہمت پر معلق رہے[1]

دونوں تہنشاہوں کی سازش | یہ تھی نوعیت اس وسیع و ہیبت زا تجویز کی جسے اس شخص نے سوچا تھا جس کی تمام زندگی شخصی تغلب و تسلط کی ایک مسلسل جد وجہد بنی ہوئی تھی اور جسے اس شخص نے قبول کیا تھا جس نے اس وقت تک براعظم کے تمام حکمرانوں میں یورپ کے غایت المرام کے لئے کام کرنے اور ایک ایسے معاملہ میں دلچسپی ظاہر کرنے میں جس سے خود اسے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، سب سے زیادہ قوت کا اظہار کیا تھا۔

نپولین کے تصور میں اب مغربی براعظم کی قومی قوتیں فنا ہو چکی تھیں۔ ایک آسٹریا کو مستثنیٰ کر کے اور کوئی سلطنت ایسی نہیں تھی جس کی بری و بحری فوجیں بتوقع آیندہ خود نپولین یا اس کے نئے حلیف کے اقتدار میں نہ ہوں۔ برطانیہ عظمیٰ کی تجارت جو اس کے پہلے ہی یورپ کے بیشتر حصہ سے خارج ہو چکی تھی، اب بقیہ تمام حصص سے بھی مسدود کی جانے والی تھی۔ جو فوجیں برطانیہ کی مالی امداد سے اب تک یورپ کی آزادی کے لیئے لڑ رہی تھیں،

---

[1] ۔ ایلیسن جلد ششم صفحہ ۳۴۲ ۔

جو بیڑے غیر جانبدار یا انگلستان کی دوستی کی وجہ سے اب تک اپنی ہستی قائم کئے ہوئے تھے، یہ سب قومیں اب بلا امتیاز اس آخری دشمن کے خلاف کام میں لائی جانے والی تھیں۔ اگر اس وقت میں بھی کوئی انگریزی مدبر جیسے ٹلسٹ کی خفیہ قرارداد علم ہو چکا ہو، اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق بلا خوف نظر ڈال سکا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی کہ برا عظمی جباریت میں کسی قسم کی خامی تھی۔ ڈنمارک اور پرتگال کے بیڑے انگریزی اہل بحر کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہ دے سکتے تھے، انگریزی قوم کے مسائن غیر ملکی حملہ سے اب بھی ویسے ہی محفوظ تھے جیسے اس وقت تھے جب نلسن، سمندروں کی نگہبانی کرتا تھا، مگر اس اعتماد کی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ شہنشاہ الگزنڈر میں سیاسی اعزاز کا شائبہ تک بھی باقی رہ گیا تھا جہاں الگزنڈر کا کام قطعی اہلیت کا تھا یعنی فرانس و پرشیا کے درمیان ثالثی کا معاملہ وہاں اس نے بغیر کسی پس و پیش کے خود کو ظلم و ستم کا جانبدار بنا دیا تھا۔ یہ امر اس کے اختیار میں تھا کہ وہ پرشیا کے لیے ایسے ہی نرم شرائط حاصل کر لیتا جیسے آسٹریا کو کیمپو فارمیو اور لیونوایل میں حاصل ہو گئے تھے، مگر جب اس نے یورپ میں قومی آزادی کے آخری حامیوں کے خلاف مخالفہ کیا تو اس نے پرشیا کو اس غرض سے قربان کر دیا کہ خود اسے فنلینڈ اور صوبجات ڈینوب مل جائیں۔

زار جن برطانی فوجوں کا اس اضطراب کے ساتھ انتظار کر رہا تھا، وہ ٹلسٹ کے معاہدے پر دستخط ہونے سے دو روز قبل روجن میں اتریں، لیکن جس جد وجہد میں انھیں حصہ لینا تھا وہ ختم ہو چکی تھی، صرف سویڈن بدستور مسلح رہا اور شاہ گسٹیوس کی کیوزوا جنگجوئی بھی اسٹرالسنڈ کو عاجلانہ حوالگی سے نہ بچا سکی۔ مگر برطانیہ عظمی کی فوجوں کے لئے یہ مقدر ہو چکا تھا وہ ایک ضرب لگائے بغیر واپس نہ ہوں گی۔ نپولین اور الگزنڈر میں خفیہ گفت وشنود شروع ہی ہوئی تھی کہ اس کے مقصد کی خفیہ اطلاع برطانی حکومت کو بھیجدی گئی[1]

[1] کاغذات پیش شدہ پارلیمنٹ ۱۸۰۸ء صفحہ ۱۰۶ - یہ خبر کیننگ کو ۲۱ جولائی کو ملی۔ کیننگ کا

لندن میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ نپولین، ڈنمارک کے بیڑے پر قبضہ کرنے والا اور اسے مجبور کر کے برطانیہ عظمیٰ سے لڑانے والا ہے۔ کیننگ اور اس کے رفقا نے اسی سرعت عملی سے کام لیا جس سے حکومت برطانی اس حالت میں بہت کم قاصر رہتی تھی جب اس کا مقصد صرف بیڑے سے حاصل ہو سکتا ہو۔ انھوں نے یہ عزم کر لیا کہ قبل اس کے کہ نپولین، ڈنمارک کی غیر جانب داری کی خلاف ورزی کرے، وہ خود ایسا کر گزریں اور اس بیڑے پر قبضہ کر لیں جس پر اگر وہ قبضہ نہ کریں گے تو فرانس و روس اس پر قبضہ کر لیں گے۔

۲۶ جولائی کو ایک بیڑا بیس ہزار آدمیوں کو لے کر برطانی ساحل سے روانہ ہوا۔ سپاہ وسط اگست میں ڈنمارک میں اتری اور جو جیش اس سے قبل روجن کو روانہ کیجا چکی تھی اس سے مل گئی۔ حکومت ڈنمارک سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا بیڑہ اس غرض سے برطانیہ عظمیٰ کے ہاتھ میں دیدے کہ وہ انصرام صلح تک بطور ایک امانت کے کسی برطانی بندرگاہ میں رہے۔ ڈنمارک کی غیر جانب داری کی قربانی کے اس مطالبہ کے ساتھ ہی، انگلستان نے یہ بھی ذمہ لیا کہ وہ ڈینی قوم اور اس کے مستعمرات کو نپولین کی مخاصمت سے محفوظ رکھے گا اور بری و بحری مدافعت کا ہر ایک ذریعہ حکومت ڈنمارک کے اختیار میں دیدے گا۔ جب بیڑا نہ حوالہ کیا گیا تو انگریزوں نے یہ اعلان کیا کہ وہ کوپن ہیگن پر گولہ باری کریں گے اس مطالبہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مراسلہ بنام بروک ٹیلر مورخہ ۲۱، و فاتر۔ ڈنمارک جلد ۱۹۶۔ اس کا پتہ نہ چلا کہ یہ اطلاع کس نے بھیجی مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوگا جو زار سے بہت قربت رکھتا ہو کیونکہ اس میں ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ وہی الفاظ ہیں جو تِلِسِت کے اوپر الگزنڈر کی ملاقات کے وقت نپولین نے استعمال کئے تھے۔ کیننگ کے ۲۲ جولائی کے مراسلہ سے یہ واضح ہے کہ اس وقت تک صرف اسی مکالمہ کی اطلاع ملی تھی اور کسی امر کی اطلاع نہیں ملی تھی۔ اغلب ہے کہ اطلاع دینے والا ان لوگوں میں سے کوئی شخص تھا جنھوں نے ۱۸۰۶ء کا انگریزی محالفہ قائم کیا تھا۔

کا جو جواب دیا گیا وہ ایسا ہی تھا جس کی توقع ایک ایسی باہمت قوم سے ہوسکتی تھی جو غیر جانبدار تجارتی جہازوں کے ساتھ سخت برتاؤ کی وجہ سے برطانیہ عظمیٰ سے کبیدہ خاطر ہو اور تہاراں بحر کی اطاعت کرنے کے بہ نسبت برّاعظم کے مطلق العنان کی اطاعت کی طرف زیادہ مائل ہو۔ مراسلات بے کار ثابت ہوئے، اور ۲ ستمبر کو انگریزوں نے کوپن ہیگن پر گولہ باری شروع کر دی، تین رات دن شہر پر بہت شدید و مہلک گولہ باری ہوتی رہی۔ اٹھارہ سو مکانات منہدم ہو گئے، شہر میں جا بجا آگ لگ گئی، اور باشندوں کی ایک بہت بڑی تعداد جان سے ماری گئی۔ آخر الامر سپہ سالار نے خود کو حوالگی پر مجبور پایا۔ بیڑہ برطانیہ عظمیٰ کے حوالہ کر دیا گیا، اور اس کے ساتھ کوپن ہیگن کے مخزن کا تمام سامان بھی دے دیا گیا۔ اب یہ بیڑہ انگلستان میں دوستانہ غیر جانب داری کے شرائط کے تحت نہیں بلکہ غنیمت جنگ کے طور پر لایا گیا۔

گرفتار کنندگان خود اپنی اس غنیمت سے شرمندہ تھے۔ انگلستان نے مسلح جہازوں کے اس بیڑے کو مسرت سے زیادہ بے اعتمادی و اندیشہ کے ساتھ قبول کیا کیونکہ یہ بیڑا ایک ایسی قوم کا تھا جو ہماری دشمن نہ تھی اور ایک ایسے حملہ کے ذریعہ سے جو جنگ نہ تھا، حاصل ہوا تھا۔ ایک کمزور غیر جانبدار سلطنت پر اس بظاہر بے اشتعال حملہ کی وجہ سے یورپ میں انتہا درجہ کا غصہ بھڑک اٹھا۔ برطانی وزارت اس شہادت کے شائع کرنے سے مجبور تھی جو اسے دونوں شہنشاہوں کے ارادے کے متعلق موصول ہوئی تھی، اور اس لیے بیقین یہ کیا جاتا تھا کہ اس نے خفیہ معاہدے کا یہ قصہ خود گھڑ لیا ہے۔ ڈینی حکومت نے اس امر سے انکار کیا کہ نپولین نے اس سے اتحاد عمل کا مطالبہ کیا تھا۔ خود نپولین اور الگزنڈر نے غضبناک حیرت کا انداز اختیار کیا مگر کیننگ اور اس کے رفقا نے جن واقعات کا دعویٰ کیا تھا وہ صحیح تھے۔ دونوں شہنشاہوں کی سازش کوئی افسانہ نہیں تھی۔ جو سوال اب تک زیر بحث ہے (اور حقیقت میں ایک وزنی سوال ہے) وہ اس

امر سے متعلق ہے کہ خود ڈنمارک کی حکومت نے کیا قرار دادیں قبول کی تھیں۔ نپولین اپنے اسی تاریخ کے مراسلہ میں بعض وعدوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو دربار ڈنمارک نے اس سے کئے تھے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی شکایت کرتا ہے کہ یہ وعدے پورے نہیں کئے گئے اور خط کے محوائے کلام سے یہ امر تقریباً تیقن ہو جاتا ہے کہ نپولین نے چاہے کچھ ہی مطالبہ کیا ہو مگر ڈنمارک نے اس سے زیادہ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے بنادر انگریزی جہازوں کے لئے بند کر دئے جائیں گے۔[1] اگر برطانی حکومت کے پاس ڈینی حکومت کے اس عزم کی کوئی شہادت موجود ہوتی کہ وہ بغیر منفاومت کے اپنا بیڑہ نپولین کی طرف منتقل کر دے گی تو ڈنمارک پر جو حملہ ہوا وہ عملاً فعل جنگ قرار پا جاتا اور ناجائز نہ ہوتا مگر ٹلسٹ میں نپولین کے ایک منداعیہ بیان کے سوا اس قسم کی کسی شہادت کا لندن میں پہنچنا تک بیان نہیں کیا جاتا، اور ڈنمارک کی غیرجانب داری کے خلاف شہنشاہوں کی غیر مشتبہ سازشیں، برطانیہ عظمیٰ کی جانب سے کسی ایسے فعل کی کافی بنا نہیں ہو سکتی جو ان کے منصوبوں کو درہم برہم کر دینے سے اس حد تک آگے بڑھ گیا ہو۔ انگلستان کے حسب مطالبہ ڈینی بیڑے کا حوالہ کر دینا، ڈنمارک کی جانب سے نپولین کے خلاف غیر مشروط عمل جنگ ہوتا، یہ فعل غیرجانب داری کے جاری رکھنے کے لئے محض ہمنزلہ ضمانت کے نہیں تھا، نہ حکومت برطانیہ کے پاس فوری و مغلوب کن ضرورت کے لئے آخری عذر

---

[1] نپولین بنام ٹیلیرنڈ، مورخہ ۳۱ جولائی ۱۸۰۷ء۔ اس نے ٹیلیرنڈ کو ڈینی سفیر سے بعض امور کے متعلق گفتگو کی ہدایت کی اور اگر ولی عہد نے بیڑے کی حوالگی کا پہلے ہی ارادہ کر لیا ہوتا تو یہ گفتگو بے معنی ہوتی۔ اصل انگریزی تحریرات (مشتملہ وقائع، ڈنمارک جلد ۱۹۶۔ ۱۹۷) سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کیننگ نے کسی وقت بھی یہ خیال نہیں کیا کہ اس کے پاس ڈنمارک کے ارادوں کا کوئی ثبوت ہے، اور اس نے اپنے فعل کو صرف اس طرح بجا ثابت کیا کہ ڈنمارک میں نپولین کے مطالبات کے منفاومت کی طاقت نہیں ہے۔

موجود تھا۔ ڈنمارک کے ایس جنگی جہاز انگلستان کے خلاف بلا جھجکا نہیں دینے۔ ٹریفلگر کی یاد برطانی وزارت کو بخوبی اتنی ہمت دلا سکتی تھی کہ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ جنگ کے معمولی طریقیوں سے کرے۔ ڈنمارک کی قوت واقعی جتنی تھی اگر اس سے بدرجہا زیادہ بڑھی ہوی ہوتی تو بھی برطانیہ عظمی کا خطرہ اتنا شدید نہیں تھا کہ وہ اس ظلم و جور کے لئے عذر ہو سکتا جو بنی نوع انسان کو ایک ایسی مثال سے پہنچ گیا جس سے آیندہ تمام متخاصمین کو یہ ہمت دلائی گئی تھی کہ وہ ہر ایک غیر جانب دار سلطنت کو اپنے ساتھ شرکت پر مجبور کرنے کے لئے ایک دوسرے سے پیشدستی کرنے لگیں۔ نپولین جس بیڑے کو اس کے خلاف کام میں لانا چاہتا تھا، وہ اب بندرگاہ پورٹسمتھ میں محفوظ تھا، ڈنمارک نے سخت رنج و غصہ میں برطانیہ عظمی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، اور اپنے نجی کے جہازوں کے ذریعہ سے بالٹک کے برطانی تجارتی جہازوں پر حملے کر کے معاہدہ بر اعظم کی کسی قدر خدمت انجام دی۔ دوسری غیر جانب دار طاقت جس کی قسمت کا فیصلہ دونوں

پرتگال سے نپولین کے مطالبات

شہنشاہوں نے ٹلسٹ میں کیا تھا، اسے حملہ کوپن ہیگن کے چند روز قبل نپولین کے مطالبات موصول ہوئے پرتگال کے متولی نے خود برطانی حکومت کو یہ اطلاع دی کہ نپولین نے اس سے یہ چاہا ہے کہ وہ اپنے بندرگاہ برطانی جہازوں کے لئے بند کر دے انگلستان پر اعلانِ جنگ کرے، اور اپنی قلمرو کے اندر تمام برطانی املاک کو ضبط کرے۔ متولی دو ایسی طاقتوں کے درمیان میں آگیا تھا جن میں سے ایک خشکی پر اس کے ممالک سے اسے محروم کر سکتی تھی اور دوسرے سمندر پار کے تمام مقبوضات سے اسے بے دخل کر سکتی تھی، ایسی حالت میں اس نے بھی عزم کر لیا تھا کہ وہ برطانیہ عظمی کے ساتھ اپنی قدیمی روش کو قایم رکھے گا اور نپولین کی اطاعت اس حد تک کرے گا جس حد تک انگریزی حکومت اسے اس بنا پر معذور رکھیگی کہ وہ تہدید کے تحت کام کر رہا تھا۔ اگرچہ پرتگال اور انگلستان کے درمیان حالتِ جنگ پیدا ہوگئی مگر متولی درحقیقت

انگلستان کے مفاد کے مطابق کام کر رہا تھا، اور آخر تک برطانی حکومت کی صلاح پر عمل کرتا رہا۔

انجام بہت جلد سامنے آنے والا تھا، نپولین کے مطالبات اگرچہ خود رایاتہ کو ستمگارانہ تھے مگر پرتگال کے متعلق اس کے پورے ارادوں کا اظہار ان سے کسی طرح سے نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اس ملک پر قبضہ کرنے اور اسے تمام اسپینی جزیرہ نما پر اپنی قلمرو کو وسعت دینے کا ذریعہ بنانے کا عزم کر لیا تھا جونات کے زیر قیادت پہلے ہی سے ایک جیش پرینیز میں مقیم کر دی گئی تھی۔ ۱۲ اکتوبر کو نپولین کو پرتگال کے متولی کا جواب موصول ہوا جس میں انگلستان کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر رضامندی ظاہر کی گئی تھی، اور صرف اس غیر مہذب حکم کی تعمیل سے انکار کیا گیا کہ انگریزوں کی تمام جائداد ضبط کر لیجائے۔ مقاومت کا صرف یہ ایک فعل نپولین کے مقصد کے لئے کافی تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے سفیر کو لسبن سے واپس بلا لیا، اور جونات کو سرحد کے عبور کرنے اور پرتگال کی جانب کوچ کر دینے کا حکم دے دیا۔ اسپین کا بادشاہ جو نپولین کا دوسرا شکار بننے والا تھا، اسے اس حال شریک جرم بنا لیا تھا، پرتگال کی تقسیم کے متعلق (۲۷ اکتوبر کو) نپولین اور شاہ چارلس چہارم کے

پرتگال کی تقسیم کے متعلق فرانس اور اسپین کے درمیان معاہدہ فانٹبلو، ۲۷ اکتوبر۔

درمیان بمقام فانٹبلو ایک معاہدہ مؤکد ہو گیا۔ بادشاہی[1] اٹروریا کی حوالگی کے عوض میں جو ابھی تک برائے نام اسپینی خاندان کے ایک رکن کے تحت تھی، شاہ اسپین سے نصف پرتگالی مقبوضات کا وعدہ کیا گیا، اور اس کے ساتھ شہنشاہ جزائر ہند کے لقب کا بھی اضافہ ہوا، پرتگال کے شمالی صوبے شاہ اٹروریا کے شیرخوار بادشاہ کے لئے محفوظ رکھے گئے اور اس کے جنوبی صوبے چارلس چہارم کے وزیر گوڈائے کے لئے مخصوص ہوئے، وسطی صوبے فرانس کے ہاتھ میں آنے والے تھے اور ان

لہ۔ سیو پاکس صفحہ ۷۳۔

سے یہ کام لیا جانے والا تھا کہ عام صلح کے موکد ہونے کے وقت ان کے ذریعہ سے انگلستان سے اسپین کی نوآبادیاں واپس لی جائیں گی۔

جوناٹ کا پرتگال پر حملہ آور ہونا۔ نومبر ۱۸۰۷ء

ان میں سے کسی ایک شرط کو بھی عمل میں لانے کا ارادہ نہیں تھا، پرتگال کی فتح کل جزیرہ نما کے فتح کی طرف ایک جزو تھی، جوناٹ بغیر مقاومت کے درمیان کی اسپینی مملکت سے ہوکر آگے بڑھا اور بہ عجلت تمام لسبن کی طرف بڑھ چلا۔ نپولین کے احکام نے اُسے جس رفتار سے چلنے پر مجبور کیا، اس سے اس کی فوج بہت شکستہ حالت کو پہنچ گئی اور اونیٰ سی مقاومت کا انجام بھی اس کی تباہی پر ہوتا مگر دربار لسبن نے یہ عزم کر لیا تھا کہ براعظم کے مالک کے مقابلہ میں جس ملک کی وہ مدافعت نہیں کر سکتا اسے چھوڑ دے۔ جیسا کہ سترھویں اور اٹھارویں صدیوں میں ہو چکا تھا، خاندان برگنیزا اسی تدبیر کا عادی ہو چکا تھا کہ حکومت کا مستقر ہر برزل کو تبدیل کر دے، اور اب برطانیہ عظمیٰ کی پشت بندگی سے متولی نے یہ عزم کر لیا کہ بحر اٹلانٹک کے پار بھاگ کر اپنے خاندان کی خود مختاری کو برقرار رکھے۔ ادھر جونا ٹ کی سپاہ دار الصدر کے قریب پہنچی، اُدھر محل کے خدام نے بعجلت تمام شاہی املاک کو تختۂ جہاز پر پہنچایا۔ ۲۹ ر نومبر کو جب

خاندان برگنیزا کا فرار

فرانسیسی بالکل قریب آگئے تھے، جہازوں کا وہ بیڑا جو خاندان برگنیزا کو اس کے مستقری وطن میں لیجانے والا تھا دریائے ٹیگس سے نکل پڑا، اور انگریزی بیڑے کی توپوں نے (جو اسی دریا میں پڑا ہوا تھا) اس کی سلامی اتاری۔ جونا ٹ چند گھنٹوں بعد دار الصدر میں داخل ہوا، اور بلا کسی قسم کی مخالفت کے حکومت کا صدر بن گیا۔ پرتگال کے قبضہ کو نپولین نے اس طرح ظاہر کیا گویا یہ کوپنہگن کی گولہ باری کا انتقام ہے۔ یورپ میں اس پر بہت کم توجہ ہوئی، اور اسپینی دربار تک میں اگر کوئی احساس تھا تو وہ اس اطمینان کا احساس تھا کہ خاندان باربن کی تباہی کو وسعت و عظمت ہونے والی ہے۔ اس جزیرہ نما کے معاملات میں نپولین کی مداخلت کی پوری اہمیت اس وقت تک نہیں معلوم ہوئی کہ چند مہینے گزر نہ گئے۔

ٹلسٹ میں جو صلح ہوئی تھی اس کے نتائج پرتگال اور ڈنمارک کو معلوم ہوئے لیکن ڈنمارک کے بیڑے اور پرتگال کے شاہی خاندان کی قسمت پر اس قدر مدار کار نہیں تھا جتنا پرشیا کی قسمت پر تھا، جس پر ان تمام مظلوموں سے سب سے زیادہ ظلم ہوا تھا جو الگزنڈر کی ہوس پر قربان ہوئے تھے۔ بدقسمت پرشیاوی سلطنت جو اپنی سابقہ وسعت سے اب نصف رہ گئی تھی اسے جنگ نے تباہ و مفلس کر دیا تھا، اور ایک فرانسیسی فوج کے قیام کا بار اس کے اوپر پڑ گیا تھا، اس کی یہی بربادی اس کی اعلیٰ قومی زندگی کا آغاز بن گئی۔ نپولین اپنے انتقامی حسد میں، ناوانستہ طور پر براعظم کے سب سے زیادہ قابل اور سب سے محب وطن شخص کو صدر بنانے کا باعث ہوا، ۱۸۰۴ء کے موسم بہار سے بیرن ہارڈ نبرگ، پھر پرشیا کا سرگروہ وزیر ہو گیا تھا، اور جنگ ایلا کے بعد جداگانہ صلح سے بادشاہ کے قابل عزت انکار کا باعث وہی ہوا تھا، نپولین یہ روا نہیں رکھ سکتا تھا کہ یہ وزیر (جس پر اس نے پہلے ہی برطانیۂ عظمیٰ کے جانب دار ہونے کا داغ لگا دیا تھا) برسر اقتدار رہے۔ اس نے ہارڈ نبرگ کی برطرفی پر اصرار کیا، اور شاہ پرشیا سے اسٹین کے تقرر کی سفارش کی نپولین اس شخص کو اس وقت تک صرف یہی جانتا تھا کہ یہ ایک ہوشیار ماہر مالیات ہے، اور اس سے توقع یہ تھی کہ فرانسیسی جو روپیہ وصول کرنا چاہتے تھے اس کے مہیا کرنے میں اسے کامیابی ہو جائے گی۔

اسٹین، وزیرہ ۵ اکتوبر ۱۸۰۷ء

اسٹین، ۵ اکتوبر کو تقریباً آمر مطلق کے سے اختیار کے ساتھ اپنے عہدے پر فائز ہوا، جنگ کی تباہیوں کی وجہ سے پرشیاوی سلطنت کے ملازمان سرکاری اور نیز معاشری نظم میں نہایت ہی بیخ کن تغیرات کی ضرورت تمام روشن خیال اشخاص پر واضح ہو گئی تھی اور ایک کمیشن (ماموریت) جس کے ارکان میں مورخ نیبر بھی شامل تھا، ہارڈ نبرگ کے عہدے سے علیحدہ ہونے کے قبل ہی بہت وسیع کارروائیوں کا خاکہ تیار

کر چکا تھا۔ اسٹین کے تقرر سے سلطنت کا سرگروہ ایک ایسا شخص ہو گیا جس میں وسیع تغیرات کو عمل میں لانے کی قوت ضرور بہ ہارڈ ینبرگ سے بے اندازہ بڑھی ہوئی تھی، اور جو لوگ نہایت صدق دل سے ملکی و فوجی اصلاح میں مشغول تھے انھیں اس کے تقرر سے ایک ایسا سرگروہ مل گیا جس کے جوش حب الوطنی، جرأت اور پاکیزگی اخلاق کی کوئی ہمسری نہ کر سکتا تھا۔ اسٹین کی پہلی عظیم الشان تشریعی کارروائی یا بندارا ضی غلامی اور ان تمام قانونی امتیازات کا منسوخ کرنا تھا جو امیروں، شہریوں اور کسانوں کو ان کی برادری کے حدود کے اندر محدود رکھتے تھے۔ ۹ر اکتوبر ۱۸۰۷ء کو اس فرمان پر اپنا نام ثبت کرنے سے جس نے پرشیا وی نظم معاشرت کے ازمنہ وسطی کے ڈھانچ کا خاتمہ کر دیا، اسٹین نے درحقیقت اس تغیر کو مکمل کیا جو قرب و جوار کی سلطنتوں کی ترقی کے باعث پرشیا کو مجبور ہو کر قبول کرنا پڑتا خواہ اس کی حکومت کسی کے اختیار میں ہوتی۔ یہ حکم ہارڈ ینبرگ کے کمیشن کی رپوٹ (یا دداشت) کے بموجب مرتب ہوا تھا، اور اسٹین نے اسے اپنے عہدے پر فائز ہونے کے چھ روز کے اندر شایع کیا تھا، رفع قیود کے اس فرمان میں اگرچہ بہت سے تغیرات شامل و داخل تھے مگر اس میں اس سے زیادہ کچھ نہ تھا جو پرشیا کو براعظم کی مغربی سلطنتوں میں سے سب سے کم ترقی یافتہ سلطنتوں کی سطح پر لانے کے لیے ضروری تھا۔ آسٹریا میں خالص پابندارا ضی غلامی کو تیس برس قبل میریا تھریسا منسوخ کر چکی تھی، فرانس کے فتوحات نے جہاں جہاں نیا سیاسی نظم پہنچایا وہاں یہ قید بھی طبقات کے بہت سے دوسرے قانونی امتیازات کے ساتھ ناپدید ہو گئی تا آنکہ نئی قائم شدہ امارت وارسا کے حدود کے اندر بھی پولینڈ کا ناقص الاستعمال طبقہ کسانان بھی اس ذلت آمیز قید سے آزاد ہو گیا تھا۔ اگر پرشیا یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ یورپی زندگی میں اپنی شرکت سے دست بردار ہو کر اپنے غیر متمدن مشرقی ہمسایہ کی صف میں داخل ہو جائے تو وہ نظم اب قائم نہیں رہ سکتا تھا جو کسانوں کو زمین کا پابند بنا دیتا اور ہر ایک پرشیاوی کو اس کے طبقہ کے موروثی اشغال تک محدود کر دیتا تھا۔

اسٹین کی یہ پہلی کارروائی زیادہ نظر تعمق سے دیکھنے کی سزاوار اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ کسی شخص واحد کی ذہانت وطباعی کی رسائی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قدیم وجدید یورپ کے فرقوں کا سب سے زیادہ نمایاں اظہار ہے۔

۹ اکتوبر ۱۸۰۷ء کے فرمان نے تمام شخصی غلامی کو معدوم کردیا۔ اس نے امیروں، شہریوں اور کسانوں کو اجازت دیدی کہ وہ جو شغل چاہیں اختیار کریں، اس نے اس قاعدے کو منسوخ کردیا جس کے بموجب ایک طبقہ کے رکن کی زمین دوسرے طبقہ کے ہاتھ میں جانا ممنوع تھی۔ اس فرسودہ اصول کے بجائے جو پرشیا میں جاگیری زمانہ سے وراثتاً چلا آرہا تھا کہ انسان جیسا کچھ پیدا ہوا ہے ویسا ہی رہے اور مرے، اس کے بجائے ان قواعد نے من حیث المجموع، محنت اور ملک کے آزادانہ قبض و دخل کو قائم کردیا۔ پابند اراضی غلامی کی معدومیت ہر چند کے اس فرمان کی سب سے زیادہ نمایاں دفعہ نہیں تھی، مگر وہ ایک ایسی دفعہ تھی جس کے اثرات سب سے پہلے محسوس ہوئے، پرشیا کے حصص میں، ادائی

پرشیاوی کسان ۹ اکتوبر کے فرمان سے قبل و بعد۔

رقوم وخدمات سے علیحدہ جو ایک طرح لگان کی نوعیت رکھتے تھے، پابند اراضی غلامی کے علامات یہ تھے کہ کسان ذمہ دار تھا کہ وہ اپنی زمین پر رہے، اور زمیندار کا یہ حق تھا کہ وہ کسان کے لڑکوں سے بے تنخواہ ملازموں کے طور پر اپنے گھر میں کام لے۔ اطاعت وامارت کا ایک عام تعلق قائم تھا، جیسا موروثی رعایا اور مالک میں ہونا چاہیے، تاہم زمیندار نہ تو اپنی رائے سے جتنی چاہے محنت لے سکتا تھا اور نہ اس قسم کی ظالمانہ سزائیں دے سکتا تھا جو پولینڈ اور ہنگری میں عام طور پر رائج تھیں۔ انگلستان میں تیرھویں صدی میں جو حال وابستہ اراضی کسانوں کا تھا وہی حال ۱۸۰۷ء میں پرشیا میں پابند اراضی علاقوں کا تھا اور جس تغیر نے انگلستان میں وابستہ اراضی کسانوں کو بتدریج آزاد نقل داروں میں بدل دیا، اس تغیر کو اتنی صدیوں بعد، پرشیاوی واضع قوانین نے ایک مہتم بالشان کارروائی سے پورا کیا۔ اسٹین نے پرشیا کے کسانوں کو ویسا ہی بنا دیا جیسا ہنری ہفتم کی تخت نشینی کے وقت انگلستان کے نقلدار

ہو گئے تھے، اور جیسا فرانسیسی کسان ۱۷۸۹ء کے قبل ہو گئے تھے یعنی وہ آزاد اشخاص
ہو گئے مگر وہ اپنی زمین کے قبضہ کے عوض میں علاقہ کے مالک کو معینہ رقوم و
خدمت ادا کرنے کے پابند تھے۔ یہ جاگیرانہ رقوم و خدمات جنھیں فرانسیسی
کسان، انقلاب سے صدیوں قبل سے خود کو زمین کا مالک کامل سمجھنے کی وجہ
سے محض تکلیف و زیادتی سمجھتے تھے، اسی کو اسٹین نے یہ خیال کیا کہ یہ وہ
بہترین شکل ہے جس میں زمیندار اور کسان کے مشترکہ اغراض محفوظ رہ سکتے
ہیں۔ یہ کام چار برس بعد ہارڈنبرگ کے لیے محفوظ تھا کہ وہ کسانوں کو
زمینداروں کے متعلق تمام ذمہ داریوں سے آزاد کر دے اور انھیں بلا قید
و بندان کی سابقہ اراضی کے دو ثلث کا مالک بنا دے اور بقیہ ایک ثلث
زمیندار کو جاگیری مواجب کے نقصان کی تلافی کے طور پر ملجائے۔ اسٹین
اور ہارڈنبرگ دونوں میں سے کسی نے بھی زمینداروں کے اس حق میں
دخل نہ دیا کہ وہ اپنے علاقہ کے حدود کے اندر بطور جج (منصف) اور
ناظم پولیس کے کام کریں، اور یہ اختیار عدالتی جو اسکاٹلینڈ میں ۱۷۴۷ء میں
اور فرانس میں ۱۷۸۹ء میں منسوخ ہو چکا تھا، پرشیا میں بلا تغیر ۱۸۴۸ء
تک جاری رہا۔

پرشیا اور انگلستان میں کسانوں کی حیثیت بالمقابل

براعظم کی زرعی اصلاح کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ
انگلستان میں بعض نہایت عظیم و معاشری تغیرات تقریباً
تمام دوسری قوموں میں اسی قسم کے تغیرات سے اس
قدر قبل واقع ہوئے کہ نہایت وسیع وقفہ پڑ گیا ہے۔

لیکن اگر اس صدی کے آغاز میں پرشیاوی کسان ہنوز ایسی غلامانہ حالت
میں تھے جو برطانیہ عظمیٰ میں "اصلاح" کے قبل فراموش ہو چکی تھی تو دوسری
طرف انگلستان میں کسانوں کی یہ ابتدائی خوش حالی بعد کے زوال کے
عوض میں بہت قیمتی خرید کی گئی تھی، اس زوال نے انگلستان کے کسانوں
کی موجودہ حالت کو پرشیاوی غلامان وابستہ اراضی کے لڑکوں یا پوتوں
کی حالت کی بہ نسبت بہت ہی پست بنا دیا ہے۔ پرشیاوی غلامان وابستہ

اراضی کا بار کتنا ہی گراں کیوں نہ رہا ہو مگر کم از کم اتنا تھا کہ ان کی اراضی قانون کی رُو سے ان کے آقا کی ملک اراضی میں جذب ہو جانے سے محفوظ تھی، جب تک پرشیا میں اتنا کافی سرمایہ جمع نہ ہو گیا کہ ملک ارضی مقابلہ کی شئے بن جائے، اس سے قبل تک فریڈرک کی جبری فوجی خدمت نے اسے ایک قاعدہ بنا دیا تھا کہ طبقہ کسانان کے کمیت تعداد میں کم نہ ہونے پاویں خواہ اس سے بازار کو یا بڑے بڑے زمینداروں کے اغراض کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچتا ہو۔ ایسی کسی کارروائی کے عمل میں آنے کی اجازت نہ تھی جس قسم کی کارروائی سے انگلستان میں کسانان وابستہ اراضی کے آزاد تعلدار ہو جانے کے بعد، زمینداروں نے اصطلاحی قانونی حق سے یا اس کے بغیر ہی اپنے تابعین کی تعلداری کی میعاد کو ختم کر دیا اور زمین کو اپنی ایسی مخصوص ملک بنا لیا جیسے ان کی گھروں کی کرسیاں اور میزیں تھیں۔ پرشیا میں اگر قانون نے کسانوں کو زمین کا پابند رکھا تو ساتھ ہی زمین کو بھی کسانوں کے لیے محفوظ رکھا، انگلستان میں اس قسم کی کسی قید کے نہ ہونے کی وجہ سے، اقتصادی حالات نے چھوٹے چھوٹے اراضیداروں کے طبقہ کے خلاف عمل کیا۔ حقیقت میں ان لوگوں کی اتنی قبل کی آزادی ان کی معدومیت کا باعث ہوی۔ انگلستان کے مزدوری پیشہ طبقہ کے لیے شاید یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ وہ آزادانہ قبضہ اراضی حاصل کرنے کے بجائے اپنی زمین کے ساتھ نیم غلامانہ حالت میں وابستہ رہیں کیونکہ قانون نے زمینداروں کی جائیداری میں اس آزادی کے یہ معنی لئے کہ وہ مخصوص اشخاص کی زندگیوں کے بعد قابل اختتام ہے، اور دولت مندوں کے ترقی پذیر سرمایہ نے اسے اپنا خاص شکار بنا لیا۔ انگلستان کے بے زمین و بے زر مزدوروں کے لئے یہ علم کچھ نفع بخش نہیں ہے کہ جب پرشیا وہی نیم غلام تھے اس وقت ان کے آبا و اجداد یومین (آزاد اراضی وار) تھے۔ براعظم میں کسانوں کے علائق اگرچہ بہت زیادہ دنوں تک قائم رہے مگر آخر خوش حالی نے اپنا منہ دکھایا۔

جو حالات کسی وقت میں زرعی انگلستان کو ممتاز بنائے ہوئے تھے وہ اب الٹ گئے ہیں۔ براعظم میں کہیں بھی مزدوری پیشہ طبقہ ایسا نہیں ہے جو زمین کے تمام مفاد سے اس قدر محروم و مہجور اور ملکیت اراضی کے تمام امکانات سے اس قدر مسدود ہو، جیسا کہ انگلستان میں ہے۔ صرف انگلستان ہی ایک ملک ہے جہاں اندرونی انقلاب اور بیرونی دباؤ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک ایسا طبقہ باقی رہ گیا ہے جو اپنی ساری زندگی محنت ومشقت میں صرف کرنے کے بعد بھی ویسا ہی بے مایہ ومجبور رہتا ہے جیسا زندگی شروع کرنے کے وقت میں تھا اور جسے اس کا ملک صرف ایک نعمت تعلیم کی دے سکتا ہے جو شاید اسی جانب منجر ہو کہ یہ طبقہ ملک کو چھوڑ کر چلا جائے۔

پرشیاوی فوج کی اصلاح

علاوہ اس کمیشن (ماموریت) کے جس نے فرمان رفع قیود کا مسودہ بنا رکھا تھا، اسٹین نے (اپنے فیوز کے وقت) یہ بھی دیکھا کہ ایک فوجی کمیشن (ماموریت) پرشیاوی فوج کی تنظیم جدید کی تجویز مرتب کرنے میں مشغول ہے، موجودہ نظم کسانوں کو عام سپاہیوں کے زمرے میں بیس برس کی خدمت کے لئے مجبور کرتا تھا، اور عہدہ داروں کو طبقۂ امرا سے لیتا تھا اور شہر کے باشندوں پر نہ کوئی فرض عاید کرتا تھا اور نہ انھیں فوج میں داخل ہونے کا کوئی حق دیتا تھا۔ جینا کی جنگ کے بعد سے کسی شخص کو اس اصول میں شک نہیں رہا تھا کہ فوجی خدمت کی ہمہ گیر ذمہ داری پرشیا میں رائج ہونا چاہئے۔ دوسری طرف سلطنت کی بربادیوں نے اس کے لئے اتنا ہی مشکل بنا دیا تھا کہ وہ اتنی فوج قائم رکھتی جو سابق معیار کی حد تک پہنچتی ہو۔ نصف مملکت کے نکل جانے اور بقیہ کے جنگ سے تباہ ہو جانے کے باعث پرشیا مشکل سے چالیس ہزار سپاہیوں کو مسلح رکھ سکتی تھی۔ جن لوگوں کو ایک نئے پرشیاوی نظم کے بنانے کا کام سپرد ہوا تھا ان کے سامنے یہ حالات پیش تھے۔ بااین ہمہ وہ جن نتائج پر پہنچے وہ اگرچہ بجائے خود نامکمل تھے اور آیندہ برسوں میں

اُن پر صرف جزوی طور پر عمل ہوا، تاہم یہی نتائج پرشیا اور بالعموم یورپ کے آخر ترین فوجی تنظیم کی بنیاد بن گئے ہیں۔ یہ عقدہ اس طرح حاصل کیا گیا تھا کہ

مختصر المعیاد خدمت

خدمت کی معیاد گھٹا دی گئی اور تعلیم یافتہ عسکریوں کو بعجلت فوج محفوظ میں شامل کیا جانے لگا۔ فوجی کمیشن کا صدر، شاہنورسٹ، جس سے زیادہ پرشیا اپنی فوجی تجدید کے لئے کسی کی زیر بار احسان نہیں ہے، اس نے یہ تجویز کی کہ چالیس ہزار آدمیوں کی ایک جنگ آور فوج قائم رکھی جائے، ایک فوج محفوظ ہو، جس میں لوگ جنگ آور فوج میں تھوڑے دنوں خدمت کرنے کے بعد داخل ہو جائیں، اور ایک فوج سلح بردارا ں عام کی ہو، جو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بے قاعدہ جنگ کریں۔ اسٹین (جو خود بھی فوجی کمیشن میں شامل تھا اور اس میں رائے دے سکتا تھا) اس نے بڑی گرم جوشی سے شاہنورسٹ کی تجویز کی تائید کی اور ایک محفوظ فوج کے ساتھ مختصر خدمت کا نظم فوراً ہی عمل میں لایا گیا، اگرچہ اس کا معیار بہت محدود رکھا گیا تھا۔ اس تجویز کا بقیہ حصہ واقعات سے مدد پانے کا منتظر رہا۔ ہمہ گیر فوجی ذمہ داری کا اصول پہلی مرتبہ ۱۸۱۳ء کی جنگ میں شامل کیا گیا۔ اور اسی زمانہ میں فوج محافظ ملک میں بھرتی کی گئی۔

اسٹین کے سیاسی اصلاح کے تجاویز

پرشیا دی فوجی نظم کی ترتیب جدید اور کسانوں کے رفع قیود کے معاملہ کو اگرچہ اسٹین کے برسر اقتدار آجانے سے ترقی ہوئی، مگر یہ خود اسٹین کے ابتدا کردہ مسائل نہیں تھے۔ اسٹین کا امتیازی کام سیاسی اصلاح کی ایک مہتم بالشان تجویز تھی، اگر اسٹین کچھ زمانہ اور برسر اقتدار رہ جاتا تو وہ کم از کم اتنا تو کر دیتا کہ پرشیا میں آئینی حکومت کے شروعات قائم ہو جاتے۔ اس کی تجویز کا ابھی صرف ایک چھوٹا ہی سا حصہ عمل میں آیا تھا کہ واقعات نے اسے عہدے سے ہٹا دیا مگر یہ تجویز فی نفسہ بہت ہی عظیم الشان اور حاوی الوسعت تھی۔ اس نے سوچا یہ تھا کہ پرشیا

کو ایک پارلیمنٹ عطا کرے اور اس کے قصبات اور اضلاع مفصلات میں حکومت خود اختیاری کا ایک نظم قائم کرے۔ انگلستان کی تاریخ اور اس کے علم ادب کے ساتھ اسے تمام دیگر ممالک کی تاریخ و ادب سے زیادہ دلچسپی تھی، اور اس نے انگلستان سے یہ سیکھا تھا کہ حکومت کے کام میں قوم کی شرکت اقتدار کو کمزور کرنے کے بجائے اس میں ایسی قوت پیدا کر دیتی ہے کہ کوئی مطلق العنان نظم ایسی قوت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رکھ سکتا۔ اسٹین نے سلطنت سے متعلق جتنے اہم کاغذات لکھے ان میں سے تقریباً ہر ایک میں اس نے پرشیا کی ملکی آبادی کی سمت روی پر ملامت کی ہے اور اسے اس جانب منسوب کیا ہے کہ سرکاری فرائض کے ہر قسم کے عمل سے انھیں خارج رکھا گیا ہے۔ اس نے بالاعلان یہ کہا کہ نیا نئی حکومت قائم کر کے اور قصبات و مفصلات میں آزاد مقامی تنظیمات کی بنا ڈال کر قوم کو اس حالت جمود سے ابھارنا چاہیے۔ اسٹین عمومیت کا دوست نہیں تھا، ہر ایک دوسرے پرشیاوی مدبر کی طرح وہ سلطنت کے مرکز پر پرزور شاہی اقتدار کے عمل کو ایک امر مسلمہ سمجھتا تھا کہ مستقل ایک مخلس جمع کرتا جاتا تھا جس سے کم از کم اتنا ہو کہ کابینی حکمران کا تلون طبع رک جائے اور بادشاہ کو قوم کی رائے کا احساس ہوتا رہے۔ اسٹین کی پارلیمنٹ، انگلستان کے دارالعوام کی

ایک پارلیمنٹ، بلدیات اور مجالس اضلاع کی تجویز۔

بہ نسبت ایک بہت ہی کمزور جماعت ہوتی مگر بدرجۂ اقل اتنا تھا کہ اسے ان تشریعی جماعتوں کا ایسا کھیل نہیں بنانا تھا جنھیں نپولین اور اس کے زیر دستوں نے مطلق العنانی پر پردہ ڈالنے کے لئے قائم کیا تھا۔ قصبات اور اضلاع مفصلات میں جن مقامی کاموں کا انصرام اب تک تاج کے عہدہ داروں سے متعلق تھا، اسٹین ان کا ایک حصہ ان جماعتوں کی طرف منتقل کر دینا چاہتا تھا، جنھیں خود باشندوں نے منتخب کیا ہو۔ نئی بلدی جماعتوں کو جو فرائض تفویض ہوے تھے، ان سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ

حکومت خود اختیاری کی جانب اسٹین کی کوشش کس قدر اعتدال و احتیاط کو لئے ہوئی تھی، ان فرائض میں غربا کی خبر گیری، مدارس کا معائنہ، اور شوارع اور عمارات عامہ کی حفاظت و انتظام سے زیادہ کچھ داخل نہیں تھا۔ مالیات جزاً اور پولیس کلاً مرکزی حکومت کے ہاتھ میں رہی۔ انگلستان یا امریکہ کی حکومت خود اختیاری کے مقابلہ میں اسٹین، پرشیا میں جس قسم کی حکومت خود اختیاری جاری کرنا چاہتا تھا وہ نہایت ہی ابتدائی قسم کی ہوتی۔ پھر بھی نپولین کی ہر ایک زیر دست سلطنت میں شدید سرکاری مرکزیت کے تحت مقامی خود مختاری کے آخری عنصر کو پامال کر دینے کی جو روش اب اختیار کی گئی تھی، اس کے مقابلہ میں اسٹین کی اس روش میں نمایاں فرق نظر آتا تھا

صرف بلدی اصلاح عمل میں لائی گئی۔

اسٹین کو درحقیقت یہ موقع نہ ملا کہ وہ اپنے حسب خواہش پرشیا کو متغیر کر دیتا۔ اس نے جن تشریعی بلدی اور اضلاعی اصلاح کا خاکہ تیار کیا تھا، ان میں سے صرف ایک بلدی اصلاح کے متعلق اسے یہ موقع ملا کہ وہ عہدے سے خارج ہونے کے قبل اسے عمل میں لاسکے اور چالیس برس تک صرف یہی اسٹین کے قائم کردہ بلدی تنظیمات آزادی کا وہ جزو واحد تھے جس سے پرشیا لطف اندوز ہو رہی تھی۔ زمینداروں میں اصلاح کی مخالفت کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور دربار کا ایک زبردست فریق بھی انکا موید بن گیا۔ امرا جن کے کسانوں کو اسٹین نے آزاد کر دیا تھا وہ اس سے سخت متنفر تھے، اور یہی حال برلن کے طبقۂ اعیان کا تھا جو گذشتہ دس برس سے فرانس کے ساتھ دوستی کی حکمت عملی پر قائم تھا اور اب اس نے بالاعلان یہ ظاہر کر دیا تھا کہ سلطنت کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ نپولین کی غیر مشروط اطاعت کے تحت رہے۔ اسٹین میں حب الوطنی، مستعد کارہی، اور ایثار کی جو آگ بھڑک رہی تھی، اس نے اسے اپنے وقت کے پرشیاوی حکمراں طبقہ کا نمایندہ نہیں بنایا۔ زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ زمینداروں نے

(جو اسٹین کو ایک انتہا پسند استیصالی سمجھتے تھے) اور فرانسیسیوں کے دوستوں نے (جو اسے دیوانہ کہتے تھے) یہ دیکھ لیا کہ یہ وزیر خود نپولین کے حکم سے جلاوطن کر دیا گیا (دسمبر ۱۸۰۸ء)۔ اسٹین نے اپنے کام کا بڑا حصہ غیر مکمل چھوڑ دیا مگر اس کی محنت رائگاں نہیں گئی۔ اس کی وزارت کے سال (۱۸۰۷ء و ۱۸۰۸ء) وہ سال تھے جن میں طلوعِ تجدید قومی کے وقت پرشیا کی ہر ایک کامل ترین شے ایک جگہ جمع ہو گئی تھی، اور انہیں برسوں میں اس تحریک اعظم کے لیے راستہ تیار ہوا جس میں ہم وطن کے بعد خود اسٹین قوم کو فتح کی روشنی دکھانے والا تھا۔

اسپین ۱۸۰۸ء میں۔ نپولین کا فرڈی نینڈ اور گڈائے کے مناقشہ سے کام لینا۔ اس کا اپنے کو بہ تصنع فرڈی نینڈ کا محافظ ظاہر کرنا۔ ڈیوپانٹ کی فوج کا اسپین میں داخل ہونا۔ میورٹ، اسپین میں چارلس کا خلع کرنا۔ فرڈی نینڈ کا بادشاہ ہونا۔ سیواری کا فرڈی نینڈ کو بیون میں لانا۔ نپولین کا چارلس اور فرڈی نینڈ دونوں سے استعفا دلا دینا۔ اسپینی قوم کے جوشِ جذبات۔ جرمانیہ سے مقابلہ۔ تمام اسپین کا خروج امرا و روسا کا بیون میں آنا ۱۸۰۸ء کی مہم۔ بیلن کی حوالگی۔ ولزلی کا پرتگال میں اترنا۔ ویمیرو۔ سنترا کی مجلس۔ اسپین کے خروج کا اثر یورپ پر۔ پرشیا میں جنگی فریق۔ نپولین اور الگزنڈر، ارفرٹ میں۔ اسٹین کا استعفاء دینا اور اس کا مطرود ہونا۔ نپولین اسپین میں۔ اسپین کی ناقص حکومت۔ ابروالی مہم۔ سر جان مور کی مہم۔ کرونا نپولین کا اسپین کو چھوڑ کر چلا جانا۔ سارا گوسا کا محاصرہ۔ فرانسیسیوں کی کامیابیاں۔

اسپین کے معاملات ۱۷۹۳ء-۱۸۰۶ء

اسپین، جو انقلابی جنگ کے تمام دوران میں اس قدر بے حقیقت سا رہا تھا، اب قریب تھا کہ وہ ایسے واقعات کا محل بنجائے جن سے یورپ کے لئے امید کی ایک نئی دنیا کھل جائے۔

اس کا بار بنی بادشاہ چارلس چہارم اپنے زمانہ کے تمام بادشاہوں سے زیادہ کمزور و قابل رحم شخص تھا۔ اختیارات کا تعلق ملکہ اور اس کے آشنا گڈاے کے ہاتھ میں اتھا۔ اس شخص نے گزشتہ چودہ برس کے اندر اندر ملک کے معاملات کو اس طرح پر چلایا تھا کہ اس کی روش کے ہر ایک تغیر سے ایک نہ ایک نئی تباہی برپا ہو جاتی تھی۔ اتحاد اول کی جنگ میں اسپین نے حلفاء کے ساتھ شرکت کی تھی اور فرانسیسی فوجیں پرنیز کو قطع کر کے (اسپین میں آگئی تھیں) ۱۷۹۶ء میں اسپین، فرانس کی خدمت میں داخل ہو گیا، اور جنگ سنت ونسنٹ میں شکست کھائی۔ صلح امینز کے وقت نپولین نے اس کی نوآبادی ٹرینیڈاڈ کو انگلستان کے حوالہ کر دیا۔ تجدید جنگ کے وقت اس نے پھر اسپین کو مجبور کر کے برطانیہ عظمی سے لڑایا اور ٹریفلگر کی تباہی اس کے سر لایا۔ اسپینی اسلحہ کی ایک غیر منقطع ذلت اور اس کے ساتھ وطن میں ناقابل برداشت ظلم وستم اور غربت وافلاس ان سب نے مل کر گڈاے کی حکومت کے خلاف اس قدر ناگوار شور برپا کر دیا تھا کہ غیر ملکی مبصرین جو اسپینی قوم کی وفاداری کو پوری طرح سمجھتے نہ تھے، وہ یہ یقین کرنے لگے تھے کہ ملک انقلاب کی حد کو پہنچ گیا ہے۔ خود دربار میں ولی عہد فرڈینیڈ اپنی نیلپزی بیوی کے زیر اثر گڈاے اور فرانسیسی تسلط کے حامیوں کے مخالف فریق کا سرگروہ بنا ہوا تھا۔ گڈاے نے وطن میں غیر محفوظ ہونے کے باعث، خود کو زیادہ بے وسواس طور پر نپولین کے ہاتھ میں دیدیا جس نے اسے اپنی حقارت آمیز سرپرستی سے سرفراز کیا اور پرتگال میں اس کے لئے ایک خود مختار امارت کے وعدے سے اس کا دل خوش کر دیا۔

گڈاے کے گماشتہ متعینہ پیرس، یعنی ازکیورڈو کو نپولین سے وہ تجاویز موصول ہوے جو اسپینی سفیر سے پوشیدہ رکھے گئے تھے اور ۱۸۰۶ء کے ابتدائی مہینوں میں اس شخص سے زیادہ نپولین کا کوئی جانباز خادم نہیں تھا

جس کے ہاتھ میں عملاً اسپین کی حکومت تھی۔
مئی ۱۸۰۶ء میں نپولین اور فاکس کی وزارت کے درمیان مراسلات کے جاری ہونے سے اعتماد و اطاعت کے اس تعلق کو پہلی مرتبہ جنبش ہوئی فرانس اور انگلستان کے درمیان صلح ہو جانے میں یہ شامل تھا کہ نپولین پرتگال کے حملہ کا خیال ترک کر دے۔ دوسری خبر یہ موصول ہوئی کہ نپولین نے اسپین کے جزائر بلیرک کو برطانیہ عظمیٰ کو پیش کر دیا ہے۔ اور یہ اس غرض سے کہ نیپلز کا فرڈینینڈ اگر سسلی، جوزف بوناپارٹ کو دیدے تو ان جزائر سے اس کے نقصان کی تلافی ہو جائے۔ (جولائی ۱۸۰۶ء) اسپینی مملکت کے اس حقارت آمیز تصرف سے (جس میں اسپینی حکومت سے مشورے کا حیلہ تک نہ کیا گیا ہو) میڈرڈ میں اس سے کچھ کم غیظ و غضب نہیں برپا ہوا جتنا ہینوور کے متعلق اس قسم کی تجویز سے برلن میں برپا ہو گیا تھا۔ دربار اپنی حکمت عملی کے تغیر کے متعلق سوچنے لگا اور ان واقعات کو بغور دیکھتا رہا جو ۱۸۰۶ء میں پرشیا کے جنگ کے لئے تیار ہو جانے کے باعث ہوئے تھے۔ چند ہفتے اور گزرے کہ یہ خبر آئی کہ اسپینی جنوب امریکہ کا دار الصدر بیوناس ایرس، انگریزوں کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے۔ اس تباہی نے بہت ہی گہرا اثر پیدا کیا کیونکہ بیوناس ایرس کے جاتے رہنے سے یہ یقین کیا جاتا تھا اور بہت معقول وجہ سے یقین کیا جاتا تھا کہ یہ اسپین کے تمام امریکی شہنشاہی کے جاتے رہنے کی تمہید ہے۔ انگلستان کے ساتھ جنگ کا جاری رکھنا یقینی تباہی تھی۔ ایسی حالت میں کہ پرشیا اپنی فوج فرانس کے خلاف شامل کر دینے والی تھی، نپولین کے دشمنوں کے ساتھ مخالفہ بدرجہ اقل،

اسپین نے ۱۸۰۶ء میں پرشیا کے ساتھ شریک ہونے کا ارادہ کیا۔

مایوس کن نہیں تھا، پس (دسمبر ۱۸۰۶ء میں) اسپینی حکومت نے لندن کو اپنا ایک گماشتہ روانہ کیا اور پرشیا کے مخاصمات شروع کر دینے کے بعد گڈائے کی جانب سے ایک اعلان شایع کیا گیا جس میں کسی واقعی دشمن کا نام لئے بغیر اسپینی قوم کو اپنے ملک کی جانب سے جنگ کے لئے تیار ہو جانے

کی صلائے عام دی گئی تھی۔

اسپینیوں نے اس اعلان نامہ کو ابھی پڑھا بھی نہ ہوگا کہ پرشیا دی فوج جینا میں نیست و نابود کردی گئی۔ نپولین کی مقاومت کا خواب ہوا ہوگیا۔ اب اسپینی حکومت کو تشویش صرف یہ تھی کہ وہ اپنی اس بے وقت کی جرأت کے نتائج سے بچ نکلے۔ گڈائے نے عجلت کے ساتھ یہ تشریح شائع کی کہ اس کا فوجی اعلان شہنشاہ فرانسیساں کے خلاف نہیں تھا بلکہ شہنشاہ مراکو کے خلاف تھا۔ نپولین نے اس محال صریح کے متعلق بظاہر اطمینان کا اظہار کر دیا۔ ایسا ظاہر ہوتا تھا گویا آخری چند ماہ کے واقعات کا کوئی اثر اس کے دل پر باقی نہیں رہا ہے۔ صلح ٹلسٹ کے بعد ہی اس نے گڈائے کے ساتھ، پرانی

معاہدہ فانٹینبلو، اکتوبر ۱۸۰۷ء

دوستی کی بنا پر پھر مراسلات جاری کر دیئے اور (اکتوبر ۱۸۰۷ء میں) ان مراسلات کو فانٹینبلو کی صورت میں انجام کو پہنچایا۔ اس معاہدے میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ ایک فرانسیسی و اسپینی فوج پرتگال پر حملہ کرے، اسے امارات میں تقسیم کر دیا جائے جن میں سے ایک امارت خود گڈائے کو عطا کی جائے۔ پرتگال کا قبضہ وقت مقررہ پر ہوگیا، اور گڈائے اس توقع میں لگا کہ اس غنیمت میں اس کا جو حصہ قرار پایا تھا، اس سے فرانسیسی فوجیں بہت جلد واپس ہو جائیں گی۔

نپولین کا گڈائے کیساتھ فرڈیننڈ کی دشمنی سے کام لینا۔

لیکن نپولین کو کچھ اور ہی مقاصد مدنظر تھے اصلی غنیمت پرتگال نہیں بلکہ اسپین تھا، نپولین نے بہ تدریج یہ عزم کر لیا تھا کہ اسپین کو اپنے ہاتھ میں لے لے، اور خود دربار کے مناقشات نے اسے یہ موقع دیدیا کہ وہ تمام فریقوں کی درخواست پر بطور انصاف کنندہ کے وہاں پہنچ جائے۔ ولی عہد فرڈیننڈ بہت دنوں سے گڈائے اور خود اپنی ماں سے علانیہ مخاصمت رکھتا تھا۔ جب تک فرڈیننڈ کی نیپلزی بیوی زندہ رہی وہ فرانس کے معاند فریق کا محور بنا رہا مگر جب ۱۸۰۶ء میں اس کا انتقال ہوگیا اور اس وقت خود گڈائے نپولین کے دشمنوں کے ساتھ شریک ہونے پر مائل تھا تو فرڈیننڈ

نے ایک نئی حیثیت اختیار کی، اور فرانسیسی سفیر کے ساتھ شریک ہوگیا جس کے اغوا سے اس نے نپولین کو خط لکھا اور یہ التجا کی کہ وہ نپولین کے خاندان کی کسی شہزادی سے عقد کرنا چاہتا ہے[1] گڈائے اگرچہ اس خط سے آگاہ نہ تھا مگر اسے یہ پتہ چل گیا کہ فرڈی نینڈ کسی سازش میں لگا ہوا ہے۔ شاہ چارلس کو یہ یقین دلایا گیا کہ اس کے لڑکے نے اسے تخت سے اتار دینے کی سازش کی ہے۔ شہزادہ حراست میں لے لیا گیا اور ۳۰ اکتوبر ۱۸۰۷ء کو میڈرڈ میں ایک شاہی اعلان یہ شائع کیا گیا کہ اپنے والدین کے خلاف سازش میں فرڈی نینڈ کی گرفت ہوئی ہے اور عنقریب اپنے شریکوں جرم کے ساتھ اس کا بھی انصاف ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی، شاہ چارلس نے نپولین کو ایک خط لکھا کہ ولیعہد کو تخت اسپین کی جانشینی سے خارج کردے اور شاہ کو اس کا ذرا بھی شبہ نہ تھا کہ فرڈی نینڈ کے ساتھ نپولین کو کیا تعلق ہے۔ اس سادہ لوح بادشاہ کی طرف سے اس خط کے پانے کی دیر تھی کہ نپولین نے یہ دیکھ لیا کہ اسے اتنے وثوق سے جس مداخلت کی آرزو تھی اس کا وقت آگیا ہے، اسپینی سرحد پر فوجوں کے

نپولین، فرڈی نینڈ کے محافظ کی حیثیت سے عنقریب مداخلت کرنے والا تھا

اجتماع کے لئے نہایت ہی سخت احکام جاری کئے گئے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرڈی نینڈ کے موروثی حقوق کی حمایت کے لئے نپولین، اسپین میں داخل ہوا چاہتا تھا، مگر نپولین کو جیسی توقع تھی، یہ موقع اس سے کم موزوں و مفید ثابت ہوا۔ فرڈی نینڈ نے خوف میں پڑ کر اپنے باپ سے معافی مانگی اور اس کے اور فرانسیسی سفیر کے درمیان جو مراسلات ہوئے تھے انھیں ظاہر کردیا۔ گڈائے یہ معلوم کرکے وحشت زیادہ ہوگیا کہ جسے اس نے محض محل کی سازش سمجھا تھا، اس میں نپولین کا بھی ہاتھ تھا، اور اس نے ولیعہد کے خلاف تمام مزید کارروائیاں ترک کردیں، اور ایک اعلان یہ شائع

[1] - سیو پلاس، صفحہ ۱۲۔ بامگارٹن، تاریخ اسپین، Geschichte spaniens جلد اول صفحہ ۱۳۱۔

کیا گیا کہ فرڈ نینڈ کو اُس کے باپ کی عنایت حاصل ہو گئی۔ نپولین نے رائن کی فوجوں کو پرنیز کی طرف روانہ کرنے کا جو حکم دیا تھا، اسے منسوخ کر دیا، اور صرف اسی پر قناعت کی کہ سپہ سالار ڈیو پانٹ کو (جو اس فوج کا قائد تھا جس کا مقصود برائے نام پرتگال تھا) یہ ہدایت کر دی کہ وہ اسپین کی سرحد کو عبور کر کے وٹوریا تک بڑھ جائے۔

ڈیو پانٹ کا اسپین میں داخل ہونا۔

ڈیو پانٹ کی فوجیں ۱۸۰۷ء کے آخری دنوں میں اسپین میں داخل ہوئیں۔ اور شور مرحبا کے ساتھ ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ عام یقین یہ تھا کہ نپولین، فرڈ نینڈ کے معاملہ کا حامی ہے، اور وہ اسپینی قوم کو گڈائے کی ملعون حکمرانی سے نجات دلانا چاہتا ہے۔ تدمومہ سازش کی اشاعت میں فرڈ نینڈ پر جو حملہ ہوا اس کے بعد سے ولیعہد قوم کا معبود بن گیا تھا حالانکہ شخصی طور پر اس کی حالت بھی ایسی ہی نفرت انگیز تھی جیسی اس کے دشمنوں کی تھی۔ گزشتہ برسوں سے گڈائے اور ملکہ کی جانب قوم کی نفرت بڑھتی جا رہی تھی اور گڈائے نے زیادہ روشن خیال طبقات کو اپنے ساتھ ملانے کی اُمید میں جو اصلاحات کئے خود ان اصلاحات کا اثر صرف یہ ہوا کہ غالی متعصب عوام الناس میں اس کی غیر ہر دلعزیزی مکمل ہو گئی۔ فرانسیسی جو آہستہ آہستہ اسّی ہزار کی تعداد میں اس جزیرہ نما میں داخل ہو گئے تھے اور جو اپنے کو فرڈ نینڈ اور سچے کیتھولک عقیدے کا حامی ظاہر کرتے تھے۔ انھیں موقع مل گیا کہ وہ شک و شبہ پیدا کئے بغیر شمالی صوبوں میں پھیل جائیں۔ جب افواج کے سپہ سالاروں نے مسلسل عیاریوں سے (جو امریکہ کے وحشیوں کے لئے سزا وار ہو سکتی تھیں) سرحد کے قلعوں اور حصاروں پر قبضہ کر لیا، اس وقت قوم کے عاقلتر حصہ کے دلوں میں اپنے حلیف کی جانب سے کچھ شکوک پیدا ہوئے۔ خود دربار اور فرڈ نینڈ کے دشمنوں میں فرانسیسیوں کے بڑھنے سے نہایت درجہ خوف طاری ہو گیا۔ شاہ چارلس نے نپولین کو قدیمی دوستی کے لہجے میں خط لکھا مگر اسے

جو جواب ملا وہ تہدید آمیز و پراسرار تھا، ایسے لوگوں کی موجودگی میں جن کی نسبت اغلب یہ تھا کہ وہ میڈرڈ میں خبر پہنچائیں گے، شہنشاہ نے جو الفاظ زبان سے نکالے، وہ اور بھی زیادہ خوف دلانے والے تھے اور مقصود ان کا یہ تھا کہ دربار میڈرڈ سے فرار ہو جانے کا عزم کر لے۔ نپولین نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ بادشاہ جب ایک مرتبہ دارالصدر کو چھوڑ کر چلا جائے گا تو پھر وہ (نپولین)، اس حیلے سے ہر شئے کو باطمینان تمام اپنے قبضہ میں کرے گا کہ اسپین کی جو حکومت زائل ہو گئی ہے وہ اسے بحال کر دے۔

میورٹ کا اسپین کو بھیجا جانا فروری ۱۸۰۸ء

۲۰ فروری ۱۸۰۸ء کو میورٹ کو اسپین میں فوج کی قیادت کے لئے پیرس کو چھوڑنے کا حکم ہوا۔ اس کی روانگی کے قبل نپولین نے ایک لفظ بھی اس سے نہیں کہا؛ اس کے ہدایات پہلی مرتبہ اسے بیون میں ملے۔ یہ ہدایات فوجی نوعیت کے تھے اور میورٹ کی مہم کے آخری سیاسی اغراض کے متعلق اس میں کوئی اشارہ نہیں تھا۔ میورٹ یکم مارچ کو اسپین میں داخل ہوا، وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا تھا کہ اسے حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ تمام فریقوں کو اطمینان دلاتا رہے اور کسی سے کوئی وعدہ نہ کرے مگر اسے یہ اعتماد کلی تھا کہ نپولین کا منشا یہ ہے کہ اسی کو بار بن خاندان کا جانشین بنائے۔ اب یہ ہوا کہ اسپینی دربار نے میڈرڈ میں فرانسیسی فوج کی آمد کے خیال سے فرار کا عزم کر لیا جسے نپولین اپنی کامیابی کے لئے اس قدر ضروری سمجھتا تھا۔ یہ تجویز خفیہ نہیں رکھی گئی تھی۔ یہ تجویز گڈائے سے وزرائے سلطنت تک اور ان سے فرڈیننڈ کے دوستوں تک پہنچی۔ میڈرڈ کی آبادی اس خبر سے بھڑک اٹھی کہ گڈائے عنقریب بادشاہ کو کہیں دوردراز مقام پر لیجانے والا ہے تاکہ وہ اس ناقص حکومت کو طول و نیتا رہے جسے فرانسیسی ساقط کر چکے تھے۔ ایک شوریدہ سر انبوہ دارالصدر سے ارنجوز (شاہی اقامت گاہ) تک پہنچا۔ ۱۷ مارچ کی شام کو انبوہ عوام نے گڈائے کے محل پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا، خود گڈائے گرفتار ہو گیا اور عوام الناس اسے گھونسے مارتے

اور گالیاں دیتے ہوئے سپاہیوں کے قیام گاہ کو لے گئے خوفزدہ بادشاہ نے جو اپنے عمزاد بھائی لوئیس شانزدہم کی قسمت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا، اول گڈائے کو تمام اعزاز سے محروم کئے جانے کا ایک حکم شایع کیا اور اس کے بعد خود اپنے لڑکے کے حق میں تخت سے دست بردار ہو گیا۔ ۱۹ مارچ کو فردینینڈ کے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ تھی وہ غیر متوقع خبر جو میوریٹ کو میڈرڈ

چارلس چہارم کا انخلاع، ۱۷ مارچ ۱۸۰۸ء

پہنچنے پر موصول ہوی۔ دربار کے مناقشات جو اُس کے لئے مداخلت کی بنا کا کام دیتے، ان کا خود اسپینیوں نے خاتمہ کر دیا تھا، ایک نفرت زدہ فرسودہ کار بادشاہ اور ایک خوف خوردہ مورد عنایت کے بجائے اسپین کو اب ایک ایسا نوجوان بادشاہ مل گیا تھا جس کے گرد قوم کے تمام طبقات انتہائی جوش کے ساتھ جمع ہو گئے تھے۔ میوریٹ کی حیثیت نہایت مشکل ہو گئی۔ مگر اُس کی ہدایات میں جس چیز کی کمی تھی اسے اس نے ایک ایسے شخص کی عیاری سے پورا کر لیا جو خود اپنی جگہ خالی کر دینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایڈی کانگ مانتھیو کو معزول شدہ بادشاہ سے ملنے کے لیے بھیجا اور شاہ چارلس چہارم سے ایک تعرض حاصل کر لیا جس میں اُس نے یہ ظاہر کیا تھا کہ اس کا انخلاع بہ جبر عمل میں آیا ہے اور وہ کالعدم ہونا چاہیئے۔ میوریٹ نے اُس دستاویز کو خفیہ رکھا مگر وہ بہ احتیاط تمام ہر ایک ایسے فعل کے کرنے سے باز رہا جس سے فرڈیننڈ کے لقب شاہی کا تسلیم کیا جانا ظاہر ہوتا ہو۔ ۲۳ مارچ کو فرانسیسی فوج میڈرڈ میں داخل ہوئی۔ اب تک عوام کو کوئی امر ایسا نہیں معلوم ہوا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ فرانسیسیوں نے اپنی حکمت عملی بدل دی ہے، اور فرڈیننڈ کے ظنی دوست کی حیثیت سے میوریٹ کے سپاہیوں کا میڈرڈ میں بھی ویسا ہی دوستانہ استقبال ہوا جیسا اسپین کے دوسرے شہروں میں ہوا تھا۔ دوسرے دن خود فرڈیننڈ وحشیانہ حد تک پہنچی ہوی وفاداری کے دیوانہ وار جوش و خروش کے اندر وقار و احتشام کے ساتھ دارالصدر میں داخل ہوا

عام مسرت و شادمانی کے شور و شر میں یہ دیکھا گیا کہ میورٹ کے سپاہی
بدستور اپنی مشق میں لگے رہے اور انھوں نے اس نمایش و جلوس کی طرف
مطلق التفات نہ کیا جس سے اسپینیوں کے دل اس قدر منحرف ہو گئے تھے۔
تشکوک و شبہات پیدا ہو گئے۔ فرانسیسی سپاہیوں کے متعلق قوم کا جوش
کبیدگی و بددلی سے مبدل ہو چلا، لیکن فریب کاری کے اس طولانی کھیل
کا آخر وقت قریب آلگا۔ ۱۴ اپریل کو سپہ سالار سیواری، میڈرڈ میں آیا
اور اس کے ہدایات میورٹ کے ہدایات سے بالکل علیحدہ تھے۔ اسے یہ
کام سپرد ہوا تھا کہ نئے اسپینی فرمانروا کو سمجھا کر دار الصدر سے باہر نکال
لیجائے اور اسے خواہ بیوقوف بنا کر خواہ اسیر کر کے جس
طرح بھی ہو سکے فرانسیسی سرزمین پر لے آئے۔ یہ کام کچھ
ایسا مشکل نہ تھا۔ سیواری نے حیلہ یہ کیا کہ نپولین فی الواقع
اسپین میں داخل ہو گیا ہے، اور وہ صرف اتنا چاہتا ہے

سیواری کا فرڈیننڈ کو بیون میں لانا۔ اپریل ۱۸۰۸

کہ فرڈیننڈ کو چارلس چہارم کا جائز جانشین تسلیم کرنے کے قبل فرڈیننڈ کی طرف
سے قیام دوستی کا اطمینان ہو جائے۔ اس پر سیواری نے یہ اضافہ کیا کہ
فرڈیننڈ، اپنے مربی کی خاطر داری کا اظہار اس سے بڑھکر اور کسی طرح
نہیں کر سکتا کہ وہ آگے بڑھ کر راستہ میں اس سے ملاقی ہو۔ ان امیدوں
کے جال میں پھنس کر فرڈیننڈ میڈرڈ سے روانہ ہو گیا۔ سیواری اور فرڈیننڈ
کے چند احمق معتمد علیہ اس کے ساتھ تھے۔ برگاس پہنچنے پر اس فریق کو شہنشاہ
کا کوئی نشان نہیں ملا۔ انھوں نے اپنا سفر وٹوریا تک جاری رکھا۔ یہاں
فرڈیننڈ کے دل میں شبہات پیدا ہو گئے۔ اور اس نے اور آگے بڑھنے
سے انکار کر دیا۔ نپولین کو اس تاخیر کی خبر دینے کے لئے سیواری عجلت
کے ساتھ بیون پہنچا۔ وہ ایک خط لے کر واپس ہوا جس نے فرڈیننڈ کی
دوراندیشیوں کو باطل کر دیا اور مدبرین کی التجاؤں اور ضلع کے سادہ دل
کسانوں کی وفادارانہ زیادتیوں کے باوجود اسے پرینیز کو قطع کرنے پر
مائل کر دیا۔ بیون میں نپولین نے فرڈیننڈ سے ملاقات کی مگر اس کے

مقصد سفر کے متعلق ایک لفظ بھی درمیان میں نہیں آیا۔ سہ پہر میں شہنشاہ قریب کے ایک قلعہ میں فرڈ نینڈ اور اس کے ہمراہیوں سے ملا مگر یہاں اس نے وہی با معنی خموشی قائم رکھی۔ جب دوسرے مہمان روانہ ہو گئے تو فرڈ نینڈ کے خدام میں سے ایک شخص کینن اسکوائکز روک لیا گیا اور اسے خود نپولین کی زبان سے معلوم ہوا کہ بازی شاہی کی قسمت میں کیا لکھا ہے۔ سواری، فرڈ نینڈ کے ساتھ بیون میں واپس آیا اور شہزادہ کو اس امر سے مطلع کیا کہ وہ اسپین کے تاج سے دست بردار ہو جائے [1]

چند دنوں تک فرڈ نینڈ، نپولین کے مطالبات کے خلاف اس استقامت سے جما رہا کہ اس کی تمام ذلیل و مکارانہ زندگی میں ایسی استقامت کبھی ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ اس پر نہ صرف نپولین نے حملے کئے بلکہ ان لوگوں نے بھی حملے کئے جن کا زوال اس کے عروج کا باعث ہوا تھا، کیونکہ میورٹ نے گڈائے کو بیون بھیجدیا تھا اور بڈھا بادشاہ اور اس کی ملکہ اپنے لڑکے کی ذلت کو دیکھنے کے لئے خود بعجلت تمام وہاں پہنچ گئے تھے۔ فرڈ نینڈ کے والدین نے اس پر ایسا ناپاک حملہ کیا کہ خود نپولین بھی متحیر رہ گیا مگر شہزادہ اپنے انکار پر قائم رہا تا آنکہ میڈرڈ سے ایسی خبریں آگئیں جن سے ڈر کر اس نے اطاعت قبول کرلی۔ دارالصدر کی کبیدگی و کشیدگی انجام کار یہاں اس حد کو پہنچ گئی کہ عوام الناس اور فرانسیسی سپاہیوں میں مسلح تصادم ہو گیا۔ میورٹ نے جب یہ سعی کی کہ شاہی خاندان کے بقیہ ارکان کو بھی محل سے ہٹا دے تو دارالصدر نے علانیہ بغاوت کر دی اور فرانسیسی سپاہی جہاں کہیں تنہا یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں مل گئے، ان کا قتل عام کر دیا۔ (۲ مئی)۔ چند سو فرانسیسی اس طرح ہلاک ہوئے مگر میورٹ کو عاجلانہ فتح حاصل ہو گئی اور اس نے بیدردانہ انتقام لیا۔ باغی ہٹا کر شہر کے وسیع مرکزی میدان میں لائے گئے اور سواروں کے متواتر حملوں سے

میڈرڈ میں فرانسیسیوں پر حملہ - ۱۲ مئی۔

[1] اسکوائکوز تشریح، Expose صفحہ ۵۷، ۱۰۷

کاٹ کر رکھ دیے گئے۔ جب تمام مقاومت کا خاتمہ ہو گیا تو شہریوں کی ایک بڑی تعداد کو گولی مار دی گئی۔ فرڈینینڈ کے ساتھ نپولین کی کشمکش کے دوران میں جو خبر بیون پہنچی وہ یہ تھی۔ اب دلیل کی مزید حاجت نہیں رہی تھی۔ فرڈینینڈ کو یہ اطلاع دیدی گئی اگر وہ مزید چوبیس گھنٹہ تک استعفا دینے سے مُنکر رہا تو اُس کے ساتھ باغی کا سا سلوک کیا جائے گا۔ اس نے سر جھکا دیا اور دو قصبا تی مکانات اور دو مادام الحیات وظایف سالانہ کے عوض میں باپ بیٹے نے نپولین کے حق میں اسپین اور غرب الہند کے تاج سے دست برداری کر لی۔

اسپینیوں کا جذبۂ قومی

درحقیقت یہ تاج بغیر کسی جنگ کے حاصل ہو گیا تھا، مگر یہ کہ اسپینی قوم باقی رہ گئی تھی جو اپنی خود مختاری کے لئے تا دم مرگ لڑنے کے لیے آمادہ تھی؛ اُس کا نپولین نے کچھ لحاظ نہیں کیا تھا۔ اس وقت تک اس کے تجربہ نے اسے حکومتوں اور فوجوں کے سوا اور کسی قوت کا سبق نہیں دیا تھا۔ اُس وقت تک جو بڑی سلطنتیں یا سلطنتوں کے جو مجموعے فرانس کے لئے خوانِ یغما بنے تھے ان میں قومیت کا احساس کچھ بھی نہیں تھا، اطالیہ نے اس میں کچھ ذلت نہیں سمجھی کہ نپولین کے زیر حکومت ہو جائے۔ رائن کے دونوں جانب کے جرمانی ملک آبائی کو صرف شدید ترین رقابتوں کا دنگل سمجھتے تھے۔ پرشیا اور آسٹریا میں شہریت کا رابطہ تک بہت کم تھا، چہ جائے کہ ملک کی الفت وہاں حکومت کی اطاعت کی عادت تھی۔ انگلستان اور روس جن میں حب الوطنی اس معنی میں موجود تھی جس معنی میں اسپین میں تھی انھیں ابھی تک فرانسیسی فوج نے چھوا تک نہیں تھا۔ جرمانیوں اور اطالیوں کے فعل پر قیاس کر کے نپولین بہت اچھی طرح یہ گمان کر سکتا تھا کہ اسپینی حکومت سے معاملت کر کے اس نے اسپینی قوم کا معاملہ بھی طے کر دیا ہے اور بدترین صورت میں یا یہ کہ اس کے سپاہیوں کو کچھ اس قسم کے مجنون کسانوں سے لڑنا پڑے گا جیسے وہ کسان تھے جنھوں نے فیلزے سے باربنوں کے نکالنے کی مزاحمت کی تھی، مگر اسپینی قوم مقدس

رومانی شہنشاہی کی طرح نقش و نگار کا کوئی عجوبہ نہیں تھی اور نہ اطالیہ کی آبادی کی طرح ایک منقسم و بے نام و نشان خاندان تھی۔ اسپین نے اپنے بادشاہ کے تحت ایک واحد قوم کی طرح متحد ہو کر کسی وقت میں یورپ کے اندر سب سے مقدم کام انجام دیے، جب اس کی عظمت و شوکت جاتی رہی تو اس کا فخر اس کے بعد بھی باقی رہ گیا۔ اہل اسپین نے اپنے تمام جمود و افلاس کے باوجود اپنے اعزاز و پرجوش خودداری کے جذبہ کو قائم رکھا تھا، یہ وہ اوصاف ہیں کہ قومی عظمت کے دور انھیں ایسی نسلوں میں چھوڑ جاتے ہیں جو ان کی یاد کے محفوظ رکھنے کی قابلیت رکھتی ہیں۔ مشترک و عام یورپی تعلیم و تربیت کے وہ اثرات جو جرمانیہ میں حب الوطنی کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے، انھوں نے بھی اسپین کی خانہ زاد قوت پر اثر نہیں ڈالا تھا۔ طبیعت کا وہ انداز جسے یونانی فنون کی ایک شکل کی تجدید سے اس وقت طمانیت حاصل ہو جائے جب نپولین کے سوار جرمانیہ کو پامال کر رہے ہوں یا جو ایسے وقت میں یہ تحقیقات کر سکے کہ قوموں کے درمیان کے حدود حایلہ کے رفع ہونے سے بنی نوع انسان کو نفع پہنچے گا یا نہیں، یہ انداز طبیعت اسپینی قوم کے لیے نامعلوم تھا۔ ایک غیر ملکی حملہ آور کے متعلق ان کے خیالات افریقہ کے وحشیوں کے خیالات سے اتنے دور نہ تھے جتنے ان متمدن و علمی قوموں کے خیالات سے دور تھے جو اس آسانی سے فرانسیسیوں کا شکار ہو گئی تھیں۔ حکومت اگرچہ مبتذل ہو کر ہر طرح سے قابل حقارت ہو گئی تھی مگر بدرجۂ اقل وہ اس سے قاصر رہی تھی کہ قوم کو اس عاطلانہ بے بسی کی حد کو پہنچا دے جو پرشیا میں یکسانیت کے کمال سے پیدا ہو گئی تھی۔ صوبجاتی تنظیمات اگرچہ خراب کر دیئے گئے تھے مگر معدوم نہیں ہوئے تھے۔ اپنے وطنی ضلع کے جذبہ کے مانند اسپین کے لیے بھی اسپینیوں کا جذبہ، کورانہ و پرغضب تھا، روشن خیالی کے عقیدے اگرچہ بالکل مفقود نہیں تھے مگر اسپین کی جنگ مدافعت میں ان کا دخل بہت کم تھا۔ قومی خود مختاری کی اس جد و جہد میں، مذہبی جوش، غیر ملکیوں سے نفرت، جسمانی وحشت انگیزی نے شریف تر عناصر کے ساتھ اپنا پورا پورا

کام کیا۔

اسپین کا خروج مئی ۱۸۰۸ء

فرڈینینڈ کی اسیری اور میورٹ کی فوج کے ساتھ باشندگان میڈرڈ کے تصادم کی خبر وسط مئی سے پہلے ہی پہلے اسپین کے شہروں میں معلوم ہو گئی تھی، اس مہینے کی ۲۰ تاریخ کو گزٹ میں خاندان باربن کے انخلاع کا اعلان ہوا، اسپین کو تہ و بالا کر دینے کے لئے اس سے زیادہ اور کسی شے کی ضرورت نہیں تھی۔ جو صوبے اور شہر جزیرہ نما کے عرض و طول کے آخری حدود پر واقع تھے، سب جگہ ایک ہی سا ناقابل مقاومت جذبہ پھیل گیا۔ بغیر کسی سلسلۂ باہمی اور بغیر کسی مرکزی قوت کی ہدایت کے بادشاہی کے ہر ایک حصہ میں اپنی قوم غاصب کے خلاف مسلح ہو گئی۔ کارتھیگینیا نے ۲۲ تاریخ کو بغاوت کی، ویلنشیا نے ۲۳ تاریخ کو اپنے حکام کو مجبور کیا کہ شاہ فرڈینینڈ کا اعلان کریں۔ دو روز بعد اسٹوریاس کے کوہستانی اضلاع نے (جن کی آبادی پانچ لاکھ تھی)، نپولین پر باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا اور طلب مدد کے لئے برطانیہ عظمیٰ کو قاصد روانہ کئے۔ ۲۶ تاریخ کو سینٹینیڈر اور سیوائل، جو جزائر نما میں ایک دوسرے سے مخالف جانب تھے، قومی تحریک میں شامل ہو گئے۔ کرونا، بیجاز اور غرناطہ نے تقریب سنٹ فرڈینینڈ کے دن (۳۰ مئی کو) اعلان جنگ کیا۔ پس اس طرح ان اضلاع کے سوا جہاں فرانسیسی فوجوں کی موجودگی کی وجہ سے بغاوت ناممکن ہو گئی تھی، ایک ہفتہ کے اندر اندر تمام ملک مسلح ہو گیا۔ شورشیوں کی کارروائی ہر جگہ ایک ہی سی تھی۔ انھوں نے ان اسلحہ اور سامان حرب پر قبضہ کر لیا جو مخزنوں میں جمع تھے۔ اور شہر کے حکام یا سپہ سالاروں کو مجبور کیا کہ وہ ان کی سرگروہی اختیار کریں۔ جہاں ان لوگوں نے مقاومت کی یا قومی معاملہ کے متعلق ان پر غداری کا شبہ ہوا، وہاں اکثر صورتوں میں انھیں قتل کر دیا گیا۔ بڑے شہروں میں حکومت کی مجلسیں قائم ہو گئیں اور بغاوت کے جتنے خود مختار مرکز تھے اتنی ہی فوجیں وجود میں آ گئیں۔

اسی دوران میں نپولین، اسپینی قوم کے نمایندوں سے مشورہ کرنے

بیون میں جمعیت قومی
جون ۱۸۰۸ء

کے حیلہ سے، مقتدایانِ دین اور امرائے عظام کی ایک جماعت بیون میں جمع کر رہا تھا۔ اس زیر نظر جمعیت کے نصف ارکان کو خود شہنشاہ کی طرف سے ذاتی طلب نامے وصول ہوئے، دوسرے نصف کے متعلق یہ حکم دیا گیا کہ وہ عام انتخاب سے پسند کیے جائیں، مگر جب بیون سے حکم جاری ہوا ہے، اُس وقت تک، ملک میں پوری شورش برپا ہو چکی تھی۔ انتخابات صرف انھیں اضلاع میں ہوئے جن پر فرانسیسی قابض تھے اور اس طرح جن نمایندوں کا انتخاب ہوا ان میں سے بیس سے زائد بیون کو نہیں روانہ ہوئے۔ بقیہ جمعیت جس کی مجموعی تعداد اکانوے اشخاص کی تھی، ان درباریوں پر جو شاہی خاندان کے ساتھ پرینیز کے پار گئے تھے اور ان دوسرے ممتاز اسپینیوں پر جنھیں فرانسیسی اپنے قبضہ میں لا سکے مشتمل تھی۔ جوزف بوناپارٹ، اسپین کا تاج

جوزف بوناپارٹ
بادشاہ بنایا گیا۔

قبول کرنے کے لئے نیپلز سے لایا گیا[1] ۱۵ر جون کو ممتاز اشخاص کی اس جمعیت کا افتتاح ہوا۔ اس کے مباحث اس طریق پر ہوئے جیسا نپولین اس قسم کے تمام مواقع پر مقرر کر دیا کرتا تھا۔ ایسے دفعات جو ایک مرکزی مطلق العنان قوت کو قومی نیابت کے پردے میں چھپائے ہوئے تھے، جمعیت کے سامنے پیش کئے گئے اور بغیر کسی تنقید کے قبول کر لئے گئے۔ سوا ان اختیارات کے جو کلیسا کو دئے گئے تھے، بہت کم کوئی امر ایسا تھا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ بیون کا دستور سلطنت کسی اور قوم کے لئے نہیں بلکہ اسپینی قوم کے لئے مقصود تھا۔ اس کے سیاسی اشکال ویسے ہی قابل قدر یا بے قدر تھے جیسے نپولین نے اپنی دوسری زیردست سلطنتوں کو دئے تھے۔ اس کے معاشری نظم کے اصول ایسے تھے کہ جنھیں مطلق العنانی اب بھی فرانسیسی فوقیت سے علحدہ نہیں کر سکتی تھی، یعنی جاگیری خدمات کی منسوخی محصول کی

---

[1] ۔ ہیاٹ اور میٹو: جلد دوم باب ۷، میورٹ نیپلز کا بادشاہ بنایا گیا۔

مساوات، سرکاری خدمات میں تمام طبقات کا داخلہ۔ طبقۂ امرا کے خطابات قائم رکھے گئے تھے، مگر امارت کے امتیازات منسوخ کر دیے گئے تھے۔ قومی خصلت کی وفاشعاری کا ایک سچا نقل بھی عمل میں آیا تھا، کیتھولک مذہب کے متعلق یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ صرف اسی ایک مذہب کی اسپین میں اجازت ہو گی۔

اُدھر نپولین اس طرح کسانوں کو امراسے آزادی دلا رہا، اور اپنی فوقیت کو کلیسا کے دعاوی کے ساتھ ہموار کر رہا تھا۔ اُدھر کسان اور شہر کے باشندے تسبیحوں کی طلب پر جوق در جوق مسلح ہو رہے تھے، یہ قسیس اپنے مربی کی حق پرستی کی اتنی ہی پروا کرتے تھے کہ اپنے اعلانوں میں اسے کیلون، دجال مسیح اپولین کے مرادف قرار دیتے تھے[۱]۔ شہنشاہ نے اس قومی شورش کی فوجی قوت و قابلیت کا اندازہ کم کیا اور اسی پر قناعت کی کہ اپنے مددگاروں کو اس کے فرد کرنے کیلئے بھیجدیا اور وہ خود فتح کی اطلاع سریع کی توقع میں بیون میں ٹھیرا رہا۔ فرانسیسی فوج کے ڈویژن باغیوں کے خلاف ہر جانب روانہ ہو گئے، ڈیوپانٹ کو حکم دیا گیا کہ دارالصدر سے نکل کر سیوائیل کی جانب کوچ کرے، اور بالنسی، ویلنشیا کو جائے مارشل بیسیرس نے اس فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی جس کا مقصود اسپینیوں کی اس خاص فوج کو منتشر کرنا تھا جس نے پرینیز سے میڈرڈ کو جانے والی سڑکوں کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ پہلے معرکے آزمودہ کار فرانسیسی فوجوں کے لیئے تمام تر موافق رہے، مگر نپولین نے جو مقصود اپنے سپہ سالاروں کے پیش نظر رکھا تھا وہ حاصل نہیں ہوے۔ بالنسی، ویلنشیا کو زیر کرنے میں ناکام رہا۔ ڈیوپانٹ نے دیکھا کہ سیرا مورنیا سے گزرنے کے بعد وہ تعداد میں مغلوب ہو گیا ہے اسے اپنے قدم پیچھے ہٹانا اور اینڈوچار میں ٹھیرنا پڑا جہاں میڈرڈ کو جانے والی سڑک گاڈلکیور (وادی الکبیر) سے علیحدہ

[۱] ۔ بامگارٹن: جلد اول صفحہ ۲۴۲۔

ہوتی ہے۔ کسی قسم کا شدید نقصان اٹھائے بغیر، فرانسیسی ڈویژن تھکا دینے والے اور بے نتیجہ کوچوں سے دل برداشتہ ہو گئے تھے ادھر بغیر شکست اٹھائے ہوئے جو دن گزرتا تھا، ہر روز اسپینیوں کو نیا اعتماد پیدا ہوتا جاتا تھا۔ آخرالامر مارشل بسیرس نے شمالی فوج کے سپہ سالاروں کو مجبور کر دیا کہ وہ ولیدعولد کے مغرب میں بمقام ریوسیکو، جم کر جنگ کریں (۱۳ر جولائی) بسیرس نے کامل فتح حاصل کی اور ایک ایسی جنگ کے لیے جس سے خود نپولین کے تصور میں پرنیز سے میڈرڈ تک کی سڑکوں کو محفوظ کر کے اسپینی جنگ کا خاتمہ کر دیا تھا، مارشل کو اپنے آقا کی طرف سے فیاضانہ ستایش و آفریں موصول ہوئی۔

نپولین نے کسی مہم کی اصلی خصوصیت کو کبھی اس سے زیادہ شدت کے ساتھ غلط نہیں سمجھا تھا۔ اسپینی بغاوت کی قوت دارالصدر کی تائید پر منحصر نہیں تھی، دارالصدر تو کسی وقت بھی فرانسیسیوں کے ہاتھ سے نہیں نکلا، بلکہ اس بغاوت کا انحصار خود مختلف صوبوں کی خود مختاری پر تھا۔ وائنا اور برلن کے برخلاف، یہاں یہ ہو سکتا تھا کہ میڈرڈ فرانسیسیوں کے ہاتھ میں رہے اور ان کے مخالفوں کو اس نقصان کا کچھ احساس نہ ہو۔ کیڈس (رفادسیہ) کارونا، لسبن، یہ سب بغاوت کے مرکز بننے کے لیے یکساں کام دے سکتے تھے۔ شمال میں مارشل بسیرس کی فتح سے اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوا کہ فرانس اور میڈرڈ کے درمیان سلسلہ آمد و رفت قائم رہ گیا۔ اس فتح کو اس میں کامیابی نہیں ہوئی کہ وہ اسپین کے جنوب میں فوجی قوت کا توازن بحال کر دیتی یا ان اسپینی فوجوں کی کارروائیوں پر اثر ڈالتی جو

ڈیوپانٹ، اندلسیہ میں

گاڈلکویر (وادی الکبیر) پر ڈیوپانٹ کو گھیرتی جا رہی تھی۔ ۱۵ر جولائی کو اینڈوجار میں ڈیوپانٹ کی فوج سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی فوج نے اس پر حملہ کیا۔ اس کے مددگار ویڈل کو جب یہ معلوم ہوا کہ اسپینی گردشی تحریک میں مشغول ہیں، تو اس نے خط بازگشت کی محافظت کے لیے شمال کی جانب بہت طویل کوچ کر دیا۔ اس کی عدم موجودگی میں، ڈیوپانٹ کے عین عقب میں

اسپینی سپہ سالار رڈنگ نے بیلن کے موقع پر قبضہ کر لیا۔ ڈیو پانٹ کو معلوم ہوا کہ وہ گھر گیا ہے۔ اس نے اپنی فوج کو دو کالموں میں تقسیم کیا اور ۱۰ کی شب میں اینڈو جار سے بیلن کی طرف اس امید میں حرکت کی کہ وہ ریڈنگ کے ڈویژن کو مغلوب کر دے گا۔ ۱۹ کی صبح کو رڈنگ کے مواقع پر فرانسیسیوں نے حملہ کیا۔ فرانسیسی سپاہی اگرچہ پیاس اور شدت تمازت سے تھک تھک کر گرتے گئے مگر پھر بھی جہد و جہد دو پہر تک جاری رہی۔ آخر الامر عقب میں توپوں کی آواز سنائی دی۔ اسپینی سپہ سالار کیسٹینا س جو اینڈو جار میں سپہ سالاری کر رہا تھا، اسے ڈیو پانٹ کی بازگشت کا پتہ چل گیا اور اس نے تازہ دم فوجوں سے اس کا پیچھا دبایا۔ اب مزید مقاومت بے سود تھی۔ ڈیو پانٹ کو اطاعت کے لئے گفتگو کرنا پڑی۔ وہ اس پر راضی ہو گیا کہ خود اپنی اور ویڈل کی فوج کو (باوجودیکہ میڈرڈ کی سڑک پر قابض تھی) اس شرط پر حوالہ کر دے کہ یہ قیدی اسیران جنگ کے طور پر اسپین میں روکے نہ جائیں بلکہ انھیں اجازت دی جائے کہ وہ سمندر کی طرف سے اپنے وطن کو چلے جائیں، اس طرح اندلسیہ کی پوری تیس ہزار فوج اس دشمن کے ہاتھ میں آگئی جس کی نسبت نپولین کو یقین تھا کہ اس کی کوئی فوجی ہستی نہیں ہے۔ ڈیو پانٹ کے اس اضطراب نے کہ فرانس کے لئے کچھ نہ کچھ بچا لے مصیبت میں اور اضافہ کر دیا کیونکہ سیوائل کے جنتا (مجلس قومی) نے شرائط حوالگی کی تصدیق سے انکار کر دیا، اور اعلیٰ عہدہ داروں کے سوا باقی تمام سپاہی کیڈز (قادسیہ) میں جہازوں پر بھیج دیئے گئے۔ فتحیاب اسپینی اب میڈرڈ کی طرف آگے بڑھے، شاہ جوزف، جو صرف ایک ہفتہ قبل شہر میں داخل ہوا تھا اسے دار الصدر سے بھاگنا پڑا۔ اسپین کی تمام فرانسیسی فوجیں مجبور ہو گئیں کہ مدافعتی حیثیت سے ابرو پر ہٹ جائیں۔

ولزلی کا پرتگال میں اترنا۔ یکم اگست ۱۸۰۸ء

بیلن کی تباہی تنہا نہیں آئی۔ پرتگال پر نپولین کے حملے نے اسے برطانیہ کے حد ضرب کے اندر پہنچا دیا تھا۔ یکم اگست کو ایک انگریزی فوج، زیر قیادت

سر آرتھر ولزلی ساحل پرتگال پر مانڈی گو کے دہانے پر اتری ۔ جزیرہ نما کا پہلا حملہ آور جونانا ٹ ہنوز لسبن میں موجود تھا' اس کی جو فوجیں پرتگال پر قابض تھیں اس کی تعداد تیس ہزار آدمیوں کی تھی' مگر وہ دور دور منتشر تھیں ۔ اور ولزلی نے لسبن پر جو سولہ ہزار آدمی بڑھائے ان کے مقابلہ میں وہ تیرہ ہزار سے زاید آدمی میدان میں نہ لا سکا ۔ جونانا ٹ حملہ آور کے مقابلہ کے لئے آگے

جنگ ویمیرو ۲۱ اگست

بڑھا ۲۱ اگست کو لسبن سے تیس میل شمال میں بمقام ویمیرو جنگ ہوئی فتح برطانیہ ہی کو حاصل ہوئی اور اگر اس پہلے نفع سے فائدہ اٹھایا جاتا تو جونانا ٹ کی فوج گرفتاری سے شاید ہی بچ سکتی مگر قیادت ولزلی کے ہاتھ سے نکل گئی تھی' جنگ کے ختم ہوتے ہی اس کے بالادست سر ہیری بیورر ڈ نے فوج کی رہبری اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور ولزلی کو عین ایسے وقت میں کارروائیوں کے ملتوی کرنے پر رضامند ہونا پڑا جب قریب تھا کہ دشمن اس کے پنجے میں پھنس جائے ۔ جونانا ٹ نے

سنترا کے شرائط ابتدائی ۳۰ اگست

اپنے اس وقفہ سے بہترین نفع حاصل کیا ۔ اس نے پرتگال کے خالی کر دینے کے متعلق مراسلات کی اور سنترا کے شرائط ابتدائی میں جس پر ۳۰ اگست کو دستخط ہوئی' بہترین شرائط حاصل کر لئے ۔ فرانسیسی فوج کو اپنے اسلحہ اور سامان کے ساتھ فرانس کو واپس چلے جانے کی اجازت مل گئی ۔ ولزلی جس نے ۲۱ کی جنگ کے بعد اپنے بالادستوں کی سست کاری پر سخت نفرین کی تھی' ان سے اس امر میں متفق ہو گیا کہ جب دشمن کو ایک مرتبہ بھاگ نکلنے کا موقع دے دیا گیا تو پھر پرتگال کا خالی کرا لینا وہ بہترین نتیجہ تھا جو انگریز حاصل کر سکتے تھے[1] ان شرائط کے مطابق جونانا ٹ کی فوج برطانی حکومت کے خرچ پر فرانسیسی بندرگاہوں کو پہنچا دی گئی اور عوام الناس جنھیں یہ توقع تھی کہ مارشل اور اس کے سپاہی اسیران جنگ کے طور پر پورٹسمتھ میں

---

[1] ۔ مراسلات ونگلٹن ۔ جلد سوم صفحہ ۱۳۵ ۔

آئیں گے وہ اس سے بہت آزردہ ہو گئے۔ انگریز اپنی فتح سے ویسے ہی بددل تھے جیسے فرانس اپنی شکست سے۔ جب نپولین جونانٹ کو اس حوالگی کے لیے عدالت فوجی میں بھیجنے والا تھا عین اسی وقت اسے یہ معلوم ہوا کہ برطانی حکومت نے بھی اپنے سپہ سالاروں پر مقدمہ چلانے کا حکم دیا ہے کہ کیوں انھوں نے دشمن کو نکل جانے کا موقع دیا۔

اگرچہ سنترا کا معاہدہ انگریزوں کے لئے باعث فخر و مباہات نہ ہو گر نپولین کے خلاف اسپینی قوم کے کامیاب خروج اور بیلن میں ڈیوپانٹ کی حوالگی کی خبر نے یورپ کے ہر اس ملک پر بہت گہرا اثر ڈالا جن میں اب بھی فرانس کی مقاومت کا خیال موجود تھا۔ نپولین کے اسلحہ پر پہلی بڑی تباہی پیش آئی تھی۔ یہ تباہی ایک ایسی قوم کے ہاتھوں پیش آئی جس کے پاس نہ حکومت تھی، نہ اس کی کوئی حکمت عملی تھی، اور نہ اس کے سوا اس کی کوئی تجویز تھی کہ اپنے ملک آبائی کو غیروں سے آزاد کرائے۔ باہم اتحادات جس مقصد کے بروئے کار لانے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے، اسے بظاہر ایک ایسی قوم اپنی حب الوطنی و قوت سے تکمیل کو پہنچاتی معلوم ہوئی جس کے حکمرانوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ بیلن میں باقاعدہ فوج کی فتح اس قومی تحریک کا صرف ایک جزو تھی جس میں شہنشاہ کی فوج کو منقسم و معطل کر دینے میں شورش کے ہر ایک منفرد واقعہ کا کچھ نہ کچھ دخل تھا۔ اسپینی خروج سے حیرت و توصیف کا جو پہلا غوغا بلند ہوا اس کے زور و شور میں قواعد دان فوج کے مقابلہ میں غیر تربیت یافتہ عام سپاہیوں کی قابلیت مقاومت کو مبالغہ سے بیان کیا گیا ہوگا مگر عام استکراہ و استقلال کے جوش سے جو جد وجہد ہوئی اس کی نوعیت میں جو فرق تھا اس میں غلطی کا ہونا غیر ممکن تھا۔ آسٹریا و پرشیا کے مدبروں کے سامنے دفعتہً ایک روشنی نمودار ہو گئی۔ اور انھیں ان اتحادوں کی بے بسی کی وجہ سمجھ میں آگئی جن میں جناب ہمیشہ وزارتوں کا معاملہ ہوا کرتی تھی، قوم کا معاملہ کبھی نہیں بنتی تھی۔ جرمانی نسل میں اگر ایک مرتبہ اسپین کی سی قومی تحریک پیدا ہو جاتی تو اسپینی قوم نے نپولین کے خلاف اپنے لئے جو کچھ کیا تھا وہ

جرمانی قوم کے لیے ناممکن نہ تھا۔ بلوچر نے کچھ زمانہ بعد یہ لکھا تھا کہ میں اس کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ ہم اپنے کو اسپینوں کا ایسا اچھا کیوں نہ سمجھیں"۔ آسٹروی اور پرشیاوی حکومتوں کے بہترین افراد یہ سوچنے لگے کہ نپولین کے ظلم کے مقابلہ کا سب سے زیادہ یقینی ذریعہ یہی ہے کہ عوام کے جذبات کو منتقل کر دیا جائے۔

آسٹریا اور پرشیا میں جنگی فریق۔

آسٹریا میں فوجی تیاریاں اس زور سے ہونے لگیں کہ سابق میں ان کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور یہ تیاریاں اس پیمانہ پر تھیں کہ خود فرانس کی ہمسری کرتی تھیں پرشیا میں اسٹین کے فریق نے جنگ کی تجدید کا عزم کر لیا اور انھوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ پرشیاوی سلطنت کے معدوم ہو جانے کا خطرہ برداشت کر لیا جائے بجائے اس کے ان استحصالات کو قبول کیا جاتے جن سے نپولین ان کے ملک کی تباہی کو مکمل کر رہا تھا۔

نپولین اور پرشیا

اسپین کی جد و جہد کی رفتار نے سب سے زیادہ گہرا اثر شمال جرمانیہ کے محبانِ وطن پر ڈالا، اور یورپی آزادی کے لیے ضرب لگانے کے واسطے ان میں سب سے زیادہ عزم راسخ پیدا کر دیا۔

پرشیاوی بادشاہی کا نصف حصہ دے کر فرانس و پرشیا کے درمیان جس وقت سے برائے نام صلح بحال ہوئی تھی، کوئی ایک مہینہ بھی ایسا نہیں گزرتا تھا کہ مفتوح قوم پر کسی نہ کسی قسم کی سخت بے انصافی نہ کی جاتی ہو۔ اولاً ملک کا تخلیہ چند بقایوں کی ادائی پر مشروط کیا گیا تھا۔ جس وقت اس رقم کی مقدار کا تعین درپیش تھا، اس وقت کونبرگ کے سوا تمام پرشیا فرانسیسیوں کے ہاتھ میں تھی، اور ایک لاکھ ستاون ہزار فرانسیسی سپاہی بدبخت باشندگان ملک کے مکانوں میں مفت رہتے تھے۔ ۱۸۰۸ء کے آخر میں شاہ فریڈرک ولیم کو یہ اطلاع دی گئی کہ نپولین کو چھ کروڑ فرانک نقد اور اسی قیمت کی ملک اراضی ادا کرنے کے علاوہ اسے اوڈر کے پانچ قلعے بند شہروں میں چالیس ہزار فرانسیسی فوج اپنے خرچ سے رکھنا پڑیگی اس اعلان سے ایسی سراسیمگی طاری ہو گئی کہ اسٹین نے جدید مستقر حکومت،

کونگسبرگ کو چھوڑ دیا اور فرانسیسیوں کے صدر مقام برلن میں تین مہینے اس کوشش میں گزار دیئے کہ کوئی ایسا انتظام کرے جو اس کے ملک کے لئے اس سے کم باعث تباہی ہو۔ پرشیا میں نپولین کے منتظم کاونٹ ڈارو نے وزیر کے ساتھ عزت و وقعت کا برتاؤ کیا اور اس تجویز کو منظور کر لیا کہ فرانسیسیوں کو ایک مقررہ رقم ادا کرنے پر پرشیا وی علاقہ خالی کر دیا جائے مگر اس قرارداد کے لئے نپولین کی تصدیق کی ضرورت تھی اور اس کے لئے اسٹین بیکار انتظار کرتا رہا۔

مہینے پر مہینا گزرتا گیا اور نپولین نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آخر ۱۸۰۸ء کے موسم گرما میں اسپینیوں کی بغاوت نے شہنشاہ کو مجبور کیا کہ وہ البی سے اُدھر کی فوجیں واپس لے لے۔ اس نے اپنے ضروریات کا دلیرانہ مقابلہ کیا، اور تخلیہ کے معاوضہ کے طور پر پرشیا وی حکومت سے اس سے بڑی رقم طلب کی جو گزشتہ سرما میں مقرر ہوئی تھی۔ اس نے اس امر پر اصرار کیا کہ پرشیا وی فوج چالیس ہزار تک محدود کر دی جائے اور محافظ ملک فوج کی تربیت موقوف کر دی جائے۔ اس نے یہ بھی چاہا کہ اگر فرانس و آسٹریا میں مخاصمت برپا ہو جائے تو اس صورت میں سولہ ہزار پرشیا وی سپاہ سے مدد دی جائے۔ ان شرائط پر بھی پرشیا کو اس کی مملکت کا کامل تخلیہ نہیں عطا ہوا، نپولین اب بھی مصر تھا کہ اوڈر کے تین خاص قلعوں کو دس ہزار فوج سے اپنے قبضہ میں رکھے۔ یہ تھا وہ معاہدہ جو (ستمبر ۱۸۰۸ء میں) پرشیا وی دربار کے سامنے ایسے وقت میں پیش کیا گیا جب ہر ایک سپاہیانہ طبیعت کا شخص اسپین کی خبروں سے جوش میں تھا اور گزشتہ مہینوں کے واقعات سے ہر ایک مدبر کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ نپولین کے معاہدات صرف سلسلۂ مظالم کے مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ اسٹین اور شارنہورسٹ نے بادشاہ پر یہ زور دیا کہ وہ قوم کو ویسی ہی سرفروشانہ جدوجہد کے لئے مسلح کرے جیسی اسپین کی جدوجہد تھی، اور اس وقت تک تاخیر کرتا رہے کہ

نپولین کے مطالبات
ستمبر ۱۸۰۸ء

نپولین خود جزیرہ نما کی جنگ میں مشغول ہو جائے۔ مسلسل اطاعت تباہی تھی، خروج وسرکشی میں کم از کم یہ کہ مایوسی نہیں تھی۔ پرشیا کی حالت کتنی ہی ابتر کیوں نہ ہو گئی ہو مگر اس کے مخالفے نہایت مہیب نوعیت کے تھے۔ آسٹریا بغیر کسی پردے کے مسلح ہو رہی تھی۔ برطانیہ عظمی نے جزیرہ نما کی جنگ میں ایسی خوبی سے مداخلت کی تھی جس کا اس کی فوجی کارروائیوں میں اب تک کہیں پتہ نہیں تھا۔ اسپین کے لئے خود نپولین کے اندازے کے

اسٹین کا جنگ کے لئے زور دینا

مطابق دو لاکھ فوج کی ضرورت تھی۔ اسپینی بغاوت کے آغاز کے وقت سے اسٹین اس کام میں مشغول تھا کہ تمام شمالی جرمانیہ میں عام شورش کرادے۔ غلط یا صحیح اس کا یقین یہ تھا کہ گاڑی اب چلا دینا چاہیئے۔ اور اس نے شاہ پرشیا کو یہ ہمت دلائی کہ وہ اس پر اعتماد کرے کہ پرشیا، ہینوور اور ہیسی کے جتنے ممالک فرانسیسیوں نے لئے ہیں، سب میں ان کے خلاف عام بغاوت ہو گی اور اس سے اسے تائید ملے گی۔

صرف ایک معاملہ میں اسٹین کو بالکلیہ غلط اطلاع ملی تھی۔ اسے یقین یہ تھا کہ ٹلسٹ کے معاہدے کے باوجود، الگزنڈر اسے ناپسند نہ کرے گا کہ نپولین کے سر پر یہ طوفان برپا ہو جائے اور یہ کہ اگر کوئی دوسری عام جنگ شروع ہوئی تو زیادہ اغلب یہ ہے کہ روس کی فوجیں فرانس کی تائید کے بجائے اس کے خلاف کام میں لائی جائیںگی۔ یہ مغالطہ ایک مہلک مغالطہ تھا۔ الگزنڈر بدستور نپولین کا شریک جرم تھا۔ ڈینوب کی امارتوں کے حصول کے خیال سے الگزنڈر اس امر پر آمادہ تھا کہ وہ وسطی یورپ کو روکے رہے اور ادھر نپولین اسپینیوں کو پامال کردے اور نیز پرشیا کے سادہ لوح بادشاہ میں جرأت کی جو تحریک بھی پیدا ہوا اسے فرو کردے اسپین کے فتح ہونے کے قبل یورپ کے عام ہیجان سے نپولین خود بھی ہراسان تھا اور اس لئے وہ اپنے روسی حلیف سے اور زیادہ قریب ہو گیا۔ رومانیا کے روس کے ساتھ ملحق کر لینے میں جو دقتیں حائل تھیں وہ

سب غائب ہوگئیں۔ زار اور شہنشاہ نے یہ عزم کیا کہ اپنے اتحاد کے گہرے تعلق کو تمام یورپ پر ظاہر کرنے کے لئے وہ اپنے مظلوموں اور ماتحتوں کے درمیان مقام ارفرٹ میں تقریب کی حیثیت سے ایک دوسرے سے ملیں۔ جرمانی حکمرانوں کا تمام قبیلہ اس محل ملاقات پر طلب کیا گیا۔ وائنا اور برلن کے درباروں سے نمایندے شامل ہوے۔ ۲۷ اکتوبر کو نپولین اور الگزنڈر ارفرٹ میں داخل ہوے۔ جلوسوں اور دعوتوں کی وجہ سے تاجدار اور خطاب یافتہ گروہ کے کئی روز ٹھیرنے کی ضرورت تھی مگر اہم کام صرف یہ تھا کہ ایک معاہدہ مرتب کیا جائے جس میں فرانس اور روس کے محالفہ کی تصدیق ہو اور نیز زار کی طرف سے شاہ پرشیا کے ایلچی کو مطلع کر دیا جائے کہ اس کے مالک کو چاہئے کہ نپولین نے جن شرائط کا مطالبہ کیا ہے انھیں قبول کرے اور فرانس کے ساتھ جدوجہد کرنے کے خیال کو خیرباد کہے۔[۱] پرشیاوی ایلچی کاونٹ گولز نے بادل نخواستہ اس معاہدے پر دستخط کر دئے جس کے بموجب اتنی گراں قیمت پر پرشیا کا صرف جزوی انخلا ہوا۔ ایلچی نے بادشاہ کو لکھا کہ اب اس کے لئے کوئی راستہ باقی نہیں رہا ہے سوائے اس کے کہ وہ بغیر کسی شرط کے خود کو فرانس کا تابع بنا دے اور اسٹین اور محب وطن فریق کو اجازت دے کہ وہ عہدوں سے ہٹ جائیں۔ بادشاہ جب تک اتنی عجلت نہ کرتا کہ الگزنڈر کے علی الرغم اعلان جنگ کر دیتا اس وقت تک اس کے سوا کوئی اور چارہ کار باقی نہیں رہا تھا۔ جرمانیہ میں بغاوت برپا کرنے کے متعلق اسٹین کے تجاویز کا پتہ نپولین کو کئی ہفتہ پہلے چل گیا تھا اور اس نے ارفرٹ

---

[۱] نپولین کے برخلاف ٹیلیرینڈ نے ارفرٹ میں جو نمایاں کام کیا اس کے متعلق مٹرنک کی تحریر مورخہ ۴ دسمبر (مشمولہ نمبر صفحہ ۱۶۵) دیکھنا چاہئے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نپولین کی خواہش یہ تھی کہ زار کو آسٹریا کے خلاف عملی کارروائیوں میں پھنسا رہے مگر ٹیلیرینڈ نے اس میں دقت ڈال دی۔

اسٹین کا مستعفی ہو جانا ۔ ۲۴ نومبر نپولین کا اسے مطرود قرار دینا۔

میں پرشیاوی سیفر کی موجودگی میں اسٹین کے خلاف نہایت غیظ و غضب کا اظہار کیا تھا۔ اسٹین جان و دل سے جس عظیم جدوجہد پر تلا ہوا تھا اگر وہ ترک کر دی گئی، اگر پرشیا کے ہاتھ ہلانے کے قبل اسپین پامال ہو گیا، اور آسٹریا اپنی ناگزیر جنگ کرنے کے لئے تنہا رہ گئی تو پھر اسٹین کا سلطنت پرشیا کا سرگروہ رہنا یورپ کے لئے دھوکے کی ٹٹی، پرشیا کے لئے خطرناک اور خود اس کے لئے باعث بربادی تھا۔ پس اسٹین نے خود یہ خواہش کی اور وہ برطرف کر دیا گیا۔ (۲۴ نومبر ۱۸۰۸ء)

اسٹین کی کنارہ کشی نے شاہ پرشیا کی جانب سے نپولین کے غصہ کو پھیر دیا۔ مگر جیسوں ہی تازہ فتوحات سے نپولین کو اپنے ضمیر آزما ضبط سے رہائی ملی تو معاً کارسیکی فطرت کا تمام بغض و عناد اس عالی طبع محب وطن (اسٹین) کے خلاف بھڑک اٹھا۔ ۱۶ دسمبر کو جب کہ میڈرڈ پھر فرانسیسیوں کے قبضہ میں آگیا تھا، ایک شاہی حکم شائع ہوا جس میں اس معزول وزیر کی نسبت نپولین کے نفرت وحسد کی کارروائی درج تھی۔ اسٹین شہنشاہی کا دشمن قرار دیا گیا اس کی جائداد ضبط کر لی گئی۔ اس کی نسبت یہ حکم دیا کہ شہنشاہ یا اس کے حلفا کی فوج کو جہاں کہیں وہ مل جائے گرفتار کر لیں۔ رومانی جباریت کے زمانہ کی طرح یورپ کا مغربی حصہ شہنشاہ کے دشمنوں کو کہیں پناہ نہیں دے سکتا تھا۔ صرف روس اور آسٹریا جلاوطنوں کے لئے جاے پناہ رہ گئے تھے۔ اسٹین بوہیمیا میں بھاگ گیا اور پرشیاوی سلطنت کی انتہائی ذلت کے طور پر اس کی پولیس کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک مجرم کے طور پر اس مدبر کا تعاقب کرے جس کی ہمت و جرأت نے ان تاریک ترین دنوں میں بھی پرشیاوی محبان وطن کے لئے یہ امکان پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنے ملک کی طرف سے مایوس نہ ہوں۔

ارفرٹ میں الگزنڈر کی گفت وشنود سے جب وسطی یورپ کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو نپولین کو یہ موقع مل گیا کہ وہ جرمانیہ کی جانب سے فوری حملہ کے خطرے کے بغیر اسپین کی فوجوں کی خود سربراہی کرے۔

بیلن کی فتح کی بعد سے اسپینوں نے عمدہ حکومت یا عمدہ فوجی انتظام کی جانب بہت کم کچھ ترقی کی تھی، صوبے کے جنٹوں (مجالس قومی) نے خود کو ایک مرکزی مجلس کے (جو انھیں کے ارکان سے منتخب ہوئی ہو) تابع کر دینے پر رضامندی ظاہر کی تھی مگر یہ جدید ذی اقتدار اعلیٰ مجلس جس کے جلسے ارنجوز میں ہوا کرتے تھے، ان تمام حکومتوں سے بھی بدتر ثابت ہوئی جنھیں خود اسپین نے کبھی اس سے قبل برداشت کیا ہو، اس کی تعداد بیس اشخاص کی تھی جن میں سے اٹھائیس، فنیس، امرا اور عہدہ دار تھے[1] اس کے اوصاف وہی تھے جو اسپین کے عہدہ داروں کی زندگی میں منقوش ہو چکے

اسپینی جنٹا کی ناقص حکومت

تھے، وضع قوانین میں اس کی سعی اس سے زیادہ کچھ نہ تھی کہ اس نے عدالت اختیار، مذہبی اور کلیسائی زمینوں کے تحفظ کو بحال کر دیا۔ اس کا نظم ونسق صرف اس حد تک محدود تھا کہ عمدہ سپہ سالاروں کے کام میں احمقانہ دخل دیا کرے اور برطانیہ عظمیٰ سے کثیر مقدار میں سامانِ جنگ منگائے جسے یا اجارہ دار چرالیں یا فرانسیسیوں کے ہاتھ میں پڑ جائے۔ ادھر جنٹا کے ارکان یہ بحث کر رہے تھے کہ مجموعتاً و انفراداً ان کے ناموں کے ساتھ کیا اعزازی القاب شامل ہونا چاہیئے اور اپنے لیئے نپولین کے سپہ سالاروں کے مساوی تنخواہ کے لیئے رائے دے رہے تھے، ادھر فوج کی حالت ایسی ابتر ہو گئی تھی کہ اسپینی فوج کے سوا اور کوئی قوم اس کا تحمل نہیں کر سکتی تھی۔ صرف پست درجہ طبقات کی محنت و سعی نے بغاوت کی فوجی ہستی کو کچھ دنوں زیادہ برقرار رکھا۔ حکومت نے نہ کچھ انضباط کیا نہ کچھ سوچا۔ قومی تحریک میں اس کا حصہ صرف اتنا تھا کہ وہ بھیک مانگے اور فخر کرے اسپینوں کا اخلاق خراب ہو گیا اور انگلستان کے گماشتے اور سپہ سالار جنھوں نے اولاً اسپینوں کو خود اپنی مدد کرنے کے دشوار کام میں مدد دینے کی سعی کی تھی، وہ حیران رہ گئے۔

---

[1] بامگارٹن جلد اول صفحہ ۳۱۱۔

جب کہ فوج پر فوج آنے لگی خود نپولین کے آسٹرلز اور جینا کے آزمودہ کار سپاہیوں کے علاوہ جرمانیہ، پولینڈ، ہالینڈ اور اطالیہ سے امدادی سپاہیوں کی آمد شروع ہوگئی اس وقت دنیا کو کچھ اندازہ ہوا کہ نپولین کتنی کثیر فوج اسپین پر لا ڈالنا چاہتا ہے، اس وقت میں اسپینی حکومت اس سے بہتر کوئی تجویز نہ قرار دے سکی کہ دریائے ابرو کے سواحل پر خود نپولین کے خلاف وہی بیلن والی نقل و حرکت پر مکرر عمل کرے۔ شہنشاہ نے پہلی مرتبہ اوائل نومبر ۱۸۰۸ء میں پرینیز کو قطع کیا۔ موسم گرما میں اسپینیوں کی فتح نے حملہ آوروں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ ابرو اور پرینیز کے درمیان قطعہ ملک میں ہٹ جائیں اور اب دریائے ابرو متخاصم فوجوں کے درمیان خط فاصل تھا۔ نپولین کا ارادہ یہ تھا کہ اسپینی خط کے انتہائی حدوں کو مشرق اور مغرب میں پیچھے ہٹا دے اور قلب کو توڑ کر سیدھے برگاس اور میڈرڈ کی طرف نکل جائے۔ اسپینی اپنی جگہ پر صرف مدافعت پر قانع نہیں تھے۔ جب پانچویں نومبر کو نپولین وکٹوریا میں پہنچا ہے اس وقت اسپینی فوج کے بائیں بازو کو سپہ سالار بلیک کے تحت میں یہ حکم ہو چکا تھا کہ وہ ابرو کے بالائی حصہ سے مشرق کی طرف حرکت کرے، اور فرانسیسیوں کو ان کے پرینیز کے سلسلہ آمد و رفت سے منقطع کر دے۔ یہ عین ویسی ہی حرکت تھی جس کا نپولین خواہاں تھا۔ کیونکہ اسے عمل میں لانے کے لئے بلیک کو مشرق جانب صرف اتنا کوچ کرنے کی ضرورت تھی کہ وہ اپنے کو فرانسیسی ڈویژنوں میں بالکل گھرا ہوا پائے۔ خود فرانسیسی سپہ سالاروں کی قبل از وقت نقل و حرکت نے بلیک کو کامل تباہی سے بچا لیا۔ (۱۰ نومبر کو) قبل اس کے کہ وہ اتنا آگے بڑھ جاتا کہ وہ اپنے خط بازگشت سے محروم ہو جاتا، بالائی ابرو پر بمقام اسپینوسا اس پر حملہ ہو گیا اور اسے شکست اٹھانا پڑی۔ کثیر نقصان برداشت کرنے کے بعد وہ اس میں کامیاب ہو گیا کہ اپنی بچی بچی ہوئی فوج کو ایسٹوریاس کے پہاڑوں میں لیجا سکے۔ قلب میں

سولٹ نے دشمن کو اپنے سامنے سے ہٹا دیا اور برگاس پر قبضہ کرلیا۔ جو فوج اسپین کو فرانسیسیوں سے پاک کرنے والی تھی اس میں سے اب صرف ایک جیش ٹیوڈیلا کے داہنے جانب پلیفاکس کے زیر قیادت باقی رہ گئی تھی۔ شہنشاہ نے اس جماعت کی بربادی لینس اور نے کے سپرد کی۔ نے کو حکم یہ دیا گیا کہ وہ جنوب کی جانب دورنک کوچ کرجائے تاکہ اسپینیوں کے بازگشت کا راستہ منقطع ہو جائے مگر وقت مقررہ کے اندر اس کوچ کا پورا کرنا اس کے لئے ناممکن ہو گیا اور اس طرح ٹیوڈیلا میں لینس سے شکست اٹھاکر پلیفاکس بہت خوبی سے ساراگوسا کو پیچھے ہٹ گیا۔ اس طرح مسلسل حادثات نے اسپینی فوج کے ڈویژنوں کو واقعی گرفتاری سے بچا لیا۔ مگر اب کوئی فوج ایسی نہیں باقی رہ گئی تھی جو میدان میں دشمن کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوتی۔ نپولین برگاس سے میڈرڈ کی جانب آگے بڑھا۔ اس کا بقیہ کوچ ایک ظفرمندانہ جلوس تھا۔ جو

نپولین کا میڈرڈ میں داخل ہونا ۲ دسمبر۔

توپ خانے سوموسیرا کے کوہی راستے کی حفاظت کررہے تھے، انھیں پولینڈ کے سواروں نے حملہ کرکے گرفتار کرلیا اور خود دارالصدر نے مختصر سی گولہ باری کے بعد آغاز مہم کے چار ہفتہ بعد ۴ دسمبر کو اطاعت قبول کرلی۔

سر جان مور کی مہم

ایک انگریزی فوج آہستگی اور قوت کے ساتھ ابرو کی جانب اس وقت بڑھ رہی تھی جب نپولین نے اسپینی خط مدافعت کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ ۱۴ اکتوبر کو سرجان مور نے لسبن کی بیس ہزار برطانی فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی تھی اسے یہ ہدایت ہوئی کہ وہ برگاس کے قریب تک بڑھ جائے اور ابرو کی اسپینی سپہ سالاروں کے ساتھ مل کر کام آئے۔ انگریزوں کی عادت کے مطابق اپنی نقل و حرکت پر غور کرتے وقت دشمن کی نقل و حرکت کا کچھ لحاظ نہیں کیا گیا تھا اور مور کو جس قسم کے پہاڑی ملک سے گزرنا تھا، اس سے اس مہم کے راستے میں مزید دقتیں حائل ہوگئی تھیں کم از کم یہ کہ روانگی میں ایک مہینہ کی زائد از ضرورت

ناخبر ہوگئی ۔ مور کو یہ یقین ہوگیا تھا کہ لسبن سے سلیمینکا کو سیدھے راستہ سے توپخانہ کا لیجانا غیر ممکن ہے اس لیے اس نے توپخانہ کو چکر دے کر میڈرڈ کے راستے سے روانہ کیا اور خود سیوڈاڈ راڈریگو کے راستہ سے آگے بڑھا اور ۱۳ نومبر کو سلیمینکا پہنچ گیا ۔ یہاں وہ ابھی اپنے توپ خانہ کے انتظار ہی میں تھا کہ اسپینیوں میں بلیک کی فوج کی بربادی اور برگاس کے سقوط کی اطلاعیں اسے موصول ہوئیں اس کے بعد ٹیوڈیلا میں پلیفاکس کے انہزام کی خبر آئی مگر اب بھی مور کو اسپینی حکام سے قابل اطمینان خبر نہیں مل سکی ۔ وہ کچھ دنوں تک معلق حالت میں رہا اور آخر پرتگال کو واپس چلے جانے کا عزم کرلیا ۔ سر ڈیوڈ بیرڈ جو کارونا سے کمک لے کر آرہا تھا، اسے شمالی ساحل کی طرف واپس ہونے کا حکم بھیجدیا گیا ۔ مور نے ابھی یہ تہیہ کیا ہی تھا کہ میڈرڈ کے برطانی گماشتہ فریر کے پاس سے مراسلات بایں معنی موصول ہوئے کہ اسپینی آخری حد تک دارالصدر کی مدافعت کرنے والے ہیں، اور مور اگر اس کی خلاصی کے لئے آگے نہ بڑھا تو وہ اسپین کی تباہی اور انگلستان کی ذلت کا ذمہ دار ہوگا ۔ سپاہیوں کو بے انتہا مسرت ہوئی کہ مور نے آگے بڑھنے کا حکم دے دیا ۔ فوج اسی خیال سے ویلڈولڈ کی طرف بڑھی کہ فرانسیسی سامنے دارالصدر کے محاصرے میں مشغول ہوں اور ادھر وہ ان کے خط آمدورفت پر حملہ کردے ۔ بیرڈ کو پھر جنوب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا گیا ۔ میڈرڈ کے فرانسیسیوں کے ہاتھ آجانے کے بعد یعنی ۱۴ دسمبر تک مور کو اس کے سقوط کی اطلاع نہیں ملی تھی، نہ اسپینی حکومت نے اور نہ اس برطانی گماشتہ نے جو مور کے آگے بڑھنے کا سبب ہوا تھا یہ زحمت اٹھائی کہ اسے دارالصدر کی اطاعت کی اطلاع دیدے ۔ اسے ایک گرفتار شدہ فرانسیسی مراسلہ سے اس کا علم ہوا ۔ اسی مراسلہ سے مور کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے شمال میں دریائے کیرین پر بمقام سیلڈ تھا نسبتاً ایک چھوٹی فرانسیسی فوج سولٹ کے زیر قیادت مقیم ہے ۔ یہ اطلاع مور کے لئے کافی تھی

جو اس فریب کاری سے جس سے اس کی فوج کو سابقہ پڑا تھا دل ہی دل ہی
گھٹ رہا اور فیصلہ کن جنگ کے لیے نعل در آتش تھا، وہ شمال کی طرف پھرا
اور سولت کے مقابلہ میں اس امید میں کوچ کر دیا کہ قبل اس کے کہ اس نئے
خطرے کی اطلاع دار الصدر میں نپولین کو پہنچے وہ اسے اچانک جا لے۔

نپولین کا مور کے خلاف کوچ کرنا ۱۹ دسمبر

۱۹ دسمبر کو میڈرڈ میں ایک اطلاع یہ پہنچی کہ مور نے
پرتگال کی طرف اپنی بازگشت کو معلق کر دیا ہے۔
نپولین نے انگریزوں کی واقعی نقل و حرکت کو فوراً ہی
الہامانہ طور پر سمجھ لیا اور بعجلت تمام چالیس ہزار سپاہ
لے کر مور کے خلاف روانہ ہو گیا۔ مور ۲۰ کو میورگا میں بیرڈ سے مل گیا
تھا۔ ۲۳ کو متحدہ برطانی ڈویژن سیہاگن میں پہنچا اور یہ سولت کے جائے
قیام سیلڈنہا سے ایک دن سے بھی کم کا کوچ تھا۔ یہاں انگریزی سپہ سالار
کو معلوم ہوا کہ خود نپولین اس کے تعاقب میں آ رہا ہے، فرار اب گھنٹوں کا
معاملہ رہ گیا۔ نپولین برف و طوفان میں شدید یلغار کرتا ہوا گواڈاراما کے
پہاڑوں کے اوپر ہو کر آ گیا تھا۔ اگر اس کا طلایہ مقام بینوٹ میں دریائے
اسلا کے پل پر انگریزوں کے عبور سے قبل قبضہ کر لیتا تو پھر مور کے لئے

انگریزوں کی بازگشت

فرار کی تمام امیدیں منقطع ہو جاتیں مگر انگریز دریا پر
پہلے پہنچ گئے اور انھوں نے پل کو اڑا دیا۔ اس سے
وہ لازمی خطرے سے بچ گئے۔ دریا کی مدافعت سے مور کی فوج کو بڑھ
نکلنے کا ایک موقع مل گیا جس سے نپولین کے تعداد کی فوقیت کچھ کام نہ آئی
کچھ وقت تک نپولین شمالی ساحل کی جانب مور کا تعاقب کرتا ہوا چلا گیا
مگر یکم جنوری ۱۸۰۹ء کو اس نے ایک حکم لکھا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ
اس نے ایک مور کے بچ نکلنے کو قطعی سمجھ لیا تھا۔ دوسرے دن وہ فوج
سے چلا گیا اور ساحل تک مور کے پیچھے پیچھے جانے اور برف سے شل شدہ
یا شراب سے مست چند ہزار برطانی گم گشتگان کو گرفتار کرنے کی عزت
کی محنت اپنے مارشلوں کے لئے چھوڑ گیا۔ خود مور، کارونا کی طرف اس

سرعت کے ساتھ بڑھتا گیا کہ اسے اپنی فوج کے ابتر ہو جانے سے اس کی
بہت گراں قیمت دینا پڑی۔ فوج کی مشکلیں اور زیادہ نمایاں خوفناک حد کو
پہنچ گئی تھیں۔ صرف ساقہ جسے دشمن کا مقابلہ کرنا پڑتا تھا کسی قدر سپاہیانہ
ترتیب میں قائم رہ گیا تھا۔ آخر مور کو یہ ضروری معلوم ہوا کہ وہ رک کر
ایک مقام پر ٹھیر جائے تاکہ اپنی فوج کے انضباط کو دوبارہ بحال کرے۔
وہ لیوگو میں سولٹ کی جانب متوجہ ہوا اور دو روز متواتر جنگ کا
خواہاں رہا مگر فرانسیسی سپہ سالار نے معرکہ آرائی سے پہلوتہی کی۔ اور
مور اپنی سپاہ کو پھر مرتب کر کے مطمئن ہو گیا اور کارونا کی طرف اپنا
کوچ جاری رکھا۔ سولٹ اب بھی اس کے عقب میں لگا رہا۔ ۱۱

جنگ کارونا
۱۶ جنوری ۱۸۰۹ء

جنوری کو برطانی فوج سمندر تک پہنچ گئی مگر جو
جہازات اسے انگلستان کو واپس لے جانے والے تھے
ان کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اب جنگ ناگزیر ہو گئی اور مور
نے اپنی سپاہ (تعدادی چودہ ہزار) کو شہر سے باہر پست پہاڑیوں کے
ایک سلسلہ پر صف بستہ کیا اور فرانسیسیوں کے حملے کے انتظار میں رہا۔
۱۶ کو جب بیڑہ بندرگاہ میں آ گیا اس وقت سولٹ نے جنگ شروع
کی۔ فرانسیسیوں کو ان کے حملہ کے ہر نقطہ پر شکست ہوئی۔ مور عین فتح
کے وقت کام آ گیا مگر اسے یہ احساس تھا کہ جس فوج کی اس نے اس دلیری
سے سرگروہی کی ہے اب اس کے لئے کوئی خطرہ باقی نہیں رہا ہے۔
فوج جہاز پر اسی رات کو سوار ہو گئی اور دوسرے روز بیڑہ سمندر کو روانہ ہو گیا

نپولین ۱۹ جنوری کو اسپین سے روانہ ہو گیا اور پھر اپنے بھائی
جوزف کو دارالصدر پر متصرف چھوڑ گیا اور فرانس کے بہترین
سپہ سالاروں کے تحت تین لاکھ آدمیوں کی فوج بھی اس
شکست خوردہ فوج کے باقیات سے مشغول بہ جنگ چھوڑ گیا جس کی
تعداد کبھی اس کے نصف تک بھی نہیں پہنچی تھی۔ کوئی شاندار فتح حاصل
کرنے کے لئے باقی نہیں رہی تھی، نہ میدان میں کوئی دشمن ایسا رہ گیا تھا

جس کے لیے نپولین کی موجودگی ضروری ہوتی۔ نقل و حمل کے مشکلات اور فوج کے مخاصمات سے اسپین کا مطیع کرنا پرشیا یا اطالیہ کے مطیع کرنے سے زیادہ سست رفتار کام ثابت ہوتا مگر بظاہر حالات، انجام کار بس شہنشاہ کے تجاویز کی کامیابی یقینی تھی اور اس کے مددگاروں کے لئے زیادہ سے زیادہ بدتر جو کام ہو سکتا تھا وہ ایک ناقابل لحاظ دشمن کے خلاف پریشان کن اور گمنام کوششوں کا ایک سلسلہ تھا۔ لیکن شہنشاہ کو ابھی چند ہفتے بھی پیرس میں نہیں گزرے تھے کہ مارشل لینس کے پاس سے ایک اطلاع اسے موصول ہوئی جس سے یہ معلوم ہوا کہ جس قوم کی فوجیں میدان میں اس قدر حقیر تھیں اس نے فوجی قابلیت کی ایک حیرت انگیز صورت اختیار کر لی ہے۔

سارا گوسا کا محاصرہ دسمبر ۱۸۰۸ء

سارا گوسا کا شہر ۱۸۰۸ء کے گرما میں اپنے محاصرین کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے بعد، ابرو پر اسپینی فوجوں کی شکستوں کے بعد، دوبارہ محصور کر لیا گیا تھا۔ محاصرین خود انتہائی گرانی سے پریشان تھے کہ ۲۲ جنوری ۱۸۰۹ء کو لینس نے ان کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی۔ جتنی فوجیں دسترس کے اندر تھیں لینس نے سب کو فوراً ہی طلب کر لیا، اور انہدامی کارروائی کو نہایت ہی زور کے ساتھ جاری کیا۔ ۲۹ جنوری کو سارا گوسا کی دیواریں چار مختلف جگہوں سے شکست ہوگئیں۔

جنگ کے تمام معمولی نظائر کے مطابق، فرانسیسی اب شہر پر قابض تھے، مگر محاصرین کو یہ معلوم ہوا کہ ان کا اصلی کام فی الواقع اب شروع ہونے والا ہے۔ سڑکوں میں خندقیں کھودی گئی تھیں اور حصار بندی ہوگئی تھی، ہر ایک مکان ایک قلعہ بنا دیا گیا تھا۔ بیس روز تک فرانسیسیوں کو ایک ایک مکان کا محاصرہ کرنا پڑا۔ شہر کے وسط میں عمومی سرگروہوں نے ایک پھانسی کھڑی کر دی تھی اور جو شخص مقابلہ سے پس و پیش کرتا اسے اسی پھانسی پر لٹکا دیتے تھے۔ جنگ کے مصائب کے ساتھ بیماری کا بھی اضافہ ہوگیا۔ عورتیں

اور بچے غلاظت اور تاریکی میں جن کوٹھڑیوں کے اندر بھر دیے گئے تھے ان میں مہلک وبا پھوٹ پڑی اور اس سے فروری کے آغاز میں اموات کی تعداد پانچ سو روزانہ تک پہنچ گئی۔ مردے بغیر دفن کے پڑے رہے۔ پس ایسی فضا میں ذرا سے زخم سے بھی ہلاکت و موت واقع ہو جاتی تھی۔ آخرالامر مدافعین کی قوات و ہمت پست ہو گئی۔ فرانسیسیوں نے شہر کا ایک چوتھائی حصہ فتح کر لیا تھا۔ محاصرے کے شروع میں جو شہری اور کسان شہر کی دیواروں کے اندر تھے کہا جاتا ہے کہ ان میں سے تیس ہزار ہلاک ہو گئے۔ بقیہ اپنی مدافعت کو صرف اسی صورت سے طول دے سکتے تھے کہ چند روز کے اندر موت یا دشمن کے شکار ہو جائیں۔ اس حالت میں بھی جنتا کے ایسے ارکان موجود تھے جو اس وقت تک لڑنے پر آمادہ تھے جب تک ایک شخص بھی باقی رہے مگر وہ کثرت تعداد سے مغلوب ہو گئے اور سارا گوسا میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا وہ ۲۰ فروری کو حوالہ کر دیا گیا۔

اس شہر کی مقاومت نے نپولین کے دلیر ترین سپاہیوں پر بھی ہیبت و وحشت کا وہ اثر ڈالا جو ان لوگوں کے لئے بھی نیا تھا جنہوں نے سترہ برس انقلابی جنگ میں بسر کئے تھے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی کہ یہ محاصرہ نپولین کی توپوں کو اسپین کی فتح سے باز رکھتا۔ اس معجزنمایا خونخوار شہر کو خلاص دلانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ فرانسیسی فتح کی فوج ہر طرف برابر بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ سولٹ نے پرتگال پر حملہ کر دیا۔ اسی کے اتحاد کے ساتھ اسپین کے جنوبی اور جنوب مغربی صوبوں کی طرف بھی دو فوجیں بڑھیں۔ اپورٹو کا سقوط ۲۸ مارچ کو ہوا اور اسی ہفتہ میں وہ اسپینی فوجیں جو جنوب پر حاوی تھیں گواڈیانا کے خط پر سیوڈاڈریل اور میڈیلین میں قطعی شکست کھا گئیں۔ یورپ کی امیدیں زایل ہو گئیں۔ اسپین خود کسی دوسرے سارگوسا کی توقع نہیں کر سکتا تھا، یہ عیاں تھا کہ اب

اسپینیوں کی شکست
مارچ ۱۸۰۹ء

جزیرہ نما کی کامل اطاعت میں اگر تاخیر ہوسکتی ہے تو وہ خود فرانسیسی سپہ سالاروں کی غلطی اور حاوی قوت کی بے وقت علٰحدگی کی وجہ سے ہوگی جس نے اس وقت تک ہر ایک حرکت کو فتح کا آگے بڑھنے والا قدم بنا دیا تھا۔

باب نہم

جنگ کے لئے آسٹریا کا تیار ہونا۔ اس جنگ کا جرمانی قوم کے لئے ہونا۔ پرشیا میں تحریک حب الوطنی۔ شمالی جرمانیہ میں متوقعہ یورش۔ مہم کے تجاویز۔ آسٹریا کا اعلان نامہ جرمانیوں کے نام۔ اہل ٹرول کا خروج۔ بویریا میں آرچ ڈیوک چارلس کی شکستیں۔ فرانسیسی وانیا میں۔ ڈورنبرگ اور شل کے ساعی جنگ ایسپرن۔ ڈینوب کا عبور ثانی۔ جنگ ویگرام۔ زنیم کا معاہدہ التوائے جنگ۔ آسٹریا کا واقعات کا انتظار کرنا۔ ولزلی۔ اسپین میں۔ اس کا جنگ ٹلیورامین کامیاب رہنا مگر بازگشت کرنا۔ اینٹورپ کے خلاف مہم کی ناکامی۔ آسٹریا کا صلح کرنا۔ معاہدہ وانیا ۱۸۰۹ء کی جنگ کے حقیقی اثرات۔ آسٹریا ۱۸۰۹ء کے بعد مٹرنک میری لوئیس کے ساتھ نپولین کا عقد۔ نپولین اور الگزنڈر کا افتراق۔ نپولین کا ریاستہائے پاپائی، ہالینڈ، لاویلیس اور شمالی جرمانی ساحل کو ملحق کرلینا۔ نپولینی شہنشاہی۔ اس کے منافع و مضار زار کا نپولین کے تجارتی نظم سے علٰحدہ ہوجانا۔ روس کے ساتھ جنگ کا قریب الوقوع ہونا۔ ولنگٹن، پرتگال میں، ٹارس و ڈراس کے خطوط، حیسنا کی ۱۸۱۰ء کی مہم اور اس کی بازگشت، سولٹ اندلسیہ میں، ولنگٹن کی ۱۸۱۱ء کی مہم۔ سیوڈاڈ راڈریگو اور بنڈ یجازہ کا قبضہ۔ سلیمنیکا۔

جنگ کیلئے آسٹریا کا تیار ہونا

نپولین جنوری ۱۸۰۹ء کے تیسرے ہفتہ میں اسپین کو چھوڑ کر نہایت عجلت کے ساتھ پیرس کو روانہ ہوا۔ اسکا یقین یہ تھا کہ آسٹریا، اعلان جنگ کیا چاہتی ہے، اور جس دن وہ دارالصدر میں پہنچا ہے اسی دن اس نے متفقیت راین کی امدادی افواج

کی طلبی کا حکم دے دیا لیکن آئندہ چند ہفتوں میں اس نے رائے قائم کی کہ آسٹریا یا تو متخاصمات سے بالکلیہ دست کش ہو جائے گی یا کم از کم یہ کہ وسط مئی کے قبل وہ اعلان جنگ کو ناممکن پائے گی"۔ پھر ایک مرتبہ آسٹریا کی کوششوں نے اس کے دشمن کے قیاسات کو غلط کر دیا۔ صادق العمل و روشن خیال مدبر، کاونٹ اسٹیدین، جو صلح پریسبرگ کے بعد سے آسٹریا میں صاحب اقتدار تھا، فرانس کے ساتھ تجدید مخاصمت کے لئے برابر تیاری کرتا آرہا تھا۔ اسے یہ یقین تھا کہ نپولین بہت جلد فتح کے لئے ماورات میں قدم رکھنے والا ہے۔ اور وہ آسٹریا کو نقصان پہنچا کر اپنی شاہی کو وسعت دے گا بشرط آنکہ اسپین کے اسکے زیر تسلط آجانے کے قبل اس پر حملہ نکر دیا جائے۔ مٹرنک اب پیرس میں آسٹروی سفیر تھا اور اس نے یہ اطلاع دی تھی کہ نپولین کا ارادہ ہے کہ اسپین کو فتح کرنے کے بعد ہی ترکی کی تقسیم کرے"۔ اور اگرچہ اس نے تاخیر کی رائے دی مگر اس امر میں وہ وانیا کے کابینہ سے متفق تھا کہ آسٹریا کو جلد یا بدیر حفاظت خود اختیاری کے لئے ہاتھ اٹھانا چاہیئے[1]۔ اسٹیدین جو اس سے زیادہ سرگرم امید تھا، ۱۸۰۸ء میں اعلان جنگ کر دینے سے صرف آرچ ڈیوک چارلس اور ان دوسرے سپہ سالاران کے مشورے کی وجہ سے رک گیا جو بیشمار نئے داخل شدہ سپاہیوں کو فوجی تشکیل میں لانے کے کام میں سرگرم تھے۔ چارلس بذات خود اس حب الوطنانہ جوش و خروش کو بہت کم وقعت دیتا تھا، جو اسپینی شورش کے وقت سے آسٹریا کے جرمانی صوبوں میں پیدا ہو گیا تھا، وہ جنگ کی آمد کو خوشی سے زیادہ اندیشہ کے ساتھ دیکھتا تھا لیکن خود اس کی امیدیں کتنی ہی خفیف کیوں نہ رہی ہوں اس نے آسٹریا کے لئے ایک ایسی فوج مہیا کرنے میں صدق دل سے محنت کی جو ان تمام فوجوں سے فایق ہو جو اس سے قبل کسی وقت آسٹریا کے پاس رہی ہو اور اس نے فوج کے عام سپاہیوں میں وہی اعتماد و حب الوطنانہ جوش پیدا کر دیا جیسے وہ خود اپنے میں نہیں، مگر دوسروں میں دیکھتا تھا۔ آغاز مارچ ۱۸۰۹ء تک آسٹریا کے پاس میدان جنگ میں جانے کے لئے دو لاکھ ساٹھ ہزار آدمی تیار ہو گئے تھے۔

---

[1] مٹرنک۔ جلد دوم صفحہ ۱۴۷

۱۸۰۹ء کی جنگ جرمانیہ کی جنگ ہونے والی تھی۔

جو جنگ اب شروع ہونے والی تھی وہ جرمانی قوم کے لئے ویسی ہی جنگ ہونے والی تھی جیسی اسپینوں کی جد و جہد اسپین کے لئے تھی شہنشاہ کے سپہ سالاروں نے جوش سے بھری ہوئی جو التجائیں کیں وہ اس خاموشی سے بغایت مختلف تھیں جس خاموشی کے ساتھ آسٹروی کابینہ ابتک جنگ کا آغاز کیا کرتا تھا۔ خاندان ہیپسبرگ کا فرمانروا اس وقت ایک قدیم شہنشاہی کے وارث اور توازن طاقت کے نمایندے کی حیثیت سے اس درجہ نمایاں نہیں تھا جس درجہ وہ جرمانی قوم کے بے غرض مرد میدان کے طور پر نمایاں تھا۔ خود شہنشاہ کی جانب سے اپنے کو جرمانیہ کے لئے وقف کر دینے کے متعلق جو زبان استعمال کی گئی تھی وہ ہجو ملیح سے کسی طرح کم نہ تھی۔ فرینسس، ایک ایسے زمانہ اور ایک ایسے نظم سے تعلق رکھتا تھا جس میں قومیت کے تصور کا کوئی وجود نہیں تھا، اور دوسرے فرمانرواؤں کے مانند وہ بھی اپنے مقبوضات کو ایک طرح کی اعلیٰ ملک سمجھتا تھا جسے خونخوار غیر ملکی بھیڑیوں کے خلاف محفوظ رکھنے کا کام اطاعت شعار خانگی کتوں کو انجام دینا چاہئے تھا، معالات عامہ کی اسی قسم کی شخصی رائے نے ابتک آسٹریوں کو مطمئن رکھا تھا، ان کے لئے اتنا کافی تھا کہ انھیں ایک عقلمند باپ کے فرض شناس بچوں کی حیثیت سے مخاطب کیا جاتا۔ شہنشاہ، مانوس عام فہنیس زبان بولتا تھا، اس کی رعایا رات دن کے تقریباً ہر ایک گھنٹہ میں اسے دیکھ سکتی تھی، اور اس کے شمائل و فضائل کے گو نہ سخت قوام سے عوام کو یہ تصور قائم کر لینا کچھ دشوار نہ تھا کہ وہ پدرانہ شفقت و دانائی کا ایک مجسمہ ہے۔ لیکن پندرہ برس کی ناکامی و بدنظمی نے خانگی روایت کے حسن کو بگاڑ دیا تھا، اور اگرچہ آسٹروی نغمہ کے مصنف ہیڈن کے ایسے قدیم طرز کے آسٹروی اپنے مہربان آقا کو دعائیں دیتے ہوئے قبر میں جانے کے لئے تیار رہتے مگر خود شہنشاہ اور اسکے معتمد علیہ اشخاص اتنے زیرک تھے کہ وہ یہ سمجھ لیتے کہ جرمانی حب الوطنی کے جدید الاشتعال جوش سے ایک ایسی قوت ان کے قبضہ میں آجائے گی جس کا برانگیختہ کرنا قدیم طرزوں سے دشوار تھا۔

فرینچائزے آسٹروی

ان ادعات میں جن کا بیشتر حصہ واقعی مقصود بالذات نہیں تھا، ایک عنصر

واقعی حقیقت کا بھی تھا۔ اب غالباً آسٹریا میں کوئی مدبر ایسا نہیں رہا تھا جو پرشیا کی طاقت سے حسد رکھتا ہو۔ کاونٹ اسٹیڈین اور اس کے چند واقعی موبدین کو جرمانیہ کی بحالی کی حقیقی اور گہری دلی خواہش تھی۔ آسٹروی مدبرین کے حصہ کثیر کو کم از کم فی الحال خود آسٹریا کے مفاد کا اقتضا یہ معلوم ہوتا تھا کہ شمالی جرمانیہ کو خلاصی دلائی جائے۔ چنانچہ جرمانی نسل کے تمام لوگوں کے نام آرچ ڈیوک چارلس کی التجا کو کہ وہ اپنے غیر ملکی ستمگار اور اپنے ان قومی حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں، چھوٹے سے ملک آبائی کے ساتھ دغا کی ہے۔ ایک ایسے دربار کی منظوری حاصل ہوگئی جو ابتک عمومی شور انگیزی کے ساتھ اتحاد کرنے کی طرف بہت کم مائل تھا۔ اگر آسٹروی حکومت کی ہیولانی ابتری یورپ میں زیادہ بہتر طریق پر معلوم ہوتی، تو لب و لہجہ کے اس فوری تغیر کو بہت کم اہمیت دیجاتی۔ وائینا کے اعلیٰ عہدہ داروں میں کوئی شخص بھی اپنے رفقا کے افعال کا پابند نہیں تھا۔ شہنشاہ اگرچہ بہت جفاکش شخص تھا مگر اس میں یہ قابلیت نہ تھی کہ وہ حکومت کے کسی مربوط نظم کو رائج کرسکے۔ اس کے بھائی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف اور ان لوگوں کے خلاف جو ذمہ دار وزیر بنتے تھے، سازباز کرتے رہتے تھے۔ سپاہی سرکاری کاغذات شہنشاہ کے دستخط کے لئے لاتے اور شہنشاہ کے مشیروں کو اس کا علم تک نہ ہوتا۔

خود وہ اعلانامے جیسے معلوم ہوتا تھا کہ جرمانیہ کے لئے نیا دور طلوع ہونیوالا ہے، ان کا زور بیان بھی زیادہ تر ان ادیبوں کا رہین منت تھا، جنھیں ان کی ترتیب کا کام سپرد ہوا تھا[1]

شمالی جرمانیہ کے حکمراں | یہ امر غیر مشتبہ تھا کہ جرمانیہ کی جانب سے غالب آسٹریا کی درخواست
طبقات کا نپولین کے جانب ہونا | کا کیا جواب ملیگا۔ اس میں شک نہیں کہ رائن کی منفعت میں عوام الناس کے
اندر فرانسیسی حکمرانی کی طرف سے بددلی پھیلی ہوئی تھی مگر عہدہ دار طبقات بلا استثنا نپولین کے جانبدار تھے، جس نے انھیں یہ عہدے اور یہ تنخواہیں عطا کی تھیں۔ اہل فوج اور خاصکر عہدہ دار جنھیں وہ وقت یاد تھا کہ آسٹروی انھیں "گدا" اور "توڑا"

---

[1] گِسَر، روزنامچہ، جلد اول صفحہ ۶۔

کہکر مسخر کرتے تھے، وہ فاتح اعظم کی مہربانیوں سے اسی کے ہوگئے تھے۔ فاتح اعظم نے خود اپنے سپہ سالاروں کے ہاتھ سے، ان کی تربیت دلائی تھی، اور انھیں اپنی فیروزمند فوجوں کی شرکت عطا کی تھی۔ ان اضلاع سے بہت کم کچھ توقع ہو سکتی تھی جہاں عوام الناس کے نزدیک جرمانی آزادی کے قدیم دور کے معنی اس سے زیادہ نہ تھے کہ کسی نایٹ کے علاقہ کی عدالت میں حاضری دی جائے، یا گاہ بگاہ کسی ڈیوک کی تقریب شادی کی سیر دیکھنے میں آجائے یا کسی موروثی شیر قصباتی کے مفت خواری کے کاروبار میں تاخیر شدہ سود ادا کرنا پڑے۔ لیکن شمال جرمانیہ میں قومی شورش کی توقع اس سے بدرجہا زیادہ تھی۔ وہاں وزیر اسٹین کے زوال کے باوجود اسکے اور اسکے ساتھ کے کام کرنے والوں کے جذبات اپنا اثر دکھا رہے تھے۔ شارنہوسٹ کے اصطلاحات نے پرشیاوی فوج کو حب الوطنی کا مدرسہ بنادیا تھا، اور جو لوگ قوم کے جذبات و دماغ کو مخاطب کرتے تھے وہ ان مدبروں اور سپاہیوں کے کام کو ترقی دے رہے تھے۔ علم ادب نے قومیت اور وطن کی جانب سے اپنی لاپروائی کو ترک کردیا تھا۔ فلسفی فکٹے، شاعر آرنٹ، فقیہ شلرماکر، متوسط طبقہ پر (جو خصوصیت کے ساتھ ادبی اثرات کے قبول کرنے کے لئے آمادہ اور مستعدانہ اوصاف کا زور ڈال رہے تھے) جرمانیہ کے دعاوی اور مردانہ اوصاف کا زور ڈال رہے تھے۔ وسٹ فیلیا کی بادشاہی میں، فرانسیسیوں کے خلاف شورش کی تیاری وہ عہدہ دار کررہے تھے، جنھوں نے پرشیا اور ہسی کی فوجوں میں کام کیا تھا۔ خود پرشیا میں علاوہ دیگر شریف تر ذرائع کے، "ٹیوگنبند" یا معاقدہ نکوکاری، کی فریمین کی انجمن نے ملک آبائی کے معاملہ کو ان ہزاروں اشخاص میں ہردلعزیز بنادیا تھا جنکے لئے کسی انجمن میں شریک ہوجانا ہی ایک دلچسپ نئی بات تھی۔ شمال جرمانیہ کے میدانوں کی بے حرکت آبادی میں اس قسم کی فوری و ناقابل مقاومت شورش کی توقع نہیں ہو سکتی جس کا مشاہدہ یورپ نے اسپینی جزیرہ نما میں کیا تھا اگر پرشیا کے فوجی حلقے عام طور پہ جنگ کی جانبداری میں تھے اور اگر میدان جنگ میں آسٹریا، نپولین کی فوج کو شکست دیدیتی تو ایلبی کی جنوب جانب کی آبادی میں شورش کا ہوجانا بھی غیر اغلب نہیں تھا۔ شاہ فریڈرک ولیم، دل کا اتنا کمزور تھا کہ جنگ کا عزم کرنا تو درکنار وہ آسٹریا کی

دلیرانہ روش کو بھی اطمینان قلب کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا تھا، لیکن اگر ایک مرتبہ جنگ کا پلہ نپولین کے خلاف جھک جاتا تو خود اس کے میلان کے خلاف بھی یہ ممکن تھا کہ اسکے سپاہیوں کا جوش اسے جنگ میں ڈھکیل دیتا۔

ہم کے تجاویز | شمال جرمانیہ میں عام شورش کی امیدیں اتنی قوی تھیں کہ آسٹروی حکومت نے کسی حد تک اپنے ہم کے تجاویز کو اس وقوعہ پر مبنی کیا۔ فرانس اور آسٹریا کے درمیان مخاصمات کی معمولی رفتار میں جرمانیہ کے اندر جنگی کارروائیوں کا خط وادی ڈینوب ہوتا ہے مگر ۱۸۰۹ء کی جنگ کی تیاری میں، آسٹری حکومت نے اپنی فوجیں بوہیمیا کے شمال مغرب میں جمع کیں تاکہ وہ براہ راست وسطی جرمانیہ میں در آئیں فرانسیسی فوجیں جواب پرشیا کا تخلیہ کر رہی تھیں وہ ابھی اپنے راستہ میں مغرب ہی جانب تھیں کہ آسٹریا ہم کے آغاز کرنے کے لئے تیار ہو گئی۔ ڈیوسٹ تقریباً ساٹھ ہزار آدمیوں کے ساتھ شمالی بویریا میں، بیڈن یا رائن کے قریب ترین فرانسیسی ڈویژن سے بہت دور فاصلہ پر تھا۔ اگر آسٹریا کی خاص فوج کا رخ دفعتاً بوہیمیا کی پہاڑوں کے اوپر کو بدل دیا جاتا اور اسکے ساتھ ہی شمال جرمانیہ میں بغاوت ہو پڑتی تو ڈیوسٹ اور اسکے منتفرق دستوں کے لئے تباہی سے بچنا دشوار تھا۔ ہم کی ابتدائی و اصلی تجویز یہی تھی اور سرد ست فرانس کی تیاریوں کے مقابلہ میں آسٹریا کی تیاریوں کو جو غیر معمولی فوقیت حاصل تھی، اسکو دیکھتے ہوئے بظن غالب یہ ایک عاقلانہ تجویز تھی قنصلیت کے تقرر کے وقت سے پہلی مرتبہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جنگ کے ابتدائی فوائد لامحالہ فرانس کے دشمنوں کی جانب ہوں گے۔ نپولین نے اپنے مخالف کی قوت اور اسکے وسائل دونوں کو سمجھ لیا تھا۔ وسط مارچ تک جبکہ آسٹروی بوہیمیا سے ڈیوسٹ پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار تھے، نپولین کی پہلی فوجوں نے ابھی رائن کو پوری طرح عبور بھی نہیں کیا تھا، مگر فرانسیسی سپہ سالار کی خوش قسمتی تھی کہ آسٹروی حکومت عین اس وقت جب وہ اپنی اس معقول تجویز کے مطابق ضرب لگانا چاہتی تھی، خود اپنی اس دلیری سے خائف ہو گئی۔ بیوہینلنڈن اور راکم کے یاد دن پر اضطراب دلوں کو اس خیال سے بھر دیا کہ ڈینوب کی وادی میں کافی مدافعت نہیں ہو سکتی، اور ۲۰ مارچ کو جب

قریب تھا کہ یہ فوج شمالی بویریا میں منتشر ہو جائے، احکام یہ جاری ہوئے کہ کوچ کا رخ جنوب کی جانب پھیر دیا جائے اور ڈینیوب اور ان کے راستوں سے متفقیت رائن میں داخلہ کیا جائے۔ اس طرح اپنی محنت اور دشمن کی نادر غفلت کا ثمرہ آخر وقت میں ضائع کر دیا گیا۔ ۹ر اپریل تک یہ نہ ہو سکا کہ جنوب کی جانب آسٹریوں کی نقل و حرکت مکمل ہو جاتی اور نپولین پر اس کے خاص جرمانی حلیف کی مملکت میں حملہ کرنے کے لئے فوج تیار ہو کر جم جاتی۔

آسٹروی اعلان نامہ جرمانیوں کے نام۔

اس وقت آرچ ڈیوک اور شہنشاہ نے جو اعلانات شائع کیے ان سے بہت حیرت انگیز شہادت اس امر کی ملتی ہے کہ مغربی قوم کے احساس کو برانگیختہ کرنے اور یورپ کی حکومتوں کو بیدار کرنے کے لئے اپنی شورش کے اثر نے کیسی طاقت ان لوگوں کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی اعلان نامہ "جرمانی قوم" کے نام موسوم ہوا ہو۔ آرچ ڈیوک نے اپنے خطاب میں اپنے محبان وطن اور فوجی مدد دینے والے جرمانی امرائے ماتحت کے درمیان یہ فرق دکھایا تھا کہ اول الذکر اپنے ملک کی مدافعت میں جان دے رہے ہیں اور ثانی الذکر ایک بہادر قوم کو اسکی آزادی سے محروم کرنے کے لئے کشاں کشاں نپولین کے ساتھ اسپین میں گئے ہیں، یہ ایسا فرق تھا کہ ظلم و جور نے کسی برحق معاملہ کے سرگرد ہوں کے لئے اس سے زیادہ منصفانہ اور اس سے زیادہ اثر انگیز فرق کبھی مہیا نہ کیا ہو گا۔ جرمانی قوم کے نام، شہنشاہ کے خطاب میں بھی یہی انداز پایا جاتا تھا لیکن متفقیت رائن کے مدبروں کے لئے اس کا مضحکہ کرنا کچھ دشوار نہ تھا ایسی حکومت جو ابھی حال کے زمانہ تک عمومی تحریکات کے برانگیختہ ہونے سے زیادہ کسی شئے سے خائف نہیں تھی، اسمیں دفعۃً آزادی و قومیت کا ایسا جوش پیدا ہو جائے، مگر شہنشاہ اور پرانے طرز کے آسٹروی مدبرین حب الوطنانہ فقروں کو (جنھیں کشمکش کے ختم ہو جانے کے بعد یاد رکھنے کا ارادہ نہیں تھا) کتنی ہی بے التفاتی کے ساتھ کیوں نہ استعمال کرتے رہے ہوں تاہم اس قسم کے الفاظ نے ان ہزاروں اشخاص پر حقیقی و واقعی اثر ڈالا جنھوں نے آسٹریا اور جرمانیہ کے مختلف حصص میں اب پہلی مرتبہ مشترک ملک آبائی کی مدافعت کے لئے متحد ہو جانے کی طلب کو سنا تھا

آسٹریوں کا بویریا پر حملہ آور ہونا۔ ۹ اپریل ۱۸۰۹ء

آرچ ڈیوک کی فوج کے مقدم حصص نے ۹ اپریل کو دریائے اِن کو عبور کیا۔ علاوہ اس فوج کے جسکا مقصود بویریا پر حملہ کرنا تھا، اور جس کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار آدمیوں کی تھی، آسٹریا کی حکومت نے دو اور چھوٹی فوجیں مرتب کی تھیں جنھیں لیکر شہزادگان فرڈینینڈ اور جان، وارسا کی امارت عظمیٰ اور شمالی اطالیہ پر حملہ کرنے والے تھے۔ ہر جانب آسٹریا پہلے میدان میں پہنچ گئی تھی مگر قبل اسکے کہ اس کی باضابطہ فوج کا دشمن سے سامنا ہو، حکومت نے جس قسم کی شورش کا جوش دلایا تھا ویسی ہی عمومی شورش نے ایک پورے اہم صوبے کو فرانسیسیوں کے ہاتھ سے نکال لیا۔

ٹرول کا خروج اپریل ۱۸۰۹ء

ادھر فوج نے دریائے اِن کو عبور کیا، ادھر اہل ٹرول نے بغاوت کرکے ان فرانسیسی اور بویریائی دستوں کو مغلوب کر دیا، جو ان کے ملک میں متعین تھے۔ ٹرول، آسٹریا سے صلح پرسبرگ کے وقت لیا گیا اور نپولین کی ماتحت بادشاہی بویریا کے ساتھ شامل کر دیا گیا تھا، جغرافئی محل وقوع اور نسلی تعلق کے اعتبار سے اہل ٹرول کا واسطہ بویریا والوں سے ویسا ہی گہرا تھا جیسا آسٹریا والوں سے تھا، اور اگر حکومت بویریا اپنی نئی رعایا کے خصائص طبعیت کا کچھ لحاظ کرنے پر آمادہ ہو جاتی تو اغلب ہے کہ اس الحاق سے کوئی دیرپا بددلی نہ پیدا ہوتی۔ آسٹریا کے زیر حکومت اہل ٹرول کو متعدد امتیازات حاصل تھے وہ خود اپنی محافظ ملک فوج کے سوا اور ہر طرح کی فوجی خدمت سے معاف تھے، وہ صرف معدودے چند محصول ادا کرتے تھے۔ انھیں حکومت خود اختیاری کی ایسی صورتیں حاصل تھیں جن میں بدرجۂ اقل اتنی عمومیت تھی کہ ان کے جاتے رہنے کے بعد ان کا افسوس کیا جائے۔ قوم اپنے اساقفہ و قسیسین کو سر آنکھوں پر بٹھاتی تھی۔ کوئی دوسری جگہ ایسی نہ تھی جہاں کلیسا ایک سادہ مزاج قوم اور ایک کیتھولک فرمانروا کے درمیان غیر منقطع موافقت کی اس سے زیادہ دل لبھانے والی مثال پیش کر سکتا۔ پروٹسٹنٹ اور عقلیت کی ناپاک سرگرمیاں اس سرزمین کے لئے کبھی باعث پریشانی نہیں ہوئی تھیں۔ لوگ بس انہی امور پر یقین رکھتے جو پادری ان سے کہدیتے تھے، اور کلیسا نے جو بیشمار تعطیلیں ان کے لئے مہیا کر دی تھیں ان سے لطف اٹھاتے تھے۔ ان میں عیش پرستی اس قدر کم تھی کہ ٹرول کے کسی باشندے کو کوئی رشوت، فرانسیسیوں کو کسی

نقل و حرکت کی اطلاع بہم پہنچانے پر راغب نہیں کر سکتی تھی۔ ان میں ذہانت و
طباعی کی اتنی کمی تھی کہ جب خود ان کی ہمت اور استقلال قلبی نے پہلی جنگ
فتح کر لی تو انھوں نے ایک دوسرے کو یقین دلایا کہ ایک سفید گھوڑے پر سوار
ایک ولی نے ان کی رہبری کی تھی۔ جدید بویریائی حکمرانی کے تحت اہم نوعیت
کے شکایات کی بھی کمی نہ تھی مگر افزونی محصول اور فوجی خدمت کے اصرار نے قوم کو اس قدر
آزردہ و برگشتہ نہیں کیا تھا جس قدر کہ کلیسا کے املاک و حقوق پر حکومت کے حملوں
نے انھیں آزردہ کر دیا تھا۔ بویریا کا اصلاح کن وزیر مانٹگیلاس ٹرول کے اساقفہ
سے ایسے ہی کم مراسم آداب کے ساتھ پیش آتا تھا جیسے سویبیا کے نائبوں کے ساتھ
پیش آتا تھا۔ حکومت تمام اوقاف کے انتظام کی دعویدار تھی، اور جب اساقفہ
نے سرپرستی سے دست بردار ہونے سے انکار کیا تو خود اساقفہ جلاوطن کر دئے
گئے اور ان کی آمدنیاں علیحدہ کر لی گئیں۔ یکسانیت اور خوش فہمی کے جوش نے
حکومت کو اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ زیارات اور تعطیلات کلیسا کے خلاف
شہنشاہ جوزف کے فرامین کی تجدید کرے۔ کسی ولی کے عرس کے دن دکان کا بند
کرنا، یا کسی تقریب میں خوش نما لباس پہننا پولیس کی دست اندازی کے قابل
جرم قرار دے دیا گیا۔ بویریائی سپاہی چند مقررہ عبادتوں کے بعد کنیسوں کو بند
کر دیتے تھے، حکومت کے حسب الحکم، کلیسائی جائداد کے ایک فروخت کے موقع
پر چند مقدس ظروف یہودیوں کے ہاتھ میں چلے گئے۔ یہ وہ زیادتیاں تھیں جنھوں
نے سادہ مزاج اہل ٹرول کو برافروختہ کر دیا۔ وہ محصلوں کی آمد اور نظام قومی خدمت
کی فہرست کو برداشت کر لیتے تھے مگر وہ اسے نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ
ان کے کنیسوں کے حکم کو رد کر دیا جائے یا ان کے معمولات اس حد تک مسدود
کر دئے جائیں جو معمولی کیتھولکوں کے لئے کافی ہوں۔ باایں ہمہ اپنی تمام تر
عقلیت کی ہیئت کذائی کے باوجود، ٹرول کا مسئلہ زیر بحث اس وسیع تر
مسئلہ کا بھی ایک جزو تھا کہ آیا نپولین کی مرضی ہی یورپ کی زندگی کا دستور عام ہوگی
یا قوموں کو بھی ان کے معاملات کے انصرام میں کچھ دخل ہوگا۔ اہل ٹرول اپنے پڑوسیوں
سے زیادہ توہم پرست نہیں تھے اور یہ یقینی ہے کہ وہ ان سے کم لڑاکا تھے۔

وہ کلیسائی معاملات کے لیے لڑے مگر ان کا معاملہ قومی حق کا بھی معاملہ تھا اور ان کی ہمت نے یورپ میں جو شور تحسین بلند کیا وہ واقعی اسکے سزاوار تھے۔

اہل ٹرول کا بویریوں اور فرانسیسوں کو خارج کر دینا اپریل ۱۸۰۹ء

آغاز ۱۸۰۹ء میں آرچ ڈیوک چارلس کسانان ٹرول کے سرگروہوں سے ملا اور قومی شورش کے پہلے تحریکات کا خاکہ تیار کیا۔ جو نہی آسٹروی فوج نے دریائے ان کو عبور کیا کسان فوراً ہی اپنی اپنی اجتماع گاہوں میں جمع ہو گئے۔ بویریوں کے منتشر دستے گھیر لیے گئے اور ۱۲ اپریل کو اہل ٹرول کی خاص جماعت انسبروک پر بڑھی۔ یہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ بویریا کی قلعہ گیر فوج نے جسکی تعداد تین ہزار باقاعدہ سپاہ کی تھی ایک سخت معرکہ کے بعد خود کو اطاعت پر مجبور پایا۔ دوسرے روز ایک فرانسیسی کالم (قطار فوج) جو اطالیہ سے ڈینوب کو جا رہا تھا، گزشتہ یوم کے واقعات سے بالکل بیخبر انسبروک پہنچا۔ جب وہ آگے بڑھا تو اہل ٹرول عقب سے اسکے قریب آ گئے اور جبتک یہ کالم شہر کے قریب نہیں پہنچ گیا اس وقت تک اسکے قائد، سپہ سالار بریسن کو یہ پتہ نہ چلا کہ انسبروک دشمن کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ اب بازگشت ناممکن تھی اور بریسن کے لیے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ ان کسانوں کی اطاعت قبول کرے جو اس سے قبل بویریا کی باقاعدہ سپاہ کے لئے مدمقابل سے کچھ زائد ثابت ہو چکے تھے۔ اہل ٹرول نے اپنا کام ایک ہی آسٹروی دستۂ فوج کے بغیر پورا کر دیا پانچ دن کے اندر اندر بویریائی حکومت کی کمزور عمارت زمین پر گرا دی گئی۔ فرانسیسی صرف ایڈیچ کی نشیبی وادی میں قایم رہ سکے، اور اپریل کے ختم ہونے کے قبل ہی ٹرنٹ اور وریڈو میں ان کے آخری مقامات خالی ہو گئے اور کوئی غیر ملکی سپاہی ٹرول کی سرزمین پر باقی نہیں رہا۔

بویریا میں آرچ ڈیوک چارلس کی مہم۔

دریائے ان پر آسٹروی سپہ سالاروں کی کارروائیاں ان پہاڑیوں کی مستعد کاری کے مقابلے میں بہت ہی افسردہ کن معلوم ہوتی تھیں۔ مہم کے شروع ہونے میں تین ہفتوں کی تاخیر کے باوجود ڈیوسٹ ابھی تک جنوب بویریا کی فرانسیسی فوجوں کے ساتھ متحد نہیں ہو سکا تھا اور آسٹریوں کی تیز نقل و حرکت اب بھی وہٹیان میں اسکے منفرد ڈویژنوں کو مغلوب کر دیتی۔ نپولین خود آخری لمحہ تک پیرس میں رہا اور فوج کے افسر اعلیٰ برتھیر کو یہ ہدایت کر دی کہ اگر ۱۵ اپریل تک دشمن دریائے ان کو عبور

نکریں تو طلایہ فوج ڈیسیان میں مجتمع کیا جائے لیکن اگر دشمن اس دن سے قبل ان کو عبور کر آئے تو لیچ کے خط پر ہٹ آیا جائے[۱]۔ آرچ ڈیوک یوہن[؟] ۹ ر کو داخل ہوا مگر لیچ کو ہٹنے کے بجائے بوتھیر نے فوج کو ڈیسیان سے آگسبرگ کے نقاط تک ساٹھ میل کے رقبہ میں پھیل جانے کی اجازت دیدی۔ ڈیوسٹ ڈیسیان میں پڑا ہوا تھا اور اگر آرچ ڈیوک زور کے ساتھ آگے بڑھ جاتا اور فرانسیسیوں کے شمالی و جنوبی مواقع کے درمیان اپنی فوج کو داخل کر دیتا تو ڈیوسٹ اس کا یقینی شکار تھا مگر آسٹریوں کے کوچ کی سستی رفتار کو کوئی شئے بدل نہیں سکتی تھی۔ آرچ ڈیوک نے ان سے اسر تک بڑھنے میں چھ دن لگا دئے اور قبل اس کے ڈیسیان پر بڑھنے کا حکم دیا جاتا، نپولین خود ڈونورتھ میں آگیا تھا اور اپنے کمزور مددگار کے ہاتھ سے قیادت نکال لی تھی۔

نپولین نے فرانسیسیوں کی قوت بحال کر دی۔ ۱۰۔۱۹ اپریل

فتح دشمن کے ہاتھ سے نکال لینے کے لئے شہنشاہ کو اپنی ساری قوت صرف کر دینا پڑی۔ ڈیوسٹ کو حکم دیا گیا کہ وہ ڈیسیان سے پیچھے ہٹ کر نیوشاٹ پر جا رہے مسینا کو جو آگسبرگ کے میمنہ کی قیادت کر رہا تھا نہایت شدید احکام بھیجے گئے کہ قبل اسکے کہ آسٹروی اپنی فوجوں کا حصہ کثیر ڈیوسٹ کی کمزور جمعیت کے خلاف لائیں وہ اپنے رفیق کی جانب شمالی مشرق کو بڑھے۔ دونوں سپہ سالار اس حکم کی ضرورت فوری کو سمجھ گئے۔ ڈیوسٹ ۱۹ ر کی صبح کو ڈیسیان سے روانہ ہو گیا۔ آرچ ڈیوک نے اسپر حملہ کیا مگر اس کمزوری اور بعزمی کے ساتھ کہ اپنی تمام فوقیت تعداد کے باوجود آسٹروی ایک موقع پر بھی دشمن کو مغلوب کرنے میں کامیاب نہوے۔ مسینا حکم پاتے ہی آگسبرگ سے شمال مشرق کی طرف بڑھا اور نپولین خود دونوں سپہ سالاروں کے درمیان میں آگے بڑھا اور فرانسیسی فوج کے داہنے اور بائیں بازوؤں کا تعلق ایک دوسرے کے ساتھ قایم کر دیا۔ شہنشاہ کی آمد کے دو دن بعد آسٹریوں کے تمام فوائد فایقہ جاتے رہے۔ فرانسیسی جو ابھی ابھی تباہی کے ہدف بن چکے تھے وہ منتشر دشمن کے سامنے مجتمع جماعت بن گئے۔

---

[۱] مراسلات نپولین جلد ہیزدہم صفحہ ۴۵۹ و ۴۷۲۔

نپولین کے طریق جنگ کے نفیس ترین انداز میں نقل و حرکت اور معرکہ آرائیوں کے ایک سلسلہ نے آئندہ تین دنوں کو فرانسیسیوں کے فتوحات اور آسٹریوں کی تباہیوں سے پر کر دیا۔ ۲۰ اپریل کو آرچ ڈیوک کی فوج کا طویل خط انسبرگ کے ایک حملہ سے دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ بایاں حصہ اِزر کے پار لینڈشٹ کو ہٹا دیا گیا۔

لینڈشٹ اور اکمہل میں آسٹریوں کی شکست ۲۲ اپریل

داہنا حصہ جو خود آرچ ڈیوک کے زیر قیادت تھا ۲۲ کو اکمہل میں مغلوب اور شمال کی طرف ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ اب فرانسیسی فوج کے غیر منقسم جم غفیر نے خود کو شکست یافتہ دشمن کے دونوں بازوؤں کے اندر پہنچا دیا۔ آرچ ڈیوک کے لئے اب جو راستہ کھلا ہوا تھا وہ ڈیسیاں سے ہو کر شمال ڈینوب کا راستہ تھا۔ پانچ دن کے اندر اگرچہ فرانسیسی اور آسٹروی فوجوں کے درمیان اول درجہ کا کوئی معرکہ نہیں ہوا تھا مگر چارلس کو سات ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا۔ اسکی فوج کا حصۂ کثیر بوہیمیا کے طرف بازگشت کر رہا تھا اور وائنا کی سڑک ویسی ہی کھلی ہوئی تھی جیسی چار برس قبل الم میں میک کی حوالگی کے وقت تھی جو کمزور ڈویژن ڈینوب کے جنوب میں رہ گئے تھے، انھوں نے مقام اڈسبرگ میں آگے بڑھنے والے فرانسیسیوں کے خلاف جانبازانہ جنگ کی، جس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس مہم کی تباہیاں سپہ سالاروں کی غلطیوں کے باعث پیش آئیں نہ کہ ان کے زیر قیادت آدمیوں کی وجہ سے فوج کی دلیرانہ طبیعت کی بنا پر انجام کار کی کامیابی کی جو کچھ بھی امید قایم کی جاتی ممکن تھا، مگر دار الصدر کے زوال کا روکنا اب غیر ممکن ہو گیا

فرانسیسوں کا وائنا میں داخل ہونا

فرانسیسی آرچ ڈیوک کو ڈینوب کے شمال میں چھوڑ کر بخط راست ان سے وائنا کی طرف بڑھے۔ ۱۳ اپریل کو نپولین شاہان آسٹریا کے اس محل میں قیام پذیر ہوا جہاں اس نے ۱۸۰۶ء کی صلح پر دستخط کئے تھے۔ جو ڈویژن اس کے سامنے سے جنوبی سڑک کی طرف پسپا ہو گئے تھے انھوں نے وائنا کے قریب ڈینوب کو عبور کیا اور دار الصدر کے مقابل کے کنارے دریا پر آرچ ڈیوک سے جا ملے۔

بویریا کی مہم کی بربادیوں پر ان تمام آسٹروی فتوحات کو جو اور جگہ حاصل ہوئے تھے اور شمالی جرمانیہ کی بغاوت سے جو کچھ ہو سکتا تھا، سب کو قربان کر دینا پڑا۔ پولینڈ اور اطالیہ میں جنگ کا آغاز آسٹریا کے موافق ہوا تھا، وارسا پر قبضہ ہو گیا تھا، اطالیہ کے نائب السلطنت، دیوجن بیوہارنس کو آرچ ڈیوک جان نے

دنیتیا میں بمقام سیسایل پر شکست دیدی تھی مگر جب خود دارالصدر دشمن کے ہاتھ میں پڑ جانے کے قریب ہوا اس وقت ان فوائد فائقہ سے نفع کی صورت نکالنا غیر ممکن تھا حملہ آور فوجیں رک گئیں اور زیادہ وقت نہیں گزرا کہ آرچ ڈیوک جان نے پہاڑوں کی طرف ہٹنا شروع کر دیا۔ جب آسٹریا کو ایک مرتبہ شکست ہوگئی تو پھر شمال جرمانیہ میں کسی عام شورش کی توقع نہیں ہوسکتی تھی۔ جو کچھ نقل و حرکت واقع ہوئی وہ سپاہیوں کے طرف سے ہوئی وہ بھی بویریا کی سپاہیوں کے غلم ہونے کے قبل۔ اس فوجی سازش میں سرگروہ دو شخص تھے ایک ڈورنبرگ جو وسٹ فیلیا کے فرمانروا شاہ جروم کی ملازمت میں ایک عہدہ دار تھا، اور دوسرا پر شیاوی سواروں کا وہ سرگروہ شل جس نے کولبرگ کی مدافعت میں اپنے کو شان سے نمایاں کیا تھا۔ ڈورنبرگ نے جروم کے تحت میں اس منصوبے کے ساتھ ملازمت کی تھی کہ وہ خود اس کی فوج کو اس کے خلاف برانگیختہ کر دے گا۔ سازشیوں میں یہ قرار پایا تھا کہ ایک ہی وقت میں ڈورنبرگ، وسٹ فیلیا میں ہسی کا جھنڈا بلند کرے اور شل، پر شیاوی فوج سے جس قدر آدمی اپنی پیروی میں لے سکے انھیں لیکر برلن سے نکلے اور پرشیاوی حکومت کے علی الرغم فرانسیسیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دے۔ ڈورنبرگ نے خود اپنی رجمنٹ کی تائید کو متیقن کر لیا تھا مگر آخری لمحہ میں سازش کا پتہ چل گیا اور وہ ایک ایسی جماعت کی قیادت پر بھیجدیا گیا جس پر اسے اعتماد نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ کسانوں کی ایک جماعت کا سرگروہ بن گیا، اور بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا۔ مگر شاہ جروم کی سپاہ نے اپنے اہل ملک کی التجاؤں کا جواب گولیوں کی باڑھ سے دیا۔ ڈورنبرگ اپنی جان لیکر بھاگا، اور یہ شورش شروع ہونے کے دوسرے ہی دن ختم ہوگئی (۲۳ مارچ) شل، ڈورنبرگ کی تباہی سے بیخبر اور ڈینوب پر آسٹروی فتوحات کی خبروں سے دھوکے میں آکر اپنی رجمنٹ کو برلن سے اس طرح لیکر نکلا گویا ایک دن کی قواعد کے لئے اسے لے گیا ہے۔ باہر نکلکر اس نے اپنے آدمیوں سے یہ درخواست کی کہ نپولین کے خلاف قومی بغاوت کے بلند کرنے میں وہ اس کی پیروی کریں۔ سپاہیوں نے شل کے فصیح الفاظ کا جواب شور تحسین سے دیا۔ کوچ مغرب کی طرف جاری رہا اور شل نے دریائے البی کو اس ارادے سے عبور کیا، کہ وہ نپولین کی فوج کے وسایل آمد و رفت

ڈورنبرگ اور شل کے ساعی
اپریل ۱۸۰۹ء

پر جا گرے گا جسکے نسبت وہ پہلے ہی سے یہ یقین کئے ہوئے تھا کہ وادی ڈینوب میں آرچ ڈیوک نے اسے ضربات پہنچا کر ڈگمگا دیا ہے۔

ہال میں پہنچنے پر شل کو آرچ ڈیوک کے انہزام اور وسٹ فیلیا میں ڈورنبرگ کی تباہی کا حال معلوم ہوا۔ جس سپاہ رت کے اس نے برلن کو چھوڑا تھا اس کی کامیابی کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ عام بغاوت برپا کرنے کا امکان غایب ہو گیا لیکن شل اب اتنی دور نکل گیا تھا کہ وہ نپولین کے دشمنوں کی فوجوں سے جا ملے۔ شل بوہیمیا کی طرف حرکت کر سکتا، یا شمالی ساحل کے کسی ایسے موقع پر جا سکتا تھا جو انگریزی جہازوں کی حد رسائی کے اندر ہو مگر دونوں صورتوں میں عاجلانہ و مستقلانہ فیصلہ کی ضرورت تھی اور یہ شل سے نہ ہو سکا۔ وہ اگرچہ بیباکی کی حد تک دلیر تھا اور اس میں ایسے اوصاف موجود تھے جنھوں نے اسے عوام کا معبود بنا دیا تھا مگر اس میں اس بے غرضی اور ضبط نفس کی کمی تھی جو امتحان کے وقت میں رائے و فیصلہ میں سکون پیدا کر دیتی ہیں۔ دفعتہً اپنی امیدوں کے تباہ ہو جانے سے اسکے پاس کوئی تجویز ہی نہیں رہ گئی۔ وہ بے مقصد کوچ میں دن پر دن ضائع کرتا رہا ادھر دشمن نے اسے مغلوب کرنے کے لئے ایک فوج جمع کر لی۔ اپنے آدمیوں پر اس کا اثر بھی کم ہو گیا پرشیا دی حکومت کے تہدیدات نے دوسرے سپاہیوں کو اس سے ملنے سے روک دیا۔ آخر الامر شل نے البی کو دوبارہ عبور کرنے اور سویڈنی پومیرینا میں اسٹرالینڈ کے ساحلی شہر میں جا رہنے کا عزم کیا۔ اس نے مکلنبرگ کے اندر سے کوچ کیا اور دفعتہً اسٹرالسنڈ کے سامنے عین اسوقت نمودار ہوا جب (شل کی اسٹرالسنڈ میں ۲۵ مئی)

فرانسیسی توپچی نپولین کے داخلۂ ڈانسا کے اعزاز میں اتواپ سلامی سر کر رہے تھے دست بدست جنگ نے شل کو شہر اور اسکے تمام ذخائر پر قبضہ دے دیا۔ ایک لمحہ کے لئے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اسٹرالسنڈ دوسرا سارا گوسا ہوا چاہتا ہے، مگر اسکے قبل کہ مدافعت کے کام تیار ہو سکیں، فرانسیسی قریب پہنچ گئے۔ شل کے پاس صرف اٹھارہ سو آدمی تھے، جن میں سے نصف سوار تھے۔ وہ نہ فوجی علم کو کچھ جانتا تھا اور نہ کسی کا کچھ مشورہ سنتا تھا۔ اسٹرالسنڈ میں اسکے داخلہ کے ایک ہفتہ بعد دانیین سے چار چند فوج نے یورش کر کے شہر کو فتح کر لیا۔ جس شخص نے نپولین کے خلاف

نیچ کے طور پر جنگ کرنے کی جرآت کی ہو اسکے لئے حوالگی کوئی لفظ نہیں تھا۔ شل صرف یہ کر سکتا تھا کہ جانبازانہ موت کی ایک مثال پیش کر دے۔ جو عہدہ دار اتنے خوش نصیب نہ تھے کہ اپنے سرگروہ کے ساتھ کام آجاتے، انھیں ایک فرانسیسی فوجی عدالت کے فیصلہ کے بعد بید ریغ گولی مار دی گئی۔ چھ سو عام سپاہی جنھوں نے اطاعت قبول کی وہ فرانسیسی چوروں اور قاتلوں کے ساتھ مرنے گلنے کے لئے تولون میں جہازوں پر بھیجدئے گئے۔ فاتح کے ظلم اور مفتوح کی اولو العزم جانبازی نے شل کے ناقص العمل مبادرت کو ایک جلیل القدر حب الوطنانہ شہادت کی اہمیت عطا کر دی۔ حمایت حق میں ایثار نفس کی یہ دوسری مثال پیش کی گئی تھی۔ شل کی غلطیاں فراموش کر دی گئیں اس کی یاد نے اس جذبہ کو اور تیز کر دیا جس جذبہ کے ساتھ اب جرمانیہ کے تمام شجیع و جری طبائع اپنے ستانے والے سے انتقام لینے کا دن گن رہے تھے[۲]

نپولین نے وائنا پر قبضہ کر کے ۱۸۰۹ء کی جنگ کا پہلا مرحلہ ختم کر دیا، مگر صلح اس وقت تک ممکن نہ تھی جبتک کہ اس آسٹروی فوج پر جو دریا کے دوسرے جانب پڑی ہوئی تھی حملہ کر کے اسے شکست نہ دیدی جائے۔ وائنا سے چار میل نیچے جزیرہ لوبا کی وجہ سے ڈینوب دو شاخوں میں منقسم ہو گیا ہے۔ جنوبی دھار دریا کا خاص بہاؤ ہے اور شمالی دھار صرف ڈیڑھ سو گز چوڑی ہے۔ نپولین نے اسی موقع پر دریا کو عبور کرنے کا عزم کیا ڈینوب کی وسیع شاخ پر جو جزیرے کی وجہ سے دشمن کی گولہ باری سے محفوظ تھی، آسانی سے کشتیوں کا پل بن گیا۔ جزیرے سے شمالی کنارے تک گزرنے میں اگرچہ آسٹروی مزاحم ہو سکتے تھے مگر دھارے کی تنگی کی وجہ سے اس میں آسانی تھی۔ ۱۸ مئی کو نپولین نے یہ سمجھکر کہ اس نے جزیرے اور جنوبی کنارے کا سلسلہ درست کر لیا ہے، دریا کی شمالی شاخ پر پل بنوانا شروع کر دیا۔ دشمن اس کی نقل و حرکت کو دیکھتا رہا، مگر اس نے کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی۔ ۲۰ مئی کو فرانسیسیوں کی چالیس ہزار کی ایک جماعت دریا کو عبور کر کے شمالی کنارے پر پہنچ گئی اور ایسپرن اور اسلنگ کے دھانوں پر

---

[۱] ۔ میں نے کوئی معاملہ نہیں دیکھا ہے جس میں اس قدر خونریزی اور اس قدر اتلاف جان کی نوبت آگئی ہو۔

[۲] ۔ ملاحظہ ہو شل کے متعلق آرنٹ کی نظم۔

نپولین کا ڈینیوب کو عبور کرنا۔ ۲۰ مئی

قبضہ کر لیا۔ آرچ ڈیوک چارلس جس کے پاس اب اسی ہزار آدمی تھے وہ جس بات کے انتظار میں تھا وہی نقل و حرکت تھی۔ ۲۱ کو علی الصباح آسٹریوں نے خوب لدے ہوئے بجرے نیز ایک کثیر تعداد جزیرے کے ادھر بہادی۔ برف کے پگھلنے سے ڈینیوب کا پانی بھی بڑھ گیا تھا اور دوپہر کے قریب دریا کی وسیع شاخ پر فرانسیسیوں کے پل بہ گئے۔ ذرا دیر بعد یہ دیکھا گیا کہ آسٹریوں کے بہت گہرے کالم ایسپرن اور اسلنگ کے دھانوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں فرانسیسیوں کو امداد سے منقطع ہو کر ایسی صورت کا مقابلہ کرنا پڑا کہ سامنے کثیر التعداد دشمن تھا اور پیچھے ناقابل عبور دریا۔ حملہ چار بجے سہ پہر کو شروع ہوا۔ رات ہوتے ہوتے فرانسیسی ایسپرن سے نکال دئے گئے مگر وہ اپنے اسلنگ والے دوسرے موقع پر اب بھی آسٹریوں کو روکے ہوئے تھے۔ راتوں رات طویل پلوں کی مرمت ہو گئی اور چالیس ہزار مزید سپاہ جزیرے پر سے ہو کر ڈینیوب کے شمالی کنارے پر آ گئی اور دوسرے روز صبح کو دونوں جانب سے برابر کی تعداد میں پھر جنگ

جنگ اسپرن ۲۱ مئی سنہ ۲۲

شروع ہوئی۔ ایسپرن کا گاؤں پانچ مرتبہ ہاتھ سے نکلا اور پانچ مرتبہ واپس لیا گیا۔ جنگ کی ہماہمی کے درمیان میں طویل پل پھر بہ گئے۔ نپولین اب نہ تو دشمن کو شکست دے سکتا تھا اور نہ دانیا سے نئی فوجیں لا سکتا تھا۔ پس اس نے بازگشت کا حکم دیدیا فوج آہستہ آہستہ جزیرہ لوبامیں واپس ہٹالی گئی۔ یہاں آئندہ دو روز تک یہ فوج بغیر خوراک اور بغیر سامان جنگ کے رہی وہ دانیا سے منقطع تھی اور اگر آرچ ڈیوک دریا کی تنگ شاخ کے اوپر سے اپنی فوجیں ادھر لا سکتا اور جنگ کو پھر جاری کر دیتا تو اس فوج کی تباہی یقینی تھی۔ مگر آسٹریوں کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ اپنی فتح کا ساتھ دے سکتے۔ ان کے نقصانات بہت کثیر ہوئے تھے اور ان کے ذخیرے ختم ہو گئے تھے۔ وہ لمحات جنمیں ایک ضرب نپولین کی طاقت کی تمام عمارت کو ڈھا دیتی وہ لمحات مجبوری کی بے عملی میں گزار دئے گئے۔ جنگ ایسپرن کے تیسرے دن تک جزیرے اور خاص سرزمین کے درمیان سلسلہ آمد و رفت بحال کر دیا گیا اور نپولین کی قوت کار نے فوج کو فوری خطرے سے نکال لیا۔

تاہم بدترین صورت حال اگرچہ رفع ہو گئی، اور فرانسیسی اب اپنے جزیرے کے قلعہ میں محفوظ ہو گئے مگر ایسپرن کی شکست نے تمام یورپ کی نظروں میں

نپولین کی حیثیت کو بدل دیا۔ اسکے ناقابل فتح ہونے کا یقین زائل ہوگیا۔ اسے بذات خاص اپنے بہترین سپاہیوں کی سرکردگی میں ایک ایسے دشمن سے شکست اٹھانا پڑی تھی جو اس سے قوت میں بہت ہی کم بڑھا ہوا تھا۔ آسٹریوں کی آغاز مہم کے وقت کی تباہیاں فراموش کردی گئیں۔ مقاومت کی امیدوں میں ہر جگہ نئی جان پڑ گئی۔ پرشیاوی مدبروں نے اپنے بادشاہ پر زور دیا کہ وہ یہ وعدہ کرے کہ اگر آسٹروی ایک فتح اور حاصل کرینگے تو وہ ان کی تائید کرے گا۔ دوسرے دشمن اس شرط کے بغیر ہی نپولین پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار تھے۔ انگلستان نے بیشمار جہازات جمع کئے جنکا مقصود شمالی ساحل کے کسی مقام پر حملہ کرنا تھا۔ جرمانیہ جو ابھی قبل تک ساکت و صامت تھی، خوفناک آثار ظاہر کرنے لگی۔ ڈیوک برنسوک نے (جسے جنیبا میں اسکے باپ کے ہلاک ہوجانے کے بعد اس کی میراث سے نکال دیا گیا تھا) نپولین کے ماتحت شاہ سکسنی کے ممالک پر یہ حملہ کردیا اور اسے دارالصدر سے نکال دیا۔ درٹمبرگ اور وسٹ فیلیا میں عام شورشیں برپا ہوگئیں اور اس سے ان قطعات تک میں قومی جذبہ کی ترقی پذیر قوت کا ثبوت مل گیا، جہاں جرمانیہ کی حمایت ابھی حال میں مایوسانہ حد تک زائل ہوچکی تھی۔

برنسوک کا سکسنی پر حملہ کرنا۔

مگر نپولین نے ان بعید تر دشمنوں کی طرف بہت کم توجہ کی۔ اسکے قلب کی جملہ قوت اس ایک عظیم الشان امر پر مرکوز تھی جس پر فتح کا انحصار تھا، یعنی ڈینوب کا عبور۔ اگر وہ فوجیں جو وائنا اور بحر ایڈریاٹک کے درمیان دشمن کی نگہداشت کررہی تھیں اس آخری کشمکش کے لئے بروقت پہنچ سکیں تو اب بھی اسکی کامیابی کے مواقع اچھے تھے۔ آرچ ڈیوک چارلس کو جنگ کی کوئی جلدی نہ تھی کیونکہ اسے یہ یقین تھا کہ انگلستان یا پرشیا یا سرکش و طاغی جرمانیہ کی طرف سے نپولین پر حملہ ہونے کا امکان ہر گھنٹہ بڑھتا جاتا ہے۔ نپولین اور اسکے قابل ترین دشمنوں کے درمیان جو فرق تھا اس کا اظہار اس کام سے زیادہ نمایاں طور پر کبھی نہیں ہوا تھا جو اس وقفہ کے اندر نپولین نے انجام دیا۔ اس نے یہ عزم کرلیا تھا کہ اب دوسرے معرکہ میں اس کی فوج ڈینوب کے دوسرے جانب اس تحفظ و سرعت کے ساتھ کوچ کرے جسطرح وہ وائنا کی سڑکوں پر کوچ کرسکتی تھی۔ دریا کی وسیع

ڈینوب کے عبور ثانی کے لئے نپولین کی تیاریاں۔ جون

شاخ کے اوپر دو مستحکم پل، پایوں پر بنائے گئے اور حملہ کا وقت آجانے پر تنگ شاخ پر ڈالنے کے لئے لٹھوں کے چھ سے کم پل نہیں تیار کئے گئے۔ جون کے آخر تک فرانسیسی فوج کے تمام بیرون افتادہ ڈویژن مقام اجتماع عظیم پر جمع ہو گئے تھے۔ ایک لاکھ اسی ہزار آدمی جزیرے میں موجود تھے یا وہاں پہنچنے کے لئے تیار تھے۔ عبور و پیشقدمی کے وقت اس اجتماع عظیم کے ہر رکن کی نقل و حرکت اور جس جگہ پر اسے قایم ہونا تھا، وہ سب نہایت ہی جزوی تفصیل کے ساتھ قرار دیدیے گئے تھے۔ نپولین نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ جزیرے کے شمالی جانب سے نہیں بلکہ مشرقی جانب سے عبور کرے گا اور اس طرح وہ ان قلعہ بندیوں سے گزر جائے گا جنھیں آرچ ڈیوک نے سابق میدان جنگ میں تعمیر کیا تھا۔ ۴ر جولائی کو نصف شب کے قریب شدید طوفان کے درمیان، چھوٹے پل نہایت کامیابی کے ساتھ دریا کے اوپر ڈال دیئے گئے۔ توپخانہ نے گولہ باری شروع کر دی۔ جس جیش کو پل سے گزرنا تھا، وہ اسکے سامنے کھڑے کر دی گئی تھی اور ایک کے بعد دوسری جیش نے شمالی ساحل کی طرف کوچ شروع کر دیا۔ صبح ہوتے ہوتے نپولین کی تقریباً تمام فوج ڈینیوب کے دوسرے جانب پر اجمائے کھڑی تھی۔ دریا کو گویا ایک شاہ راہ بنا لیا تھا۔ آرچ ڈیوک نے جو قلعہ بندیاں کیں تھیں وہ مشرقی جانب کے عبور سے بیکار ہو گئیں اب آسٹری سپہ سالار کے لئے صرف یہی ایک صورت باقی رہ گئی تھی کہ وہ اس میدان میں حملہ جنگ کرے جس سے وہ اب بدرجہ اقل پوری طرح واقف ہو چکا تھا، چارلس نے ان پہاڑیوں پر جو ویگرم کے دیہات کے سامنے تھیں، ایک اچھی جگہ اختیار کر لی تھی۔ یہاں وہ اپنی ایک لاکھ تیس ہزار سپاہ کے ساتھ نپولین کے حملے کے انتظار میں رہا۔ پہلا حملہ دریا کو عبور کرنے کے بعد سہ پہر میں ہوا۔ اس میں کامیابی نہیں ہوئی، اور رات میں فرانسیسی فوج دریا اور پہاڑیوں کے درمیان پھیلی پڑی رہی، ادھر آرچ ڈیوک نے یہ تیاری کی کہ صبح کو ان کے میسرے پر جا گرے اور دشمن اور اس کے عقبی پلوں کے درمیان حائل ہو جائے۔

جنگ ویگرم — ۶ر جولائی کو علی الصباح ان دو فوجوں نے جنسے بڑی فوجیں کبھی یورپ

ہیں ایک دوسرے سے مقابل نہیں ہوئی تھیں، اپنے اپنے حملے شروع کر دئے۔ وانا کے میناروں پر سے دیکھنے والے یہ دیکھ رہے تھے کہ فرانسیسی اپنے بائیں جانب آہستہ آہستہ دبتے جاتے ہیں اور آسٹریوں کی مور و ملخ فوج ان پلوں کی طرف بڑھتی چلی آرہی ہے جنکی حفاظت پر فرانسیسی فوج کی ہستی کا انحصار تھا، مگر زیادہ وقت نہیں گزرا کہ یہ پیشقدمی رک گئی۔ نپولین نے آسٹری قلب پر ایک فوج جرار سے حملہ کر دیا اور آرچ ڈیوک مجبور ہو گیا کہ وہ اپنے فتحیاب ڈویژنوں کو واپس بلائے اور اپنے خطرے میں پڑے ہوئے خطہ کی حفاظت کرے۔ آرچ ڈیوک جان جسے پرسبرگ سے آنے کا حکم دیا گیا تھا وہ میدان میں پہنچ نہ سکا اور دو بجے چارلس نے بازگشت کا حکم دیدیا۔ آسٹریوں کی ترتیب شکست نہیں ہوئی، ان کے جتنے قیدیوں کا نقصان ہوا تھا اس سے زیادہ قیدی انھوں نے گرفتار کئے تھے۔ ان کی بازگشت ایسی زبردست گولہ باری کے عقب میں رہی کہ فرانسیسی ان کا مطلق تعاقب نکر سکے۔ اس میں شک نہیں کہ فتح نپولین کی ہوئی مگر یہ ایسی فتح تھی جسمیں جینا اور آسٹرلز کی کوئی شان نہیں تھی۔ ڈیگرم میں آسٹریوں کا کوئی نقصان اس سے زیادہ نہیں ہوا کہ ان کے مواقع جاتے رہے اور ان کے سپہ سالار کی شہرت کو نقصان پہنچا۔ فوج اب بھی جنگجویانہ حالت میں تھی، اور بوہیمیا کے قلعے اسکے عقب میں تھے۔ آیا آسٹریا جنگ کو جاری رکھے گی یا نہیں اس کا انحصار دوسرے یورپی طاقتوں کے عمل پر تھا۔ اگر برطانیہ عظمی کامیابی کے ساتھ کوئی فوج شمال جرمانیہ میں اتار دیتی یا اسپین میں کوئی زبردست ضرب لگا دیتی، اگر پرشیا نپولین پر اعلان جنگ کر دیتی تو آسٹریا اب بھی لڑتی رہتی لیکن اگر دوسری طاقتیں قاصر رہیں تو آسٹریا کے لئے صلح ضروری تھی۔

زنیم کا معاہدہ التوائے جنگ ۱۲ جولائی

زنیم کا معاہدہ التوائے جنگ جو ۱۲ جولائی کو ہوا اس کے نسبت ہر طرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ محض وقت حاصل کرنے کی ایک تدبیر تھی کہ کشمکش عظیم میں ایک سکوت ہو گیا۔ اس کی تجدید یا اس کا اختتام وسط براعظم کے اندر دوسری دور دراز جنگوں کے واقعات کے نتائج پر منحصر تھا۔

دلزلی کا اسپین پر

بروقت تمام یورپ کی نظریں اسپین میں برطانی فوج پر لگی ہوئی تھیں

حملہ آور ہونا؛ جولائی ۱۸۰۹ء سر آرتھر ولزلی جس نے (موسم بہار میں لسبن میں قیادت اپنے ہاتھ میں لی) سولٹ کو ایورٹو سے باہر نکال چکا اور وادی ٹیگس کی طرف سے اسپینی دارالصدر کی طرف بڑھ رہا تھا، سپہ سالار کسٹا کے زیر قیادت ایک اسپینی فوج کی تائید سے اس کے لئے ظاہرا ایک مزید تقویت کی صورت پیدا ہوگئی تھی مگر اسپینی حکومت کی غفلت و بدعہدی کی وجہ سے ولزلی کے کوچ میں تاخیر واقع ہوگئی۔ سولٹ کو موقع ملگیا کہ و‌يلمنڈکا کے قرب و جوار میں ایک بہت بڑی فوج جمع کرلے اور یہ فوج اسکے لئے تیار رہی کہ یا شمال کی جانب سے ولزلی پر حملہ آور ہو یا اس دوسری فرانسیسی فوج سے جاملے جو ٹلیورا میں پڑی ہوئی تھی بشرطیکہ اسکے قائد وکٹر کو اتنی دانش ہو کہ وہ معرکہ کو ملتوی کردے۔ انگریزی سپہ سالار کو اپنے بازو پر سولٹ کی موجودگی کا کوئی علم نہیں تھا۔ اس نے وادی ٹیگس کے راستہ سے میڈرڈ کی طرف اپنا کوچ جاری رکھا، اور آخرالامر ٹلیورا میں جنگ کے لئے صف آرا ہوگیا، یہاں وکٹر کسٹا کے سامنے سے کچھ ہٹ کر پھر اپنے اسپینی تعاقب کنندے کو اسی حد تک ہٹا لیگیا **جنگ ٹلیورا، ۲۸ جولائی** جہاں سے وہ روانہ ہوا تھا[1] وکٹر نے انگریزی مواقع پر پہلا حملہ ۲۷ جولائی کی شام کو کیا دوسری صبح کو پھر حملہ ہوا اور جنگ عام ہوگئی۔ ولزلی کو کامل فتح حاصل ہوئی مگر انگریزوں کو خود بہت شدید نقصان اٹھانا پڑا اور فوج اپنی جگہ پر رہی۔ آیندہ چند دنوں کے اندر اندر یہ معلوم ہوا کہ سولٹ، سلمنیکا اور ٹیگس کے درمیانی پہاڑوں سے اتر رہا ہے۔ پس عقب کی جانب سے خود ولزلی کی فوج سے بڑھتی ہوئی ایک فوج کا ایسا خطرہ لاحق ہوگیا جس سے وہ دو طرفہ آگ میں گھر جاتا۔ ٹلیورا کی قربانیاں بیکار ثابت ہوئیں، اب ولزلی کے لئے اسکے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ اسپینی دارالصدر کے طرف پیشقدمی ترک کردے اور ٹیگس کی جنوب کی سڑکوں پر سے **ولزلی کا پرتگال کو بازگشت کرنا** ہوکر پھر پرتگال میں جا رہے۔ وکٹر کی شکست کے باوجود فرانسیسی ہی اس مہم میں فتحمند رہے۔ میڈرڈ بدستور محفوظ تھا جزیرہ نمائے اسپین میں فرانسیسی حکمرانی

---

[1] رابرٹسن کے مراسلات، جلد چہارم صفحہ ۳۱۲ ۔ ایضاً جلد ہشتم صفحہ ۳۱۹ ۔ نیپیر، جلد دوم صفحہ ۳۶۷

کی عمارت ابھی تک غیر متزلزل تھی۔ ولزلی کے بازگشت کی خبر نپولین اور آسٹروی گفت و شنود کرنے والوں کو پہنچ گئی جس سے آسٹریا کی امیدوں پر اوس پڑگئی اور نپولین کے تر ددات رفع ہو گئے۔ اب آسٹریا کا جنگ کو جاری رکھنا اس انگریزی فوج کی کامیابی و ناکامی پر منحصر تھا جس کا یورپ کے شمالی ساحل پر حملہ آور ہونا مدت سے متوقع تھا۔

آسٹروی حکومت نے نپولین پر اعلان جنگ کرنے سے تین مہینے پہلے اپنے تجاویز سے برطانیہ عظمیٰ کو آگاہ کر دیا تھا اور کابینہ پر یہ زور دیا تھا کہ وہ شمال جرمانیہ کو ایک فوج روانہ کرے۔ اگر یہ فوج جنگ ایسپرن کے وقت میں یورپ میں جا اترتی، تو یقیناً اس سے پرشیا اور ایلبی و مَین کے درمیانی ملک میں جوش بھڑک اٹھتا مگر کسی کام کا وقت پر کرنا اور اسی کام کو ہفتوں اور مہینوں بعد کرنا اس کا فرق تک انگریزی محکمہ جنگ کو نہیں معلوم ہوا تھا۔ وزارت نے اپنی تیاریاں بھی وسط جون سے قبل نہیں شروع کی تھیں اور اس وقت اس نے یہ عزم کیا کہ چند برس قبل کی ایک مرتبہ تجویز کے موافق انٹورپ کے فرانسیسی بیڑے اور گودیوں پر حملہ کیا جائے، اور شمالی جرمانیہ کی اس حب الوطنانہ تحریک سے اغماض برتا جائے جس سے اسے اس قدر توقع ہو سکتی تھی۔

جنگ ایسپرن سے دو مہینے اور جنگ وگرم سے تین ہفتے بعد سینتیس[۳۷] مصافی جہازوں کا ایک بیڑا اور بے شمار باربرداری کے جہاز اور ملکی مسلح جہاز ڈاور سے سکلٹ کو روانہ ہوئے۔ جہازوں پر چالیس ہزار سپاہ تھی، مہم کا قاید اول چیتھم تھا جو ایک درباری ندیم تھا اور فطرت نے اسکے باپ اور اسکے چھوٹے بھائی کی ذات سے ملک کو جو نفع پہنچایا تھا، برطانیہ عظمیٰ سے اس کا انتظام اس شخص کی ذات سے لے لیا تھا۔ فوجیں جزیرہ والچرن میں اتاری گئیں۔ اسکے بجائے کہ لارڈ چیتھم بعجلت ممکنہ انٹورپ کی طرف بڑھجاتا اور اسکے قبل کہ اس کی مدافعت کی کوئی تیاری ہو سکتی وہ دفعتہً اس پر جا پڑتا، اس نے نصف فوج مختلف نہروں کے کناروں پر متعین کر دی اور بقیہ نصف فوج کو لیکر فلشنگ کو محصور کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ آئندہ دس دن تک انگریزی سپہ دار بس ہی

ہی میل آگے بڑھا اور اس وقت اسے یہ پتہ چل گیا کہ اینٹورپ کے لینے کی جو کچھ توقع ہوسکتی ہے وہ اسے انگلستان ہی میں پہنچکر پورا کرسکتا تھا۔ ادھر چیٹیم والچرن میں بعد ۲ ہفتہ کے ہیر و پا گھوم رہا تھا، ادھر اینٹورپ کی قلعہ بندیاں درست کردی گئیں، بیڑا دریا کے بالائی حصہ پر پہنچا دیا گیا اور باقاعدہ محاصرے کی مدافعت کے لئے کافی فوج جمع کرلی گئی۔ شکست انگریزوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اگست کے آخر میں سپہ سالار نے حکومت سے یہ سفارش کی کہ وہ مہم کو واپس بلائے، صرف والچرن کے دلدلوں پر قبضہ رکھنے کے لئے پندرہ ہزار سپاہ وہاں رہنے دے۔ چیٹیم کی سفارش منظور کرلی گئی اور جو مقام اس قدر باخبر تھا کہ نپولین نے وہاں پہرے پر ایک فرانسیسی سپاہی کے بھی رہنے کی اجازت دینے سے انکار کردیا تھا، وہاں ایک اتنی بڑی انگریزی جمعیت (جو شمال جرمانیہ میں بدرجہ اقل ٹِشل اور پر تسوک کا اتنا اعزاز حاصل کرسکتی تھی) تپ ولرزہ سے تباہ ہونے کے لئے چھوڑ دی گئی۔ جب دو ہزار سپاہی اپنی قبروں میں پہنچ چکے تو بقیہ انگلستان کو واپس بلالئے گئے۔

کلی ناکامی

نپولین کو کمزور کرنے یا اسے اندیشہ میں ڈال دینے میں برطانیہ عظمیٰ کو ناکامی ہوئی، شاہ پرشیا نے ایک زوال پذیر معاملہ کی جانب کسی قسم کی حرکت نہیں کی، اور آسٹروی حکومت نے بادل ناخواستہ خود کو صلح کے قبول کرنے پر مجبور پایا۔ جس امر نے آسٹریا کے لئے جنگ کے جاری رکھنے کو ناممکن بنادیا وہ اس کی فوجوں کا نقص نہیں تھا بلکہ زیادہ تر اسکے سپہ سالاروں کی طرف سے عام بداعتمادی تھی۔

آسٹریا کا صلح کرلینا

سپاہی اسی دلیری سے لڑے جس طرح فرانسیسی لڑے تھے مگر ان کی یہ پامردی بیکار تھی۔ کہا یہ جاتا تھا کہ "اگر ہمارے پاس دس لاکھ سپاہی بھی ہوں تو بھی ہمیں صلح کرلینا چاہیئے کیونکہ ہمارے پاس کوئی شخص ان کی قیادت کے لئے نہیں ہے"۔ کاونٹ اسٹیڈین جو آخر تک جنگ کے جاری رکھنے کا مؤید تھا، وہ شہنشاہ کے

ع مراسلات نپولین۔ ۲۳ - ستمبر ۱۸۰۹ء کا فیصلہ پارلیمنٹ کا عدالت ہائے ۱۸۱۰ء صفحات ۱۲۳، ۶۹۷

گرد و پیش کے لوگوں میں اپنی سی مستعدانہ ہمت پیدا کر دینے سے مایوس ہو کر، خود معاملات عامہ سے علحدہ ہو گیا۔ ہفتہ پہ ہفتہ گزرتا گیا اور شہنشاہ اسی تذبذب میں پڑا رہا کہ آیا نپولین کے سخت شرائط کو قبول کرے یا اس کشمکش کو پھر جاری کرے جس کا اغلب انجام یہ ہوتا تھا کہ وہ خود تخت سے معزول ہو اور کل آسٹروی سلطنت فتح ہو جائے۔ آخرالامر نپولین کے مطالبات ایک بلاغ نہائی کی صورت میں پیش کیے گئے۔ اس عالم یاس میں شہنشاہ کا خیال اس وزیر کی طرف رجوع ہوا جو آٹھ برس قبل جبکہ شہنشاہ کے تمام حاشیہ نشینوں کے قدم ڈگمگا گئے تھے، پوری طرح باعزم و ثابت قدم رہا تھا۔ تھیوگٹ جس کی عمر اب چھیاسٹھ برس کو پہنچ گئی تھی، گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ شہنشاہ نے اپنے ایک سپہ سالار کو صلح و جنگ کے متعلق اس کی رائے دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ سپہ سالار نے آکر یہ اطلاع دی کہ "میرا خیال تھا کہ جسمانی و دماغی طور پر وہ از کار رفتہ ہو گیا ہوگا مگر اس کا جوش طبیعت ابھی تک پورے زور و ں پر ہے"۔ تھیوگٹ کے جواب سے اس کی پیش بینی ثابت ہوتی تھی اس نے کہا تھا کہ "جسطرح بھی ہو صلح کیجئے کیونکہ آسٹروی شاہی معرض خطر میں ہے اور فرانسیسی شہنشاہی کا انتشار اب زیادہ زمانہ کی بات نہیں ہے"۔ ۱۴ اکتوبر کو شہنشاہ فرانسیسی نے اپنے فاتح کی شرط کو قبول کر لیا اور شرائط پر دستخط کر دئے[1]

صلح وائنا
۱۴ اکتوبر ۱۸۰۹ء

معاہدہ وائنا وہ آخری معاہدہ تھا جس پر نپولین نے بہ حیثیت فاتح کے دستخط کیے تھے۔ اس معاہدہ کی رو سے آسٹروی شہنشاہی سے پچاس ہزار مربع میل ملک اور چالیس لاکھ سے زائد کی آبادی نکل گئی سالز برگ مع بالائی آسٹریا کے ایک حصہ کے بویریا کو دیدیا گیا۔ مغربی گلیشیا یعنی وہ قطعہ ملک جو پولینڈ کی آخری تقسیم میں آسٹریا کو ملا تھا، اسے وارسا کی امارت عظمی کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ کار۔ نیا کا ایک جزو اور اسکے ساتھ وہ تمام ملک جو ایڈریاٹک اور سیو کے درمیان واقع

---

[1] بیر۔ صفحہ ۴۴۵۔ گنٹز کا روزنامچہ Tagebucher جلد اول صفحہ ۸۲-۱۱۸۔

تھا، بوسینا کی سرحد تک خود نپولین کی شہنشاہی میں ملحق کر لیا گیا اور اس کا نام صوبجات الیریا قرار پایا۔ آسٹریا سمندر سے منقطع ہو گئی اور نپولین کی قلمرو بلا انقطاع ترکی کے حدود تک پہنچ گئی۔ وسطی یورپ میں فرانسیسی فرمانروائی کی بیرونی چوکیاں یعنی بویریا اور سیکسنی کو اس طاقت کو نقصان پہنچا کر دولتمند بنایا گیا جس نے جرمانیہ کو مسلح ہونے کی صلا دی تھی۔ آسٹریا جو انقلابی جنگ کے شروع ہونے کے وقت دریائے رائن پر ممالک کی مالک تھے اور تمام اطالیہ پر اس کا اثر چھایا ہوا تھا، اب

۱۸۰۹ء کی جنگ کے اصل اثرات

معلوم ہوتا تھا کہ وہ جرمانیہ اور بحر متوسط سے ہمیشہ کے لئے نکل گئی ہے۔ تاہم سرحد کا وہ تغیر جس نے آبنائے کیلے سے بوسینا تک نپولین کا مسلسل تسلط قایم کر دیا، وہ کتنا ہی تعجب خیز کیوں نہ معلوم ہوتا ہو مگر ۱۸۰۹ء کے فرانسیسی فتوحات کے تتبع میں وہ عظیم اخلاقی تغیر نہیں ظاہر ہوئے جو اب تک ہر ایک فرانسیسی فتح کو یورپی ترقی کا ایک درجہ بنا دیتے تھے۔ ۱۷۹۶ء کی مہم نے اطالیہ میں قومی خود مختاری کی امید پیدا کر دی تھی۔ ۱۸۰۶ء کی قرار دادوں نے مغربی جرمانیہ میں جاگیر بٹ کا خاتمہ کر دیا تھا، مگر ۱۸۰۹ء کے فتوحات نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا کہ سرحدوں میں ایسا تغیر کر دیا جسے دوسری جنگ محو کر دے سکتی تھی۔ ۱۸۰۹ء کے اثرات میں سے جو اثر مستقل نوعیت کا تھا، وہ کسی نہج سے نپولین کا پیدا کردہ نہیں تھا، بلکہ وہ اس جذبہ مقاومت کا زیر بار احسان تھا جو آخر میں فرانس نے یورپ میں برانگیختہ کر دیا تھا۔ ٹرول کی شورش، برنسوک اور شل کے مبادرات نے جرمانی حب الوطنی میں ایک ایسا تحرک پیدا کر دیا تھا جو آسٹریا کے فتوحات کے بعد بھی برقرار رہا۔ آسٹریا خود اگرچہ مغلوب ہو گئی تھی مگر اس نے نپولین کو ایک مہلک صدمہ یہ پہنچایا کہ عین اس وقت میں جب وہ اسپین کی فتح کو مکمل کر لیتا، اسے اسپین سے واپس آجانا پڑا اور اس طرح ولزلی کو اس جزیرہ نما میں قدم جمانے کا موقع ملگیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے ۱۸۰۹ء کے فتوحات سے اس سے زیادہ حاصل خیز غنیمت جمع کر لی ہے جتنی کسی سابقہ جنگ سے جمع کی ہو گی مگر حقیقت میں اس نے اپنے کو کبھی بھی اتنے خطروں میں محصور نہیں کر دیا تھا جیسا اب ہوا۔ وارسا کی امارت عظمیٰ

سے کے ساتھ مغربی گلیشیا کے الحاق سے روس کشیدہ ہوگیا تھا، ۱۸۰۹ء میں ملک آبائی کے لئے جس وسعت کے ساتھ ہمت و حب الوطنی کی مثالوں کا اظہار ہوا ان سے شمال جرمانیہ نے نفع اٹھایا۔ اسپین، جس کی تائید ولزلی کی فوج سے ہو رہی تھی، وہ ابھی اطاعت سے بہت دور تھی اب اہل یورپ کے طبائع میں وہ قدیمی لاپروائی جس نے ابتداً فرانسیسی فتوحات کے راستے ہموار کر دیئے تھے باقی نہیں رہی تھی روس کی کشیدگی اور اسپین و جرمانیہ میں قومی جذبے کی ترقی میں نپولین کی طاقت کے لئے وہ خطرے مضمر تھے، جو اس کی فتح کے ظاہری نتائج سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے۔

آسٹریا خود صرف یہ کر سکتی تھی کہ شکست پر راضی ہو جائے اگر اسے فتح ہوتی تو بھی شاید یورپ کے مستقل اغراض کو اس سے ترقی نہ ہوتی۔ اگر جنگ کا نتیجہ کچھ اور ہوتا تو اس میں شک نہیں کہ آسٹریا نے ابتدائی جنگ میں جرمانیہ کے مرد میدان بننے کی جو روش اختیار کی تھی، اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آسٹریا کی سرکردگی میں جرمانی اتحاد کی کوئی شکل عارضی طور پر قائم ہو جاتی مگر ہنگری و کروشیا کا فرمانروا کبھی جرمانی قوم کا اصلی سرگروہ نہیں ہو سکتا تھا، اور ۱۸۰۹ء کی صلح کے بعد آسٹروی حکومت نے جو روش اختیار کی اس سے بہت کم وجہ اس امر کے افسوس کی رہ گئی کہ ایسے ٹیوٹنی شہنشاہی کے بحال کر دینے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ شہنشاہ کی رعایا کا کوئی حصہ اس باعزم و فاداری کے ساتھ نہیں لڑا تھا جس وفاداری کے ساتھ اہل ٹرول لڑے تھے۔ وہ پہلے لوگ تھے جنھوں نے غیر ملکی کے جوے کو اپنے کاندھوں سے اتار پھینکا تھا، اور اسکے بعد بار بار ایسا ہوا کہ نپولین کے سپہ سالار یہ سمجھ لیتے تھے کہ اب تمام مقاومت مغلوب ہو گئی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے ملک کو آزاد کرا لیتے تھے اور انکی ان کوششوں کے عوض میں شہنشاہ نے انھیں یہ یقین دلایا تھا کہ وہ ہرگز کوئی ایسی صلح قبول نہ کرے گا جس سے یہ لوگ اس کی شہنشاہی میں واپس نہ آ جائیں اگر کہیں منصفانہ برتاؤ واجب تھا وہ دربارہ آسٹریا کیجانب سے اہل ٹرول کے لئے واجب تھا مگر ان پہاڑیوں کی سادہ لوح ہمت و جرات کا انعام صرف یہ تھا کہ صدر افواج کے جنگی فریق نے زنیم کے معاہدہ التوائے

جنگ ہو جانے کے بعد مخاصمات کو طول دینے کے لئے ان لوگوں کو بدریغ آلہ کار بنا دیا اور صلح پر دستخط ہونے کے وقت تک ان لوگوں کو یہ یقین رہا کہ شہنشاہ اپنے وعدے کو قایم رکھنا چاہتا ہے لیکن آسٹریا اہل ٹرول کو خوش کرنے کے لئے اپنے کو تباہ نہیں کر سکتی تھی۔ حالات بدل گئے تھے، اور آغاز جنگ کے وقت حب الوطنی کے جن فقرات نے اس قدر جوش مسرت برپا کر دیا تھا، وہ اب داستانہا میں متروک ہو گئے تھے۔ حقوق اقوام اور نجات جرمانیہ کے بارے میں اب کچھ بھی سننے میں نہیں آتا تھا۔ آسٹریا نے ایک بہت بڑے کام کی ہمت کی اور اس میں اسے ناکامی ہو گئی اور حکومت نے ۱۸۰۹ء کے دعاوی کی طرف سے منہ موڑ کر اپنی معمولی حالت کو ترک کرنے کے بجائے اسے پھر اختیار کر لیا۔

۱۸۰۹ء میں آسٹریا کی حکمت عملی۔

اب اس وقت کے بعد سے آسٹریا کی حکمت عملی ہوا کا رخ دیکھنے کی تھی، اور قومی ہمدردیوں کا اسپر کوئی اثر نہیں تھا۔ فرانس ایک شدید دشمن رہ چکا تھا لیکن اگر فرانسیسی مخالفہ سے آسٹریا کے لئے کچھ حاصل ہونے کی توقع ہو تو محض جذباتی خیالات کو اس میں حائل ہونے کا موقع نہ ملنا چاہیئے۔ کاونٹ اسٹیڈین کا ایسا کوئی مدبر جس نے آسٹریا کے اغراض و مفاد کو جرمانیہ کے خلوص کے ساتھ متحد و متفق کر دیا ہو، وہ اب بہ پیش نظر تغیر رفتار کے وقت میں سلطنت کی رہبری کے لئے موزون نہیں ہو سکتا تھا۔ اب ایک ایسے مدبر کو برسر اقتدار کیا گیا جو خود نپولین کی خواہش کے مطابق ابتک پیرس میں آسٹروی سلطنت کی نمایندگی کرتا رہا تھا۔ نیا وزیر اعظم کاونٹ مٹرنک، رائن کے ایک امیر کا لڑکا تھا جو تاج آسٹریا کے تحت میں اعلیٰ منصب پر فائز رہ چکا تھا، اس کی نوعمری کا زمانہ کابلنز میں گزرا تھا، اور اسکے خصایل و شمایل وہی تھے جو اٹھارھویں صدی میں رائن کی امارتوں کے درباری حلقوں کے طغرائے امتیاز تھے، یعنی ظاہری عادات و اطوار میں فرانسیسی، قومیت کے احساس سے معرا، اہتمام ذاتی میں (جسے تدبر کا اعلےٰ نمونہ سمجھا جاتا تھا) شایستہ و فریبکار، مٹرنک، پیرس میں جانے کے قبل ڈرسڈن اور برلن میں سفیر رہ چکا تھا، نپولین نے یہ خواہش کی کہ اسے دربار ٹیولیرز میں تبدیل کر دیا جائے۔ اور یہ اس

وجہ سے کہ ۱۸۰۵ء میں فرانس و آسٹریا کی جنگ کے دوران میں اس نے برلن کے فرانسیسی سفیر کے ساتھ خاص طور پر شخصی اخلاق کا برتاؤ کیا تھا۔ مٹرنک شخصی راہ و رسم کی اس تمام حب و وداد کے ساتھ وہاں پہنچا جس کی نپولین کو توقع تھی۔ مگر اس کے ساتھ اس میں خاموشانہ عمیق خودداری بھی تھی اور یہ یقین بھی رکھتا تھا کہ جبتک نپولین کی کی قوت بہت کچھ گھٹا نہ دی جائے گی وہ یورپ کو آرام نہ لینے دے گا۔ اس نے پیرس میں آسٹریا کی خدمت بہت خوب انجام دی اور جنگ ویگرم کے بعد صلح کے متعلق جو گفت و شنید ہوئی اس میں وہ پیش پیش رہا۔ ۱۸۰۹ء کی تباہیوں کے بعد جب جنگ غیر ممکن ہو گئی اور تمرد کے معنی تباہی کے ہو گئے، اس وقت کوئی دوسرا مدبر آسٹریا کی خدمت اس خوبی سے نہیں کر سکتا تھا، جس خوبی سے وہ شخص اس کام کو کر سکتا تھا جس نے اپنے کو کبھی کسی طاقت کا دشمن نہ ظاہر کیا ہو۔ پس نپولین کی کامل پسندیدگی کے ساتھ آسٹروی سلطنت کی زمام حکومت سابق سفیر متعینہ پیرس کے ہاتھ میں دے دی گئی۔

مٹرنک نے جو کام کیا اسی سے نمایاں شہادت اس امر کی ملگئی کہ آیندہ آسٹریا کے مفاد و اغراض کی حفاظت کس قدر لینت آمیز طریق سے کی جانے والی تھی۔ اس کے قبل کہ ویگرم میں قبروں پر گھاس اُگے، شہنشاہ فرانس کو اس امر پر راغب کر لیا گیا کہ وہ اپنی لڑکی نپولین کے عقد میں دیدے، کچھ زمانہ قبل سے نپولین نے جوزیفاین کو طلاق دینے اور براعظم کے کسی حکمران خاندان سے رشتہ قرابت جوڑنے کا عزم کر لیا تھا، اس نے پہلے سنٹ پٹرسبرگ میں پیام دیا مگر زار کو اسمیں تامل ہوا کہ وہ ایک ایسا تعلق قایم کرے جسے اس کی رعایا ذلت کی نظر سے دیکھے اور جب اس تلاش میں شہنشاہ کا خیال وائینا کی جانب منعطف ہوا تو روسیوں سے غرور میں گھٹے ہوے آسٹریوں نے معاً اس سے فائدہ اٹھایا۔ شہنشاہ

فرانس، جسے نپولین نے میدان آسٹرلز میں دھمکایا تھا اور سابق مہم کے ہر ایک اعلان میں اس کا مضحکہ اڑاتا اور اسکی اہانت کرتا رہا تھا، اس شہنشاہ نے اپنے قوم کی بہبود کے نام سے اپنی لڑکی اس شخص کو دیدی اور اپنے اس داماد سے راضی	میری لوئیس کے ساتھ نپولین کا عقد ۱۸۱۰ء

ہو گیا جس نے اپنے جہیز میں متعدد صوبے لے لئے تھے۔ رسم تقریب میں آرچ ڈیوک چارلس نے نپولین کی نمایندگی کی اور وانیا کے اسقف نے وہی روغن مقدس عروس کے سر پہ لگایا جس سے اس نے ۱۸۰۹ء کے جھنڈوں کی تقدیس کی تھی۔ غلامانہ مطابع جنھوں نے تقریبات عقد کے حالات شایع کئے انھیں اتنی جگہ نہ ملی کہ وہ یہ ذکر کرتے کہ معاہدہ اور رسم عقد کی انجام پذیری کے درمیانی زمانہ میں نپولین نے ٹرول کے سرگروہ ہوفر کو قزاق قرار دیکر قتل کر دیا تھا۔ قدیم آسٹروی خاندان' براعظم کے اس واحد طبقۂ اعیان کے ارکان جس میں اب بھی کچھ سیاسی وزن اور سیاسی روایت موجود تھی' اس اتحاد کے متعلق شہنشاہ کی منظوری پر افسوس کرتے تھے جسے وہ اپنے تعصبات کی وجہ سے اتحاد باطل اور اپنے ایمان کی بنا پر حرامکاری قرار دیتے تھے مگر مٹرنک کا مقصود حاصل ہو گیا۔ فرانس و روس کی وہ دوستی شکست ہو گئی جس سے صلح ٹلسٹ کے بعد سے براعظم پر اس قدر خرابیاں نازل ہوئی تھیں۔ نپولین کی تلوار کم از کم چند برس کے لئے آسٹریا سے پھر گئی اور اب کہ نپولین اور الگزنڈر' یورپ میں ایک دوسرے کے بالمقابل ہو گئے تھے اور جس سلطنت نے ابتک آسٹریا کو نقصان پہنچا کر نفع حاصل کیا تھا۔ اس کو آسٹریا کا محالفہ اس قدر اہم معلوم ہونے لگا تھا' اسی حالت میں ہیپسبرگ کے از دست رفتہ صوبوں کی واپسی بھی ناممکن نہیں معلوم ہوتی تھی۔

نپولین نے اپنی نئی بیوی کو تاج پہنایا اور آخر الامر وہ اپنے کو خاندانہائے ہیپسبرگ اور باربن کے ہمسر سمجھنے لگا۔ ایک اسپین کو چھوڑ کر براعظم پر اس کی فوجوں کی اب اور کہیں مقاومت نہیں ہوتی تھی' اور صلح وانیا کے عین بعد کا دور وہ زمانہ تھا جب نپولین کی شہنشاہی اپنے وسیع ترین حدود کو پہنچ گئی تھی۔ ۱۸۰۹ء کے اولین فتوحات کے غرور میں نپولین پاپائی ریاستوں پر اپنی دست درازی کی تکمیل اس اعلان سے کر چکا تھا کہ کلیسائی ریاستیں شہنشاہی فرانس سے متحد کر دی جائیں (۱۷ مئی ۱۸۰۹ء)۔ پوپ نے اپنے تباہ کرنے والے پر فرمان اخراج ملت شایع کر کے اس کا جواب دیا مگر اس زمانہ میں روحانی ہول و تخویف' یورپ

نپولین کا ریاستہائے پاپائی کو ملحق کر لینا۔ مئی ۱۸۰۹ء

میں سب سے کم ہیبت معلوم ہوتی تھی، اور مقتدائے اعظم کا تقدس اس امر کا مانع نہوا کہ نپولین کے سپاہی اسے کیو رینال سے گرفتار کر کے ایک قیدی کے طور پر سیودنا کو لیگئے یہاں پالیس ہفتم آیندہ تین برس تک نظر بند رہا۔ رومانی سلطنتوں کو فرانس کے قوانین اور اس کی ملکی تنظیم عطا کی گئی[1] جن اسقفوں اور قسیسیوں نے نپولین کی وفاداری کا حلف لینے سے انکار کیا وہ یا قید کردیے گئے یا جلاوطن کردیے گئے۔ خانقاہ اور صومعہ شکست کردیے گئے۔ کارڈنل (بطارقہ) اور اعلیٰ عہدہ دار مع دفاتر اور کلیسائی حکومت کے تمام سازو سامان کے پیرس پہنچادئے گئے۔ یورپ کے مذہب کیتھولک کے آیندہ تعلقات کے اعتبار سے نپولین اور پالیس ہفتم کا انشقاق اس سے زیادہ اہم واقعہ تھا جتنا کہ ہر وقت سمجھا گیا تھا مگر اس کا فوری و مرئی نتیجہ صرف یہ تھا کہ یورپ میں ایک اور فرمانروا کم ہوگیا اور ایک مزید صوبہ فرانس کی فوجی بھرتی کے لئے کھل گیا۔

نپولین کے قابضین میں دوسرا فرمانروا جس نے اپنا تاج و تخت کھویا وہ شاہ ہالینڈ تھا۔ اسپین میں جوزف اور نیپلز میں میورٹ کے مانند اس نے بھی اپنی رعایا کے نفع کے لئے حکومت کرنے کی دیانتدارانہ کوشش کی تھی، ڈچ قوم جو اپنے مستعمرات اپنی تجارت اور اپنی خودمختاری سے پہلے ہی محروم ہوچکی تھی اس پر

نپولین کا ہالینڈ کو ملحق کرلینا، جولائی سنہ ۱۸۱۰ء

نپولین نے جو بار رکھا اس کے ہلکے کرنے کے لئے لوئیس نے سعی کی تھی مگر اس نے اپنی رعایا کے لئے جتنے عذرات پیش کئے نپولین نے ان سب کو اپنے لئے ادائے قرض کی شکست سمجھا لیکن ہالینڈ کے بدقسمت بادشاہ نے انگریزی مال کے داخلہ کے خلاف جب نپولین کے احکام سے غفلت برتی تو پھر اس کا جرم ناقابل معافی ہوگیا۔ لوئیس، پیرس میں طلب کیا گیا اور اسے ایک معاہدے پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا گیا جس کے بموجب اسے اپنی مملکت کا کچھ حصہ دینا پڑا اور رپرمٹ کے دفتروں کو فرانسیسی عہدہ داروں کے حوالہ کرنا پڑا۔ وہ ہالینڈ کو

---

[1] مراسلات نپولین، جلد نوزدہم صفحہ ۱۵ - ۲۶۵ -

واپس آیا مگر صورت حالات بد سے بدتر ہوتی گئی۔ فرانسیسی فوجیں ملک میں پھیل گئیں، نپولین کا ہر ایک خط پہلے سے زیادہ تہدید آمیز ہوتا تھا۔ انجام کار لوئیس دیکم جولائی ۱۸۱۰ء کو اپنی مملکت سے بھاگ گیا، اور اس شاہی سے خلوص حاصل کی جو نہایت ہی ناقابل برداشت قسم کی غلامی ثابت ہوئی تھی۔ ایک ہفتہ بعد ہالینڈ فرانسیسی شہنشاہی میں داخل کرلیا گیا۔

لی ویلاس اور شمالی جرمانی ساحل کا الحاق

سال کے ختم ہونے کے قبل دو اور الحاق وقوع میں آئے۔ ویلاس کی جمہوریہ کے نسبت یہ اعلان کیا گیا کہ سنپلن کی سڑک کی جو مرمت اسکے تفویض ہوئی تھی اسکے بجالانے میں اس نے غفلت کی اور اس کی خودمختاری ضبط کرلی گئی۔ شمال جرمانیہ کا شاہی ضلع جس میں ہنس کے قصبات، اولڈنبرگ، اور شاہی وسٹ فیلیا کا ایک حصہ شامل تھا، ظاہرا اس مقصد سے فرانسیسی شہنشاہی سے ملحق کرلئے گئے کہ ایلبی اور وزر کے بندرگاہوں سے برطانی اسباب کو زیادہ موثر طریق پر روکا جائے۔ لیکن ہمبرگ اور ہر جو قطعہ ملک اب فرانس کے ساتھ شامل کیا گیا تھا اس کا بیشتر حصہ ۱۸۰۶ء کی جنگ کے وقت سے فرانسیسی سپاہ کے ہاتھ میں تھا، اور اسکی حیثیت کے اس قانونی فرق سے اسکی ماتحتی کی کچھ زیادہ تکمیل نہیں ہوئی۔ اگر اس الحاق کی تاریخ طبقہ کسانان کے لوگ کہتے تو وہ شکریہ اور تعریف کے سوا اور کوئی لفظ اس کے لئے نہ پاتے۔ فرمان کی رو سے آزادانہ قبضہ اراضی کا اصول رائج کیا گیا۔ اس میں جاگیری خدمات کی ایسی چھتیس خاص شکلوں کا شمار رہا ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے منسوخ کردی گئی تھیں[۱]۔

نپولین کی قلمرو اب اپنے وسیع ترین حدود کو پہنچ گئی تھی، شہنشاہی کی سرحد بحر بالٹک پر مقام لیوبک سے شروع ہوکر مقام وسل میں رائن کو چھوتی ہوئی، اس دریا اور کوہستان جورا سے لگی ہوئی خلیج جنیوا کے پائین تک پہنچ جاتی تھی۔ اسکے بعد رون کے منبع کے اوپر سے آلپس کو عبور کرکے دریاہائے سیسیا اور

---

[۱] مراسلات نپولین، جلد بست وسوم، صفحہ ۶۲ فرمان ۹ دسمبر ۱۸۱۱ء

نپولین کی شہنشاہی اور توابع کی وسعت

پو کے برابر تقریباً مینٹوا کے مقابل تک پہنچ جاتی، اور پھر اپینائنز کے آبشاروں کے اوپر سے ہوکر ترلیسینا میں بحر متوسط سے آگئی تھی۔ سابق کلیسائی ریاستوں کے دو صوبے، ٹائبر اور ٹرسیمین کے نام کے بتادیئے گئے۔ ٹسکینی بھی فرانسیسی صوبوں میں منقسم ہوگئی اور فرانسیسی جماعت واضع قوانین میں اس کی نمائندگی ہونے لگی۔ نپولین کی بہن الینرا کو آرچ ڈچس کا خطاب اور مراسم دربار اسی ٹسکینی کے تعلق سے عطا ہوئے تھے، اطالیہ کی بادشاہی جو لمبارڈی، وینس، اور اپینائنز سے مشرق کے ایسکولی تک کی مملکت سے مرکب تھی، یہ بادشاہی خود نپولین سے متعلق تھی مگر آئینی طور پر وہ فرانسیسی شہنشاہی سے متحد نہیں تھی بحر اڈریاٹک کے مشرق میں الیریا کے صوبوں نے نپولین کی قلمرو کو بوسینا اور مانٹی نگرو کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا۔ میورٹ شاہ نیپلز، اور نشتر کیت راین کے ماتحت حکمران جو پرشیا اور آسٹریا کی سرحدوں تک جرمانیہ پر قابض تھے، نیز وارسا کی امارت عظمیٰ، یہ سب اپنے اپنے قلمرو کے اندر برائے نام فرمانروا تھے اور یہ اعزاز انھیں نپولین کی مرضی سے حاصل تھا اور ان کی سلطنتوں کی آبادی اور آمدنی نپولین کے لئے وقف تھیں۔

۱۸۱۰ء کے اختتام کے ساتھ وہ آخری تغیرات واقع ہوئے جنکا دیکھنا نپولین کے ہاتھوں یورپ کی قسمت میں لکھا تھا۔ اس کی فرمانروائی کی عمارت ان تمام خرابوں پر طیار ہوئی تھی جو مغربی براعظم میں فرسودہ و بے زور ہوگئے تھے۔

نپولین کی حکمرانی کے مفاد

اب اس کے اس غلبہ کے مفاد و مضار دونوں اپنا وسیع ترین عمل کرتے ہوئے دیکھے جاسکتے تھے۔ تمام اطالیہ، جرمانیہ کے وہ شمالی اقطاع جو شہنشاہی میں ملحق تھے اور نشتر کیت راین کا ایک بہت بڑا حصہ، ان سب کو ضوابط نپولینی کے ذریعہ سے ایک قانون مل گیا جس نے روزمرہ کی زندگی میں معاشری عدل و انصاف کو اس حد تک رائج کردیا کہ اس وقت تک یورپ میں یہ ایک نامعلوم حد تھی۔ امیروں کے امتیازات، کسانوں کے جاگیری بار، تجارتی انجمنوں کے اجارے سب غائب ہوگئے اور اکثر صورتوں میں ہمیشہ کے لئے۔ ان حیلوں اور تدبیروں کو منسوخ کرکے جو زمین کو خاندانی

غرور کا ایک آلہ بنا دیتے ہیں، اور قابضان اراضی کی اولاد میں وراثت کی موزوں و مناسب تقسیم کر کے، یہ ثابت کیا گیا تھا کہ بنی نوع انسان کی آسایش و ترقی مدنظر ہے۔ دیوانی اور فوجداری دونوں قسم کی قانونی کارروائیاں، عام شہریوں کے حد رسائی کے اندر پہنچادی گئی تھیں اور انیر اعلام و اشتہار کا امتحان قائم کر دیا گیا تھا یہ اس سابق روشن خیالی نئے ثمرات میں سے تھے جو نپولین کے غلبہ نے یورپ کے بیشتر حصہ کو عطا کیا مگر ان کی جو قیمت ادا کیگئی وہ یہ تھی کہ آزادی کا ایک ایک شائبہ برباد دیا گیا، اور جبری فوجی خدمت اور بر اعظم کی ناکہ بندی قایم ہو گئی۔ بحیثیت مجموعی اس بار کو لوگ صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کر رہے تھے۔ راین کے جرمانی اور اطالوی بہت کم اس کی کچھ پروا کرتے تھے کہ وہ کس حکومت کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان قوموں کے نوآموز سپاہی جنھیں آسٹریا اور اسپینی ہلاک ہونے کے لئے بھیجتے تھے، ان کے لیئے اس میں کوئی خاص سختی نہیں تھی کہ وہ نپولین کی طرف سے لڑائیاں لڑیں۔ لیکن نپولین کا تجارتی نظم اور جن ذرایع سے اس نے اسے نافذ کرنے کی کوشش کی وہ زیادہ تکلیف دہ تھا۔ برطانیہ عظمیٰ کی تجارت کو تباہ کرنے کی امید میں، نپولین نے ان چیزوں کے مالکوں کے خلاف جن میں کسی برطانوی کا ہاتھ بھی لگا ہو، کوئی سختی اٹھا نہیں رکھی، اور بر اعظم کو مستعمرات کی پیداوار کی آمد سے محروم کر دیا بجز اسکے کہ خود

تجارتی نظم

اس کے اجازت دادہ تاجر لیے انداز بڑھی ہوئی قیمتوں پر ان چیزوں کو لاتے تھے۔ برطانی مال کا رکھنا ایک شدید جرم ہو گیا، بڑے بڑے تجارتی شہروں میں تاجران کے خلاف ایک طرح کے مستقل ظلم و ستم کی بنا قایم کر دی گئی۔ سپاہی ان کے گھروں کو غارت کر دیتے تھے، ان کے خطوط کھول لیئے جاتے تھے، جاسوس ان کے پیچھے لگے رہتے تھے۔ ہمبرگ جہاں ڈیوسٹ، ایک طرح کی خود مختارانہ فرمانروائی چلا رہا تھا وہیں نپولین کے تجارتی نظم کی ستمگاری و بے انصافی سب سے زیادہ نفرت انگیز صورت میں دیکھی جاتی تھی، لیکن شہنشاہی کے بیشتر حصہ میں اس کا اثر صرف یہ محسوس ہوتا تھا کہ تجارت میں زوال آگیا تھا، اور بہت سی چیزوں کے نہ ملنے سے پریشانی ہوتی تھی مگر وقت انداز ظلم و ستم نہیں تھا[۱] فرانسیسی مجبور ہو گئے کہ

[۱] یادگار جرمنی جلد پنجم صفحہ ۱۸۵،

چقندر سے خود شکر نکالیں اور کافی کے بجائے "چکوری" کا استعمال کریں مگر جرمانی جنہیں فطرت کی نظر عنایت کم تھی، اور کسی نئی چیز کے اختیار کر لینے میں وہ اتنے تیز نہ تھے، انھیں تشنہ وگرہ برابر رہنا پڑتا تھا۔ سیکسنی کی ایسی کاہل جماعتوں میں بھی آخر جسمانی بے آرامی کی وجہ سے سیاسی بد دلی پیدا ہوگئی۔ جو لوگ اسٹین اور کلنے کے حب الوطنانہ جوش انگیزی کے سامنے سخت پتھر بنے ہوئے تھے وہ بھی یہ محسوس کرنے لگے کہ اس طریق میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوگی جس نے کافی کی قیمت پانچ شلنگ فی پونڈ تک پہنچادی اور تمباکو فروش کو مجبور کر دیا کہ باغبان جتنا کچھ بازار میں لائے اسی پر اکتفا کرے۔

لیکن، بر اعظمی طریق نے اپنے بانی کے زوال میں جو مدد دی وہ اس وجہ سے نہیں تھی کہ نپولین کے جرمانی ماتحت حکمرانوں پر اس کا کیا اثر پڑ رہا تھا، ان جماعتوں میں بد دلی جو کچھ بھی رہی ہو مگر جب تک نپولین، فتحیاب رہا، وہ اس کی اطاعت کرتے رہے اور صرف اس وقت اس سے روگردانی کی جب اس کا کام بگڑ گیا۔ اس طریق کی اصلی سیاسی اہمیت اس مخاصمت میں مضمر تھی جو فرانس اور روس کے درمیان بھڑک اٹھی تھی۔ زار نے صلحنامہ ٹلسٹ کے وقت خود کو نپولین کے تجارتی طریق کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا مگر صلحنامہ واگرام کے بعد والے سال میں

زار کا نپولین کے تجارتی طریق سے علیحدہ ہوجانا ڈسمبر ۱۸۱۰ء

وہ اس سے علیحدہ ہوگیا۔ برطانی جہازات اور برطانی مال کے لئے روس کی بندرگاہوں کو بند کر دینے کی وجہ سے شہنشاہی روس کی تجارت تباہ ہوگئی تھی، نپولین نے مغربی گلیشیا کو وارسا کی پولینڈی امارت کے ساتھ شامل کرکے، اپنے وعدے کو توڑ دیا تھا اور زار نے ایک غیر وفا کیش حلیف کے مفاد کے لئے آیندہ اپنی رعایا کی دولت کو قربان کرنے سے انکار کر دیا۔ ۱۸۱۰ء کے آخر میں سنٹ پیٹرسبرگ میں ایک حکم یہ شائع ہوا کہ روس کے بندرگاہ ان تمام جہازوں کے لئے کھول دئے گئے ہیں جن پر غیر جانبدار جھنڈا ہو اور فرانس کی متعدد پیداوار پر محصول لگا دیئے جائیں یہ فرمان فرانسیسی شہنشاہ کو راست صلائے جنگ دینے سے کم نہ تھا، نپولین انگریزی تجارت پر اپنے بر اعظمی امتناعات کے نسبت بہت مبالغہ آمیز خیال

رکھتا تھا۔ اس کا گمان یہ تھا کہ تمام یورپی سواحل پر اقتدار سے کم کوئی شئے ایسی نہیں تھی جس سے وہ اپنے دشمن کو ٹھکا ڈالے اور اس کے بجائے کہ وہ روس کو اپنی ان مدتوں کی آرزؤں کو خراب کرنے دے وہ اس سے جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار تھا۔ آسٹروی عقد کی وجہ سے نپولین نے اپنے مفاد کا الگزنڈر کے مفاد سے علیحدہ ہونے کا ثبوت پہلے ہی دیدیا تھا۔ پولینڈ کے معاملات پر تسویہ باہمی کی جو کوشش کی گئی اس سے صرف نئی کشیدگی و بداعتمادی پیدا ہوئی، امارت اولڈنبرگ جس کا فرمانروا الگزنڈر کے خاندان کا ایک رکن تھا، اس کے الحاق کی وجہ سے ایک اور علانیہ سینہ زوری دکھائی گئی۔ اس واقعہ کے عین بعد ہی روسی درآمد و برآمد کا نیا نظم شائع ہوا۔ ۱۸۱۱ء کے موسم بہار میں نپولین نے جنگ کا عزم کرلیا مگر چونکہ اسپین ابھی تک زیر نہیں ہوا تھا اس لئے اسے مخاصمات کے جاری کرنے کی جلدی نہیں تھی۔ الگزنڈر ابھی تک جنگی کارروائی کے لئے اور بھی کم تیار تھا، اور اس لئے سفارتی تعلقات کی ظاہرداری پیرس اور سنٹ پیٹرسبرگ میں کچھ دنوں اور برقرار رکھی گئی مگر صورت حالات کی اصلی نوعیت ان بے انتہا فوجی بھرتیوں سے ظاہر ہوگئی جن کے لئے فرانس و روس دونوں ملکوں میں حکم ہوگیا تھا، اور سال کا بقیہ حصہ اس مہم کی تیاریوں میں صرف ہوا جو یورپ کی قسمت کا فیصلہ کرنے والی تھی۔

> فرانس اور روس کا جنگ کے لئے تیار ہونا ۱۸۱۱ء

ہم دیکھ چکے ہیں کہ صلح وائینا اور آغاز جنگ کے درمیان کے دو برس سے زاید کے زمانہ میں جزیرہ نمائے اسپین کے سوا براعظم پر فرانس کا اور کہیں کوئی مسلمہ دشمن نہیں تھا۔ اگر شہنشاہ اسپین کی سپہ سالاری خود اپنے ہاتھ میں لے لیتا تو غالباً چند ماہ کے اندر اندر وہ اسپینی فوجیں اور ان کے انگریزی حلیف دونوں کو پامال کرکے رکھ دیتا مگر رائے کی مہلک غلطی کی وجہ سے اس نے یہی پسند کیا کہ وہ خود دور سے دیکھتا رہے اور اسکے سپہ سالار اس آخری دشمن سے مشغول جنگ رہیں۔ پوپ اور شاہ ہالینڈ سے مناقشات بہت اچھی طرح دوسرے برس کے لئے

> اسپین اور پرتگال کے معاملات ۱۸۰۹ء۔ ۱۸۱۲ء

ملتوی کیے جاسکتے تھے مگر نپولین کو اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں تھا کہ اسپینی جزیرہ نما کا فتح کرنا اتنا مشکل کام نہیں تھا جسے اسکے مشیران جنگی انجام نہ دیسکتے ہوں، اور اگر ولنگٹن ویسے ہی سپہ سالاروں کا سا ہوتا جن سے نپولین کو سابقہ پڑا تھا تو شاید یہ کام ہوتا بھی ویسا ہی۔ جزیرہ نما میں فرانسیسی فوجوں کی تعداد تین لاکھ سے زاید تھی اور ٹلیویرا کی فتح کے باوجود، انگریزوں کو مجبور ہو کر پرتگال میں ہٹ جانا پڑا تھا مگر ولنگٹن کی جنگ بہترین، آسٹروی اور فرانسیسی سپہ سالاروں کی جنگ سے کچھ اور ہی چیز تھی، ٹلیویرا سے بازگشت کے بعد اس نے ازراہ دوربینی یہ سمجھ لیا تھا کہ پرتگال پر اس کی فوج سے بدرجہا زیادہ بڑی فوج کے ذریعہ سے حملہ ہوگا، اور اس نے مدافعت کی ایک ایسی تجویز تیار کی جس کی جدت اور صحیح فوجی بالغ النظری ایسی ہی نمایاں تھی جیسی خود نپولین کی نہایت ہی دلیرانہ حملہ کی تجویزیں ہوا کرتی تھیں۔

ٹارس وڈراس کے خطوط
۱۸۰۹ء ۔ ۱۸۱۰ء

لسبن کے عقب میں ایک ناہموار کوہی خطہ ٹیگس سے سمندر تک پھیلا ہوا تھا، یہاں جبکہ انگریزی فوج المیڈا کے قرب وجوار میں سرما بسر کر رہی تھی، ولنگٹن نے ہزاروں پرتگالی مزدور لگا کر اس راس کو ایک وسیع قلعہ بنا دیا۔ اس کارروائی کی کوئی خبر دشمن تک نہیں پہنچنے پائی قلعہ بندیوں کا ایک دہرا سلسلہ جو خطوط ٹارس وڈراس کے نام سے مشہور ہے، لسبن سے شمال میں پہاڑی قلعوں کے برابر برابر چلا گیا۔ اور ٹیگس اور سمندر کے درمیان ایک درز بھی باقی نہیں رہنے پائی یہ وہ حصار بندی تھی جسکے نسبت ولنگٹن کا منشا یہ تھا کہ آخری حالت میں اپنے حملہ آوروں کو اس خطہ پر کھینچ لائے، ادہر ملک تمام ایسی چیزوں سے پاک کر دیا جائے جو کسی حملہ آور فوج کے مایحتاج کے کام آسکے اور پرتگال کی بیقاعدہ فوجیں عقب سے اسے دباتی آئیں۔[1]

جون ۱۸۱۰ء میں مارشل میسنا، جس نے ایسپرن اور ویگرم میں اعلیٰ سے اعلیٰ امتیاز حاصل کیا تھا، اسپین میں آیا اور پرتگال کی فتح کے لئے جو فوج مقصود تھی اس کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ سیوڈاڈ، وراڈریگو پر حملہ کیا گیا، ولنگٹن

---

[1] ۔ ولنگٹن کے انتظامی خطوط، جلد ششم صفحہ ۱۴۱۔ نیپیر جلد سوم صفحہ ۳۵۰

اتنا کمزور تھا کہ اسے خلاص نہیں دلا سکتا تھا، اور اتنا دانشمند تھا کہ اسپینیوں کی تعریف کے خاطر اپنی فوج کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا، وہ بے حس و حرکت پڑا رہا اور یہ عظیم الشان قلعہ دشمن کے ہاتھ میں آگیا۔ ستمبر میں فرانسیسی ستر ہزار کی تعداد میں پرتگال میں داخل ہوئے۔ ولنگٹن ملک کو ویران کرتا ہوا ماندیگو کی وادی کے نشیب کی طرف ہٹ گیا۔ آخر الامر وہ بیوساکو میں ٹھہر کر معرکہ آرا ہوا (۲۷ ستمبر) فرانسیسیوں کو شکست ہوگئی۔ اس فتح نے پرتگالیوں کے دلوں میں انگریزی سردار کے نسبت پورا اعتماد پیدا کر دیا مگر حملہ آوروں کے لیے اور دوسرے راستے کھلے ہوئے تھے اور ولنگٹن نے اپنی بازگشت کو جاری رکھا، مسینا اس کے عقب میں چلا آیا، اور

ولنگٹن کے خلاف مسینا کی مہم ۱۸۱۰ء

جب ٹارس ویڈرس کی قلعہ بندیوں سے پانچ روز کے راستہ پر آگیا، اس وقت اسے پہلی مرتبہ ان قلعہ بندیوں کی خبر ہوئی۔ پہاڑی حصار بندی کے قریب پہنچ کر مسینا نے کسی غیر محفوظ نقطہ کی تلاش کی مگر بے سود پرتگالی محافظ ملک فوج کے ایک انبوہ کے علاوہ، پچاس ہزار انگریزی و پرتگالی باقاعدہ فوجیں، ان خطوط کے عقب میں جمع کی گئی تھیں۔ فرانسیسیوں کی موجودہ تعداد کے اعتبار سے حملہ میں مطلق کوئی امید نہیں تھی۔ مسینا کمک کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ اتنا بھی بڑی دشواریوں سے ہوا کہ وہ اپنی فوج کو فاقہ کشی سے بچائے رہا۔ آخر جب ملک بالکلیہ خالی ہوگیا تو اس نے بازگشت شروع کر دی (۱۴ نومبر) ولنگٹن بلندیوں پر سے اترا مگر اس کی یلغاری فوج ابھی اتنی کمزور تھی کہ وہ جم کر لڑنے کے خطرے میں نہیں پڑ سکتا تھا۔ مسینا، ٹھہر گیا اور دریائے ٹیگس پر مقام سینٹرم میں قایم ہوگیا۔ یہاں اور وادی ززیر کے قرب و جوار میں وہ جاڑوں بھر ٹھہرا رہا مگر مارچ ۱۸۱۱ء میں انگلستان سے کمک آجانے پر ولنگٹن دشمن کے خلاف آگے

مسینا کی بازگشت ۱۸۱۰ء ۔ ۱۸۱۱ء

بڑھا اور اب واقعی فرانسیسیوں نے بازگشت شروع کی۔ مسینا نے شمال کا راستہ اختیار کیا، انگریز اسے بُری طرح دباتے آتے تھے اور اسلئے وہ نہایت بے رحمی سے ملک کو تباہ کرتا جاتا تھا تاکہ تعاقب کو روک دے۔ آگ اور بربادی سے اس بازگشت کرنے والی فوج کا راستہ معلوم ہوتا جاتا تھا مگر حملہ اور بازگشت دونوں زمانوں میں، خود فرانسیسیوں

کو ایسے مصایب برداشت کرنا پڑے کہ جب مسینا، اسپین میں دوبارہ داخل ہوا تو اس مہم کے بعد جس میں صرف ایک معرکہ جم کر ہوا تھا، اسکے نقصانات تیس ہزار سے متجاوز تھے باوجود نہایت تباہ کن بے قاعدہ جنگ کے اس

سولٹ کا اسپین کو قادسیہ تک فتح کر لینا۔

اثناء میں دوسری فرانسیسی فوجیں، اسپین کے جنوب و مشرق کی فتح کو مکمل کر رہی تھیں۔ سولٹ نے سیوریل پر قبضہ کر لیا اور قادسیہ کا محاصرہ شروع کر دیا تھا یہیں ۱۸۱۰ء کے آخر میں اسے نپولین کا حکم پہنچا کہ وہ مسینا کی مدد کے لئے بڑھے۔ قادسیہ میں وکٹر کو سپہ سالار بنا کر سولٹ نے شمال کی طرف کوچ کر دیا، اہل اسپین کو منہزم کر کے بیڈیجاز کا قلعہ فتح کر لیا جو پرتگال کی جنوبی سڑک پر حاوی تھا مگر مسینا اس سے پہلے ہی پیچھے ہٹا آرہا تھا، اور خود سولٹ کی پیشقدمی اس خبر سے منقطع ہو گئی کہ قادسیہ کے انگریزی سپہ سالار گریہم نے باہر نکل کر محاصرین پر حملہ کر دیا اور انھیں سخت شکست دی، سولٹ، قادسیہ کو واپس آگیا اور پھر محاصرہ جاری کیا۔ ولنگٹن کو جب اس طرح جنوب کے حملے کے خطرے سے نجات ملگئی اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ مسینا بالکل بیکار ہو چکا ہے، اس وقت اس نے یہ خیال کیا کہ اب اسپین میں آگے بڑھنے کا وقت آگیا ہے۔ اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ شمالی سڑک پر المیڈا اور سیوڈاڈ رڈریگو کے قلعوں پر قبضہ کر لے اور بیڈیجاز کو فرانسیسیوں کے ہاتھ سے

ولنگٹن کی ۱۸۱۱ء کی مہم

نکالکر پرتگال کے ساتھ خود اپنے رسل و رسائل کو محفوظ کرلے اس نے ایک مختصر فوج المیڈا کے محاصرے کے لئے چھوڑ دی اور خود الواس کی طرف بڑھ گیا تاکہ برسفورڈ سے ملکر بیڈیجاز کے محاصرہ کا انتظام کرے۔ انگریزی سپہ سالار جس مدت میں اس کا امکان سمجھتا تھا، مسینا کی آمادگی و مستعد کاری نے اس سے قبل ہی، اسکے سپاہ کی قوت کار کو بحال کر دیا اور مسینا اور سولٹ کی دو فوجیں، انگریزوں پر شمال و جنوب سے حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئیں۔ مسینا نے اس جیش کے خلاف کوچ کیا جو المیڈا کا محاصرہ کئے ہوئے تھی۔ ولنگٹن بعجلت تمام اسکے مقابلہ کے لئے پہنچا اور فنٹس دی آنورو پر جنگ ہوئی۔ فرانسیسیوں کو شکست ہو گئی

اور المیڈا انگریزوں کے ہاتھ آگیا۔ جنوب میں سولٹ، بیڈیجاز کے خلاص کے لئے بڑھا مگر البیورا کے خونریز معرکہ میں برسفرڈ نے اسے مغلوب کر دیا (۱۶ مئی) مگر شمال کی فوج کے ساتھ اسکے مل جانے کی وجہ سے (جواب مسینا کی قیادت سے نکلکر مارمانٹ کی قیادت میں آگئی تھی) انگریز محاصرہ اٹھالینے پر مجبور ہوئے اور ولنگٹن، متہورانہ طور پر متحدہ فرانسیسی فوج سے جنگ کرکے، پرتگالی سرحد کے اندر ہٹ گیا، اور سیوڈاڈ راڈیگو کا محاصرہ کرنے کی نیت سے شمال کی طرف کوچ کر دیا۔ اس مرتبہ پھر فرانسیسیوں کی کثرت تعداد سے مغلوب ہوکر وہ کو اکے لشکرگاہ کو ہٹ جانے پر مجبور ہوا۔

موسم خزاں کے تمام مہینوں میں جو مجبورانہ بے عملی میں صرف ہوئے، ولنگٹن صبر کے ساتھ اپنے اس یقین پر قایم رہا کہ غذا کی کمیابی کی وجہ سے فرانسیسی زیادہ دنوں تک اپنی فوجوں کو متحد نہ رکھ سکیں گے اسکے قیاسات صحیح نکلے، اور ۱۸۱۱ء کے

سیوڈاڈ راڈیگو پر قبضہ، ۱۹ جنوری ۱۸۱۲ء

اختتام پر انگریز پھر میدان میں فایق ہو گئے۔ ولنگٹن، سیوڈاڈ راڈیگو کی طرف بڑھا اور ۱۹ جنوری ۱۸۱۲ء کو یورش کرکے اسے لے لیا۔ اسپین کے اندر کی سڑک کھل گئی، اب صرف یہ باقی رہ گیا کہ بیڈیجاز پر قبضہ کرکے خود پرتگال کو محفوظ کرلیا جائے۔ ولنگٹن نے ۱۵ مارچ کو ٹیگس کو عبور کیا اور دس دن میں بیڈیجاز کے محاصرہ کو مکمل کر دیا۔ یہ ضروری تھا کہ کتنا ہی کچھ نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے مگر شہر پر اس سے قبل ہی قبضہ کرلیا جائے کہ سولٹ اس کے خلاص کے لئے بڑھ سکے، ۶ اپریل کی

بیڈیجاز پر قبضہ ۶ اپریل

شب میں ولنگٹن نے حملہ کا حکم دے دیا۔ حملہ کی تندی و شدت اور فتح کے وقت انگریز سپاہیوں کی خونخوارانہ ستمگاری نے بیڈیجاز کی یورش کو جنگ کے نہایت ہی مہیب واقعات میں نمایاں کر دیا ہے مگر ولنگٹن کا مقصد پورا ہو گیا اور جس وقت، نپولین اپنی کار آزمودہ رجمنٹوں کو پرینیز کے ادھر سے طلب کر رہا تھا، اس وقت میں انگریزی سپہ سالار جواب اسپین کے سرحدی قلعوں کا مالک ہو گیا تھا، یہ تیاری کر رہا تھا کہ ان کمزور شدہ فوجوں کو جزیرہ نما میں مغلوب کرے اور فرانسیسیوں کو میڈرڈ سے نکال دے۔

ولنگٹن کا اسپین پر حملہ آور ہونا، جون ۱۸۱۲ء

۱۸۱۲ء کے موسم بہار میں، جب نپولین روسی مہم کا آغاز کیا چاہتا تھا، ولنگٹن، شمال اسپین میں مارمانٹ کے مواقع اور دارالصدر کے فرانسیسی خطوط و رسل و رسایل کے خلاف آگے بڑھا۔ مارمانٹ پیچھے ہٹ گیا اور ولنگٹن کو سلیمنکا سے گزر جانے دیا مگر ڈورو پر پہنچکر وہ اپنے دشمن پر پلٹ پڑا اور متواتر عاجلانہ و ماہرانہ یلغاروں کے ذریعہ سے انگریزوں کو کچھ اس حالت میں لے آیا کہ ان کو پرتگال کے ساتھ اپنے رسل و رسائل کے بند ہو جانے کا کسی قدر خطرہ پیدا ہو گیا۔ اب ولنگٹن خود سلیمنکا تک ہٹ آیا اور وہاں آکر جنگ

سلیمنکا ۲۲ جولائی۔

کی (۲۲ جولائی) ایک فیصلہ کن فتح نے انگریزی فوج کو اس خطرے سے آزاد کر دیا، اور مارمانٹ نے اپنی شاطری و سرعت سے جو فواید فایقہ حاصل کئے تھے وہ سب نیست و نابود ہو گئے۔ فرانسیسوں کو اس قدر سخت شکست ہوئی کہ ان کو برگاس تک پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ ولنگٹن نے میڈرڈ پر تاخت کر دی۔ اسکی آمد پر شاہ جوزف دارالصدر سے بھاگ گیا اور سولٹ کو حکم دیدیا کہ انڈلسیہ کو خالی کر کے مشرقی ساحل الیشیا میں اس سے آملے۔ ولنگٹن، اسپینوں کے دیوانہ وار شور مسرت میں میڈرڈ کے اندر داخل ہوا، اور پھر شمال کی طرف متوجہ ہوا تا کہ جس فوج کو اس نے سلیمنکا میں زک دی ہے اسے بالکلیہ برباد کر دے مگر اس کی قطعی کامیابی کا وقت ابھی نہیں آیا تھا، اس کا میڈرڈ کی طرف بڑھنا اگرچہ سیاسی کارروائی کے لحاظ سے دانشمندانہ تھا مگر اس سے شمال کی فرانسیسی فوج کو مجتمع ہو جانے کا وقت ملگیا۔ برگاس کی شدید مدافعت نے اسے روک دیا اور یہ معلوم کر کے کہ اس کی فتح کی وجہ سے فرانسیسیوں کو جو اقطاع ملک چھوڑ دینا پڑے ہیں، خود ان انخلا کی وجہ سے انھیں قوت حاصل ہو گئی ہے، وہ پرتگال میں واپس ہو گیا اور شاہ جوزف کو اپنے آخری ناقابل تغیر زوال کے قبل، چند روزہ اور اپنی ماتحتانہ فرمانروائی سے عارضی لطف اٹھانے کا موقع دیدیا۔

جنگ نے اسپین میں آئینی تحریک برپا کر دی

خود مختاری کے لئے قوم کی جدوجہد نے خود اسپین میں ایک ایسا سیاسی انقلاب پیدا کر دیا تھا، جسے اس تصادم کے آغاز کے وقت اہل اسپین نے جس قدر کم سمجھا تھا نپولین

نے بھی اسی قدر کم سمجھا تھا۔ جب ۱۸۰۸ء میں قوم نے اپنے وطنی خاندان فرمانروا کیلئے ہتھیار اٹھائے، اس وقت ان لوگوں کی آواز جو اپنی حکومت کی خرابیوں کی اصلاح کا مطالبہ کر رہے تھے، فرڈیننڈ کے لئے وفادارانہ جوش و خروش کے شور و غل میں بہت کم سنی گئی تھی مگر اسپین میں آزاد خیال لوگوں کا ایک گروہ موجود تھا اور فرانسیسیوں کے حملے اور اسکے بعد اسپینیوں کی کامیابی نے جب خاندان باربن کے پرانے آزار دہ طریق اور نپولین کے جدید القیام طریق دونوں کو نقش باطل کی طرح مٹا دیا تو پھر مطابع کے آزاد ہو جانے کی وجہ سے طالبان اصلاح کی رائیں جنکا علم ابتک حلقہ احباب سے باہر بہت کم لوگوں کو تھا، معاً ملک میں ایک قوت بن گئیں۔ جو ویلنیاس جو ایک راستباز و وسیع الخیال مدبر تھا، اور جس نے ترقی کے معاملہ میں اپنی کوششوں کی وجہ سے گذشتہ عہد میں بہت دنوں تک قید کی مصیبت جھیلی تھی، اب وہ مرکزی جنٹا میں آئینی اصلاح کے فریق کی نمایندگی کر رہا تھا مگر جنٹا، خود بہت کم تعمق نظر یا صداقت سے کام لیتا تھا۔ اسکے ارکان کی ایک بہت بڑی تعداد حکومت میں ان عظیم الشان تغیرات کی (جن پر جو ویلنیاس زور دے رہا تھا) نہ خواہاں تھی اور نہ انھیں پسند کرتی تھی، مگر جنٹا، بجائے خود ایک بیضابطہ اور انقلابی جماعت تھی اور شاہی کی قدیم قانونی مجالس کے مقابلہ میں (جنھیں نہ صرف بہتر باضابطہ حق حاصل تھا بلکہ حکومت و اقتدار کے جملہ عادات بھی ان میں موجود تھے) جنٹا، کو اپنی جگہ پر قایم رکھنے کے لئے مجبوراً قوم ہی سے التجا کرنا پڑتی تھی۔ ۱۸۰۸ء کے آخر میں نپولین کے فتوحات اور قدیم عہدہ دار جماعات اور جدید حکومتہائے صوبجات (جواب اس بادشاہی کے ہر حصہ میں پیدا ہو گئی تھیں) دونوں نے ایسی روش اختیار کی کہ ۱۸۰۹ء کے موسم بہار میں جنٹا کو مجبور ہو کر یہ اعلان کرنا پڑا کہ سال آیندہ کارٹس، یا قومی پارلیمنٹ کا اجتماع ہوگا۔ ایک مرتبہ شائع ہو جانے کے بعد، نہ اس اعلان کو کالعدم کیا جا سکتا تھا اور نہ واپس لیا جا سکتا تھا اس سے کچھ حاصل نہوا کہ جنٹا، نے عمومی آرا کی ترقی سے خوفزدہ ہو کر مطابع کا احتساب بحال کر دیا، اور آزاد خیال جراید کو دبا دینے کی کوشش کی۔ سیاسی شورانگیزی کی رو برابر بلند ہوتی گئی اور ۱۸۰۹ء کے ختم ہونے کے قبل، فریقوں کا

وہ تصادم جس کا تجربہ آئندہ بحر متوسط کی دوسری سلطنتوں کے ساتھ، اسپین کو بھی کرنا تھا، اچھی طرح شروع ہو چکا تھا[1]

۱۸۰۹ء کے آزاد خیالوں نے خود سرانہ اختیار پر ویسا ہی حملہ کیا اور عمومی حق کے متعلق ویسے ہی نظریات کا دعویٰ کیا جیسا فرانسیسی قوم کے سرگروہ بیس برس قبل کر چکے تھے، ان کے خلاف اسپینی عہدہ داروں کی ایک پوری فوج صف آرا تھی اور پادریوں کی مغلوب کن قوت بھی بہت جلد اس کی تائید کرنے والی تھی مگر ابتدا میں آزاد خیالوں نے ہوشیاری یہ کی کہ کلیسا کے امتیاز خاص کی قطع و برید میں ہاتھ نہیں لگایا اس طرح اپنی حکمت عملی کو قوم کے کیتھولک جذبات کے ساتھ ہموار کر کے، ۱۸۰۹ء کے تمام دوران میں جبکہ پیاپے تباہی قوم کے غصہ کو گزشتہ و موجودہ دونوں زمانوں کے صاحبان اقتدار کے خلاف بھڑکا رہی تھی، یہ فریق اصلاح قوت جمع کرتا رہا۔ جنٹا نے یہ عزم کیا تھا کہ کارٹس کا اجتماع یکم مارچ ۱۸۱۱ء کو ہوگا۔ اسپین کے قدیم رواج کے مطابق، تینوں طبقات یعنی قسیس امرا اور عوام کی نمایندگی کارٹس میں جدا جدا جمعیتوں میں ہوتی۔ اصلاح کے مخالفوں نے ازمنۂ وسطیٰ کی اس ترتیب کے برقرار رکھنے پر زور دیا، جنٹا، نے جوویلیناس کے زیر ہدایت، ایک درمیانی راستہ اختیار کیا، اور یہ فیصلہ کیا کہ اعلیٰ مراتب کے پادری اور امرا کی نمایندگی ایک ایوان کے ذریعہ سے ہو اور عوام کی نمایندگی دوسرے ایوان کے ذریعہ سے ہو۔ انتخاب کے احکام جاری ہو چکے تھے کہ "جنٹا" کو فرانسیسی فوجوں کی پیش قدمی کی وجہ سے قادسیہ کو بھاگنا پڑا اور اس پر آزاد خیالوں، رجعت پسندوں اور شہر کے عامۃ الناس سب نے ایک طرف سے یورشیں کر دیں اور اس نے اپنی بیکار زندگی کو ختم کر کے (۳۰ جنوری ۱۸۱۰ء) کو اپنا اختیار ایک جماعت متوسین کے ہاتھ میں دیدیا جو پانچ اشخاص سے مرکب تھی۔ اگر یہ جماعت متولیئن، فوراً ہی کارٹس، کے جمع کرنے کی کارروائی اختیار کرتی تو اغلب یہ ہے کہ اسپین ان معتدل اصلاحات پر قانع ہو جاتا جنھیں جوویلیناس کی رائے کے مطابق ترتیب دادہ ایوان، منظور

[1] باگمارٹن تاریخ اسپین، (Geschichte Spaniens) جلد اول صفحہ ۴۰۵

کرنا مناسب سمجھے، گر جماعت متولیئن نے، اختیار کو خود اپنے ہاتھ میں رکھنا مناسب سمجھا اور جنٹا نے قوم سے جو وعدہ کیا تھا، اسے نظر انداز کر دیا، کارٹس، کو جس وقت پر جمع ہونا چاہیئے تھا اسکے لئے مہینے بعد تک، اس جماعت نے وقت اندازوں کی جو روش اختیار کی اس سے حریت پسند فریق انتہائی خیال والوں کے ہاتھ میں چلا گیا اور اس نے اصلاح کے بجائے انقلاب کا راستہ تیار کیا۔ جب اسپین میں یہ خبر پہنچی کہ فرڈیننڈ عنقریب شاہ جوزف کی لڑکی سے عقد کرنا اور خود اس غاصب سے وراثت میں تاج اسپین قبول کرنا چاہتا ہے، صرف اس وقت جماعت متولیئن، کارٹس، کے طلب کرنے پر رضا مند ہوئی مگر اب یہ ممکن نہیں رہا تھا کہ عمومی جمعیت پر روک کا کام دینے کے لئے ایک اعلیٰ ایوان قایم کیا جا سکتا۔ ایک واحد ایوان کا انتخاب ہوا اور ایک بڑی حد تک خود قادسیہ کی دیواروں کے اندر ہی اس کا انتخاب ہوا کیونکہ جن اضلاع میں فرانسیسی سپاہ کی موجودگی سے انتخاب ناممکن ہو گیا تھا، وہاں کے نمایندوں کو ان پناہ گزینوں نے منتخب کیا جو ان اضلاع سے بھاگ کر قادسیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے، اور یہ انتخاب سیاسی جذبات کے اس شور و شر میں ہوا، جو جنگ و انقلاب کے وقتوں میں بڑے بڑے شہروں کو متحرک کر دیتا ہے۔

۲۴ دسمبر کو کارٹس کا افتتاح ہوا۔ اس کا پہلا کام قوم کے اقتدار اعلیٰ کا اور دوسرا کام مطابع کی آزادی کا اعلان کرنا تھا۔ ہر ایک مباحثہ میں حکومت کے قدیم نظم کے متعلق سخت نفرت کا جذبہ اور خود فرڈیننڈ کے متعلق گہری بداعتمادی کا خیال، حریت پسند نائبین کی تقریروں سے ہویدا ہوتا رہتا تھا، تاہم جمعیت میں کسی شخص نے یہ جرات نہیں کی کہ جلا وطن خاندان شاہی کی جانب عدم وفاداری کا ادنیٰ خیال بھی ظاہر کرتا۔ حریت پسند یہ جانتے تھے کہ اسپینی قوم کو اپنے شہزادے سے کس قدر پرجوش محبت ہے، مگر انھوں نے یہ عزم کر لیا تھا کہ اگر فرڈیننڈ تخت پر واپس آئے تو ایسے اختیار کے ساتھ واپس نہ آئے کہ باربنی خاندان کی قدیم خرابیوں کو پھر زندہ کر دے۔ اسی خیال کے ساتھ جمعیت نے اسپین کے لئے

کارٹس، کا بنایا ہوا نظام سلطنت ۱۸۱۲ء

ایک دستور سلطنت طیار کرنے کا کام شروع کیا۔ تاج کو ایسا سمجھا گیا کہ وہ قوم کا معاند و مخرب ہے، اس کے انتظامی اختیارات رقیبانہ طور پر کم کر دیئے گئے۔ اس کے مقابل میں ایک جمعیت کھڑی کی گئی جس کا انتخاب ہر دوسرے برس ہوتا اور اس جمعیت کے ارکان کے لئے یہ دو امور ممنوع قرار دئیے گئے کہ وہ تاج کے تحت میں کوئی عہدہ قبول کریں اور اپنی دو برس کی مدت ختم ہو جانے کے بعد اپنے کو دوبارہ انتخاب کے لئے پیش کریں۔ ایک ایسی نمائندہ جماعت کو جس کے لئے معاملات عامہ سے عملی واقفیت حاصل کرنے کے تمام امکانات مسدود کر دئیے گئے ہوں، نہ صرف وضع قانون کا حق عطا کیا گیا بلکہ حکومت کی ہر ایک شاخ کی نگرانی بھی اسے تفویض کر دی گئی۔ حکام عاملانہ کو محض صفر بنا دیا گیا تھا۔

یہ تھا وہ دستور سلطنت جس کا اعلان اسپین کی کارٹس نے اس وقت کیا جب قادسیہ پر فرانسیسی توپخانوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا اور اس پہ گولہ باری ہو رہی تھی۔ اسکے اصولوں نے خود جمعیت کے اندر نہایت ہی تیز و تند مخالفت برپا کر دی تھی۔ قوم نے یا کم از کم یہ کہ قوم کے اس حصہ نے جو قادسیہ سے آمد و رفت رکھتا تھا اسے بظاہر جوش کے ساتھ قبول کیا۔ آزاد خیال، جو جمعیت کے مباحثوں میں اپنے مخالفین پر غالب آ گئے تھے، وہ یہ یقین رکھتے تھے کہ خود ان کی فتح، مطلق العنانی کی قوتوں پر قوم کی فتح کے مرادف تھی مگر پہلے جوش مسرت کے ختم ہونے کے قبل ہی مخالف فریق کی قوت کے شگون بد اور خود آزاد خیالوں کے کسی موثر حکومت کے قایم کرنے کی عدم قابلیت ظاہر ہونے لگی پادریوں کا جوش مذہبی ایک قانون سے برانگیختہ ہو گیا جس میں جزوی طور پر خانقاہوں کے بند کرنے کی اس کارروائی کی تصدیق کی گئی تھی جس کا آغاز جوزف بوناپارٹ نے کیا تھا۔

مذہبی تحریروں کے احتساب کے متعلق کارٹس، کے مورخین نے کلیسا کو علانیہ بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ مطابع کے لئے آزادی کا اعلان کرتے وقت، کارٹس نے صریحاً اس امر کو محفوظ رکھا تھا کہ یہ آزادی مذہبی مباحث کے لئے وسیع ہو گی پادریوں نے اب عدالت اختیار مذہبی، کی بحالی کا مطالبہ کیا جو آغاز جنگ کے

وقت سے وجود معطل ہوگئی تھی۔ کارلٹس، اس امر پر رضا مند تھی کہ اسافقہ کو یہ اختیار دیدے کہ وہ جس تحریر کو چاہیں الحادی قرار دیدیں اور کارلٹس، اس پر بھی آمادہ تھی کہ عام عدالتوں کے ذریعہ سے اس قانون کو نافذ کرے جس میں یہ اعلان کیا گیا تھا کہ اسپین کے اندر صرف مذہب کیتھولک کی اجازت ہے مگر اس نے "عہدۂ مقدس" کے اختیارات کے بحال کرنے سے انکار کردیا تھا (فروری ۱۸۱۳ء) جملہ ذہنی آزادی کے دبانے کے اس انجن کے بغیر اسپین کا طبقۂ قسیسین یہ سمجھا تھا کہ اس کا مقصد باطل ہوگیا ہے۔ پس جدید نظم کے خلاف کلیسا کی لعنت رواں کردی گئی۔ ونگٹن نے آزاد خیالوں کے غلو سے برافروختہ ہوکر مطلق العنانی کے جانبداروں کو اپنی حفاظت میں لے لیا تھا، اور اب یہ پادری انھیں لوگوں سے متحد ہوگئے اور انھوں نے جاہل قوم کو خود اسکے آزاد کرنے والوں کے خلاف بھڑکا دیا اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب فرڈیننڈ کی واپسی اور اصلاح کے تمام مخالف اعتراض و مقاصد کا اتحاد اس دستور سلطنت کو الٹ دے گا۔ ملکی نسبت آزاد خیال یہ سوچ کر خوش ہوتے تھے کہ اس سے اسپین کو آزادی حاصل ہوگئی ہے۔

فرانس اور روس میں وقوع جنگ کا قریب ہوتا جانا۔ پرشیا کی روش ہارڈنبرگ کی وزارت۔ پرشیا کا نپولین سے محالفہ کرنے پر مجبور ہونا۔ آسٹروی محالفہ۔ نپولین کی طیاریاں۔ اس کا روس میں داخل ہونا الگزنڈر اور برینڈوٹ ڈریسا میں جنگ کرنے کے متعلق روسیوں کی تجویز کا تباہ ہوجانا۔ انکاوشک کی جانب پسپا ہونا۔ فرانسیسیوں کے مصائب۔ فرانسیسیوں کا سمولنسکو میں داخل ہونا۔ جنگ براڈینو۔ تخلیہ ماسکو۔ ماسکو میں آگ لگانا۔ ماسکو سے واپسی۔ فرانسیسی بمقام سمولنسکو۔ روسی فوجوں کا شمال وجنوب سے بڑھنا۔ جنگ کراسنوائی۔ گزرگاہ برسینا۔ فرانسیسیوں کا نیمن پہنچنا۔ روسیوں سے یارک کا معاقدہ۔ زار اور اسٹین۔ روسی فوجوں کا پرشیا میں داخل ہونا اسٹین کا مغربی پرشیا کو ابھارنا۔ معاہدۂ کیلیش۔ پرشیا کا اعلان جنگ۔ قوم کا جوش وخروش۔ جرمانی اتحاد کا خیال۔ فوج محافظ ملک۔

سنہ ۱۸۱۱ء کے موسم بہار ہی میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ فرانس اور روس کے درمیان جنگ کا ہونا لابدی ہے۔ وسطی یورپ کی جن دو سلطنتوں میں ابھی کسی حد تک خودمختاری قائم تھی وہ اس تصادم کے وقوع کا بہت ہی شدید بےچینی کے ساتھ انتظار کر رہی تھیں۔ برے وقت نے برلن اور وائنا کی حکومتوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا تھا۔ آخری نجات کے متعلق دونوں کی خفیہ امیدیں ایک ہی تھیں مگر نپولین کی مرضی کی علانیہ مقاومت کے لئے ان دونوں کا متحد ہوتا انھیں ضرورت سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتا تھا۔

دونوں طاقتوں کے درمیان ایک طرح کی بالمعنی مفاہمت کے باوجود سردست ہر ایک طاقت اس پر مجبور تھی کہ خود اس کی ہستی کے محفوظ رہنے کے لئے جو شرایط ضروری ہوں انھیں قبول کرلے۔ پرشیا کی صورت حالات خصوصیت کے ساتھ نہایت درجہ خطرے کی تھی۔ اس کی مملکت ٹھیک فرانسیسی شہنشاہی اور روس کے درمیان واقع تھی، اس کے قلعے نپولین کے ہاتھ میں تھے اور یہ یقینی تھا کہ اس کے وسایل پر دونوں مخالف فوجوں سے ایک نہ ایک قبضہ کرلے گی۔ پرشیا خواہ کتنا ہی اسکی خواہاں ہو مگر اس کے لئے غیر جانب داری ناممکن تھی اور حکومت کے لئے فیصلہ طلب سوال صرف یہ تھا کہ آیا پرشیا، فرانس کے حلیف کی حیثیت سے جنگ میں داخل ہو یا روس کے حلیف کی حیثیت سے۔ اگر اسٹین کا فریق برسر اقتدار ہوتا تو چاہے کیسا ہی کچھ خطرہ کیوں نہ درپیش ہوتا پرشیا، نپولین کے خلاف ہتھیار اٹھاتی مگر اسٹین جلاوطن تھا۔ اسکے دوست اگرچہ فوج میں قوت رکھتے تھے مگر حکومت پر قابض نہیں تھے۔ ملک کی خارجی حکمت عملی کی رہبری ایک ایسے مدبر کے ہاتھ میں تھی جو بیباکانہ عزائم کے بجائے وقت اور دانشمندانہ انتظام پر زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔ سنہ۱۸۱۰ء میں ہارڈنبرگ اپنے عہدہ پر واپس بلالیا گیا تھا اور اسے یہ اجازت ملگئی تھی کہ ملکی اصلاح کی ان عظیم الشان کارروائیوں کو از سر نو شروع کرے

ہارڈنبرگ کی وزارت

جو دو برس قبل شکست ہوگئی تھیں۔ حکومت کی کل ان اصولوں کے بموجب دوبارہ ڈھالی گئی جو اسٹین نے قرار دئیے تھے زرعی اصلاح اور آگے بڑھائی گئی بایں طور کہ کسانوں کی خدمت منسوخ کردی گئی اور کسانوں کی زمین قابضوں اور مالکوں کے درمیان منقسم کردی گئی۔ اعاظم واعارف کی متواتر تین مجلسیں طلب کرنے سے دستوری شکل حکومت کا بھی تجربہ ہوا مگر اسکا انتظام بہت ہی ناقص رہا۔ ذی امتیاز طبقات کی جانب سے ہارڈنبرگ کو بہت ہی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ چونکہ وہ خود مطلق العنان طاقت کا شیدائی تھا اسلئے نیابتی نظم کی جانب کوئی حقیقی ترقی کرکے وہ عوام کا اعتماد نہ حاصل کرسکا نہ اس وزیر کی خارجی حکمت عملی ہی ایسی تھی جس سے کوئی جوش پیدا ہوتا۔ وہ اگرچہ دل سے ایک سچا محب وطن تھا مگر گاہ بگاہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ

حب الوطنی سے بالکل معرا ہے حالانکہ وہ اپنے اصلی خیالات کے ظاہر کرنے کے اختیارات سے معرا ہوتا تھا۔

ہارڈنبرگ نے جب یہ سمجھ لیا کہ آنیوالی جنگ میں پرشیا غیر جانبدار نہیں رہ سکتی اور یہ بھی یقین کر لیا کہ موجودہ بار کا کچھ ہلکا کرنا قطعی ضروری ہے' تو اس نے اولاً یہ عزم کیا کہ پرشیا کی تائید نپولین کے سامنے پیش کرے اور اسکے عوض میں یہ مطالبہ کرے کہ پرشیا پر فرانس کے جو مواجب ابھی تک باقی ہیں ان میں کچھ کمی کردی جائے اور پرشیاوی فوج پر جو قیود عاید کئے گئے ہیں وہ اٹھالئے جائیں[1]۔ پرشیاوی محالفے کی تجویز نپولین کے پاس ۱۸۱۱ء کے موسم بہار میں پہنچی۔ اس نے سخت خاموشی اختیار کرلی۔ ادہر پرشیاوی ایلچی باریابی کے انتظار میں بیکار پیرس میں پڑا ہوا تھا' ادُہر فوجوں کے دَل کے دَل رائن سے پرشیاوی سرحد کی جانب بڑھ رہے تھے اور آڈر کی قلعہ گیر فوج اپنی مقررہ قوت سے بہت زیادہ بڑھادی گئی تھی۔ جولائی میں ایلچی پیرس سے واپس آیا اور یہ اطلاع دی کہ نپولین نے ہارڈنبرگ کے مجوزہ شرایط پر بحث کرنے سے بھی انکار کردیا ہے۔ شاہ فریڈرک ولیم نے اب زار کو خط لکھا اور پرشیا اور روس کے درمیان محالفے کی تجویز پیش کی۔ زیادہ وقت نہیں گزرا کہ ہارڈنبرگ کی فوجی طیاریوں کی خبر پیرس پہنچ گئی۔ نپولین نے اعلان کردیا کہ اگر یہ طیاریاں فوراً ہی معلق نہ کردیگئیں تو وہ ڈیوسٹ کو برلن کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیدے گا اسکے ساتھ ہی نپولین نے پرشیاوی محالفے کے لئے ایک جوابی تجویز پیش کی جو درحقیقت بلاشرط اطاعت کی تجویز تھی۔ (برلن کی حکومت کو اب دو میں سے ایک بات کا فیصلہ کرنا تھا یا ایک ایسے معاہدے کو قبول کرے جس سے پرشیا' نپولین کے توابع میں شامل ہوجائے یا قطعی جنگ کو قبول کرے۔ ہارڈنبرگ نے سینٹ پیٹرسبرگ سے حسب خواہ خبروں کی توقع میں جنگ کے حق میں اعلان کردیا لیکن زار اگرچہ

---

[1] ۔ "ہارڈنبرگ" (Harden burg) از اونکے' جلد چہارم صفحہ ۲۶۸ ہاسر جلد سوم' صفحہ ۵۳۵' سیلی جلد دوم صفحہ ۴۴۔

پرشیا کی تائید حاصل کرنے کے لئے بےچین تھا مگر اس نے اپنی کارروائیوں کے لئے مدافعانہ طریق کا فیصلہ کر دیا تھا اور یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ اسی حدود سے باہر فوجیں نہیں بھیج سکتا۔

پس اس طرح پرشیا نپولین کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا رہ گئی۔ ہارڈنبرگ زندگی اور موت کی جنگ کا اعلان کرنے کی ذمہ داری سے جھجک گیا اور ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے، جس سے فریڈرک اعظم کی قوم اس مذموم گروہ میں شامل ہو گئی جو نپولین کے حکم پر اس آزادی اور قومیت کے خلاف لڑتا تھا جو یورپ میں اب قدر قلیل باقی رہ گئی تھی۔[1] ۲۴ فروری (۱۸۱۲ء) پرشیا نے یہ ذمہ لیا کہ وہ آنیوالی مہم میں نپولین کے لئے بیس ہزار آدمی مہیا کرے گی اور نپولین کے حکم کے بغیر نہ فوج بھرتی کرے گی اور نہ اپنی فوجوں کے متعلق احکام جاری کرے گی۔ اس طرح حب الوطنی کی ان تمام امیدوں اور کوششوں کا خاتمہ ہو گیا۔ جنہوں نے پرشیا کو تاریک ترین ایام سے گزارا تھا۔ ہارڈنبرگ اپنے کو اس تعریف کا سزاوار قرار دے سکتا ہے کہ وہ طوفان کے سامنے جھک گیا اور موقع آنے پر ضرب لگانے کے لئے پرشیا کے وسایل کو قایم رکھا مگر حب الوطن جماعت کی نظر میں ظاہراً ہارڈنبرگ کی یہ اطاعت قومی ہستی کا حوالہ کر دینا تھا۔ اسٹین نے اپنے مقام جلاوطنی ہی میں اس وزیر پر نہایت ہی سخت لعنت ملامت کی۔ شارنہارن نے اپنے عہدے سے استعفا دیدیا۔ پرشیا کی فوج کے متعدد بہترین عہدہ داروں نے شاہ فریڈرک ولیم کی ملازمت اس خیال سے چھوڑ دی کہ یورپی آزادی کی آخری جدوجہد میں وہ روسیوں کے ساتھ شریک ہو جائیں۔

آسٹریا پر نپولین نے بزور جو محالفہ عاید کیا وہ اس طرح کا ذلت آمیز محالفہ نہیں تھا جیسا پرشیا کو قبول کرنے پر مجبور کیا گیا تھا؛ مٹرنک

---

[1] مارٹنز "منتخبات جدیدہ" (Non vean Recueil) جلد اول صفحہ ۱۴۷-۱۴۱ اس معاہدہ کی ایک نقل یا اصل نپولین کی بازگشت ماسکو کے زمانہ میں اسکے کاغذات میں پائی گئی اور اسکی ایک نقل لندن کو بھیجی گئی جو "دفاتر" میں محفوظ ہے۔

نپولین سے آسٹریا کا محالفہ

اور شہنشاہ فرانسیسی دونو غیر جانبدار رہنے کو ترجیح دیتے کیونکہ سلطنت کے دیوالہ نے ملک کو ایک خطرناک مصیبت میں مبتلا کر دیا تھا جس سے تمام قرضوں اور تنخواہوں کی ادائی رسمی مقدار سے بقدر خمس کے ہوتی تھی لیکن نپولین نے آسٹریا کے اشتراک عملی پر اصرار کیا، دو شہنشاہوں کے خاندانی تعلقات نے گہرے محالفے کی صورت پیدا کر دی اور نپولین نے آسٹریا کو جس انعام کی توقع دلائی یعنی صوبجات الیریا کی واپسی وہ ایک نہایت ہی گرانقدر انعام تھا۔ پرشیا کی فوج کی طرح آسٹریا کی امدادی فوج محض فرانسیسی فوج کا جزو نہیں قرار پائی تھی۔ اس کی کارروائیاں فرانسیسی فوج سے بالکل الگ ہونیوالی تھیں، اور اس کی قیادت ایک آسٹروی سپہ سالار کے ہاتھ میں ہوتی جو بذات خاص نپولین کے ماتحت ہوتا۔ ان شرائط کے ساتھ مٹرنک اس مہم میں شامل ہونے سے غیر رضامند نہیں تھا۔ اس نے ایک عجیب و غریب سیاسی ہیئت پیدا کر کے اپنے اضطرابات ضمیر کو مطمئن کر لیا۔ وہ ہیئت یہ تھی کہ آسٹریا اب بھی غیر جانبدار قرار دیجاتی تھی، باوجود آنکہ وہ جنگ میں شریک تھی اسے فرانس کے ساتھ شریک ہو جانے میں ایسا ہی کم وسواس تھا جیسا سنٹ پیٹرسبرگ اور برلن کے درباروں کے سامنے یہ تشریح کر دینے میں کہ یہ اتحاد محض براہ کید و مکر تھا جس فرمانروا پر عنقریب نپولین حملہ آور ہونے والا تھا اور جن فرمانرواؤں نے نپولین کی تائید کے لئے اپنی فوجیں بھیجی تھیں، سب پوری طرح ایک دوسرے کی حالت کو سمجھتے تھے۔ پرشیاوی فوج پر فرانسیسی فوج کی نگرانی تھی اور یہ فرانسیسی فوج تعداد میں اس سے بہت بڑی تھی اس فوج کو روسیوں سے اس وجہ سے لڑنا تھا کہ اس کے پاس کوئی دوسرا چارہ کار نہیں تھا۔ آسٹروی جو اپنے ہی سپہ سالار کے زیر قیادت تھے وہ روسیوں کو اس وقت تک کوئی شدید نقصان نہ پہنچاتے جب تک روسی انھیں نقصان نہ پہنچاتے اگر زار اپنے مخالف سے اچھی طرح سمجھ لیتا تو پھر اسکے لئے اس میں کوئی دشواری نہیں تھی کہ اپنے مخالف کے جبری حلیفوں سے معاملات طے کر لیتا۔

روس پر حملہ کرنے کے لئے نپولین کی طیاریاں

جن معاہدات سے نپولین کو آسٹریا اور پرشیا کی تائید حاصل ہوئی، ان پر اوایل ۱۸۱۲ء میں دستخط ہوئے تھے

آئندہ تین مہینے میں تمام شمال جرمانیہ ان فوجوں کے جم غفیر اور مال کی گاڑیوں سے بھر گیا جن کا سیل راین سے وسٹولا کی طرف رواں تھا۔ ابتک کسی ایسی مہم کی ترتیب و تنظیم نہیں ہوئی تھی جو اپنی وسعت کے اعتبار سے روس پر اس حملہ آوری کی گرد کو بھی پہنچ سکے۔ ۱۷۹۲ء سے فرانسیسیوں کی تمام لڑائیوں میں دشمنوں ہی کے ملکوں نے فرانسیسیوں کے لئے سامان خورونوش مہیا کیا تھا اور سپہ سالاروں کو توپ اور گولہ بارود کے سوا اور ہر شئے کے لئے خود اپنے ہی کوششوں پر اعتماد کرنا پڑا تھا مگر روس پر حملہ کرنے میں یہ طریق کام نہیں آسکتا تھا۔ نیمن کے پار کا ملک لمبارڈی یا بیوریا کی طرح پر از ذخایر باغوں پر مشتمل نہیں تھا۔ ساڑھے چار لاکھ آدمیوں کے لئے سامان خورونوش اور روس میں دور و دراز تک نقل و حمل کے وسایل وینزگ اور وسٹولا کے قلعوں میں فراہم کرنا تھے۔ جن بدقسمت ملکوں کی صورت وقوع نے انھیں اسوقت نپولین کا سیرحاصل مستقل اور مال خانہ بنادیا تھا، ان پر کسی طرح کا رحم نہیں کیا گیا۔ پرشیا کو مجبور کیا گیا کہ وہ اپنی فوجی اعانت کے ساتھ نہایت کثیر المقدار سامان رسد کی بھی منظوری دے۔ نپولین کی تمام فوجیں جرمانیہ سے گزرتے وقت ان قصبوں اور شہروں کے صرف پر قیام کرتی تھی جن میں سے ہوکر ان کا گزر ہوتا تھا، وسٹ فیلیا میں اس فوجی تنگ طلبی سے ایسی تباہی برپا ہوئی کہ شاہ جروم نے نپولین کو متنبہ کرنے کے لئے یہ لکھا کہ اسے ان لوگوں کی حرکت مذبوحی سے ڈرنا چاہیئے جنکے پاس نقصان اٹھانے کو اب کچھ نہیں رہ گیا ہے۔

آخرالامر یہ کثیر ذخایر جمع ہوگئے اور حملہ آور فوج وسٹولا پر پہنچ گئی۔ نپولین خود ۹ رمئی کو پیرس سے روانہ ہوا اور مقام ڈرسڈن میں آسٹروی اور پرشیادی فرمانرواؤں کو اظہار وفاداری کا موقع دیا۔ مشرق کی طرف فوج کی نقل و حرکت جاری رہی

نپولین کا روسی سرحد کو عبور کرنا جون ۱۸۱۲ء

پولینڈ اور شمال پرشیا کے وہ اضلاع جو ۱۸۰۷ء کی لڑائیوں کے میدان کارزار بن چکے تھے، اب پھر فرانسیسی فوج نے انھیں منقطع کیا۔ ۲۳ر جون کو نیمن کے عبور کرنے اور روسی مملکت میں داخل ہونے کا حکم دیا گیا، اس مہم کے لئے نپولین نے جو چھ لاکھ فوج مرتب کی تھی اس میں سے ساڑھے چار لاکھ واقعتاً سرحد پر موجود تھی ان میں سے تین لاکھ دس ہزار

مرکزی فوج تھی اور یہ بمقام کونو واقع نیمن خود نپولین کے زیر قیادت تھی، شمال میں بمقام ٹلسٹ پینتیس ہزار فوج جمع کی گئی تھی جن میں پرشیا کی مہیا کردہ امدادی فوج بھی شامل تھی اور گلیشیا کے حدود پر شوارزنبرگ کے تحت آسٹروی مقیم تھے اور ان کے ساتھ فرانسیسی فوج کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا بھی تھا۔ نپولین کی خاص فوج کے مقابلہ میں جو اصلی حملہ آور فوج تھی، روسی صرف ڈیڑھ لاکھ آدمی لاسکے تھے۔ ان سے مغرب کی جیش اول اور جیش ثانی مرتب ہوئی۔ جیش اول جس میں خود زار موجود تھا بارکلے دی ٹولی کے زیر قیادت تقریباً ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جیش ثانی تعداد میں اس سے نصف تھی اور اس کی سربراہی شہزادہ بیگیریشن کے سپرد تھی۔ جنوبی پولینڈ اور نشیب نیمن میں فرانسیسی امدادی افواج کے بالمقابل کمزور حصے تھے۔ فی الجملہ روسیوں کے پاس صرف دو لاکھ بیس ہزار سپاہی تھے جنھیں اپنے سے دونی تعداد کے دشمن کا مقابلہ کرنا تھا۔ روسیوں کو جس خاص تائیدی فوج کی توقع تھی وہ وہی فوج تھی جو اس وقت تک ڈینوب پر ترکوں سے جنگ میں مشغول تھی۔ الگزنڈر نے یہ ضروری سمجھا کہ ٹلسٹ میں جو غنیمت اسے ملجائے اوس میں سے کچھ دے کر باب عالی سے صلح کرلے۔ ڈینوب کے صوبے باستثنائے بیسربیا سلطان کو واپس کردیے گئے تاکہ روسی اپنی فوجیں جنوب سے واپس بلائیں۔ سویڈن کا ولیعہد برناڈوٹ جسے یہ اندیشہ تھا کہ نپولین کی فتح کی صورت میں اسے اپنے ممالک کا نقصان ہوگا، اس نے بھی زار سے محالفہ کرلیا۔ سویڈن کی فوج کے اتحاد عمل کے عوض میں الگزنڈر نے یہ ذمہ لیا کہ وہ ناروے کو ڈنمارک سے نکال کر تاج سویڈن کے ساتھ شامل کردے گا۔ یہ امر قومی حق کی جانب سے ایسی چشم پوشی تھی جو نپولین ہی کو سزاوار تھی۔

الگزنڈر اور برناڈوٹ

نپولین نے جب نیمن کو عبور کیا ہے اس وقت روسی فوج کا صدر مقام ولنا میں تھا۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ فرانسیسی ماسکو کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں یا سنٹ پیٹرسبرگ کی طرف اور زار نے مہم کی کوئی باقاعدہ تجویز بھی قرار نہیں دی تھی۔ البتہ پیٹر اعظم اور چارلس دوازدہم (شاہ سویڈن) کی جنگ کے وقت سے

دشمن کے سامنے سے پیچھے ہٹ جانا روسیوں کو خوب معلوم ہوگیا تھا، اور مدافعانہ جنگ کے مشورہ دینے والوں کی کچھ کمی نہیں تھی[1] مگر اس سادے اصول کو نہ زار سمجھا تھا اور نہ اس کا کوئی سپہ سالار کہ ایسی بازگشت کیونکر ہو جس میں کوئی لڑائی نہ لڑنا پڑے۔ مدافعانہ طریق کا منشا جو کچھ سمجھا جاتا تھا وہ زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ جنگ کے لئے خندق کھود کر جم جائیں اور دوسرے مقاتلہ کے قبل خندقوں کی دوسری قطاریں جاری ہیں۔ ہم تے جو واقعی صورت اختیار کی وہ کسی غائر تجویز کا نتیجہ نہیں تھا۔ یہ نتیجہ سپہ سالاروں کی تجویزوں کے عدم اتفاق اور پھر کل تجویزوں کے درہم درہم ہو جانے سے پیدا ہوا۔ اول حال میں یہ ارادہ کیا گیا کہ مقام ڈریسا واقع دریائے ڈوینا پر ایک لڑائی لڑی جائے۔ اس موقع پر جسکے نسبت یہ سمجھا گیا تھا کہ وہ ماسکو اور سنٹ پیٹرسبرگ دونوں کی سڑکوں پر حاوی ہے خندق کھود کر ایک بہت بڑی لشکرگاہ قایم کی گئی تھی اور یہاں روسی فوج نپولین کے مقابلہ میں پہلی مرتبہ قدم جما کر لڑنا چاہتی تھی۔ لہذا جوں ہی فرانسیسیوں نے دریائے نیمن کو عبور کیا، بارکلے اور بیگریشن دونوں کو زار نے حکم دیا کہ وہ ہٹکر ڈریسا پہ آرہیں مگر فرانسیسی فوج کی نقل و حرکت اس سرعت سے ہوئی کہ روسی سپہ سالار ایک دوسرے سے مل نہ سکے۔ بیگریشن جو کسی قدر فاصلہ پر جنوب میں تھا، اپنے رفیق کار سے جدا کر دیا گیا اور وہ مجبور ہو گیا کہ مشرقی سڑک سے ہو کر وٹبسک کی جانب ہٹ جائے۔ بارکلے محفوظ طور پر ڈریسا میں پہنچ گیا مگر وہ جانتا تھا کہ اس میں یہ قدرت نہیں ہے کہ تین لاکھ آدمیوں کو روک سکے۔ اس نے فرانسیسیوں کی آمد کا انتظار کئے بغیر صفوں کو خالی کر دیا، اور اس جانب ہٹا جدھر دوسری فوج تھی۔ اس طرح مدافعت کی پہلی تحریک ناکام ہو گئی اور اب زار نے لشکرگاہ کو چھوڑ دیا اور کل روسی فوج کی قیادت بارکلے کے حوالے کر دی۔

روسیوں نے ڈرسا میں جنگ کرنے کا ارادہ کیا

روسی فوجیں جدا ہو کر وٹبسک کی طرف پسپا ہو گئیں

نپولین روسی پولینڈ کے دارالصدر ولنا میں ۲۸ جون

---

[1] بانگڈانووچ۔ جلد اول صفحہ ۲۰، ڈکیمبرے جلد اول صفحہ ۱۰۶۔

کو داخل ہوا۔ آخر روسی دستے نے اس مقام کو صرف چھ گھنٹے قبل چھوڑا تھا مگر فرانسیسیوں کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ فوری تعاقب کر سکتے۔ فوج کے نیمن پہنچنے کے قبل ہی مہم کے بےنظیر مشکلات اچھی طرح واضح ہو گئے تھے۔ گاڑیوں کی وسیع قطاریں راستہ میں ٹوٹ گئیں۔ سامان بہت وافر تھا مگر ان کے نقل کرنے کے لئے جو جانور تھے وہ تھک تھک کر مر گئے۔ کوئی انسانی ذہانت و طباعی [illegible] بینی و فکر

فرانسیسی ذرائع نقل و حمل کا شکست ہوجانا۔

اس عظیم الشان کام کو پورا نہیں کر سکتی تھی جو نپولین نے اپنے ذمہ لے لیا تھا ایک برس کی تیاریوں کے باوجود فرانسیسی اسی وقت سے بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھانے لگے جس وقت سے کہ انھوں نے روسی سرزمین پر قدم رکھا۔ فوج کے ولنا پہنچنے کے قبل تیس ہزار بھولے بھٹکے لوگ فوج سے الگ ہو چکے تھے۔ پچیس ہزار بیمار شفاخانوں میں تھے، اور بار برداری عقبی فوج سے ہنوز نامعلوم بعد پر تھی نیمن سے چھ روز کے کوچ کے بعد نپولین کو مجبور ہو کر تین ہفتے ٹھہرنا پڑا۔ فوج نے ۱۶ر جولائی تک ولنا کو نہیں چھوڑا حالانکہ اس وقت تک بارکلے۔ ڈریسا کی لشکر گاہ کو خالی کر چکا تھا۔ آخر جب کوچ کا امکان پیدا ہوا تو نپولین نے بالائی ڈونیا کی طرف اس امید میں حرکت کی کہ وٹیپسک کو جانے والی سڑک پر بارکلے کو روک لے گا مگر بار برداری کے مشکلات نے پھر اسے ٹھہرنے پر مجبور کر دیا، اور روسی سپہ سالار اپنے مخالف کے قبل وٹیپسک پر پہنچ گیا یہاں بارکلے جنگ کے لئے آمادہ ہوا اور اس کا خیال یہ تھا کہ بیگریشن کی فوج قریب ہی میں جنوب کی جانب ہوگی۔ رات میں یہ خبر ملی کہ بیگریشن کی فوج اس جائے اجتماع کے قریب میں

بارکلے اور بیگریشن کا سمولنسکو میں متحد ہونا ۳ر اگست

کہیں بھی نہیں ہے، بلکہ یہ فوج سمولنسکو کی جانب ہٹا دی گئی ہے۔ بارکلے نے جنگ کا خیال فوراً ہی ترک کر دیا اور اپنی نگہبانی کی آگوں کو ہر طرف جلتا چھوڑ کر خود سمولنسکو کا راستہ لیا۔ اس کی نقل و حرکت کا فرانسیسیوں کو پتہ نہ چلا، بازگشت نہایت قاعدے سے ہوئی، اور آخر الامر دونوں جدا شدہ فوجیں سرحد سے تین سو میل دور ایک دوسرے سے مل گئیں۔

نپولین جنگ سے ناامید ہو کر اسی دن (۲۸ جولائی کی) شام کو وٹیپسک میں داخل ہوا جس دن روسیوں نے اسے خالی کیا تھا۔ فرانسیسیوں کے لئے بارکلے کا فرار اول درجہ کی تباہی تھی کیونکہ اس سے روس کی دو نو فوجوں میں سے بڑی فوج کو ایک وسیع وقطعی مقابلہ میں کثرت تعداد کے زور سے تباہ کردینے کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آخری بارہ دن کے کوچ نے یہ ثابت کر دیا کہ اب آگے قدم بڑھانے میں کیا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ ولنا کو ترک کرنے کے بعد سے بیماروں اور فوج سے چھوٹ جانے والوں کی تعداد پچاس ہزار سے بڑھ کر ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ بخار اور بیماری نے پورے دستے کے دستے کو بیکار کر دیا تھا۔ فوج کو سامان رسد پہنچانا انسانی طاقت سے خارج ہو گیا تھا۔ دو لاکھ آدمی جو باقی بچے ان کی نسبت یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ کتنے دنوں میں یہ بھی تباہ ہو جائیں گے۔ آیندہ کی توقع اس قدر مخدوش تھی کہ خود نپولین کا یہ خیال تھا کہ مزید پیش قدمی اگلے برس تک کے لئے ملتوی کر دی جائے اور فوج کو یہ اجازت دیدی جائے کہ ڈونیا میں سرمائی اقامتگاہوں میں داخل ہو جائے مگر یہ یقین اسکو آگے بڑھا لے گیا کہ ماسکو پر قبضہ کر لینے سے روسیوں کی تمام مدافعت ختم ہو جائیگی فوج نے ۱۳ اگست کو وٹیپسک کو ترک کیا اور روسیوں کے عقب میں سمولنسکو کو روانہ ہوئی۔ یہاں ساری روسی فوج جنگ کے لئے شور مچانے لگی۔ صرف بارکلے پیچھے ہٹنے کی ضرورت کو محسوس کرتا رہا۔ سپہ سالاروں نے اسکے خلاف خفیہ مشورت کی، سپاہی بالکل ہی بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ خود زار نے یہ لکھا کہ اس کی جانب سے یہ ظاہر کر دیا جائے کہ وہ فرانسیسیوں پر حملہ کرنے کے لئے مضطرب ہے۔ اس پر بھی بارکلے سمولنسکو کو ترک کر دینے کے متعلق اپنے عزم پر قائم رہا۔ البتہ فوج کے خیال سے اتنا اس نے منظور کر لیا کہ اپنے ساقہ کو یہ اجازت دیدی کہ فرانسیسی جب شہر پر حملہ کریں تو وہ ان سے خونخوار جنگ کرے مگر تخلیہ رات ہی میں مکمل ہو گیا اور دوسری صبح کو جب فرانسیسی سمولنسکو میں داخل ہوئے تو انھوں نے اسے خالی اور ویران پایا۔ سمولنسکو کی حوالگی روسیوں کے غرور کی وہ آخری قربانی تھی جس پر بارکلے انھیں آمادہ کر سکا۔ اب

فرانسیسیوں کا گھٹتا جانا

فرانسیسیوں کا داخلہ سمولنسکو، ۱۸ اگست

اس نے جنگ کے عام شور کی مخالفت نہیں کی، اور پسپائی اس صورت سے جاری رہی کہ جو پہلی مستحکم جگہ ہے وہاں ٹھہر سکیں۔ بارکلے خود کسی میدان جنگ کے لئے زمین کا معاینہ کر رہا تھا کہ اس نے سنا کہ فوج کی کمان اسکے ہاتھ سے نکال لی گئی ہے، سمولنسکو کے نکل جانے کے بعد، قومی غیظ و غضب سے زار مجبور ہو گیا کہ اپنے قابل سپاہی کو جو نسلاً لیو دینا کا باشندہ تھا علیحدہ کر دے اور کیٹوساف کو جو پورا روسی تھا، فوج کی کمان پر مقرر کرے، کیٹوساف نے ساری عمر ترکوں پر فتح حاصل کی تھی اور آسٹرلز کی شکست کے باوجود قوم اس کی پرستش کرتی تھی۔

بارکلے کے بجائے کیٹوساف کا تقرر

کیٹوساف جب لشکرگاہ میں پہنچا ہے، اس وقت تک فرانسیسیوں کی پیش قدمی کی طولانی تباہی نے حملہ آوروں کی تعداد کو فوج مقابل کے برابر کر دیا تھا۔ سمولنسکو تک فرانسیسیوں کو آبادی کی مخالفت سے سابقہ نہیں پڑا تھا کیونکہ آبادی پولینڈ والوں کی تھی روسیوں کی نہیں تھی مگر سمولنسکو پہنچکر انھوں نے ایک ایسے ملک میں قدم رکھا جس کا ہر ایک کسان ان کا پرجوش دشمن تھا۔ ان لوگوں نے اپنے دہات کو جلا ڈالا، غلہ کو برباد کر دیا اور مویشیوں کو جنگلوں میں ہنکا دیا۔ سمولنسکو سے آگے ہر دن کے کوچ میں فرانسیسیوں کو تین ہزار آدمیوں کا نقصان اٹھانا پڑا۔ ستمبر کے پہلے ہفتے میں دریائے ماسکوا پر پہنچکر نپولین کے تین لاکھ اسی ہزار سپاہیوں میں سے ایک لاکھ پچھتر ہزار یا شفاخانے میں تھے، یا غایب ہو گئے تھے یا مر گئے تھے۔ ساٹھ ہزار کے قریب، کوچ کے راستوں کی نگرانی کرتے تھے۔ اس کے برخلاف روسیوں کو تازہ مدد مل گئی تھی جس سے ان کے سمولنسکو کے نقصانات کی تلافی ہو گئی تھی اور اگر کچھ دستے ریگا کی فوج کی تائید کے لئے بھیجدیئے گئے تھے، پھر بھی کیٹوساف ایک لاکھ سے زاید آدمی میدان میں لا سکتا تھا۔

فرانسیسیوں کا سمولنسکو سے آگے بڑھنا۔

۵ ستمبر کو روسی فوج پایہ تخت سے ستر میل جانب مغرب دریائے ماسکو کے کنارے مقام براڈنو میں جنگ کے لئے صف بستہ ہوئی۔ ۷ کو علی الصباح فرانسیسی حملے کے لئے بڑھے۔ تعداد کے اعتبار سے یہ جنگ زمانہ جدید کی لڑائیوں

میں نہایت اہم و شدید جنگ تھی۔ چالیس ہزار فرانسیسی اور تیس ہزار روسی میدان میں کام آگئے۔ ان کے ختم ہونے ہوتے فرانسیسیوں نے روسیوں کی جگہ پر قبضہ کرلیا مگر روسیوں کی صف شکست نہیں ہوئی وہ ہٹ کر مدافعت کے دوسرے خط پر آگئے تو جانبین نے فتح کا دعوی کیا مگر فتح حاصل کسی کو نہیں ہوئی۔ یہ ایسی تباہی نہیں تھی

جنگ براڈ نو ۷/ ستمبر

جو نپولین فیصلہ جنگ کے لئے چاہتا تھا، اور یہ ایسی ظفر مندی بھی نہیں تھی کہ روسیوں کو پایہ تخت کے چھوڑ دینے کی ضرورت باقی نہ رہجاتی۔ کیٹوساف کو اتنا سخت نقصان پہنچ گیا تھا کہ وہ ماسکو کی دیواروں کے پیچھے فرانسیسیوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ جنگ میں ستر ہزار آدمیوں کے ہلاک یا زخمی ہو جانے سے صلح کچھ بھی قریب نہیں آئی۔ فرانسیسی برابر

ماسکو کا تخلیہ فرانسیسیوں کا داخلہ ماسکو ۱۴/ ستمبر۔

بڑھتے رہے، روسی ہٹ کر ماسکو پر آرہے اور جب ان کے سپہ سالاروں نے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ فرانسیسیوں کے حملہ کی مقاومت نہیں کرسکتے تو انھوں نے پایہ تخت کو خالی کردیا مقدس شہر حملہ آور کے لئے غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا مگر فوج کا چلا جانا تخلیہ کا خفیف ترین جزو تھا۔ باشندوں نے کچھ تو اپنی مرضی سے اور کچھ والی کے حکم کی مجبوری سے شہر کو کلیتہً ترک کر دیا۔ وہ اسنا یا برلن کی طرح سڑکوں کے گرد کوئی غمناک یا مضطرب ازدحام اس لئے جمع نہیں رہا کہ ۱۴/ ستمبر کو جب نپولین نے ماسکو پر قبضہ کیا ہے تو وہ فاتح اعظم کے داخلہ کا نظارہ کرے۔ نپولین کی فوج خاموش و ویران سڑکوں پر سے ہو کر گزری۔ کرملن کے گوشہ عزلت میں نپولین نے چند غیر ملکیوں کا آداب قبول کیا کیونکہ اسکے خدام صرف انھیں لوگوں کو جمع کرسکے تھے جو شہر کی حوالگی نپولین کے حضور میں عرض کرتے۔

ماسکو میں آگ لگادی گئی

لیکن بدترین حالت اب پیش آنے والی تھی۔ نپولین کے داخلہ کی بعد والی رات میں ماسکو کے مختلف حصوں میں آگ لگ گئی مگر جب دوسرے روز فرانسیسیوں نے یہ دیکھا کہ شعلے ہر طرف بھڑکتے جارہے ہیں اور آگ بجھانے کے جملہ ذرائع شہر سے ہٹادیے گئے ہیں اس وقت انھوں نے یہ سمجھا کہ خود ماسکو کی حفاظت کرنے والوں نے

اس کی قسمت کے لئے کیا مقدر کیا ہے۔ شہر کے والی کاؤنٹ راسٹوپچن نے زار کے علم کے بغیر یہ عزم کر لیا تھا کہ شہر کو تباہ کر دے گا۔ قید خانوں کے دروازے کھول دئے گئے تھے، راسٹوپچن نے خود اپنے محل میں آگ لگا کر اشارہ دے دیا اور اپنے آگ لگانے والے گروہوں کو شہر میں آزاد چھوڑ دیا۔ پانچ روز تک شعلے بھڑکتے اور فرو ہوتے رہے اور جب ۲۰ رکی شام کو آخری آگ بجھی ہے تو ماسکو کا تین چوتھائی حصہ برباد ہو چکا تھا۔

نپولین کا قیام ماسکو ۱۴ ستمبر تا ۱۹ اکتوبر۔

یہ وہ غنیمت تھی جسکے لئے نپولین نے دو لاکھ آدمیوں کی قربانی کی تھی اور اپنے فوج کے مابقی کمزور حصے کو دشمن کے ملک میں چھ سو میل دور محاصرہ میں ڈال دیا تھا۔ پیشقدمی کے تمام مصائب میں نپولین برابر اس یقین پر جما رہا کہ پایہ تخت کے زوال کے ساتھ الگزنڈر کی مقاومت ختم ہو جائے گی لیکن ماسکو میں فرانسیسیوں کے داخلہ کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ان سے نپولین کے اعتماد میں فرق پڑ گیا لیکن اب بھی اسے یہ یقین نہیں آتا تھا کہ زار کسی طرح صلح کا خیال بھی دل میں نہ لائے گا۔ اس کی سابق لڑائیوں نے اسے یہ یقین دلا دیا تھا کہ ایک نمایاں فتح بادشاہوں کے عزم کو متزلزل کر دیتی ہے۔ ماسکو کے زوال سے جو گہرا اثر اسکے دل پر ثبت ہو گیا اس میں ان مسلسل درسایل سے اور ترقی ہوتی گئی جو کیٹو ساف نے خاص اسی غرض سے جاری رکھے تھے کہ فرانسیسیوں کی بازگشت میں تاخیر پڑے۔ پانچ ہفتے تک نپولین ماسکو میں اس طرح رکا پڑا رہا گویا اس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اسے یہ یقین بھی نہیں آتا تھا کہ اس میں اتنی قدرت باقی نہیں رہی ہے کہ وہ الگزنڈر کے عزم کو شکست کر سکے اور نہ وہ ایک ایسے بازگشت کی جسارت کرتا تھا۔ جس سے تمام یورپ پر اسکے افواج کی ناکامی اور خود اس کی فاتحانہ زندگی کا خاتمہ روشن ہو جائے۔ آخر الامر موسم سرما کی آمد نے اسے کارروائی پر مجبور کر دیا۔ دشمن سے اگر کچھ خوف نہ بھی ہو، تو بھی موسم سرما میں ماسکو میں فوج کا آذوقہ مہیا کرنا ناممکن تھا۔ اب کیٹو ساف کے تمسخر آمیز معروضات بھی بند ہو گئے تھے۔ ہولناک واقعیت اب پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھی۔ ۱۹ ر اکٹوبر کو بازگشت کا حکم دیدیا گیا۔ ماسکو کی تباہی نہیں بلکہ اس کے باشندوں کی رحلت فاتح کے لئے باعث بربادی ہوئی اب

بھی دو ہزار سے زاید مکانات موجود تھے مگر عمارات کے قایم رہنے یا برباد ہو جانے میں کچھ ایسا فرق نہیں تھا، نپولین کے لئے دارالصدر کی کل قدر و قیمت اس وقت جاتی رہی جب اسکے باشندے وہاں سے غائب ہو گئے، کیونکہ اپنی فوج کے لئے سامان مہیا کرنے کے لئے نپولین انھیں باشندوں کو مجبور کرتا۔ وائنا اور برلن جو نپولین کے لئے اس قدر بے اندازہ کارآمد ثابت ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ کل مقامی نظم و نسق اسکے زیر حکم آگیا اور ہر ایک دولتمند و اہم شہری دوسرے شہریوں کی سرگرمی عمل کے لئے یرغمال بن گیا۔ جب فرانسیسیوں نے ماسکو پر قبضہ کیا تو انھیں اس سامان رسد سے زاید کچھ نہ ملا جو بروقت شہر میں موجود تھا۔ جب باشندوں کا وہ طبقہ جو دوسرے پایہ تختوں میں نپولین کا آلہ کار بن جاتا تھا، ماسکو سے فرار ہو گیا تو ماسکو میں نپولین کے لئے کچھ باقی نہ رہا۔ ماسکو کی آتشزنی نے تمام یورپ کے لئے ایک نہ بجھنے والی قومی نفرت کے اعلان کا کام دیا۔ فوجی کارروائی کی حیثیت سے اس آتشزنی نے نہ نپولین کی بازگشت میں کوئی عجلت پیدا کی اور نہ ان مصائب میں کچھ اضافہ کیا جو اس کی فوج کو پیش آنے والے تھے۔

نپولین کا ماسکو سے روانہ ہونا، ۱۹ر اکٹوبر

جو فرانسیسی فوجیں اکتوبر میں ماسکو سے روانہ ہوئیں ان کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی، شہر کے قبضہ کے دوران میں کمکی فوجیں بھی آگئیں تھیں اور ایک مہینہ کے آرام سے سپاہیوں کی صحت بھی کسی حد تک بحال ہو گئی تھی۔ اس وقت جو فوج ماسکو سے روانہ ہوئی اس کی تعداد اگرچہ اس فوج کے مقابل میں ایک چہارم تھی جو موسم گرما میں روس میں داخل ہوئی تھی، تاہم اگر اسے نئے ملک سے گزر کر واپس جانے کا موقع ملتا تو اب بھی اس کی تعداد اتنی تھی کہ وہ دشمن کے خلاف اپنے کو محفوظ رکھ سکتی تھی لیکن اگر اسکو اسی تباہ شدہ راہ سے گزرنا پڑتا جس راہ سے وہ آئے تھے تو اس کا تباہی سے بچنا ناممکن تھا۔ لہذا نپولین نے یہ ارادہ کیا کہ وہ ماسکو سے جنوب جانب کالوگا کی طرف بڑھے اور سمولنسکو تک پہنچنے کے لئے کوئی ایسی سڑک اختیار کرے جو اس سڑک سے بہت دور ہو جس پر سے ہو کر وہ آیا تھا۔ فوج ماسکو سے جنوبی جانب کو بڑھی مگر کیٹوسوف نے پہلے ہی سمجھ لیا تھا کہ فوج یہ راستہ

اختیار کرے گی۔ چار روز کے کوچ کے بعد جراسلیوز میں اس کا تصادم ایک روسی جیش سے ہوا، ایک خونریز مقابلہ کے بعد فرانسیسی سڑک پر قابض رہے، انھوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی مگر آگے بڑھ کر معلوم ہوا تو صرف یہ کیٹوساف اپنی پوری قوت کے ساتھ مزید جنوب میں ایک بلند خطہ پر قابض ہے اور کالوگا کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ حملہ کی کوشش فرانسیسیوں کی طاقت سے خارج تھی۔ نپولین نے دشمن کے موقع کا معائنہ کیا اور اس ہلاک کن ضرورت کو تسلیم کر لیا کہ جنوب کی جانب کوچ کو ترک کرنا چاہیئے اور اسی برباد شدہ راستہ سے واپس ہونا چاہیئے جس راستہ سے وہ آیا تھا۔ عقبی حرکت کے معنی فوج نے بہت جلد سمجھ لیئے۔ جیراسلیوز کے ترک کرنے کی ساعت سے ہر کوچ کے ساتھ بدنظمی اور مایوسی بڑھتی گئی۔ کسی تعاقب کنندہ کے نظر آنے کے قبل تیس ہزار آدمی سڑک پر ضائع ہو چکے تھے جب ۱ر نومبر کو فوج ویازما میں پہنچی ہی تو اس کی تعداد پینسٹھ ہزار آدمیوں سے زیادہ نہیں تھی۔

فرانسیسیوں کو مجبور ہو کر سابق راستہ سے واپس ہونا پڑا۔

کیٹوساف نے تعاقب میں جرارت بیباکانہ سے کام نہیں لیا۔ فاقہ کشی سے بچنے کے لئے کیٹوساف کے واسطے ضروری تھا، کہ وہ فرانسیسیوں کے برابر جنوبی سڑک سے آگے نہ بڑھے، اس سے حملے کے مواقع کم ہو گئے مگر سپہ سالار خود بھی اپنی فوج کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرتا تھا، اور عناصر طبعی کے ذریعہ سے دشمن کی ہلاکی کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ ویازما میں ۳ر نومبر کو فرانسیسیوں پر پہلی مرتبہ قوت سے حملہ ہوا اور خود کیٹوساف کی تاخیر نے فرانسیسیوں کو کامل تباہی سے بچا دیا۔ شدید نقصان کے باوجود فرانسیسیوں نے سڑک پر اپنا قبضہ قایم رکھا اور سموئنسکو تک پہنچ گئے یہاں خوراک کا ذخیرہ مہیا تھا اور دوسرے فرانسیسی فوجیں جو کم تھکی ہوئی تھیں وہ بھی یہاں موجود تھیں۔

کیٹوساف کا متوازی سڑک سے چلنا۔

۶ر نومبر تک موسم روشن و خشک تھا۔ ۶ر نومبر کو روس کی سردی کے شدائد جن میں بہت تاخیر ہو گئی تھی جو تعاقب کر رہے تھے اور جن کا تعاقب کیا جا رہا تھا، دونوں پر ٹوٹ پڑے۔ برف نے ہوا کو تاریک کر دیا اور فاقہ کش جنیل سواران سے سبزی کے آخری نشانوں کو چھپا دیا

تھا۔ بعض اوقات مقیاس الموسم انجماد کے چالیسویں درجہ پر پہنچ گیا۔ موتیں اس طرح واقع ہوئیں کہ کبھی تو مصیبت سے غیر محسوس طور پر رہائی ہو جاتی تھی۔ اور کبھی ہولناک صورت پیش آتی تھی کہ اعضاء جسم بیکار ہو جاتے اور بیماری کی آفت برپا ہو جاتی۔ دونوں فوجوں کو ایک ہی سے آرام و مصایب کا سامنا تھا مگر روسیوں کو کم از کم اتنی مدد ملجاتی تھی جو ان کے اہل ملک دے سکتے تھے لیکن فرانسیسی جہاں (سردی سے) گرے وہیں مرے۔ جن حالات میں خود زندگی کا انحصار اس پر آرہا تھا کہ ایک وقت کا کھانا ملجائے یا لشکر گاہ میں آگ کے پاس جگہ ملجائے، اس حالت میں جنگ کے نظم کا کہاں پتہ چل سکتا تھا۔ اگرچہ فرانسیسی سپاہیوں میں اکثر ہتھیار لگائے رہے مگر اپنی جداگانہ تنظیم صرف "فوج محافظ" ہی قائم رکھ سکتی دوسرے دستے انبوہ پریشانی کی صورت میں کوچ کرتے تھے۔ ۹ر نومبر سے ۱۲ر نومبر تک

فرانسیسیوں کا سمولنسکو پہنچنا۔ ۹ر نومبر

فاقہ کش دستے یکے بعد دیگرے سمولنسکو میں آتے رہے، انھیں توقع تھی کہ یہاں ان کے مصائب کا خاتمہ ہو جائے گا مگر سمولنسکو میں جو ذخیرہ جمع کیا گیا تھا اسکے تقسیم کا انتظام اب باقی نہیں رہا تھا۔ فلاکت زدہ گروہ خود جہاں جائے پناہ پاتے وہاں ٹھہر جاتے، غلے کے بورئیے کھانے کے لئے ان کے پاس پھینک دیئے جاتے تھے۔

پنولین کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ اپنے درماندہ سپاہیوں کو آرام کا موقع دیتا کیونکہ نئی روسی فوجیں اس کی بازگشت کو کاٹ دینے کے لئے شمال۔ جنوب کی طرف سے بڑھ رہی تھیں۔ دریائے ڈینوب اور بحر بالٹک کی طرف سے فوجیں حملہ آور کے عقب میں اپنے مقام اتصال کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ویٹجنسٹین نے، جو ڈونیا کی فوج کو لیئے ہوئے جنوب کی جانب بڑھ رہا تھا، اس فرانسیسی فوج کو مغلوب کر دیا تھا جو اس دریا پر مقیم تھی اور ویٹیسک پر قابض ہو گیا تھا۔ چچاگوف کی فوج جو اوائل اگست سے بہ محنت تمام شمالی جانب بڑھ رہی تھی وہ اب اس حد پر پہنچ گئی تھی کہ چھ دنوں کے اندر ہی اندر نپولین کے خطہ

شمال و جنوب کی روسی فوجوں کا یہ کوشش کرنا کہ فرانسیسیوں کی بازگشت کو منقطع کر دیں۔

رسل و رسایل پر ڈونیا کے فوج سے مقام اتصال پر ملجائے۔ سمولنسکو پہنچنے کے قبل نپولین نے وکٹر کے نام (جو کچھ محفوظ فوج کے ساتھ سمولنسکو میں مقیم تھا) یہ حکم بھیجدیا تھا کہ وہ وٹجنسٹین کے مقابلہ میں بڑھے اور اسے ڈونیا کی طرف واپس ہٹادے۔ وکٹر اپنی مہم پر روانہ ہو گیا۔ سمولنسکو میں نپولین کے مختصر قیام کے دوران میں، کیٹوساف فرانسیسیوں کے مغرب جانب بڑھ کر نپولین کی گزرگاہ والی سڑک پر تیس میل آگے بمقام کراسنائے جم گیا۔ اگر روسی سپہ سالار میں نپولین اور اس کی فوج محافظ کے مقابلہ کی ہمت ہوتی تو وہ فرانسیسیوں کو اس وقت تک روکے رکھتا کہ شمال و جنوب کی امدادی فوجیں اسے اس قابل بنا دیتیں کہ وہ نپولین

کراسنائی، ۱۷ نومبر

اور اس کی کل فوج کو گرفتار کر لے مگر کیٹوساف نے نپولین سے زندگی و موت کا معرکہ کرنے کے بجائے ایک جزوی اور یقینی فتح کو مرجح سمجھا۔ اس نے نپولین اور اس کی فوج محافظ کو حملے کے بغیر گزر جانے دیا اور اس کے بعد فرانسیسی فوج کے عقبی حصوں پر ٹوٹ پڑا (۱۷ نومبر)۔ یہ بدقسمت فوجیں یکے بعد دیگرے کاٹ کر رکھ دی گئیں چھتیس ہزار قید ہو گئے۔ نے عقبی فوج کے ایک حصہ کے ساتھ صرف اس طرح بچا کہ منجمد دریائے نیپر پر سے گزر گیا جو فوج ماسکو سے چلی تھی اس میں سے اب صرف اسی ہزار جنگجو اور بیس ہزار شاگرد پیشہ باقی رہے تھے، کیٹوساف خود اس درجہ خستہ ہو گیا تھا کہ وہ تعاقب کو آگے جاری نہیں رکھ سکتا تھا اور دریائے نیپر کے کنارے اقامت گاہ میں داخل ہو گیا۔

کراسنائے کی جنگ کے چند دنوں بعد، ایسا ہوا کہ وکٹر کے حصص افواج ڈونیا کی جانب سے آکر دفعۃً نپولین کی فوج کے ماباقی حصص سے ملاقی ہوئے۔ وکٹر کے ہمراہی اگرچہ اس امر سے آگاہ تھے کہ نپولین بازگشت کرتا ہوا آرہا ہے، مگر وہ ان تباہیوں سے مطلق آگاہ نہ تھے۔ جو نپولین کو پیش آئے تھے اور جب وہ ایک جنگل کے درمیان ایک ایسی جماعت سے ملے جو ایک کوچ کرنیوالی

وکٹر کا نپولین سے ملنا

فوج کے بجائے قیدیوں کے ایک تباہ حال گروہ سے زیادہ مشابہ تھی، تو وہ حیرت زدہ ہوکر رہ گئے۔ وکٹر کے سپاہی جو محض ایک ضمنی جیش کے لوگ تھے، ماسکو کی پوری فوج کی عملی قوت کے بالمقابل دوچند سے زاید تھے ان کے آجانے سے نپولین پھر تیس ہزار منضبط فوج کا سرلشکر بن گیا اور اس سے مہم کے آخری اور بظاہر نہایت ہی مایوس کن مجادلہ میں فتح کی کچھ جھلک نظر آنے لگی۔ امیرالبحر چیچگاف جو ڈینوب کی جانب سے بڑھنے والی فوج کی کمان کر رہا تھا، آخرالامر نپولین کے خط بازگشت پر پہنچ گیا اور برلسبو میں قدم جمادئیے' یہاں پولینڈ کو جانیوالی سڑک دریائے برسینا پر سے ہوکر گزرتی ہے۔ روسیوں نے پل کو تباہ کردیا، اور چیچگاف نے وٹجنسٹین کی فوجوں کے ساتھ مراسلت شروع کردی جو صرف چند میل شمال میں تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا فرانسیسیوں کی بازگشت اب آخری طور پر منقطع ہوگئی اور نپولین کا خودکو حوالہ کردینا لابدی ہوگیا ہے۔ باایں ہمہ، اس مایوس کن صورت حالات میں بھی فرانسیسیوں کی فوجی مہارت وجلاوت نے اپنی قدیم قوت کا ایک جلوہ دکھا دیا۔ فوج دریائے برسینا پر پہنچ گئی۔ نپولین اس میں کامیاب ہوگیا کہ دشمن اس واقعی مقام سے ہٹ آئے جہاں سے گزرنا مقصود تھا۔ پل دریا پر ڈال دئے گئے اور سرفروشانہ جنگ کے بعد فوج کے ایک بڑے حصے نے دریا کے مغربی جانب پہنچکر قدم جمادیئے (۲۸ نومبر) کارکن افواج کا نقصان بھی اگرچہ بہت ہوا مگر وہ مصیبت زدہ غول جو باقاعدہ افواج کے عقب میں آرہا تھا، اس کا حشر ایسا ہوا کہ برسینا کا عبور انتہائی انسانی مصیبت کا مرادف ہوگیا ہے۔ اول تو روسی فوجوں نے اس غول کے پرخچے اڑادئے اور پھر ایک پل کے ٹوٹ جانے سے وہ دفعۃً دریا میں جا رہا۔

دریائے برسینا کا عبور۔ ۲۸۔ نومبر

یہ آخری معرکہ تھا جو اس فوج نے لڑا۔ محافظ فوج نے اب بھی اپنا نظم قایم رکھا، مارشل نے کے پاس اب بھی اتنے سپاہی تھے کہ وہ خود اپنی مستقل و غیر متزلزل ہمت کے ساتھ حملہ آور ہوتا رہے مگر فوج کا بیشتر حصہ پریشانی انبوہوں کی صورت میں آگے بڑھتا رہا، کوسک، انھیں ستاتے رہے اور

وہ دشمن کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں ہتھیار رکھتا گیا۔ پھر جو ۱۹ کو صاف ہو گیا تھا، ۲۴ نومبر کو اور زیادہ شدت کے ساتھ گھر گیا۔ بر بسینا اور ولنا کے درمیان جو بیس ہزار تازہ دم سپاہی فوج کے ساتھ آکر ملے، وہ بھی اس تباہی کو کچھ روک نہ سکے۔ ۴ دسمبر کو نپولین نے فوج کو چھوڑ دیا۔ خود ولنا اپنے تمام ذخائر کے ساتھ ترک کر دیا گیا اور آخر الامر یہ فراری دریائے نیمن پر پہنچے

فرانسیسیوں کا نیمن پہنچنا۔ ۱۳ دسمبر

تو ان کی تعداد بیس ہزار سے کچھ ہی زیادہ تھی۔ یہاں چھ مہینے قبل تین لاکھ اسی ہزار آدمیوں نے نپولین کے ساتھ اس دریا کو عبور کیا تھا۔ بازگشت کے دوران میں ایک لاکھ مزید اشخاص فوج میں شامل ہوئے تھے، اس تمام جم غفیر کا بیسواں حصہ بھی بر شاد کی سرحد پر نہیں پہنچا۔ ایک لاکھ ستر ہزار روسیوں کے ہاتھوں میں قید رہ گئے۔ اس وقت جن بیس ہزار آدمیوں نے نیمن کو آنکھ سے دیکھا ان میں سے غالباً سات ہزار بھی ایسے نہ تھے جنھوں نے نپولین کے ساتھ اس دریا کو عبور کیا ہو۔ اس عدیم المثال اور قیامت خیز تباہی کو دیکھتے ہوئے روسی سپہ سالار اس تباہی میں اپنے برپا کئے ہوئے حصہ پر بہت اچھی طرح فاتح ہو سکتے تھے مگر واقعات نے ثابت کر دیا کہ کیٹوساف نے بڑا کیا کہ اپنے دشمن کو گرفتار کر لینے یا فنا کر دینے کی انتہائی کوشش میں کوتاہی کی۔ نہ صرف خود نپولین کا بچ نکلنا مسلسل جنگ کا ضامن تھا بلکہ فوج کا جو باقی حصہ اس کے ساتھ بچ نکلا اس کی فوجی قدر و قیمت اس کی حقیر تعداد کے اعتبار سے بدرجہا زیادہ تھی۔ فوج کا بہترین حصہ ہلاک ہونے میں سب سے آخری حصہ تھا۔ یہ چند ہزار جنھوں نے آخر تک اپنی سخت جانی کا ثبوت دیا ان کا ایک بہت بڑا حصہ آزمودہ کار افسروں کا تھا جنھوں نے نپولین کی نئی قایم کی ہوئی فوجوں کی سرگروہی کے لئے فوراً ہی اپنی اپنی جگہیں حاصل کر لیں اور ان فوجوں میں ایسی جنگی قابلیت پیدا کر دی جس کا تلخ تجربہ یورپ کو بہت جلد جرمانیہ کے متعدد میدانہائے جنگ میں ہو گیا۔

ایک ایسے فاتح کے چار لاکھ آدمیوں کا نقصان ہو گیا تھا جو اب بھی

پانچ لاکھ آدمیوں کی جانوں کی بازی لگا سکتا تھا۔ روسی مہم سے نپولین کی مادی قوت اگرچہ بہت کم ہوگئی تھی مگر مہلک طور پر کم نہیں ہوئی تھی۔ ماسکو کی بازگشت نے یورپ میں جو ایک نئی ترتیب حالات پیدا کردی وہ اس اخلاقی اثر کی وجہ سے تھی جس کا پہلا تجربہ پرشیا کی کارروائی میں ہوا پرشیا دی امدادی دستہ بسرکردگی سپہ سالار وان یارک، ریگا کے سامنے مقیم تھا اور وہاں کی فرانسیسی امدادی جیش کا (جو مارشل میکڈانلڈ کی سرکردگی میں تھی) جزو تھا اوایل نومبر میں ریگا کے روسی والی نے یارک سے گفتگو جاری کی، اسے یقین دلایا کہ نپولین تباہ ہوگیا اور خود یارک سے التجا کی کہ وہ میکڈانلڈ کے خلاف ہتھیار اٹھائے[1] نپولین کے نقصانات کی حد کے متعلق، روسی قاید کے الفاظ کے سوا کوئی اور شہادت نہیں تھی۔ اور بالفرض واقعات وہی ہوں جو بیان ہوئے تھے، تو بھی کسی ذریعہ سے یہ صاف نہیں تھا کہ نپولین سے مخالفہ کرنے کی بنا پر زار پرشیا سے انتقام لینے پر مایل نہو گا۔ یارک نے روسی سپہ سالار کو محفوظ جواب دیا اور فرانسیسی فوج کی واقعی حالت کے تحقیق کرنے کے لئے اپنے ایک عہدہ دار کو ولنا بھیجا۔ ۸ر دسمبر کو یہ عہدہ دار واپس آیا اور جو کچھ اس نے خود دیکھا تھا وہ بیان کیا۔ اس کے بعد ہی بہت جلد روسی قاید نے زار کا ایک خط مہیا کردیا کہ اس کا ارادہ پرشیا سے دشمن کا سا نہیں بلکہ دوست کا سا برتاؤ کرنے کا ہے۔ ان مسایل پر تمام شکوک رفع ہوگئے تھے اور یارک کا فیصلہ خود اسی پر منحصر ہوگیا تھا۔ یارک قدیم پرشیا دی طرز کا ایک متشدد سپاہی تھا اور فوجی فرض کا تصور اس پر غالب تھا۔ روسی سپہ سالار جس امر کی طرف اسے بلا رہا تھا اور جسے فوج کے نوعمر عہدہ داران پرشیا کے حصول آزادی کے طور پر مرحبا کہنے کے لئے طیار تھے، وہ امر ایسا تھا کہ بادشاہ اس پر

یارک اور ریگا کا پرشیائی امدادی دستہ

[1] ڈر ایسن، "ڈیوک یارک کی سوانح" Leben des Grafen Yorck جلد اول صفحہ ۳۹۴۔

ترک خدمت اور غدر کا الزام لگا سکتا تھا۔ ایسی صورت حالات میں ایک وفادار واطاعت شعار سپاہی کو جو تردد و اضطراب لاحق ہوتا، یارک انہیں محسوس کرتا تھا باایں ہمہ اس نے اس روش کو پسند کیا جس میں اسکے ملک کا نفع تھا۔ اور اس روش کو پسند کر لینے کے بعد اسکے تمام مشمولہ نتائج کو اس نے قبول کر لیا۔ ۳۰ دسمبر کو بمقام ٹاروجن ایک قرارداد پر دستخط ہوگئے اس قرارداد کی رو سے عارضی صلح کی پیروی میں عملاً پرشیادی فوج نپولین سے علیحدہ کرلی گئی اور روسیوں کو کونگسبرگ کا قبضہ مل گیا۔ اس کی خبر جس وقت پیرس پہنچی، نپولین نے اس فعل کی اہم نوعیت کو اسی وقت سمجھ لیا۔ روس کی سرحد پر یارک کی فوج سب سے زیادہ قوی فوجی جماعت تھی۔ میکڈانلڈ سے ملکر یہ قوی جماعت روسی تعاقب کو دریائے نیمن پر روک دے سکتی تھی مگر نپولین کی رفاقت ترک کر دینے سے وہ اسکے دشمنوں کو دریائے وسٹولا پر لے آئی۔ اور تمام بقیہ جرمانیہ میں بے انداز خطرے کی مثال قایم کردی۔ لیکن بروقت، نپولین، شاہ فریڈرک ولیم کی بے روح اطاعت پر اعتماد کر سکتا تھا، جو فوجی دستے برلن میں قیام پذیر تھے ان کے سامنے شاہ نے وہ احکام لکھے جن میں یارک کی قرارداد کو ساقط و باطل قرار دیا گیا تھا، اور خود یارک کے متعلق یہ حکم دیا کہ فوجی عدالت کے ذریعے اس پر مقدمہ چلایا جائے یہ خبر اس وفادار سپاہی کو پہنچ گئی، اس نے اس خبر کو سنکر افسوس کیا مگر اپنے اس عزم پر قایم رہا کہ وہ اپنے ملک کی بہبود کے لئے کام کرے گا۔ اس نے لکھا کہ "خون روتے ہوئے دل کے ساتھ، میں اطاعت کے واسطہ کو توڑتا ہوں اور خود اپنی ذمہ داری پر جنگ کو جاری رکھتا ہوں، فوج فرانس سے جنگ کرنا چاہتی ہے۔ قوم بھی یہی خواہش رکھتی ہے، خود بادشاہ کی تمنا بھی ہے مگر وہ اپنی مرضی میں آزاد نہیں ہے۔ فوج کا فرض ہے کہ وہ اس کی مرضی کو آزاد کردے"۔ یارک کا فعل پرشیادی تاریخ میں نقطۂ انقلاب سے کم نہیں تھا۔ ایک دوسرا پرشیادی بھی تھا جس نے یورپ کے اس خطرہ عظیم کے وقت میں ایسا ہی بڑا کام کیا مگر اس کا کام اس قدر نمایاں نہیں

روسیوں کے ساتھ یارک کی قرارداد، ۳۰ دسمبر

ہوا۔ روسی جنگ کے آغاز کے قبل زار نے اسٹین سے یہ خواہش کی تھی کہ سنٹ پیٹرسبرگ آجائے اور نپولین سے جنگ وجدل کے زمانہ میں اپنے مشورے سے زار کی مدد کرے۔ اسٹین نے خوشی کے ساتھ اس طلب کو منظور کر لیا اور مہم کے تمام دوران میں وہ اس باعزیمت مقاومت میں زار کی ہمت افزائی کرتا رہا جس کی خود روسی قوم اپنی حکومت سے خواہاں تھی جبتک فرانسیسی سپاہی روسی سرزمین پر رہے اس وقت تک فی الحقیقت زار کی سرگرمیوں میں جوش پیدا کرنے کے لئے کسی غیر ملکی کی ضرورت نہیں تھی مگر جب تعاقب عز و شان کے ساتھ دریائے نیمن پر ختم ہو گیا، تو پھر صورت بالکل مختلف ہو گئی۔ کیٹوساف اور روسی سپہ سالار جرمانیہ میں جنگ کو جاری رکھنے کی طرف مایل نہ تھے۔ خود روسی فوج کے تین چوتھائی حصہ کا نقصان ہو گیا تھا۔ روسی عزت کی طرف سے اطمینان ہو گیا تھا، مغربی یورپ کو آزاد کرنے کا کام خود مغربی یورپ پر چھوڑ دیا جا سکتا تھا۔ جو مدبرین الگزنڈر کو گھیرے ہوئے تھے، ان میں ایک معقول تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اب بھی یہ یقین رکھتے تھے کہ فرانس سے مخالفہ کر لینا ایک اچھی حکمت عملی ہے اور انھیں لوگوں میں وزیر اول رومنزاف بھی تھا۔ یہ وہ اثرات تھے جنسے اسٹین کو اس وقت مقابلہ کرنا پڑا جب یہ سوال اٹھا کہ آیا روس کو خود اپنے فتوح سے مطمئن ہو کر خاموش ہو جانا چاہیئے یا نپولین کی خود سر حکومت کو الٹ دینے کے لیۓ تمام یورپ کو متحد ہونے کی دعوت دینا چاہیئے۔ کوئی یادداشت موجود نہیں ہے کہ کس طرح درجہ بدرجہ ترقی کر کے الگزنڈر کے ذہن میں نپولین کے خلاف واحد یورپی مقصد کا صاف و قطعی تصور پیدا ہو گیا مگر ایسکے اشارات موجود ہیں کہ اس فیصلہ پر پہنچنے میں سب سے زیادہ اسٹین کے شخصی اثر نے کام کیا۔ جنگ کے تاریک ترین اوقات میں، جبکہ روس کی فوجوں کے متعلق یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ نپولین کی پیشقدمی کو روکنے کی بالکل ہی قابلیت نہیں رکھتیں، اس وقت بھی اسٹین نے اپنی اس تجویز کو ترک نہیں کیا تھا کہ جرمانی قوم کو نپولین کے خلاف ابھارنا چاہیئے۔ انجام کار حملہ آور پر فتح پانے کا جس اعتماد کے ساتھ اس نے الگزنڈر کو یقین دلایا

زار و اسٹین

تھا وہ بالکلیہ صحیح ثابت ہوا۔ جس فتح و ظفر کی اس نے پیشین گوئی کی تھی' وہ اس سرعت اور اس تکمیل کے ساتھ پیش آئی کہ خود اس کی امیدوں کے لئے حیرت انگیز تھی۔ ایک وقت کے لئے الگزنڈر اس مدبر کے ساتھ بالکل ایک ہو گیا جو جرمانیہ کی ذلت کے زمانے میں' اس قدر باعزم' اس قدر دوربین اور اس قدر ہمت افزا رہا تھا[۱]۔ صلح جو فریق کا وزیر برطرف کر دیا گیا الگزنڈر نے اپنی فوجوں کو پرشیا میں بڑھنے کا حکم دیا اور خود اسٹین پر یہ فرمان ہوا کہ روسی فوجیں جن اضلاع پر قبضہ کریں ان کی حکومت وہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اسٹین کا کام یہ تھا کہ وہ فوج محافظ ملک کو مسلح کرے اور فرانس کے خلاف جنگ کے لئے ملک کے تمام وسائل جمع کرے۔ اسکے اختیارات اس وقت تک رہیں گے جبتک کہ شاہ پرشیا اور زار کے درمیان کوئی قطعی انتظام نہ ہو جائے۔

الگزنڈر کا پرشیا میں داخل ہونا' جنوری ۱۸۱۳ء

ایک غیر ملکی فرمانروا کی طرف سے اس ماموریت سے مسلح ہوکر اسٹین ۲۲ر جنوری ۱۸۱۳ء کو کنگسبرگ میں وارد ہوا اور ایک حکم شائع کیا جس میں مشرقی پرشیا کے صوبے کے والی سے یہ چاہا گیا کہ وہ فوج کو مسلح کرنے کی غرض سے ایک جمعیت طلب کرے۔ اسٹین یارک سے یہ خواہش کرتا کہ وہ اس جمعیت کا صدر ہو جائے مگر یارک اکثر دوسرے پرشیاوی عہدہ داروں کے مانند اسٹین کی اس کارروائی سے خوفزدہ ہو گیا اور اسے اس پر غصہ تھا کہ زار روس کے نمایندہ کی حیثیت سے اسٹین نے پرشیا کے اندر اختیار قبول کر لیا ہے اور یارک قوم کے مسلح کرنے کے مانند انقلابی کارروائی سے اپنا تعلق پیدا کرنے میں تذبذب میں تھا۔ یارک نے جمعیت کے اختیارات کا تسلیم کرنا صرف اس شرط پر منظور کیا کہ اسٹین خود اس جمعیت میں نہ آئے۔ جمعیت مجتمع ہوئی' یارک ایوان میں داخل ہوا اور چند دل ہلا دینے والے الفاظ اپنی زبان سے ادا کیئے۔ فرانس کے ساتھ اس کا

اسٹین کی ماموریت از جانب الگزنڈر

---

[۱] Pertz, III. 211, Seq. Seeley, III. 21

بے محابانہ اعلان جنگ پرجوش شور تحسین کے ساتھ قبول کیا گیا۔ محافظ ملک فوج کے قیام کرنے کی ایک تجویز جو شارنہارسٹ کی ۱۸۰۸ء والی تجویز ان پر مبنی تھی، جمعیت کے سامنے پیش کی گئی اور منظور ہو گئی۔ وہ صوبہ جس میں دریائے وسچولا کے مغرب کا کوئی جزو شامل نہیں تھا، اس صوبے سے چالیس ہزار اشخاص کو ہتھیار اٹھانے کے لئے طلب کیا گیا۔ خود قوم نے جنگ شروع کر دی تھی اور اپنی حکومت کے لئے اقتدار کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اسٹین کا کام پورا ہو گیا اور وہ الگزنڈر کے قیام گاہ میں چلا گیا، کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ غیر ملکی مداخلت کے اظہار سے اس کام کو خراب کرے جسے اب پرشیاوی قوم نے اس طرح اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ اس سے ہٹ نہیں سکتے تھے۔

مشرقی پرشیا کے صوبے کا مسلح ہونا، جنوری ۱۸۱۳ء

پرشیاوی سلطنت کی یہ خوش قسمتی تھی کہ جس وقت اس کا بادشاہ فرانسیسیوں کے سامنے اپنی دلی خیالات کو دبائے ہوئے برلن میں پڑا تھا، قوم کو ایک ایسا دلیر سپاہی مل گیا جس نے فوج کو آزاد کر لیا اور ایک ایسا صاحب جسارت شہری مل گیا جس نے اسکے صوبوں کی حکومتوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا فریڈرک ولیم نے یارک کی اس بیباکانہ جرات کو معاف کر دیا اس کمزور اور حاسد فرمانروا نے اسٹین کو معاف نہیں کیا جس نے اس کی رعایا کو ملک کے آزاد کرانے کے لئے مسلح ہو جانے کے لئے طلب کیا تھا۔

برلن کی حکومت جو انقلابی جنگ کے آغاز کے وقت سے نہ جنگ کرنے کے قابل تھی نہ دھوکا دینے کے قابل تھی، نہ ایماندار رہنے کے قابل تھی آخرالامر حالات سے مجبور ہو گئی کہ ان تینوں طریقہائے عمل میں گونہ موثر کارروائی کرے۔ نپولین کی تباہیوں کی پہلی خبر اور روسیوں کے ساتھ یارک کی قرارداد کے درمیانی زمانہ میں ہارڈنبرگ، نپولین کو اپنی فرمان پذیری کا یقین دلاتا رہا اور فوجیں جمع کرتا رہا مگر ان فوجوں کو نپولین سے ملنے سے ہوشیاری کے ساتھ روکے ہوئے تھا[1] بادشاہ کی خواہش یہ تھی کہ وہ نپولین

[1] آنکن آسٹریا اور پرشیا (Oesterreich und Preussen) جلد اول صفحہ ۲۸

ہارڈنبرگ کی حکمت عملی

کے خلاف ہیں یا نپولین کی جانب سے جنگ میں شرکت کئے بغیر مراعات حاصل کرے لیکن جب ترازو کا پلہ زیادہ قطعی طور پر نپولین کے خلاف جھک گیا تو بادشاہ میں زیادہ جرات آگئی اور یارک کی ترک وفاداری کی خبر نے اگرچہ بروقت کابینہ کے لئے شدید مشکلات پیدا کر دئیے مگر عملاً اب فرانس سے جنگ کے حق میں فیصلہ ہوگیا جو قاصد یارک کو اس کی قیادت سے برطرف کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا، اسے درپردہ یہ ہدایات دیدیئے گئے تھے کہ وہ روسیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائے اور زار کو اس امر سے مطلع کردے کہ اگر وہ دریائے اوڈر تک بڑھ آئے تو شاہ فریڈرک ولیم اس سے محالفہ کرلینے کے لئے آمادہ ہے۔ مشرقی پرشیا سے جو نامہ آیا تھا اس سے حکومت کے جنگجویانہ عزائم کو تقویت ہوتی تھی۔ آخر بادشاہ نے اس قاطع کارروائی کی ہمت کی کہ وہ برلن کو چھوڑ دے اور برسلا میں جارہے (۲۵ر فروری) برلن میں وہ فرانسیسیوں کے اختیار میں تھا، اور برسلا میں وہ بآسانی الگزنڈر کی حدرسائی میں تھا، اس سفر کی اہمیت میں غلط فہمی نہیں ہوسکتی تھی۔ اسکے عین بعد ہی فرانس کے ساتھ جنگ کی علانیہ طیاریاں ہونے لگیں۔ ۳ر فبروری کو ایک فرمان شائع ہوا، جس میں رضاکاروں کو فوج میں بھرتی ہونے کا صلہ دیا گیا تھا۔ ایک ہفتہ بعد فوجی خدمت سے تمام استثناد منسوخ کردیا گیا اور پرشیا کی سترہ برس سے چوبیس تک کی تمام آبادی فوجی خدمت کی ذمہ دار قرار دیدی گئی۔ سپہ سالار نیسیبک معاہدہ محالفہ موکد کرنے کے لئے زار کے صدر مقام پر بھی گیا جو اب وارسا اور کلیش کے درمیان تھا۔ نیسیبک نے یہ مطالبہ کیا کہ پرشیا کو اس تمام پولینڈی علاقہ کے واپس دینے کی ضمانت کی جائے جو ۱۸۰۶ء کے قبل اسکے پاس تھا، زار نہ اس شرط کو منظور کرنا چاہتا تھا اور نہ پرشیاوی محالفہ کو ہاتھ سے جانے دینا چاہتا تھا پس اس نے نیسیبک کو تو اپنے قیامگاہ میں روک رکھا اور اشٹین کو ایک روسی وکیل مطلق کے ساتھ خود ہارڈنبرگ سے ایک معاہدہ موکد کرنے کے لئے برسلا بھیجا۔ ہارڈنبرگ نے زار کے شرائط کو منظور کرلیا اور ایک معاہدے

معاہدہ اکیلیش، ۲۷ فروری

پر جو معاہدہ اکیلیش کے نام سے مشہور ہے، دوسرے روز دستخط ہو گئے۔ اس معاہدے کی رو سے پرشیاوی پولینڈ کی بحالی کی ذمہ داری کے بغیر، روس نے یہ ذمہ داری لی کہ وہ اس وقت تک ہتھیار نہ رکھے گا جبتک کہ پرشیاوی سلطنت بہ حیثیت مجموعی اس رقبہ اور اس قوت تک بحال ہو جائے گی جس پر ۱۸۰۶ء کے قبل اس کا اقتدار تھا۔ پولینڈ کے متعلق، روس نے اس سے زیادہ وعدہ نہیں کیا کہ ۱۷۷۲ء میں پرشیا کو جو کچھ ملا تھا اس پر قبضہ رکھنے کی اسے اجازت ہوگی اور ایک قطعہ اراضی اسے ملیگا جس سے یہ حصہ سلیشیا سے ملحق ہو جائے۔ اس قرارداد کا مطلب یہ تھا کہ پرشیا اپنے سابق پولینڈی صوبوں کا بڑا حصہ روس کے ہاتھ میں چھوڑ دے اور اس کے بجائے اسکے مساوی جرمانی علاقہ لے لے معاہدہ اکیلیش نے عملاً وہ تمام علاقہ زار کے حوالہ کر دیا جو پولینڈ کی ۱۷۹۳ء اور ۱۷۹۵ء کی تقسیموں میں پرشیا کو ملا تھا۔ اس قربانی کو ہر ایک پرشیاوی مدبر نہایت ہی سخت سمجھا تھا اور یہ صرف اس بنا پر قبول کی گئی تھی کہ روس کی دوستی کے ضائع جانے اور پھر نپولین کے تابع ہو جانے کے بہ نسبت اسکی مضرت کم تھی۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مدبر نے تا آنکہ خود اسٹین نے بھی یہ نہیں سمجھا تھا کہ پرشیا اپنے پولینڈی مفتوحات کو جرمانی الحاقات سے بدلتے، یعنی اپنے سے غیر سلافی مشرق کے بجائے جرمانی مغرب کی طرف پلٹنے سے وہ قدم اٹھا رہے تھے جس نے اسے آیندہ کی متحدہ جرمانیہ کا سرگروہ بنانے کا امکان پیدا کر دیا۔

شاہ فریڈرک ولیم نے ابھی تک نپولین پر اعلان جنگ نہیں کیا تھا، مگر ماہ فروری کے تمام دوران میں روس کی سبک سوارہ فوج بغیر روک ٹوک پرشیاوی علاقہ سے ہوکر دریائے اڈور کی طرف بڑھتی رہی اور رضاکاروں کے جوغول درغول برلن سے ہوکر اپنے سلیشیا کے اقامت گاہوں کو جاری تھے، وہ فرانسیسیوں کے لئے اس طوفان کی صاف و صریح علامت تھے جو ان پر نازل ہوا چاہتا تھا۔ نپولین کی فوج کا باقی حصہ

جواب ایوجن بیوہارنس کے زیر قیادت تھا، قدم بقدم اوڈر کی جانب ہٹتا آتا تھا۔ یہاں اگر وہ قلعوں پر رک جاتا تو ممکن تھا کہ وہ روس کی پیشقدمی کو روک دیتا مگر ایوجن کا دل بیٹھ گیا۔ اوڈر کا خطہ چھوڑ دیا گیا، اور بازگشت، برلن اور البی تک جاری رہی۔ کوسک ان کے پیچھے پیچھے چلے آئے ۲۰ فبروری کو وہ دواقعا برلن میں داخل ہوگئے اور سڑکوں پر فرانسیسیوں سے ان کی جنگ ہوئی فرانسیسی قلعہ گیر فوج

فرانسیسیوں کا البی پر ہٹ جانا

قوت میں بہت بڑھی ہوئی تھی مگر کوسکوں کے آجانے سے ایسا جوش پیدا ہوگیا کہ اگرچہ فرانس اور پرشیا کا محالفہ رسماً ابھی تک برقرار تھا مگر فرانسیسی فوج نے یہ سمجھ لیا کہ اہل ملک اسکے ٹکڑے اڑا دینگے۔ چند دنوں تک وہ سڑکوں پر جمے رہے مگر جوں ہی یہ معلوم ہوا کہ ایک روسی فوج نظام اوڈر پر پہنچ گئی ہے، ایوجن نے معاً برلن کو خالی کردینے کا عزم کرلیا۔ ۴ مارچ کو آخری فرانسیسی سپاہی نے پرشیا وی دارالصدر کو چھوڑ دیا۔ فرانسیسی جس قدر شہر کو چھوڑتے گئے۔ کوسک اس میں داخل ہوتے گئے اور فرانسیسیوں کے ساتھ سے لڑتے رہے، چند روز بعد وینجنسٹین روسی پیادہ فوج کے ساتھ آگیا، ۱۷ مارچ کو یارک فاتحانہ شان سے اپنی فوج کو لئے داخل ہوا، اور حب الوطنانہ مسرت کے وفور ہیجان میں خود ساکت و سخت رہا۔ اسی دن یہ ہوا کہ شاہ فریڈرک ولیم نے اپنا اعلان پرشیاوی قوم کے نام شائع کیا کہ فرانس سے جنگ شروع ہوگئی ہے، اور قوم کو اس جانب بلایا کہ وہ اس کشمکش میں اس طرح داخل ہو کہ یا فتحیاب ہو یا بالکلیہ تباہ ہو جائے۔ یہ اعلان ایسا تھا جو اس

شاہ پرشیا کا اعلان جنگ ۱۷ مارچ

بادشاہ کے سزاوار تھا جسے یہ احساس ہو کہ پرشیا کی ذلت کا خاص سبب اسی کا ضعف طبیعت ہوا ہے۔ یہ اعلان سادہ اور غیر متکبرانہ تھا، اس میں یہ اعتراف کیا گیا تھا کہ بادشاہ نے فرانس سے محالفہ کو برقرار رکھنے کی ہر ایک کوشش کی اور جنگ کی ضرورت کو اس جانب منسوب کیا کہ پرشیا کی جانب سے معاہدے کی ذمہ داریوں کو پورے کرنے کے باوجود

نپولین نے ناقابل برداشت نقصانات پہنچائے۔ پرشیا کے سابق بادشاہوں کی جلیل القدر یاد کی جانب اور روس، اسپین اور ان تمام ملکوں کی مثال کی طرف رجوع کرنا جنھوں نے موجودہ یا گزشتہ زمانے میں اپنے سے قوی تر دشمنوں کے مقابلے میں اپنی آزادی کے لئے جنگ کی ہے' اس صدق آمیز اور معتدل لہجے کے سزاوار تھا جس میں بادشاہ نے خود اپنی حکومت کے دوران میں پرشیا کے مصایب کا ذکر کیا تھا۔

لیکن' پرشیاوی قوم کو جوش دلانے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ سات برس کی مصیبت اور ذلت نے اپنا کام کر دیا تھا۔ ظلم کے ایک تلخ احساس کی وجہ سے تمام طبقات کی قدیم نفرت غایب ہوگئی تھی۔ اگر برلن کے درباری فریق اور استحفاظی زمینداروں میں عمومی قوتوں کے بیدار ہوجانے کا خطرہ موجود تھا' تو اس شک وشبہ کا اظہار اس وقت علانیہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایک ایسی گہری اور ایسی ہمہ گیر تحریک جس کا تجربہ فرانس نے ۱۷۹۲ء میں کیا تھا' کل پرشیاوی سلطنت میں دایر وسایر ہوگئی تھی۔ پرشیاوی قوم میں اس آگ کے بھڑکنے کے لئے جو فرانس، اسپین اور روس میں غیر ملکی مداخلت کے پہلے ہی صدمہ میں بھڑک اٹھی تھی' برسوں کی مصیبت گھروں کے امن وسکون میں فرانسیسی سپاہیوں کی دست اندازی' روس کے حملہ آوروں کے لئے گھروں کے ذخیروں کے صاف ہوجانے' ملک آبائی کی حمایت کے لئے نسل کے رفیقوں کے بیدردانہ قتل کے ایسے تجربوں کی ضرورت تھی۔

پرشیاوی قوم کا جوش

یہ جذبہ ۱۷۹۲ء کے جنونی ہیجانات یا اسپین کی جنگ آزادی کے مذہبی جنون سے ذلیل نہیں ہوا تھا۔ مذہب جہاں کشمکش میں داخل ہوا وہاں اس نے دشمن سے نفرت پیدا کرنے کے بجائے ذاتی قربانی کے جوش کو بڑھا دیا یورپ کے مستقبل کے لئے یہ بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا تھا کہ ہر ایک ممتاز شخص کے دل میں پرشیا کا معاملہ کل جرمانی نسل کے معاملہ کے مرادف تھا۔ جرمانیہ کی واقعی حالت

جرمانی اتحاد کا تخیل

اس نتیجہ کی متقاضی نہیں تھی کیونکہ سیکسنی بویریا اور راین کی کل منفعت اب بھی نپولین کی پیروی میں تھی مگر وہ جذبات اور وہ تخیلات جو اس وقت ایک زندہ قوت بن گئے جب آخرالامر نپولین سے جنگ شروع ہوگئی، وہ جذبات و تخیلات اسٹین کے ایسے لوگوں کے تھے جنھوں نے جرمانیہ کے قعر مذلت میں گرجانے کے زمانہ میں ایک مشترک وطن آبادی کا درخشاں و شریفانہ تخیل پیدا کیا تھا۔ اسٹین کو اپنی امیدوں کو پوری ہوتے دیکھنا اس سے زیادہ نصیب نہیں ہوا جیسا کہ مرابو کو فرانس میں دستوری آزادی قایم ہوتے دیکھنا یا ۱۷۹۷ء کے اطالوی محبان وطن کو ایک متحدہ اطالیہ کا پیدا ہوتے دیکھنا نصیب ہوا۔ سلطنتوں کا ایک ایسا مجموعہ جس میں فریڈرک ولیم اور فرینسس کے ویسے بادشاہ اور ہارڈنبرگ اور مٹرنک کے ایسے وزرا حکمرانی کرتے ہوں کسی ایک فرد کی ذہانت و طباعی یا کسی ایک دور کی حب الوطنی سے دفعۃً ایک آزاد قوم میں تبدیل نہیں ہوسکتا تھا لیکن اگر جرمانی اتحاد کا کام ایک ایسا کام تھا جسکے لئے ایک فوجی شہنشاہی کی صورت میں بھی دو نسلوں کے مساعی کی ضرورت تھی تو بھی ۱۸۱۳ء کے تخیلات محض پا در ہوا نہیں تھے، زمانہ ان لوگوں کے ساتھ تھا جو پرشیاوی بادشاہی کو وہ صحیح مرکز قرار دیتے تھے جسکے گرد جرمانیہ مجتمع ہوسکتے تھے۔ اگر نتیجہ میں پرشیا نے خود اپنے مواقع کے سمجھنے میں سستی کی تو اس میں ان محبان کا قصور جو ضرورت سے زیادہ توقع رکھتے تھے، ان بادشاہوں اور وزیروں کی بہ نسبت کم تھا جو ضرورت سے کم کچھ کرنے کی جرأت کرتے تھے۔

بر وقت، پرشیاوی حکومت کی کارروائیاں اس جذبہ کے شایان شان نہیں جس کا اظہار قوم نے کیا تھا۔ شانھارسٹ کے فوجی نظم نے پرشیا کے لئے ایک لاکھ تربیت یافتہ سپاہی ایسے مہیا کردیئے تھے، جو موجودالوقت بیتالیس ہزار فوج کے ساتھ شامل ہونے کے لئے طیار تھے۔ محافظ ملک فوج کو مرتب

فوج محافظ ملک کی تکوین

کرنے کی تجویز اگرچہ ہنوز عمل میں نہیں آئی تھی مگر اس کے لئے صرف بادشاہ کی منظوری کی ضرورت تھی۔ جس دن فریڈرک ولیم نے اپنا اعلان قوم کے نام جاری کیا، اسی دن اس نے فوج محافظ ملک کے عام اجتماع کا بھی حکم دیدیا۔ آخرالذکر فوج جسکی غرض یہ تھی

کہ ضرورت کے وقت میں وہ اسپین اور لی ونڈی کے کسانوں والی جنگ کی طرح جنگ میں شرکت کرے، فی الواقع کام میں نہیں آئی، فوج محافظ ملک کے مسلح کرنے میں اگرچہ ملک کی غربت اور خستگی کی وجہ سے تاخیر ہوئی مگر وہ بتدریج ایک مہیب فوج محفوظ بن گئی، اور جنگ کے بعض شدید ترین معرکوں میں فوج نظام کے پہلو بہ پہلو لڑنے کے لئے اپنے دستے روانہ کئے۔ پرشیا کے لئے نپولین پر فی الفور دو لاکھ سپاہیوں سے حملہ کر دینے کا مانع آمادہ کار سپاہیوں کا نقدان نہیں تھا بلکہ سلاح جنگ اور روپیہ کی کمی اس کا باعث تھا۔ اگرچہ پرشیا کے ساز و سامان کی تکمیل میں چند مہینوں کی اور ضرورت تھی مگر پرشیا کو مدافعانہ حیثیت اختیار کرنے کی حاجت نہیں تھی۔ روسیوں کے آتے ہی پچاس ہزار سپاہی فوراً ہی دریائے البی کو عبور کرنے اور آیندہ مہم نپولین کے حلفائے متفقیت راین کی مملکت میں شروع کر دینے کے لئے طیار تھے۔
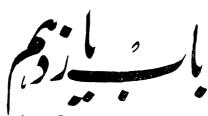
جنگ حصول آزادی بلوچر کا دریائے البی کو عبور کرنا۔ جنگ لیوزن
حلفا کا سلیشیا کی جانب پسپا ہونا۔ جنگ بازن۔ التوائے جنگ۔ نپولین
کا آسٹریا کو دھمکانے کا ارادہ۔ آسٹریا کی فوجوں کی نسبت مغالطہ۔ مٹرنک
کی حکمت عملی۔ معاہدہ ریکنباک۔ آسٹریا کا اپنی وساطت کا پیش کرنا۔ موتمر
پراگو۔ آسٹریا کا جنگ میں داخل ہونا۔ نپولین اور حلفا کی فوجیں اور
ان کے تجاویز۔ اگسٹ کی مہم۔ ڈرسڈن، گراسبیرن، کازباک
اور کلم کی لڑائیاں۔ اُن کارروائیوں کا اثر۔ ڈینیوز کی لڑائی۔ آسٹریا
کی جرمانی حکمت عملی' راین کی شترکیت کے فرمانرواؤں کے حسب خواہ
ہونا۔ جرمانی اتحاد کی شکستہ امیدیں۔ جنگ لیپزک۔ حلفا کا راین تک
پہنچ جانا۔ فرنیکفرٹ میں تجویز صلح کا پیش ہونا۔ فرانس پر حملے کی تجویز۔
آسٹریا کی پست حالت۔ حلفا کا فرانس میں داخل ہونا۔ ۱۸۱۴ء کی
مہم۔ شاتیلان کی مہم۔ نپولین کا حلفا کے عقب کی جانب حرکت
کرنا۔ حلفا کا پیرس پر بڑھنا۔ پیرس کا انخلا۔ حلفا کا داخلہ۔ نپولین
کا عزل۔ خاندان بازبن کی بحالی۔ منشور۔ معاہدہ پیرس ۱۷۹۲ء۔
۱۸۱۴ء کی جنگ کے ممکن اثرات۔ فرانس کے سوا ہر ایک حکومت
کا نفع۔ فرانس کا نسبتاً یورپ میں کمزور ہونا۔ یورپ پر اس دور
کے مستقل اثرات کا خلاصہ۔

۱۸۱۳ء کے پہلے تین مہینے میں نپولین نے شمالی جرمانیہ کی مہم کے لئے پرزور

تیاری میں صرف کیے۔ روسیوں کے ساتھ یارک کی قرارداد کی خبر سنتے ہی اس نے ساڑھے تین لاکھ آدمیوں کے فوج میں بھرتی کیے جانے کا حکم دیدیا تھا۔ فریڈرک

نپولین ۱۸۱۳ء میں

ولیم اور ہارڈنبرگ کا اس سپہ سالار کو غدار قرار دینے کا نفع ہوا۔ نپولین نے یارک کے فعل کی قومی نوعیت کو ازروئے بصیرت سمجھ لیا تھا اور پرشیا اور روس کی متحدہ فوجوں کے مقابلہ کے لیے اپنا حساب مرتب کیا تھا۔ سال گزشتہ کی تباہی کے باوجود نپولین اب بھی اپنے دشمنوں سے قوی تھا۔ اطالیہ اور رائن کی متفقیت کی وفاداری میں کسی وقت تزلزل نہیں آیا تھا۔ آسٹریا اگرچہ ایک سرد مہر حلیف تھی مگر اتنا ضرور تھا کہ اس سے مخالفت کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔ چار کرور باشندوں کی شہنشاہی کے وسایل اب بھی نپولین کے قبضہ قدرت میں تھے سالگزشتہ کے نقصانات کی نہایت ہی نمایاں وجہ یہ سپاہیوں کی نوعمری اور ناتجربہ کاری اور عمدہ افسروں کی کمی تھی[1] سترہ سترہ برس کے لڑکے جو زیادہ تر ان عہدہ داروں کے زیر قیادت تھے، جنھوں نے کبھی کسی مہم میں شرکت نہیں کی تھی، یہ ان سپاہیوں کی جگہ پر تھے جنھوں نے فریڈلینڈ اور ویگرم میں جنگ کی تھی۔ بہادری میں وہ اپنے پیشروؤں کے مثل تھے مگر جسمانی طاقت اور قوت برداشت میں وہ پورے نہ اترے۔ ان کے مقابلہ میں وہ بچے ہوئے لوگ آئے جو ماسکو سے نپولین کا تعاقب کرتے رہے تھے، اور نیز پرشیا کی وہ فوج آئی جو ایک مسلح قوم کا صرف پیشرو حصہ تھی۔ بایں ہمہ، نپولین کو شکست کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا تھا بشرطیکہ آسٹریا اس کی جانب میں رہے۔ پرشیاوی قوم اگرچہ نہایت ہی باعزم جوش کے ساتھ اس جنگ وجدل میں داخل ہوئی، لیکن متحدہ روس اور پرشیا کے بالمقابل دریائے البی کے کنارے جنگ کرنا اس سے کم مہادرت آمیز تھا کہ دریائے نیمن کے پار تنہا روس سے جنگ کی جائے۔ (۱۷ مارچ کو) جب شاہ فریڈرک ولیم نے اپنا اعلان شایع کیا ہے، اس وقت تک ایوجن مغرب

[1] قدیم اور جدید عہدہ داروں کے فرق کے متعلق ملاحظہ ہو مراسلات نپولین۔ ۱۷ اپریل ۱۸۱۳ء

میں میگڈ نبرگ تک ہٹ چکا تھا اور دریائے البی اور روسی سرحد کے درمیان اکثر قلعوں میں اپنی قلعہ گیر فوجیں چھوڑ گیا تھا۔ نپولین دریائے فین پر فوجیں جمع کر رہا تھا اور پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھنے کی طیاری میں تھا کہ پرشیاوی زیر قیادت بلوچر اور روسی فوج کے بعض کمزور حصے دریائے البی تک آگے بڑھ آئے۔ ۱۰ر مارچ کو کوسک دریا کے داہنے کنارے پر ڈرسڈن کے نواح میں نمودار ہوئے ڈیوو نے جو فرانسیسی قلعہ گیر فوج کا قاید تھا، پل کی دو محرابیں اڑا دیں اور میگڈ نبرگ کی طرف ہٹ گیا۔ بلوچر اسکے بعد ہی ڈرسڈن میں داخل ہوا اور سیکسن قوم سے نپولین کے خلاف اٹھنے کی استدعا کی مگر کسی نے اس کی نہ سنی۔ عام لوگ بے پروا تھے، عہدہ دار اس انتظار میں تھے کہ دیکھئے کس جانب کو فتح ہوتی ہے۔ بلوچر اپنی فوج کے لئے سامان بھی مشکل سے حاصل کر سکا۔ وہ اور مغرب کے طرف بڑھ گیا اور لیپزگ کے نواح میں پہنچ گیا۔ یہاں اسے مجبور ہو کر اپنے حلفا کے انتظار میں ٹھہرنا پڑا۔ اگرچہ روسی فوج کا ایک ٹکڑا وٹجینسٹین کے زیر حکم دریائے البی کو عبور کر چکا تھا مگر اصل فوج کیٹوساف کے تحت میں ہنوز پولینڈ کی سرحد پر کلیش میں پڑی ہوئی تھی جہاں وہ چھ ہفتہ قبل پہنچ چکی تھی۔ اس وقت پرشیاویوں کے پاس صرف پچاس ہزار آدمی کام کے لئے طیار تھے۔ جبتک روسی نہ آجاتے اس وقت تک دریائے البی کے دوسرے جانب زیادہ آگے بڑھنا غیر ممکن تھا بلوچر سمجھتا تھا کہ جنگ شروع کرنے میں جو لمحہ بھی گزرتا ہے وہ نقصان ہو رہا ہے روسی سپہ سالار اعظم اپنی شان میں پھولا نہیں سماتا تھا اور اپنی پیران سری کی کمزوریوں کے نیچے دبا جا رہا تھا، اسے کوچ کا حکم دینے پر راغب کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ آخر الامر کیٹوساف کی علالت نے قیادت کم عمر والوں کے ہاتھ میں دیدی۔ پولینڈ سے آگے کے کوچ میں اس کی طاقت نے جواب دیدیا۔ وہ سلیشیا میں مرتا ہوا چھوڑ دیا گیا اور ۲۴ر اپریل کو زار اور شاہ پرشیا نے اپنی کار آزمودہ فوجوں کو ڈرسڈن میں آگے بڑھایا۔

بلوچر کا دریائے البی کو عبور کرنا۔ مارچ ۱۸۱۳ء

اب یہ معلوم ہو گیا تھا کہ نپولین سال کی سڑکوں سے بڑھ رہا ہے۔ رائین کی سلطنتوں میں سے کسی سلطنت کو اپنی جانب کر لینے کی امید صرف اسی صورت

میں ہوسکتی تھی کہ دریائے البی کے مغرب میں جم کر ایک جنگ ہو۔ لیپزگ کے آگے

جنگ لوتزن ۲ مئی

ہموار ملک میں سواروں سے کام لینے کے لئے بہترین میدان موجود تھا، حلفا اس باب میں مضبوط تھے اور نپولین بغایت کمزور تھا۔ حلفا نے لوتزن میں پڑا جما دیا۔ فرانسیسی آگے بڑھے اور ۲ مئی کے دو پہر کو لوتزن کی جنگ کا آغاز ہوا۔ پرشیا دی سپاہی نہایت ہی جوش کے ساتھ لڑے۔ نپولین کے مہمات میں یہ پہلا موقع تھا کہ فرانسیسی پیدل برابر کی تعداد کی جنگ میں اپنے دشمنوں سے کمزور ثابت ہوئے مگر نپولین کی سپہ سالاری نے بانسہ پلٹ دیا۔ ستر ہزار فرانسیسی پچاس ہزار حلفا پر بڑھا دیئے گئے۔ جنگ دیہات کی سڑکوں اور باغوں میں ہوئی جہاں سوار بیکار تھے۔ اور دن کے ختم ہونے پر نقصان اگرچہ دونوں جانب برابر رہا مگر حلفا کو مجبور ہو کر وہ جگہیں چھوڑ دینا پڑیں جو انھوں نے حاصل کی تھیں۔ یہ نتیجہ ہاری ہوئی جنگ کے برابر تھا۔ اب اگر کوئی دوسری لڑائی ہو کر اسے جیت نہ لیا جائے تو میگڈنبرگ میں نپولین کا یوجن کی فوجوں سے ملجانا لازمی تھا۔ حلفا کے لئے کوئی چارہ کار اسکے سوا باقی نہیں رہا کہ جو کچھ ہے سب داؤں پر لگا دیں یا البی کے پیچھے ہٹ جائیں اور اس کمک کا انتظار کریں جو سلیشیا میں جمع ہو رہی تھی۔ شاہ فریڈرک ولیم نے ایک دوسری جنگ کا اعلان کردیا۔[1] مگر اس کا حکم مغلوب کر دیا گیا اور بازگشت

نپولین کا ڈرسڈن میں داخل ہونا ۱۴ مئی۔

شروع ہوگئی۔ نپولین ڈرسڈن میں ۱۴ مئی کو داخل ہوا۔ رائن کے خط پر قابض رہنے کے لئے حلفا نے کوئی کوشش نہیں کی وہ تمام قوی امیدیں جنھیں لئے ہوئے بلوچر اور اسکے رفقا مشترکیت رائن کے حدود کے اندر نپولین پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے تھے خاک

---

[1] ۔ لٹ زن، باوٹ زن اور لائیزگ کی لڑائیاں' ان مراسلات میں بتائی گئی ہیں جو لارڈ کاتھگارٹ نے بھیجے تھے اور خود لارڈ موصوف نے یہ معیت زار اور بادشاہ فریڈرک ولیم دیکھی تھیں۔ دفتر۔ روس ۲۰۷، ۲۰۹۔

میں مل گئیں۔ ملک آبائی خود اپنے خلاف منقسم رہا۔ سیکسنی اور دوسری تابع سلطنتیں
لوتزن کی فتح سے فرانس کے لئے محفوظ ہو گئیں۔ جرمانیہ کی آزادی صرف طولانی و مستقل
جنگ اور پرشیاوی جانوں کے بیدریغ نقصان ہی سے حاصل ہو سکتی تھی۔

جنگ باٹزن
۲۱ر مئی

مخالف سپہ سالار نپولین کے مقابلے میں سلیشیاوی قلعوں
کی جانب غایت مایوسی کے ساتھ پسپا ہوئے مگر ان کے
ارادے میں کوئی تزلزل نہیں آیا۔ جن پرشیاوی فوجوں
نے اس وقت تک جنگ میں حصہ لیا تھا وہ ان فوجوں کی ایک ثلث بھی
نہ تھیں جنھیں حکومت مسلح کر رہی تھی۔ جدید روسی فوجیں پولینڈ سے بڑھ رہی
تھیں۔ جب حلفا نے دریائے آلبی سے مشرق جانب حرکت کی تو حلفا اور نپولین
دونوں کی فوجوں نے اپنی مزید قوتیں جمع کرلیں۔ بازگشت دریائے ایسپرن پر
مقام باٹزن میں رک گئی۔ اور یہاں ۱۹ر مئی کو نوّے ہزار حلفا اور اسی تعداد
میں فرانسیسی جنگ کے لئے صف بستہ ہوئے۔ حلفا دریا کے عقب میں ایک
طول اور منتشر سلسلہ کوہستان اور اس کوہستان اور قصبہ باٹزن کی درمیانی
زمین پر قابض تھے۔ ۲۰ر کو فرانسیسیوں نے حملہ شروع کیا اور دریا کے گزر کو فتح
کرلیا۔ نے کے چالیس ہزار مزید فوج کے ساتھ پہنچ جانے کے باوجود زار اور شاہ
پرشیا نے یہ عزم کرلیا کہ دوسرے روز بھی جنگ کو جاری رکھیں گے۔ ۲۱ر کا معرکہ
بھی ویسی ہی شدید اور غیر قطعی نوعیت کا تھا جیسا لوتزن کا معرکہ تھا۔ دن کے
ختم ہونے کے قبل پچیس ہزار فرانسیسی، مارے گئے یا زخمی ہوگئے، مگر حلفا کے
ناقص سپہ سالار تمامتر ایک دوسرے سے مختلف الرائے تھے۔ الگزنڈر جو ان کے
مناقشات کا فیصلہ کرتا تھا، اس میں کوئی حقیقی فوجی مہارت نہیں تھی۔ باٹزن
کی شکست اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ دلیرانہ جنگجوئی یا دشمن کے بالمقابل استقامت
میں کوئی کمی تھی۔ حلفا کامل نظم کے ساتھ پیچھے ہٹے۔ ایک توپ کا بھی انھیں

التوائے جنگ
۴ر جون

نقصان نہیں ہوا۔ نپولین ان کے عقب میں بڑھا۔ اپنے
تھکے ہوئے دستوں پر برابر محنت ڈالتا رہا۔ اسے توقع
یہ تھی کہ جس دشمن کو وہ جنگ میں مغلوب نہ کرسکا اسے

تعاقب سے تباہ کر دے گا۔ چند روز اور گزرتے تو مخالف سپہ سالاروں کے افتراق باہمی اور فوج کے مصایب کی وجہ سے اغلب یہی تھا کہ وہ نپولین کی فوج کا مقابلہ کرنے کے ناقابل ہو جاتے مگر فاتح خود عین فتح کے وقت ٹھہر گیا۔ ۴؍ جون کو سات ہفتے کے التوائے جنگ نے تعاقب کو روک دیا اور جنگ آزادی کی پہلی کارروائی کو ختم کر دیا۔

نپولین اور آسٹریا

اپنے دشمنوں کو اس وقفے کے عطا کرنے میں جو نپولین کی تمام زندگی میں سب سے زیادہ مہلک کارروائی تھی، نپولین کی نیت کو فوجی تعویق کے عام اسباب میں بیکار تلاش کیا جاتا ہے، امر واقعہ یہ ہے کہ نپولین نے جس وقت مخاصمات کو ختم کیا ہے اس وقت اس کی نظر نہ اپنی فوج کی حالت پر تھی نہ حلفا کی فوج کی حالت پر تھی بلکہ اس کی نظر دربار وائنا کی اغلبی کارروائی پر تھی۔ اس نے (۲؍ جون ۱۸۱۳ء کو) اطالیہ کے نائب السلطنت کو لکھا تھا کہ "میں آسٹریا کی صلاح جنگ کی بنا پر اور وائنا کو دھمکانے کے لئے لیباخ میں اطالوی فوج کو لانے کی غرض سے عارضی صلح منظور کر لوں گا" درحقیقت آسٹریا نے یہ عزم کر لیا تھا کہ جنگ سے ہو یا گفت و شنود سے ہو وہ ان صوبوں کو دوبارہ حاصل کرے گی جو ۱۸۰۹ء میں اسکے ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ آسٹریا اب اپنی وساطت کے پیش کرنے کے لئے طیار ہو رہی تھی مگر وہ اسکے لئے بھی طیار ہو رہی تھی کہ درانصورت کہ نپولین اسکے مطالبات کو رد کر دے تو وہ حلفا کے ساتھ شامل ہو جائے۔ مٹرنک کو فکر یہ تھی کہ اگر ممکن ہو تو بغیر جنگ کے وہ اپنا مقصد حاصل کرلے۔ آسٹروی سلطنت دیوالیہ تھی، اس کی فوجیں ۱۸۰۹ء کے بعد سے بہت ابتر ہو گئی تھیں۔ مٹرنک خود روس کے بلند حوصلوں سے اور اس امر سے خائف تھا جیسے وہ جرمانی محبان وطن کی انقلابی تجویزیں سمجھتا تھا اس کا یہ مقصود تھا کہ نپولین کو اسکے تخت سے علیحدہ نہ کرے بلکہ ایک ایسا یورپی نظم قایم کرے جس میں نہ فرانس کو تسلط مطلق حاصل ہو نہ روس کو۔ ماسکو کی بازگشت کے بعد ہی وائنا کے کابینہ نے جلد تر نپولین کو اس امر سے مطلع کر دیا تھا کہ آسٹریا اب

زیادہ دنوں تک ایک ماتحت حلیف کی حیثیت میں نہیں رہیگی[1]۔ مگر یہ اطلاع
نہایت ہی دوستانہ الفاظ میں تھی۔ میٹرنک نے یہ بیان کیا تھا اور یہ بیان
صداقت سے خالی نہیں تھا کہ چند رعایتیں کر کے نپولین اب بھی آسٹریا کی
دوستی پر اعتماد کر سکتا ہے مگر اس کے ساتھ میٹرنک دول مخالفہ سے بھی
مراسلت کر رہا تھا اور اس یقین میں ان کی ہمت افزائی کر رہا تھا کہ بعض
حالات کے تحت میں آسٹریا ان کی جانب سے حملہ آور ہو جائیگی۔ مئی کی
مہم کی رفتار میٹرنک کی حکمت عملی کے خاص طور پر موافق تھی۔ نپولین نے
قطعی فتح حاصل نہیں کی تھی۔ دوسرے حلفا کامیابی سے اس قدر دور تھے کہ
آسٹریا اپنے محالفے کی جو قیمت چاہتی مقرر کر دیتی۔ آغاز جون میں آسٹروی
کابینہ میں یہ ایک طے شدہ امر ہو گیا تھا کہ نپولین کو الیریا کے ان صوبوں کو
جو ۱۸۰۹ء میں فتح ہوئے تھے اور ان اضلاع کو جو ۱۸۱۰ء میں ملحق کئے گئے
تھے، چھوڑ دینے پر مجبور ہونا پڑیگا مگر حکومت کو اب بھی یہ امید تھی کہ یہ غرض
صلح آمیز ذرایع سے حاصل ہو سکتی ہے۔ نپولین نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آسٹریا
عنقریب اپنی روش بدلا چاہتی ہے مگر کسی نہج سے وہ میٹرنک کے اصلی
ارادوں تک نہیں پہنچا تھا۔ نپولین نے اپنی ذات کے ساتھ وائنا کی حکومت
کے جذبۂ مخالفت کو اس سے بہت زیادہ قوی سمجھ لیا جتنا فی الواقع تھا۔
اس کے ساتھ وہ اس حکومت کے مقصد کی معینہ و مقررہ نوعیت کے
سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس نے یہ یقین کر لیا کہ آسٹریا کی کارروائی کا مدار کار
محض ان ذرایع پر ہوگا جو اسے دھمکانے کے لئے اس کے (یعنی نپولین)
کے ہاتھ ہونگے یعنی اگر اطالیہ کی فوج غیر موجود ہوگی تو آسٹریا نپولین پر حملہ
کر دیگی، اس کے برعکس اگر نپولین کو اتنا وقت مل گیا کہ وہ اطالیہ کی فوج کو
کار بیولا میں لا سکے تو آسٹریا صلح قایم رکھیگی۔ اس یقین کی وجہ سے اور خالصتہً
اس غرض سے کہ آسٹریا کے دھمکانے کے لئے فوج آ جائے، نپولین نے

---

[1]۔ آکسن جلد اول صفحہ ۸۰

بائزن کی جنگ کے بعد پرشیا وی اور روسی فوجوں کے خلاف ہاتھ روک لیا اور ان بے شمار فوجوں کو جمع ہونے کا وقت دیدیا جن کے ہاتھوں اس کا تباہ ہونا مقدر تھا۔

۴ جون کے التوا کے مکمل ہونے کے بعد ہی، مٹرنک نے نپولین کو یہ دعوت دی کہ وہ عام صلح کے لئے آسٹریا کا توسط قبول کرے۔ مٹرنک نے جو قرار داد سوچی تھی وہ اس سے بالکل مختلف تھی جس پر اسٹین اور پرشیا وی محبان وطن نے اپنی امیدیں قائم کر رکھی تھیں۔ آسٹریا اس پر رضامند تھی کہ تمام اطالیہ اور ہالینڈ، سرحد راین اور مغربی جرمانیہ کی محمیت نپولین کے ہاتھ میں چھوڑ دے

مٹرنک کا آسٹریا کی وساطت کا پیش کرنا۔

مٹرنک، یورپ کا ثالث بن کر جو کچھ چاہتا تھا وہ یہ تھا کہ ۱۸۰۹ء کے جنگ کے بعد جو صوبے آسٹریا سے لے لئے گئے تھے وہ واپس دیدئے جائیں، مغربی پولینڈ میں پرشیا کو پھر بحال کر دیا جائے اور فرانس نے ۱۸۱۰ء میں شمال جرمانیہ کا جو قطعہ ملک ملحق کر لیا ہے اسے چھوڑ دے۔ مگر نپولین کے نزدیک آسٹریا کی مستدعیہ رعایات کی کمی و زیادتی کا کوئی سوال ہی نہ تھا، وہ مطلق کسی قسم کی رعایت کرنا ہی نہیں چاہتا تھا اور اس نے مراسلت صرف اس غرض سے جاری کی کہ التوائے جنگ کے منظور کرنے میں اس کا جو اصلی مقصد تھا اسے آسٹریا سے پوشیدہ رکھے۔ نپولین نے ظاہر تو یہ کیا تھا کہ وہ آسٹریا کے تجاویز کو تول رہا ہے مگر درحقیقت وہ یہ حساب لگا رہا تھا کہ کتنے کوچ میں اطالوی فوج آسٹریا کی سرحد پر پہنچ جائیگی۔ یہ ہو جائے تو پھر اسے یہ توقع تھی کہ مٹرنک کے مطالبات کے نسبت کچھ سننے کی نوبت ہی نہ آئیگی۔

یہ فریب کا کھیل تھا مگر جیسا کامل فریب خود نپولین کو ہوا ایسا کسی دوسرے کو نہیں ہوا۔ اپنے خفیہ گماشتوں کے بعض غیر معمولی غلط حساب سے اسے یہ یقین ہوگیا کہ آسٹریا کی کل فوج شمال و جنوب میں صرف ایک لاکھ تھی[۱] اور اسی اندازہ کی بنا پر اس نے

نپولین آسٹریا کی فوجوں کے متعلق فریب کیا گیا

---

[۱] نپولین بنام ایوجن بحکم جولائی ۱۸۱۳ء

ایسی تہدید کے تجاویز مرتب کئے تھے، مگر حقیقت یہ تھی کہ آسٹریا کے پاس میدان جنگ میں جانے کے لئے اُس سے دونی تعداد میں آدمی موجود تھے۔ بتدریج خود نپولین کو یہ شبہہ ہو چلا کہ اس نے غلطی کی ہے۔ ۱۱ر جولائی کو اُس نے اپنے وزیر خارجہ میرٹ کو خط لکھا اور اسے بہت ناگواری کے ساتھ ملامت کی کہ خفیہ خدمت کے لوگ کوئی قابل اعتماد اطلاع حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ تاہم ابھی اتنی تاخیر نہیں ہوئی تھی کہ مٹرنک کے شرائط کو قبول کر لینے کا موقع نہ رہا ہو، لیکن اُس امر کے ثابت ہو جانے پر بھی کہ آسٹریا کو دھمکانے کی تجویز بالکلیہ مغالطہ تھی اور اس یقین کے بعد بھی کہ آسٹریا جنگ کرےگی اور بہت ہی قوی فوجوں سے جنگ کرےگی نپولین کا غرور اور خود اپنی فوقیت کا ناقابل شکست یقین اسے پیچھے ہٹنے سے روکتے رہے۔ اس نے یہ کوشش کی کہ روس کے ساتھ علیحدہ مراسلت کرے اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو اس نے کل یورپ کا مقابلہ کرنے کا عزم کر لیا۔

اب نپولین کے دشمنوں میں کسی قسم کا عدم تیقن باقی نہیں رہا تھا۔ ۲۷ر جون کو آسٹریا نے ریکنباک میں ایک معاہدے پر دستخط کر دئے تھے جس میں یہ اقرار کیا تھا کہ نپولین اگر آسٹریا کے بہ حیثیت ثالث تجویز کردہ شرایط سے انکار کر دے گا تو آسٹریا دول مخالفہ کے ساتھ شریک ہو جائےگی اور جو شرایط اس طرح تجویز کئے جانے والے تھے وہ بھی اس معاہدے کے ذریعہ سے متعین ہو گئے تھے۔ یہ شرایط حسب ذیل تھے۔

معاہدہ ریکنباک، ۲۷ر جون	وارسا کی امارت ڈیوک کا ختم کر دینا۔ الیریا کے صوبے آسٹریا کو واپس دیدینا، اور ۱۸۱۰ء میں نپولین نے شمال جرمانیہ کے جس قطعہ ملک کو اپنی شہنشاہی سے ملحق کر لیا

تھا اُس کا حوالہ کر دینا۔ فرانس کے لئے اس سے زیادہ معاندانہ شرایط کو اس ثالثی میں داخل کرنے سے آسٹریا نے انکار کر دیا۔ دریائے البی اب بھی پرشیا کو ان جرمانی صوبوں سے علیحدہ رکھتی جو ۱۸۰۶ء میں اس کے ہاتھ سے جاتے رہے تھے۔ نپولین، مشترکیت رائن کے گروہ کی حیثیت سے اب بھی

جرمانی نسل کے زیادہ بڑے حصہ پر اپنا اقتدار اعلیٰ قایم رکھتا۔

جس وقت سے یہ شرائط متعین ہوئے اُس وقت سے پرشیا وی سپہ سالاروں کو اس سے زیادہ کسی امر کا خوف نہیں تھا کہ نپولین ان شرائط کو قبول کرلے اور اس طرح حلفا کو آسٹریا کی تائید کے موقع سے محروم کر دے مگران سپہ سالاروں کا خوف بیکار تھا؛ نپولین کے وہاں کے مشورے ٹھیک وہی تھے جو اس کے بدترین دشمن اسے اختیار کرنے کی صلاح دیتے، جنگ اور صرف جنگ اس کا معینہ عزم تھا۔ اس نے ظاہرا آسٹریا کے تجاویز کی جانب توجہ کی اور اپنے ایلچی کالنکورٹ کو اس موتمر کی شرکت کے لیے بھیجا جو آسٹریا نے پیراگو میں طلب کی تھی مگر یہ صرف اس لیے تھا کہ تیاری کے لئے چند ہفتے اور مل جائیں۔ موتمر کا اجتماع ہوا، عارضی صلح ۱۰ اگست تک بڑھا دی گئی۔ مگر کالنکورٹ کو آسٹریا کے مطالبات سے اتفاق کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا گیا تھا۔ اسے اس کی خبر نہ تھی کہ اس کو پیراگو صرف وقت حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس نے طوفان کو جمع ہوتے دیکھا۔ اسے یہ یقین نہ تھا کہ نپولین مطلوبہ رعاتیوں کے منظور کرنے کے بجائے تمام یورپ سے جنگ کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے۔ اسے گمان یہ تھا کہ اس کا آقا اب بھی کسی قدر اس تنگ میں ہے کہ آیا آسٹریا اور دوسرے دول کا منشا اپنے الفاظ پر قایم رہنے کا ہے یا نہیں۔ جب وہ دن قریب آئیگا کہ عارضی صلح اور آسٹریا کے بلاغ نہائی کے لئے جو وقت دیا گیا تھا ختم ہو جائے تو کالنکورٹ نے نپولین سے التجا کی کہ وہ اپنے کو ان امیدوں سے دھوکہ نہ دے کہ آسٹریا علیحدہ ہو جائیگی۔ نپولین کو ایسی کوئی امید نہیں تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ آسٹریا جنگ کا اعلان کر دیگی اور اس نے اس کے نتائج کو قبول کرلیا۔ کالنکورٹ کو کچھ خبر نہ ملی۔ ۱۰ اگست کی نصف شب کو موتمر نے اپنی برخاستگی کا اعلان کر دیا۔ دوسرے روز علی الصباح سلیشیا کی فوج نے ان علامتی

موتمر پیراگو، از ۵ جولائی لغایت ۱۰ اگسٹ

آسٹریا کا جنگ میں داخل ہونا

آگ کے شعلے بلند دیکھے جن سے یہ معلوم ہو گیا کہ گفت و شنود کا خاتمہ ہو گیا اور آسٹریا حلفا کی جانب سے جنگ میں شامل ہو رہی ہے ؎۱

نپولین اور حلفا کی فوجیں

واقعاً مخاصمت شروع کرنے کے قبل سات روز کی اطلاع دہی کی ضرورت تھی، نپولین جو خود ڈرسڈن میں قائم تھا، دریائے البی کے تمام رو پر حاوی تھا، اور اس کے سپہ سالاروں کو بہت پہلے سے یہ احکام مل چکے تھے کہ ۱۸ کی صبح کو کوچ کے لئے تیار رہیں شہنشاہی کے تمام حصص سے فوجیں آگئی تھیں، جس سے محاذ کی فرانسیسی فوج تین لاکھ آدمیوں تک پہنچ گئی تھی، مگر نپولین کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ جنگ کے التوا سے اس کے دشمنوں نے وہ نتائج حاصل کئے ہوں جو نپولین کے نتائج سے بھی بدرجہا بڑھے ہوئے ہوں پرشیاوی اور روسی فوجوں کی قوت اب اس سے بیحد مختلف تھی جو لٹزن اور باٹزن میں تھی۔ پرشیاوی فوج محافظ ملک جو اس وقت دیہاتوں میں قواعد کرنے والی ایک ایسی فوج تھی جس کے کپڑے تک درست نہ تھے، اب پورے ساز و سامان سے مسلح فوج ہو گئی تھی اور اس کا بیشتر حصہ محاذ جنگ پر پہنچ گیا تھا۔ نئے روسی حصص افواج شلیشیا میں آگئے تھے، آسٹریا اتنی ہی کثیر التعداد فوجوں کے ساتھ میدان میں آئی جتنی فوجوں نے ۱۸۰۹ء میں نپولین کو روکا تھا۔ عارضی صلح کے ختم کے ہوتے پر ساڑھے تین لاکھ آدمی واقعاً فرانسیسی مواقع کے بالمقابل تھے۔ تین لاکھ مزید آ رہے تھے یا جرمانی دستوں اور اطالیہ کی سرحد پر کے محافظ تھے۔ مخالف فوجیں جو نپولین کے خلاف کارروائی کر رہی تھیں وہ تین جیوشس میں منقسم تھیں۔ شمال میں ڈنبرگ اور برلن کے درمیان برینڈوٹ خود اپنی سویڈن کی امدادی فوج کے علاوہ، ساٹھ ہزار روسی اور پرشیاوی

؎۱ مٹرنک جلد اول صفحہ ۱۶۳

فوجوں کی قیادت کر رہا تھا۔ سلیشیا میں بلوچر کے تحت میں ایک لاکھ روسی اور پرشیاوی تھے۔ آسٹروی غیر منقسم رہے اور چند روسی اور پرشیاوی حصص فوج کے ساتھ، بوہیمیا کی عظیم الشان فوج انھیں سے مرکب تھی، جس کی تعداد دو لاکھ تھی اور جو شوارزنبرگ کے زیر قیادت تھی۔ حلفا نے آسٹریا کے ساتھ ایکنیاک کے معاہدے کے بعد ہی مہم کی تجویز پر اتفاق کر لیا تھا۔ یہ تجویز دلیرانہ نہیں تھی مگر صائب تھی۔ وہ تین فوجیں جو اب ڈ ہنبرگ سے شمال جرمانیہ تک ایک محراب سی بنائے ہوئے تھیں، وہ رسڈن کے عقب میں نپولین کے وسائل آمد و رفت کے خط پر محیط ہو جانے والی تھیں۔ اگر ان پر جدا جدا

حلفا کی تجویز۔

حملہ ہو تو ان کے سپہ سالار بیباکانہ معرکوں سے پہلو بچا لیجائیں اور اس طرح نقل و حرکت کریں کہ دشمن کو تھکا ڈالیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے عام تعلقات کو قایم رکھیں۔ بلوچر جو سب سے زیادہ معرض خطر میں تھا، اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ سب سے زیادہ دیر تک مدافعانہ حالت پر قایم رہے۔ بوہیمیا کی عظیم الشان فوج بوہیمیا اور سکیسنی کے پہاڑی راستوں کو محفوظ کر لینے کے بعد رسڈن میں نپولین کے موقع کو بخوبی پلٹ دے سکتی تھی اور اس طرح وہ نسبتاً کمزور فوجوں کو ایک وسیع اور متحدہ معرکہ لیپزگ کے میدان میں لڑا سکتی تھی۔

مختصراً، حلفا کی تجویز وہی تھی جیسے کے ان کی جانب سے اختیار کیے جانے کی نپولین کو توقع تھی۔ خود اس کا منصوبہ یہ تھا کہ

نپولین کے حملہ کی تجویز

غیر معمولی سرعت و زور کی جارحانہ کارروائی سے ان پر سبقت لیجائے۔ مخاصمات ۱۰ راگست کی صبح کے قبل شروع نہیں ہو سکتے تھے۔ نپولین کا اندازہ یہ تھا کہ ۲۱، ۲۲ تک وہ برلن پر قبضہ کر لے گا۔ اڈونیات کو جو اسی ہزار آدمیوں کے ساتھ، ڈ ہنبرگ میں تھا، یہ حکم مل چکا تھا کہ جس ساعت پر عارضی

صلح ختم ہو وہ پرشیا وی دارالصدر پر بڑھ جائے اور بشرط ضرورت گولہ باری کر کے اسے فوری اطاعت پر مجبور کرے۔ نپولین کا گمان یہ تھا کہ اس فریب کا اثر یہ ہو گا کہ پرشیاوی بادشاہی کی تمام محفوظ قوت منتشر ہو جائیگی اور میدان جنگ میں اس کی فوج کا عمل بیکار ہو جائیگا۔ ادھر ڈاوئیاٹ برلن کی طرف بڑھتا، ادھر سلیشیا میں بلوچر پر حملہ ہو جاتا، اور وہ شمال یا جنوب کسی جانب مدد کرنے سے مجبور ہو جاتا۔ نپولین کی فوجوں کا بیشتر حصہ جو ڈرسڈن میں جمع تھا، وہ یا تو کوئی بڑی جنگ کرتا یا اگر حلفا کوئی مغالطہ دینے والی نقل و حرکت کرتے تو راست آسٹروی ذخایر کے مرکز پراگو پر بڑھ جاتا اور دشمن کے قبل وہاں پہنچ جاتا۔ اس منصوبہ سے نپولین کے سابق مہمات کے تمام دلیرانہ مقدر کا اظہار ہوتا تھا، یہ منصوبہ اگر کامیاب ہو جاتا تو دس دن میں جنگ کا خاتمہ ہو جاتا مگر ان سابقہ مہمات کے مثل یہ منصوبہ اسب واقعی امکانات پر گہری نظر کے مرادف نہیں تھا۔ نپولین کی تجویز کی کامیابی اس پر منحصر تھی کہ برنیڈوٹ پر اچانک حملہ ہو جاتا، یا برلن کے سامنے اسے کلی شکست ہو جاتی، بلوچر بیکار ہو جاتا، اور جنوب کی وسیع فوج پر فتح ہو جاتی یا فوجی نقل و حرکت سے ایسی شاطرانہ کامیابی پیدا ہو جاتی جو فتح کے مساوی ہوتی۔ اس تجویز میں ایک ایسی سپاہ سے جو تعدادی قوت کے اعتبار سے دشمن سے کمتر تھی، اس شخصی فوقیت کا مطالبہ کیا گیا جو جینا اور آسٹرلز کے فتح کرنے والے سپاہیوں میں تھی، حالانکہ واقعہ یہ تھا کہ نئے بھرتی کئے ہوئے فرانسیسی دستے دشمن کی مساوی تعداد کے مدمقابل بھی نہیں تھے مگر کوئی تجربہ نپولین کے اس مسلمہ یقین میں فرق نہیں ڈال سکتا تھا کہ اس کے طریق جنگ کے سوا باقی تمام طریق جنگ ناکارہ ہیں، براڈنیو کی تباہ انگیزی، لٹزن اور باٹیزن کی مساویانہ معرکہ آرائیوں کے بعد وہ اب بھی یہی قیاس کرتا تھا کہ گویا اس کے سامنے برنشوک

اور مہیک ہیں۔ اس کی تجویز کے لئے لازمی تھا کہ اس کے ہر جزو میں یقینی کامیابی ہو کیونکہ کسی ایک کارروائی کی ناکامی سے تمام کارروائیاں خطرہ میں پڑ جاتیں اس لئے کہ اس صورت میں ایسی فوجوں سے کمک بھیجنے کی ضرورت ہوتی جو اپنے مفوضہ کاموں کے لئے پہلے ہی ضرورت سے زیادہ کمزور تھیں۔ بایں ہمہ نپولین نے زیادہ سے زیادہ جس امر کا اعتراف کیا وہ یہ تھا کہ اس کی تجویز کے عمل میں لانے کے لئے سرگرم مستعدی کی ضرورت تھی۔ اس کے خلاف آسٹریا جو فوج میدان جنگ میں لاسکتی تھی اس کا اندازہ وہ اب بھی کم کرتا تھا۔ اگرچہ وہ بوہیمیا کی فوج کے اصلی موقع اور اس کی قوت سے ناواقف تھا، اور اس جانب میں ضرب لگانے کے قبل دشمن کی نقل وحرکت کے دیکھنے کے لئے مجبور تھا، تاہم وہ ابھی سے اپنے تصور میں یہ دیکھ رہا تھا کہ پرشیا وی دارالصدر کے ازوال سے جنگ کا فیصلہ ہوگیا۔

نقل وحرکت ۱۸۔ لغایت ۲۶ اگست

۱۸ اگست کو پیش قدمی شروع ہوئی؛ آڈیناٹ ڈنبرگ سے برلن کی طرف بڑھا۔ نپولین خود نہایت سرعت کے ساتھ سلیشیا میں داخل ہو گیا، ارادہ یہ تھا کہ بلوچر پر ایک سخت ضرب لگائے اور فوراً ہی واپس ہو کر شوارزنبرگ کے مقابل ہو جائے۔ ۲۱ کو اور اس کے بعد والے دنوں میں پرشیاوی سپہ سالار پر حملہ ہوا اور وہ مشرق کی جانب ہٹا دیا گیا۔ نپولین نے تعاقب کا کام میکڈانلڈ کے سپرد کر دیا اور خود بعجلت ڈرسڈن کو واپس آگیا جسے بوہیمیا کی جانب سے آسٹریوں کے بڑھنے کا خطرہ لاحق ہوچکا تھا۔ شوارزنبرگ اور مخالف بادشاہوں نے جوں ہی یہ سنا کہ نپولین بلوچر کی تلاش میں سلیشیا میں گیا ہے، انھوں نے فی الواقع اپنے محتاط تجاویز کو ترک کر دیا اور یہ عزم کر لیا کہ صرف بوہیمیا کی فوج سے ڈرسڈن پر حملہ کر دیں، مگر ان کی یہ کوشش کہ نپولین پر اچانک جا پڑیں بیکار تھی؛ وہ ۲۵ کو ڈرسڈن میں واپس آگیا تھا اور حملہ کے جواب کے لئے تیار تھا

نپولین کی امیدیں اس دن سے زیادہ کبھی بلند نہیں تھیں۔ سلیشیا میں اس کی
کامیابی نے اسے اعتماد سے پر کر دیا تھا۔ اس نے اپنے تصور میں یہ خیال قائم
کر لیا کہ اڈنٹیاٹ اس وقت برلن میں ہوگا اور شوارزنبرگ کے بڑھنے سے
اسے وہی موقع دیدیا ہوگا جس کی اسے تمنا تھی کہ قبل ازیں کہ بوہیمیا کی
فوج بلوچر یا برنیڈوٹ سے تائید حاصل کر سکے، وہ (نپولین) ایک ہی
جنگ عظیم میں اس کو پامال کر دے۔ نپولین نے پیرس کو یہ لکھا تھا کہ وہ
دشمن سے پہلے پرگو میں پہنچ جائیگا۔ جب اس نے ڈرسڈن کے محاذ پر اپنی
مدافعتوں کو مکمل کر لیا تو اس نے وینڈیم کو حکم دیا کہ چالیس ہزار آدمیوں
کے ساتھ دریائے البی کو عبور کرکے کونگسٹین میں پہنچ جائے اور جنوبی مغربی
جانب سے بزور بوہیمیا کے اندران سڑکوں تک راستہ نکالنے جو
"فوج عظیم" کے عقب میں واقع تھیں تاکہ اس کے مخزنوں کو تباہ کیا
جائے اور پرگو کے طرف اس کے بازگشت کے خط کو
خطرے میں ڈال دیا جائے۔ ۲۶ اگست کو شوارزنبرگ
کی فوج نے ڈرسڈن کے باہر ڈھالو زمینوں اور
باغوں میں نپولین کے مواقع پر حملہ کیا۔ آسٹروی روسی اور پرشیاوی
سب نے اس حملے میں حصہ لیا۔ مورو، فاتح ہوہنلنڈن، شہنشاہ الگزنڈر
کے پہلو میں کھڑا تھا جسے وہ خود اپنے ملک کے خلاف مدد دینے کے لئے
آیا تھا۔ اس کی زندگی صرف اتنی تھی کہ اس نے فرانس کی آخری
اور عظیم الشان فتحوں میں سے ایک فتح کو دیکھ لیا۔ حملہ ہر جگہ پسپا کر دیا گیا
آسٹروی حصص افواج کو نہ صرف شکست ہوئی بلکہ ان کو ذلت کے ساتھ
منہزم ہونا پڑا۔ دو دن کی جنگ کے بعد حلفا اپنے بیس ہزار قیدی
نپولین کے ہاتھ میں چھوڑ کر پورے زور دل کے ساتھ باز گشت
کر رہے تھے۔ جب پرشیاوی دستوں میں یہ خبر اڑی کہ مٹرنک پھر
نپولین سے دوستانہ مراسلت کر رہا ہے تو اس وقت بڑے سے بڑے
بہادروں کے دل بیٹھ گئے، خود امید نقش معدوم ہوگئی مگر نپولین کی

جنگ ڈرسڈن ۲۶-۲۷ اگست۔

اس ظفر مندی کے درمیان میں وہ خبر آئی جس نے اس ظفر مندی کی ساری قدر و قیمت کو غارت کر دیا۔ اوڈینات برلن کو فتح کرنے کے بجائے، (۲۳ اگست کو) مقام گراسبیرن میں برنیڈوٹ کی فوج کے پرشیا دیوں سے شکست کھا کر دریائے البی پر ہٹ جانے کو مجبور ہو گیا تھا۔ بلوچر سلیشیا میں میکڈانلڈ پر پلٹ پڑا تھا، اور عین اسی وقت جب حلفا ڈرسڈن

گراسبیرن (۲۳ اگست) اور کاز باک (۲۶ اگست) کی جنگ

پر حملہ کر رہے تھے، اس نے دریائے کاز باک پر میکڈانلڈ کی فوج کو بالکلیہ منہزم کر دیا تھا۔ پس جب شمال اور مشرق میں نپولین کی فوجوں کو تباہی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا، ایسی حالت میں پراگو پر بڑھنے یا آسٹریوں کے قلع قمع کرنے کا خیال محض بیکار تھا۔ جن حصص فوج کا مقصود یہ تھا کہ وہ "فوج عظیم" کے عقب میں وینڈیم کی نقل و حرکت کو کونگسٹین سے مدد پہنچائیں وہ ڈرسڈن کے نواح میں اس غرض سے روک لئے گئے کہ جس موقع پر ان کی مدد کی ضرورت ہو وہاں پہنچ سکیں۔ وینڈیم اپنے اس طرح منقطع ہو جانے سے واقف نہیں تھا، اس کے پاس فوج عظیم کے بازگشت میں اس سے مقابلہ کرنے کے لئے پورے

جنگ کلم ۲۹-۳۰ اگست

چالیس ہزار آدمی بھی نہیں تھے، وہ ۲۹ اگست کی صبح کو بوہیمیا کے پہاڑوں میں ایک روسی فوج پر جا گرا۔ روسی پہلے تعداد میں بہت کم تھے مگر اس دن وہ بھی اپنی جگہ پر قایم رہے، رات میں اور دوسرے روز صبح کو جنگ شروع ہو جانے کے بعد، مخالف افواج کے غول کے غول آنے لگے۔ فرانسیسی جان توڑ کر لڑے مگر وہ مغلوب ہو گئے، وینڈیم دس ہزار آدمیوں کے ساتھ خود بھی قید ہو گیا۔ اس کی فوج کا تمام ذخیرہ اور بیشتر توپیں دشمنوں کے ہاتھ میں آگئیں۔

کلم کی فتح نے بوہیمیا کی فوج کو تعاقب سے مامون کر دیا اور ڈرسڈن میں اس کی شکست کے اثر کو تقریباً بالکل محو کر دیا۔ بلوچر اور برنیڈاٹ

۱۸ ۔ اگست سے ۲۰ ۔ اگست کے بارہ دن کا نتیجہ

کے پرشیاوی سپہ سالاروں کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ ان کی کامیابی نے نپولین کو اس سے روک دیا کہ وہ اپنی پوری قوت "فوج عظیم" کے عقب میں ڈال دے ۔ اس طرح شوارزنبرگ کے متھورا نہ حملے کا اثر ایک ناکامیاب یورش سے زیادہ نہیں ہوا ۔ آسٹروی پھر اسی محل وموقع پر آ گئے جو مہم کی ابتدائی تجویز میں ان کے لئے مخصوص کیا گیا تھا اور وہ پھر اس قابل تھے کہ سیکسنی کے اندرونی حصص میں پیش قدمی کر سکیں ۔ بلوچرا ور شمالی سپہ سالاران نہ صرف علیحدہ علیحدہ تباہ ہونے سے بچ گئے بلکہ انھوں نے فرانسیسوں پر بہت بڑی فتحیں حاصل کیں ، نپولین کو ایک لاکھ آدمیوں کے نقصان سے صنعف پہنچا اور ٹھیک اسی جگہ رہا جہاں وہ ابتدائے مہم میں تھا وہ سہ گانہ حرکت جس سے اس نے اپنے مخالفوں کو منہزم کر دینے کا ارادہ کیا تھا ، اگر وہ قابل عمل ہوتی تو اس وقت تک پوری طرح عمل میں آ چکی ہوتی ۔ بہرنوع ، ترازو کا پلہ نپولین کے خلاف جھک گیا تھا ۔ اور ۱۸ ۔ اگست سے ۲۰ ۔ اگست تک کے بارہ دن اگرچہ لیپزگ یا واٹرلو کے سے تباہ کن نہیں ثابت ہوئے ، تاہم نپولین کے خلاف یورپ کی کشمکش میں یہ دن فیصلہ کن تھے ۔ نپولین نے جس حملے سے تینوں فوجوں کے اتحاد کو روکنا چاہا تھا ، وہ حملہ ہوا اور ناکام رہا ۔ اس کے لئے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہ گیا تھا کہ اپنی ہمت شکستہ فوج سے جرأت گرفتہ دشمن کے خلاف انھیں تینوں نقل وحرکت کی پھر تجدید کرے یا ایلی کے خط کو چھوڑ دے اور تینوں فوجوں سے یکجائی طور پر ایک وسیع و قطعی مقابلہ کرے ۔ نپولین نے اپنے دل سے ناکامی کے خیال کو نکال دیا تھا ، اس نے نے کو حکم دیا کہ اوڈینا ڈکی فوج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیلے اور اضافہ تعداد اس فوج کو برلن کے طرف لیجائے ۔ نپولین خود بعجلت تمام سلیشیا میں میکڈانلڈ کی شکست خوردہ فوج کے طرف بڑھا اور

جنگ ڈینوز ۶ ۔ ستمبر

اس کی فوج کو بلوچر پر ایک نئے حملے کے لئے جمع کیا ، مگر یہ اب بیکار ثابت ہوا نے برلن کے جانب بڑھتے

ہوئے مقام ڈینیوزیں پرشیا دی سپہ سالار بیولو سے متصادم ہوا اور بالکلیہ منہزم ہو گیا۔ (۶ر ستمبر)۔ بلوچر یہ معلوم کر کے کہ نپولین خود اس کے مقابل میں ہے، ہوشیاری سے جنگ کو بچا لے گیا اور حریف کو مجبور کر دیا کہ شوارزنبرگ پر نظر رکھنے سے جو مختصر وقت اس نے بچایا ہے اس وقت کو بیکار کوچ میں ضایع کر دے۔ دشمن سے ہر ایک تصادم ہر ایک لاحاصل اور تھکا دینے والے کوچ سے یہ ظاہر ہوتا گیا کہ فوقیت اب فرانسیسیوں سے نکل کر ان کے دشمنوں کی جانب آگئی ہے اور نپولین کی بازگشت اب صرف وقت کا سوال ہے۔ نپولین نے جب بلوچر کی فوج کے کالموں کو اپنی گرفت سے نکلتے ہوئے دیکھا تو تلخکامی کے ساتھ کہا کہ "ان ہیچکاروں نے اب کچھ سیکھ لیا ہے"۔ ڈینیوز میں خود اپنے انہزام کے متعلق نے کی اطلاع میں گویا دائرلو کی تباہی کا شگون نظر آگیا۔ اس نے لکھا تھا کہ مجھے بالکلیہ شکست ہو گئی، اور میں اب تک یہ نہیں جانتا ہوں کہ میری فوج کہاں دوبارہ جمع ہو۔ سپہ سالاروں اور عہدہ داراں کا جوش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ ایسی حالت میں فوج کی قیادت کرنا گویا نصف قیادت کرنا ہے۔

میں اس سے یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ میں ایک عام سپاہی ہوں۔ آسٹریا کے شمول نے پلہ حلفا کے حق میں جھکا دیا تھا، اور اب اس کا انحصار خود اسٹن اور آسٹریا کی جرمانی حکمت عملی۔ | حلفا کے سپہ سالاروں پر تھا کہ وہ ڈرسڈن کے گرد جنگ کو ختم کر کے اسے سیکسنی کے قلب میں لیجائیں۔ کچھ دنوں تک جنگ کی رفتار سست رہی اور سیاسی اغراض نے فوجی اغراض کی جگہ لیلی۔ ابتدائی بڑی لڑائیوں اور لیپزگ پر آخری پیش قدمی کے درمیانی زمانہ میں یہ ہوا کہ تینوں متحالف طاقتوں نے جرمانیہ کے مستقبل کا تعین کیا۔ گزشتہ بارہ مہینوں کے اضطراب میں اسٹن اور اس کے دوستوں کے سوا اور کسی نے بہت کم توجہ اس امر پر کی تھی کہ نپولین کی متفقیت رائن کے بجائے کیا سیاسی تشکل قایم کرنا چاہیے۔

اسٹین نے روسی مہم کے دوران میں یہ سمجھا تھا کہ نپولین کے خلاف کل کی کل جرمانی قوم اٹھ کھڑی ہوگی اور اس نے یہ تجویز کی تھی کہ جو جرمانی حکمران نپولین کے معاملہ کی تائید کرتے ہیں وہ تخت سے اتار دیئے جائیں۔ اس کی حکمت عملی کو الگزنڈر نے عام طور پر پسند کیا، اور جرمانیہ میں روسی فوج کے داخل ہونے پر تمام جرمانی قوم کے نام ایک اعلان شایع کیا گیا اور نپولین کے تابعین کو متنبہ کر دیا گیا کہ وہ صرف اطاعت سے اپنے کو بچا سکتے ہیں[1] خود اسٹین کی صدارت میں مخالف فرمانرواؤں نے ایک مجلس اس غرض سے مقرر کی کہ مشترکیت کے جو ملاتے متخالف فوجوں کے قبضہ میں آئیں ان کے مداخل کا انتظام کرے۔ آیا حکمراں خاندان واقعی خارج کر دیئے جانے والے تھے یہ امر غیر متقین رکھا گیا۔

لیکن اسٹین اور اس کے دوستوں کو یہ توقع تھی کہ جن حکمرانوں کو اپنے تخت پر رہنے کی اجازت ہوگی وہ اس شرط سے ہوگی کہ وہ جرمانی شہنشاہی عظمیٰ کے عہدہ دار ہونگے، انھیں خود اپنی رعایا پر یا غیر ملکی سلطنتوں کے تعلق پر اقتدار اعلیٰ نہیں حاصل ہوگا۔ بویریا اور ورٹمبرگ کے بادشاہوں نے اپنے خطابات اور اپنے مطلق العنان اختیار کا زیادہ حصہ نپولین ہی سے حاصل کیا تھا۔ ان کے جرمانیہ کے سرگروہ سے آزادہ ہونے سے اس کے سوا کچھ نہیں ہوا کہ وہ ایک غیر ملکی فاتح کے آلہ کار بن گئے۔ مرکزی اقتدار کی تجدید جس مشکل ہی سے بھی ہو، اسٹین کی خواہش یہ تھی کہ جرمانیہ کے اندر بھی اصلی اور واحد اقتدار اعلیٰ ہو، یہ ایسی طاقت ہو جس کے روبرو ہر جرمانی ہر چھوٹی حکومت کے خلاف مرافعہ کر سکے۔

[1] ہاسر جلد چہارم صفحہ ۵۹۔ اس شایع شدہ اعلان کی ایک اصلی فرد لارڈ کیتھارٹ کے مراسلہ میں شامل ہے جو ۲۸ مارچ کو کیلیش سے بھیجا گیا تھا۔ دفاتر روس، جلد ۲۰۶۔

اور جس کے اندر کل قوم بقیہ یورپ کے سامنے اپنی نمایندگی حاصل کر سکے۔
ایسے مرکزی اقتدار کے مقابلہ میں خواہ وہ نمایندہ پارلیمنٹ ہو یا شہنشاہی
مجلس شوریٰ ہو، چھوٹے حکمرانوں کو اختیار کا زیادہ سے زیادہ ایک
جزو حاصل رہ سکتا تھا اور یہی وہ نظریہ تھا جو آسٹریا کے تائید و تائید
پیش کرنے کے قبل تک متحالفہ صدر مقاموں میں قبول کیا جاتا تھا، لیکن
اب ہر شے بدل گئی۔ جرمانیہ کے آیندہ نظم کے متعلق آسٹرومی حکومت
کے خیالات اسٹین کے فریق کے خیالات سے بالکلیہ مغایر تھے۔ مٹرنک

مٹرنک

عمومی اضطراب سے خائف تھا اور وہ اسٹین کو جس
کا خیال قومی پارلیمنٹ کا تھا اور جس کے تجاویز رائین
کے حکمرانوں کو معزول کرنے کے تھے) ۱۷۹۲ء کے انتہا پسندوں سے کم
نہیں سمجھتا تھا۔ شہنشاہ آسٹریا نے اپنے وزیر کی صلاح سے جرمانیہ میں
شہنشاہی اعزاز کے بحال کئے جانے کے مشورے کو رد کر دیا۔ موجودہ
مشکلات کے خاص ادراک اور ان مشکلات کے حل میں داعی جو
عظیم الشان قوتیں داخل تھیں ان کی طرف سے آنکھ بند کر کے مٹرنک نے
یہ دلیل پیش کی کہ کسی فایق جرمانی قوت کے قیام کا نتیجہ صرف یہی ہوتا
ہے کہ کسی غیر ملکی کے زیر سایہ آجاویں۔ اگر حلفا ان حکمرانوں کے لئے
ان تمام امور کی ذمہ داری کریں گے جو اس وقت ان کے قبضہ میں
ہے تو اغلب ہے کہ وہ نپولین کو چھوڑ دیں۔ اگر آسٹریا سفارتی اثر اور
ایک صحیح الوضع نظم معاہدات پر قناعت کرے تو یہ حکمران اپنے کو
آیندہ فرانس کے ساتھ وابستہ کرنے کی طمع سے آزاد ہو جائنگے۔ شہنشاہ
الگزنڈر پر اسٹین کے اثر کے باوجود مٹرنک کی رائے غالب آگئی۔ آسٹریا
نے ۱۸۱۳ء کے پہلے حصہ میں اپنے کو قصداً اس طرح متوازن رکھا تھا کہ
اب حلفا آسٹریا کی تائید حاصل کرنے کے لئے اس معاملہ میں اور
دوسرے معاملات میں ہر ایک مراعات کرنے کے لئے آمادہ تھے۔
مشترکیت کے فرمانرواؤں کی معزولی بلکہ ان کے اختیارات کی تجدید

کے متعلق اب مطلق کچھ نہیں سنا جاتا تھا۔ ٹپلز کے معاہدے کی رُو سے جس پر پرشیا، روس اور آسٹریا نے دستخط کئے تھے، یہ طے ہو گیا کہ مشترکیت رائن کی ہر ایک سلطنت مطلقاً آزاد حالت میں رکھی جائے گی۔ شاہ بویریا سے سلسلہ مراسلت جاری ہوا۔ شاہ کی فوج ۱۸۰۶ء سے برابر ہر ایک مہم میں نپولین کی جانب سے لڑتی رہی تھی۔ ایک مجرم کی حیثیت سے خارج الذمہ کئے جانے کے بجائے ایک حلیف کی حیثیت سے اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ ریڈ کے معاہدے سے جس پر ۱۲؍ اکتوبر کو دستخط ہوئے تھے، شاہ بویریا کے لئے یہ ذمہ داری کی گئی کہ نپولین کو چھوڑ دینے کے عوض میں اسے کامل فرمانروایانہ اقتدار ملے گا اور نپولین سے جو مملکت اس نے پائی ہے وہ بہ استثنائے ٹرول اور ان کے آسٹروی ضلع کے اُس کے پاس رہے گی۔ جو کچھ شاہ بویریا کے لئے جایز رکھا گیا تھا وہ نپولین کے ان تابعین سے باز نہیں رکھا جا سکتا تھا جو بروقت حلفا سے صلح کرنے پر آمادہ تھے۔ پس اس طرح جرمانیہ ایک کوڑی چھوٹے چھوٹے کابینوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی گئی۔ آسٹریا نے درحقیقت نپولین کے فتح کرنے کا امکان پیدا کر دیا تھا مگر اس کے ساتھ ہی اس نے جرمانی قوم کے اتحاد کی تمام امیدوں کا بھی خاتمہ کر دیا تھا۔

حلفا کا دریائے البی کو عبور کرنا ۔ ۳؍ اکتوبر

ستمبر کے آخری دنوں تک ڈرسڈن کے گرد متخاصم فوجوں کی جائے وقوع میں بہت کم تغیر ہوا، نپولین بے تکان کبھی ادھر کبھی ادھر حملے کرتا رہا مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ حلفا اپنی جگہ پر زمین میں گڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ برنیڈوٹ ایک طرف اس خیال میں تھا کہ حلفا سے ناروے حاصل کر لے، دوسری طرف اس احمقانہ امید میں لگا ہوا تھا کہ اسے فرانس کا تخت قبول کرنے کے لئے بلایا جائیگا، پس وہ اس پر جما ہوا تھا کہ جہاں تک ہو سکے فرانسیسیوں کو کم نقصان پہنچائے۔ شوارزنبرگ جو خود ایک بے پروا سپہ سالار تھا، وہ تینوں فرمانرواؤں کے مشیروں کی وجہ سے پریشان خیالی میں

مبتلا تھا، صرف ایک بلوچر قطعی اور عاجلانہ کارروائی پر زور دیرہا تھا۔
آخرالامر پرشیا وی سپہ سالار کو شمال کی جانب کوچ کرنے اور البی کو چھوڑکر آگے بڑھنے کے لیئے اپنی فوج کو برنیڈوٹ کی فوج سے ملا دینے کی اجازت دی گئی۔ جس روسی محفوظ فوج کی مدت سے توقع تھی وہ بنگسن کی سرکردگی میں بوہیمیا کے پہاڑوں میں پہنچ گئی، اور اکتوبر کے اوایل میں وہ کارروائی شروع ہوئی جس کا مقصد یہ تھا کہ لیپزگ کے میدان میں تمام متحدہ فوجیں جمع ہو جائیں۔ بلوچر نے وار تنبرگ میں بزور البی کو عبور کیا، نپولین نے جب تک یہ نہ سن لیا کہ سلیشیا کی فوج واقعی البی کو عبور کر گئی ہے اُس وقت تک اس نے آخری طور پر ڈرسڈن کو ترک نہیں کیا۔ اُس وقت وہ بعجلت شمال کی طرف بڑھکر پرشیا دی سپہ سالار پر جا گرا مگر بلوچر پھر اسی طرح جنگ کو بچالے گیا جس طرح سلیشیا میں بچالے گیا تھا۔ اور ۷ اکتوبر کو اس کی فوج برنیڈوٹ کی فوج سے مل گئی جس نے دریائے البی کو دو روز قبل عبور کیا تھا۔
دشمن نپولین کو گھیرتا جارہا تھا، نپولین اگرچہ بجد تمام اب تک البی کے خط پر جما رہا مگر اب وہ اُس پر قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اپنی تمام امیدوں کو پامال ہوتے دیکھکر اس کے دل میں ایک بے باکانہ تجویز یہ پیدا ہوئی کہ مشرق میں دریائے اوڈر کی طرف کوچ کر جائے، اور تمام محصور قلعہ نشین فوجوں کو ایک مہم کے لیئے جمع کرلے، اس طرح دشمن خود اس کے اور فرانس کے درمیان میں آجائیگا مگر یہ خواب صرف اتنی ہی دیر رہا کہ وہ وقایع میں درج ہو گیا۔ نپولین نے اس سے زیادہ جرأت نہیں کی کہ برلن پر دباؤ ڈالنے کے لیئے ایک فوج پھر بھیجدی جس سے اس کو امید یہ تھی کہ بلوچر اور برنیڈوٹ اس پیش قدمی کو ترک کردیں گے جو اب انھوں نے شوارزنبرگ کی عظیم الشان فوج کے اتفاق کے ساتھ اختیار کی تھی۔
۱۰ سے ۱۴ اکتوبر تک نپولین، ڈرسڈن اور لیپزگ کے درمیانی مقام ڈوبین میں رکا رہا اور بے چینی کے ساتھ یہ انتظار کرتا رہا کہ بلوچر یا برنیڈوٹ

کے بازگشت کی خبر سننے میں آوے، مگر جو قطعی اطلاع اسے حاصل ہو سکی وہ صرف یہ تھی کہ شوارزنبرگ، مغرب جانب بڑھنے پر زور لگا رہا تھا، آخر الامر وہ (نپولین) ہٹ کر لیپزگ پر جا رہا اور اسے یقین یہ تھا کہ برنیڈوٹ تو نہیں مگر بلوچر، شوارزنبرگ سے جا ملنے اور اس معرکہ عظیم میں شریک ہونے کے لئے بڑھ رہا تھا۔ نپولین ۱۴ اکتوبر کو لیپزگ میں داخل ہوا تو شوارزنبرگ کی توپ کی آواز جنوب سے سنائی دی، نپولین جنگ کے لئے صف بستہ ہو گیا، شہر کے گرداگرد اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تھی اور پندرہ ہزار بر وقت طلب آسکتی تھی۔ نپولین نے مارمنٹ اور نے کو لیپزگ کے شمال میں موکرن کے گاؤں میں متعین کیا تھا کہ وہ بلوچر کے متوقعہ حملے کا مقابلہ کریں اور نپولین خود فوج کے حصۂ کثیر کے ساتھ شوارزنبرگ کے بالمقابل بڑھا۔ ۱۶ ار کی صبح کو شوارزنبرگ نے حملہ شروع کیا۔ اس کی

جنگ لیپزگ
۱۶ تا ۱۹۔ اکتوبر۔

فوج کی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے زاید نہیں تھی کیونکہ روسیوں کی فوج کا بڑا حصہ ابھی پیچھے تھا۔ جنگ برابر کی تھی۔ آسٹروی بڑھ نہ سکے، نپولین نے یہ دیکھا کہ ایک جنبش اور ہو تو وہ دشمن کو مغلوب کر لیگا۔ اسے ابھی تک یہ اطلاع نہیں ملی تھی کہ بلوچر شمال میں آپہنچا ہے۔ اس ناعاقبت اندیشانہ امید میں کہ ممکن ہے بلوچر کی آمد میں تاخیر ہو جائے، نپولین نے مارمنٹ اور نے کو یہ حکم بھیجدیا کہ وہ اپنی جگہوں کو چھوڑ کر بعجلت تمام جنوب میں آکر شوارزنبرگ پر حملہ آور ہوں نے نے اس حکم کی اطاعت کی مگر مارمنٹ کے پاس جب حکم پہنچا تو اس وقت بلوچر کی پہلی گولیاں اس کی فوج پر آرہی تھیں۔ اس نے یہ عزم کر لیا کہ وہ اپنی جگہ پر رہے گا اور بلا تائید کے موکرن کے گاؤں کی مدافعت کریگا۔ یارک نے جو بلوچر کی فوج کے سابق حصہ کی قیادت کر رہا، نہایت ہی شدت کے ساتھ مارمنٹ پر حملہ کیا۔ دن کے ختم ہوتے ہوتے دونوں جانب کی فوجوں کا ایک تہائی حصہ قتل یا زخمی ہو گیا مگر آخر میں پرشیا دیوں کی فتح مکمل ہو گئی

جنگ کے پہلے روز حلفا نے ہی ایک فتح حاصل کی مگر اس نے نپولین کے خلاف
بلہ مجھکا دیا۔ بارمنٹ کی فوج تباہ ہو گئی اور نے کی فوج مارمنٹ اور نپولین
کے درمیان منقسم ہو کر کسی کو بھی کوئی موثر مدد نہ دے سکی۔ شوارزنبرگ جو
بہت بڑی تباہی سے بچ گیا، اسے اب صرف اتنی ہی ضرورت تھی کہ وہ
برنیڈوٹ اور روسی فوج محفوظہ کا انتظار کرے اور پھر ایک لاکھ مزید
آدمیوں کے ساتھ جنگ کی تجدید کرے۔

رات میں نپولین نے صلح کے تجاویز بھیجے اس بیکار توقع میں کہ اسے
اپنے خسر شہنشاہ آسٹریا سے کوئی دوستانہ جواب ملے گا، اس نے دوسرے روز
اپنی بازگشت کو ملتوی رکھا حالانکہ اس وقت وہ بغیر پریشانی اٹھائے
بازگشت کر سکتا تھا اس کے خط کا کوئی جواب نہیں دیا گیا، ۱۷ر کی شام کو
بنگسن کی فوج میدان جنگ میں پہنچ گئی۔ دوسرے روز صبح کو وہ عظیم و
قطعی معرکہ ہوا جو جرمانی زبان میں "جنگ اقوام" کے نام سے مشہور ہے!

۱۸ر کی جنگ — تمام مستند تاریخ میں یہ سب سے بڑی جنگ، اور نپولینی دور
کی تمام فوجی کوششوں کا منتہائے کمال تھی۔ حلفا کی
جانب سے تین لاکھ آدمیوں سے کم اس جنگ میں شریک نہ تھے۔ نپولین کی
فوج کی تعداد بھی ایک لاکھ ستر ہزار تھی۔ لیپزگ کے ہر طرف جنگ کا زور شور
تھا، صرف مغرب میں نہیں تھا، ادھر نپولین اور اس کے خط بازگشت میں
حایل ہونے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جیسا کہ پہلے معرکہ میں ہوا، ویسا ہی
اس میں بھی قطعی فتح بلوچر کو حاصل ہوئی جسے اب شمال میں برنیڈوٹ بھی
کچھ سست سی مدد دے رہا تھا مگر شہر کے جنوب جانب شوارزنبرگ کی فوجیں
قدم جما کر لڑتی رہیں مگر کچھ زیادہ بڑھ نہ سکیں، لیکن اب جنگ کے نتیجے میں کسی
قسم کا شک نہیں رہ گیا تھا، جب نپولین حلفا کو پہلے معرکہ میں نہ توڑ سکا تو
اب کہ ان کے ساتھ ایک لاکھ زاید آدمی شامل ہو گئے تھے، کیا توقع ہو سکتی
تھی۔ حملے کا زور شور بڑھتا ہی گیا، مدافعت کے لئے اب نئی فوجوں کو بلانا
نہیں تھا۔ ابھی آدھا دن پورا نہیں ہوا تھا کہ نپولین نے اپنی بیرونی صفوں

کو اندر سمیٹ لیا اور ایسا ظاہر کرنے لگا کہ وہ لیپزگ سے ہٹ جانا چاہتا ہے
شام کے وقت زخمیوں کی لمبی قطاریں شہر کے مغربی دو دروازوں سے
رائن کی طرف بڑھنے لگیں۔ رات کے اندھیرے میں کل فوج اپنی جگہ سے
ہٹا لی گئی، اور فوج غول در غول شہر میں آنے لگی تا آنکہ سواروں اور پیدلوں
کے ابتر اور ناقابل گزر گروہوں سے سڑک بند ہو گئی۔ آگے بڑھے ہوئے
حصے دن نکلنے سے قبل ہی دروازوں سے نکل گئے۔ جب ازدحام کچھ کم
ہوا تو کسی قدر انتظام بحال ہوا اور جن فوجوں سے نپولین بازگشت کے
تحفظ کا کام لینا چاہتا تھا وہ لیپزگ کی دیواروں کے نیچے اپنی اپنی جگہوں
پر جم گئیں۔ حلفا ۱۹ء کو شہر کی تسخیر کے لئے بڑھے، فرانسیسی شہر میں ہٹا

تسخیر لیپزگ، ۱۹ اکتوبر، فرانسیسی بازگشت

دیئے گئے، فاتح دشمن نے بازگشت کرنے والی فوج کا
پیچھا دبایا۔ اس کشمکش کے دوران میں جنگ کے شور و شغب
سے بالاتر ایک دھماکا ہوا، دریائے اسٹر کا پل جو لیپزگ
سے مغرب کی طرف جانے کا تنہا راستہ تھا، اسے ایک فرانسیسی سپاہی
نے غلطی سے اس کے قبل ہی اڑا دیا کہ عقبی فوج دریا کو عبور کرنا شروع
کرے۔ شہر کی سڑکوں سے نکل کر جو لوگ بھاگے، انھوں نے اپنے
سامنے ایک ناقابل عبور دریا پایا۔ بعض تیر کر دوسرے کنارے پر
پہنچے یا اسی کوشش میں ہلاک ہو گئے۔ باقی نے جن کی تعداد پندرہ ہزار
تھی ہتھیار ڈال دیئے۔ نپولین نے تین دن میں چالیس ہزار مقتولوں
اور مجروحوں دو سو سات توپوں اور تیس ہزار قیدیوں کا نقصان اٹھایا۔
حلفا کے مجروحین و مقتولین کی تعداد چون ہزار تک پہنچ گئی تھی۔
مہم کا خاتمہ ہو گیا۔ نپولین ایک بہت بڑی فوج لیجا رہا تھا۔
مگر وہ فوج اس حالت میں نہیں تھی کہ اپنے تعاقب کرنے والوں
پر پلٹ سکے۔ بازگشت کی ہر منزل پر ہزاروں بخار میں مبتلا شکستہ حال
اشخاص چھوڑ دیئے جاتے جن کی حالت ایسی تھی کہ تعاقب
کرنے والی فوج بھی ان کو دیکھ کر ڈرتی تھی کہ وہ بھی مرض میں مبتلا

نہ ہو جائے۔ جب فرانسیسوں نے یہ دیکھا کہ فرینکفرٹ کی سڑک بویریا کی ایک فوج روکے ہوئے ہے اس وقت وہ جنگ کی ترتیب میں جمع ہوئے، بویریا والوں کے ٹکڑے اڑا دیئے گئے، سڑک کھل گئی اور جنگ لیپزگ کے دو ہفتے بعد نپولین نے اپنی عظیم الشان فوج کے باقی حصے

حلفا نے رائن کیجانب نپولین کا تعاقب کیا

کے ساتھ رائن کو دوبارہ عبور کیا۔ اس کے پیچھے اس کی شہنشاہی کی عمارت زمین پر گر پڑی، جروم وسٹ فیلیا سے بھاگ نکلا[1] متفرق کینٹ رائن کے حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے حلفا سے صلح کر لی۔ بیولو اس فوج کے ساتھ جس نے ڈینوزیں نے پر فتح حاصل کی تھی، شمالی جرمانیہ میں ہالینڈ کے خلاص کے لئے بڑھا۔ نپولین کے رائن کو عبور کرنے کے تین دن بعد زار فرینکفرٹ میں پہنچا۔ اور یہاں ۷ نومبر کو ایک فوجی مجلس منعقد ہوئی جس میں بلوچر اور شینا نے تقریباً تمام دوسرے سپہ سالاروں کے خلاف فرانس کے فوری حملہ پر زور دیا لیکن ان سپاہیوں کو اپنی رایوں پر دوبارہ غور کا وقت مل گیا کیونکہ ۹ نومبر کو دول

فرینکفرٹ میں شرائط صلح نپولین کو پیش کئے گئے۔ ۹ نومبر

کے نمایندگان نے یہ طے کر دیا کہ نپولین کے پاس صلح کا پیغام بھیجا جائے اور جنگ کی کارروائیاں عام رضامندی سے معلق کر دی گئیں۔ نپولین کے سامنے صلح اس شرط سے پیش کی گئی تھی کہ ایلپس اور رائن کے پار کے فتوحات فرانس سے دست برداری کی جائے۔ حلفا اب بھی آمادہ تھے کہ شہنشاہ کو بلجیم، سیوائے اور رائن کے صوبے اپنے قبضے میں رکھنے کی اجازت دیدیں، مگر انھوں نے صلح کی کسی قسم کی گفت وشنود سے اس وقت تک کے لئے انکار کر دیا جب تک کہ نپولین صلح کی اس بنیاد کو نہ قبول کرے اور انھوں نے ماہ نومبر کے ختم کے قبل ایک

[1] یادگار جروم Memoires de Jerme جلد ۶ صفحہ ۲۲۳

صاف و صریح جواب کا مطالبہ کیا۔

نپولین نے جواب پیرس میں آگیا تھا اور اپنے گرد و پیش قوت و جلالت کے آثار دیکھ رہا تھا، غیر معین جوابات دیئے۔ مہینہ اس جواب کے بغیر ختم ہو گیا جو حلفائے طلب کیا تھا، اور یکم دسمبر کو یہ اعلان کر دیا گیا کہ صلح کی تجویز واپس لے لی گئی۔ ابھی تک یہ امر غیر منفصل تھا کہ آیا جنگ واقعی فرانس کے حملے کی صورت اختیار کرے گی۔ ۱۷۹۲ء کی برنسوک کی مہم، اور ۱۷۹۳ء کے پہلے اتحاد کی تباہیاں ابھی تک لوگوں کی یاد پر زبردست اثر ڈالی رہتی تھیں۔ آسٹریا اس پر آمادہ نہ تھی کہ نپولین کو انتہائی حد تک مجبور کرے یا روس اور پرشیا کو یورپ میں اس مزید اثر کے حصول کا موقع دے جو نپولین کی طاقت کے کلیۃً انہدام سے انھیں پہنچتا۔

صلح کی تجویز کا واپس لیا جانا، یکم دسمبر

آخر الامر یہ عزم کر لیا گیا کہ مخالف فوجیں فرانس میں داخل ہوں مگر آسٹروی جنوب و مشرق کی سرحد کو عبور کرنے کے بجائے سویزرلینڈ کی طرف سے چکر کاٹ کر آدیں۔ شیمپین میں لینگرس کے بلند میدان پر قابض ہو جائیں جہاں سے دریا ہائے سین، مارن اور البی اور ان کی وادیوں کے ساتھ ساتھ چلنے والی سڑکیں دارالصدر کی جانب کو جاتی ہیں۔ لینگرس کے اس بلند میدان کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ فوجی نقطہ نظر سے اس کا جائے وقوع ایسا اہم تھا کہ اس کے کسی حملہ آور کے قبضہ میں آ جانے سے نپولین فوراً صلح کے لیے مجبور ہو جائیگا لیکن واقعہ یہ تھا کہ اس بلند میدان کی فوجی اہمیت کچھ نہ تھی مگر آسٹریوں کو اس پر قبضہ کرنے کی خواہش کچھ تو اس وجہ سے تھی کہ وہ اطالیہ اور لینز کے طرف کے حملے سے محفوظ ہو جائیں اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کے پاس بھاری توپخانے کی کمی تھی اور مزید شمال کے قلعوں کے محاصرے کے لیے ان توپوں کی ضرورت تھی[1]۔ مزید براں وہ اسے

فرانس پر حملہ کی تجویز

[1] جناب والا کو صرف یہ خیال کرنا چاہیے کہ لیپزگ میں چار روز کی مسلسل جنگ اور

بخوبی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ کسی معاند ملک میں جو متعدد دریاؤں سے منقطع ہو کسی مہم کے لیجانے کے کیا خطرات تھے۔ میٹرنک ہر اُس شئے کے خیر مقدم کرنے پر آمادہ تھا جس سے نپولین کے زیست و موت کی کشاکش رفع ہو جائے یا کم از کم یہ کہ ملتوی ہو جائے۔ بلوچر نے صحیح طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ سویزرلینڈ کی طرف سے کوچ کرنا محض لیت و لعل کرنا ہے، اسے خود فرانس کی جانب سیدھا راستہ اختیار کرنے کی اجازت مل گئی تھی، اگرچہ اُس کی ترقی میں سوارزنبرگ کی سست رفتاری شامل ہوتی رہتی تھی۔ ۱۸۱۳ء کے آخری دن پرشیا وی سپہ سالار نے کاب لنز کے قریب دریائے رائن کو عبور کیا۔

حلفا کا داخلۂ فرانس فروری ۱۸۱۴ء

۱۸ / جنوری ۱۸۱۴ء کو آسٹروی فوج سویزرلینڈ سے ہو کر بلفورٹ اور وسول کے راستہ سے بڑھتی ہوئی لینگرس کے بلند میدان پر اپنے ٹھہرنے کی جگہ پر پہنچ گئی۔ یہاں پہنچکر کوچ رک گیا اور یہ توقع تھی کہ نپولین کی جانب سے صلح کے شرائط پیش ہونگے۔

ولنگٹن کا جنوب سے فرانس میں داخل ہونا۔

اب حملہ آور صرف مشرق ہی کی جانب سے فرانس میں داخل نہیں ہو رہے تھے بلکہ ولنگٹن کوہستان پرینز کو عبور کر آیا تھا۔ شمال اسپین میں اُس کا آخری فاتحانہ کوچ اسی دن شروع

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اس کے بعد بدترین موسم میں چودہ دن کا زاید کوچ، پھر یہ از خود سمجھ میں آ جائیگا کہ آرام کی قطعی ضرورت تھی۔ ۱۰ / اگست یعنی فرنیکفرٹ میں آنے کے وقت سے صرف آسٹریوں کا اسی ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا ہے۔ ہمارے پاس بھاری توپخانہ مطلق نہ تھا، قریب ترین توپخانہ بوہمیا کی سرحدوں سے آگے نہیں بڑھا تھا! کچھ دیر کے لیئے یہ خیال کیا گیا تھا کہ اسٹراسبرگ اور ہننگن کے دروازے رشوت سے کھل جائیں اور آسٹروی حکومت نے اس مقصد کے لئے دس لاکھ فلورن کے صرف کا اختیار دیدیا تھا، اس صورت میں سویزرلینڈ کے اندر سے ہو کر بڑھنا ترک کر دیا جاتا مگر رشوت کی تجویز ناکام رہی۔ مراسلات لارڈ ایبرڈین نمبر ۴ م نومبر ۲۵، ۲۶ دسمبر ۱۸۱۳ء دفاتر آسٹریا ۱۰۷۔

ہوا تھا جس دن (یعنی ۲۱ مئی ۱۸۱۳ء) مقام باٹزن میں نپولین نے پرشیاوی
اور روسی فوجوں کو شکست دی تھی۔ ڈرسڈن کے التوائے جنگ کے دوران
میں آسٹریا کے اس معاہدہ پر دستخط کرنے کے قبل جس سے اس کی مسلح مداخلت
کے شرایط قرار پائے تھے، ولنگٹن نے وٹوریا میں شاہ جوزف اور اس کی
فرانسیسی فوج پر جب کہ وہ اسپین کی اغارت کے پانچ برس کی جمع کردہ
غنیمتوں کو لئے ہوئے واپس ہو رہا تھا (۲۱ جون کو) نمایاں فتح حاصل کی۔
مسلسل خونریز معرکوں سے انگریزوں کو اگست اور ستمبر کے ٹھیک انھیں
دنوں میں پرینیز کے راستوں پر قبضہ ملا جن دنوں میں متحالف فوجیں ڈرسڈن
میں نپولین کو گھیرتی جا رہی تھیں۔ جس ہفتے میں نپولین کی تباہ حال فوج رائن
کے پار بازگشت کر رہی تھی اسی ہفتے میں پرینیز کے مدافعت کرنے والے
سولٹ کو برطانی سپہ سالار نے مقام نیویل میں اس کی خندقوں سے نکال دیا
اور اسے بیون کی دیواروں کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور کیا۔

بیس برس گذر چکے تھے کہ انقلاب کے ابتدائی شور وشر میں اوش
نے پہلے اتحادی فوجوں کو الساس کی سرحد کے پار دھکیل دیا تھا۔ اس
کے بعد سے فرانسیسی سپاہی ہر ایک دارالصدر میں پہنچتے رہے اور ہر زمین
کو اپنے خون سے سیراب کرتے رہے مگر کسی غیر ملکی سپاہی نے فرانسیسی سرزمین
پر قدم نہیں رکھا تھا۔ اب نپولین کی فوجی شان وشوکت کے بیدردانہ چرکوں
نے قوم کی طاقت کو صرف کر دیا تھا، اور اب اس میں
اتنی قوت نہیں رہی تھی کہ وہ اپنے جمع شدہ دشمنوں
کو روک سکے۔ مشرقی سرحد پر جو فوج متعین کی گئی تھی وہ

فرانسیسی فوجیں سرحد پر قابض رہنے کے ناقابل نہیں۔

اپنے سے پانچ گونہ زیادہ دشمنوں کے مقابلہ میں پیچھے
ہٹنے پر مجبور ہوئی۔ نپولین کو یہ توقع نہیں تھی کہ حلفا موسم بہار کے قبل فرانس میں
داخل ہوسکیں گے۔ تنظیم کے لئے اگر اسے تین مہینے مل جاتے تو وہ سرحدی فوجوں
کو اتنا مضبوط کر دیتا کہ وہ اپنی واقعی جگہوں پر قائم رہ سکیں۔ موسم سرما میں
حلفا کے بڑھنے سے وہ مجبور ہوگیا کہ فرانس کے کنارے کے اضلاع کو چھوڑ دے

اور اپنی مدافعت کو شمپین میں دریائے مارن، سین اور البی کے درمیان مجتمع کر دے۔ یہ ضلع ایسا تھا کہ اس سے ایک جلیل القدر سپہ سالار کو جو ایک بے عزم و ناقص القیادت دشمن کے خلاف کارروائی کر رہا ہو، غیر معمولی فوائد فائقہ حاصل ہو جاتے تھے۔

نپولین کی تجویز مدافعت

تینوں دریاؤں کے پلوں پر قبضہ رکھنے سے اور اپنے سامان رسد کو پیرس سے آرسس سرآبی تک مرکزی سڑک سے لانے سے، نپولین محفوظ طریق پر یہ کر سکتا تھا کہ وہ اپنی فوجوں کو ایک طرف سے دوسری طرف حلفا کے بازؤں پر لا ڈالے، اور خود اس کی نقل و حرکت ان دریاؤں کی پناہ میں رہے جن پر بغیر پلوں کے عبور نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک قابل سپہ سالار جو حلفا کی فوج کی قیادت کرتا ہو وہ اپنی اصل فوج سے دو ایک معبر کو فتح کر کے خود نپولین کے خلاف دریائی تحفظ کی سبھی تدبیر کام میں لا سکتا تھا مگر نپولین کو شوارزنبرگ سے اس قسم کا خوف نہیں تھا اور اگر آسٹروی صدر مقام سے بدستور حلفا کی فوجوں کی قیادت ہوتی رہتی تو یہ امر اب بھی مشتبہ تھا کہ آیا اس مہم کا خاتمہ پیرس میں ہوگا یا رائن پر۔

بادشاہوں اور مدبروں کے (۲۲ جنوری کو) لینگرس میں آ جانے کے چند روز بعد تک، مٹرنک اور دل کے کمزور سپہ سالار فرانس میں اور آگے بڑھنے کے خلاف تھے اور ان کی دلیل یہ تھی کہ کناروں کے صوبوں پر قبضہ کر لینے سے فوج نے وہ سب کچھ حاصل کر لیا ہے جس کی اسے ضرورت تھی، جب زار نے یہ دھمکی دی کہ وہ خود جنگ کو جاری رکھے گا اس وقت یہ ہوا کہ آسٹروی پیرس پر بڑھنے کے لیے رضامند ہوے۔ بحث میں کئی دن ضائع کرنے کے بعد لینگرس سے آگے پیش قدمی شروع ہوئی۔ بلوچر نے ان فرانسیسی حصص افواج کو پیچھے دبا دیا تھا جس کی قیادت مارمنٹ اور مارٹیر کر رہے تھے، اور اب وہ دریائے مارن پر سنٹ ڈیزیر کے قریب میں تھا، اسے (بلوچر کو

۱۸۱۴ء کی مہم

یہ احکام دیئے گئے کہ برین میں فوج اعظم سے ملجائیے۔ حلفاکی صورت حالات یہ تھی کہ جب ۲۵ جنوری کو نپولین نے پیرس کو چھوڑا اور دریائے مارن پر بمقام شالان میں اپنی فوج کے میسرے کی سرکردگی اختیار کی تھی میمنے کو ٹرائش اور آرسس میں سین اور ابی کے پلوں کی حفاظت کے لئے رکھا۔ نپولین جانتا تھا کہ بلوچر آسٹریوں کیجانب حرکت کر رہا ہے۔ اسے امید یہ تھی کہ وہ پرشیائی سپہ سالار کو سنٹ ڈیزیر میں روک لیگا اور شوارزنبرگ کے کالم جب دریائے ابی کی طرف بڑھیں گے تو ان پر حملہ کر دیگا مگر نپولین کے سنٹ ڈیزیر میں پہنچنے کے قبل ہی بلوچر وہاں سے گذر چکا تھا۔ نپولین نے تعاقب کر کے پرشیادیوں کو برین میں جالیا۔ ایک غیر منفصل جنگ کے بعد بلوچر شوارزنبرگ کی طرف ہٹ گیا۔ متحالف فوجیں سب مل گئیں اور بلوچر اب آسٹریوں کی تائید حاصل کر کے پلٹا اور نپولین کے مقابلہ کے لئے دریائے ابی کے کنارے کنارے چلا۔ دشمن اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ تھے مگر نپولین نے جنگ قبول کر لی؛ برین کے قریب لارڈتھیر میں اس پر حملہ ہوا اور (یکم فروری کو) سخت نقصان کے ساتھ اسے شکست ہوئی۔ اگر زور کے ساتھ تعاقب کیا جاتا تو اغلب تھا کہ جنگ کا خاتمہ ہو جاتا مگر آسٹروی رک گئے۔ شوارزنبرگ نے یہ یقین کر لیا کہ بس صلح حاصل ہو گئی اور ہر طرح کی مزید کارروائی کو بیکار اتلاف جان قرار دیا۔ شہنشاہ الگزنڈر کے تعرضات کے باوجود اس نے نپولین کو بے خرخشہ واپس جانے دیا۔ شوارزنبرگ کا یہ تعطل محض فوجی رائے کی غلطی نہیں تھی بلکہ زار اور آسٹروی کابینہ کے درمیان جنگ کے مآل کار کی نسبت قطعی اختلاف تھا۔ الگزنڈر اب بھی یہ زور دے رہا تھا کہ نپولین کو تخت سے اتار دینا چاہیے۔ آسٹروی حکومت نپولین کے بااختیار رہنے پر قانع ہو جاتی اگر وہ صلح اس شرط سے قبول کر لیتا جس سے فرانس کے حدود اس سے کمتر نہ ہوتے جو ۱۷۹۱ء میں تھے۔ کاسلری

جو انگلستان سے آیا تھا اور ہارڈنبرگ اب بھی مٹرنک کی حکمت عملی کی تائید کی جانب مائل تھے حالانکہ تمام پرشیاوی فوج، برطانیہ عظمیٰ کی عام رائے، اور اسٹین اور تمام باجرأت پرشیاوی مدبروں کی رائے، سب زار کی تائید میں تھیں[1]۔

موتمر شاتیلان ۵-۹ فروری۔

حامئ صلح فریق کا اثر اس وقت تک اتنا غالب ہو چکا تھا کہ نپولین سے گفت و شنود جاری ہوگئی تھی۔ تمام دول کے نمایندے برگنڈی میں بمقام شاتیلان جمع ہوئے اور یہاں جنوری کے آخر میں فرانس کی طرف سے کالنکورٹ بھی آیا۔ پہلی نشست ۵ فروری کو ہوئی، دوسرے روز کالنکورٹ کو نپولین کی جانب سے صلح کے موکد کرنے کے پورے اختیارات موصول ہوئے، حلفا نے صلح کی شرط یہ قرار دی کہ فرانس کو ۱۷۹۱ء کے حدود تک محدود کر دیا جائے۔ اگر کالنکورٹ میں اتنی جرأت ہوتی کہ وہ فوراً ہی ان شرایط پر صلح کر لیتا تو نپولین اپنے تخت پر بحال رہ جاتا مگر کالنکورٹ جانتا تھا کہ نپولین نے اسے اختیارات کامل لاروتھیر کی تباہی کی وجہ سے دیئے ہیں اور اسے اندیشہ یہ تھا کہ جس وقت فوج خطرے سے نکل جائیگی اسی وقت اس کا آقا اس کی صلح سے انکار کر دیگا۔ پس حلفا کی پیش کردہ تجویز کو خاموشی سے منظور کر لینے کے بجائے اس نے اٹھا لیہ

[1] مراسلہ کاسلری از لینگرس، ۲۱ فروری ۱۸۱۴ء۔ دفاتر براعظم جلد دوم، مجھ سے جہاں تک رائے طلب کی گئی تھی میں نے یہی ظاہر کیا کہ برطانی حکومت کو بونا پارٹ سے معاملت کرنے سے انکار نہیں ہے۔ زار نے یہ کہا کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس مسئلہ پر میری رائے اس سے مختلف ہے جو اس کے یقین کے موافق انگلستان میں شایع ہے" (ایضاً، ۱۶ فروری ۱۸۱۴ء کے رسل و رسایل کے متعلق ساودی کی نصبس نظم دیکھنا چاہیئے۔)

اور جرمانیہ کے مستقبل کے سوالات پیدا کر دیئے۔ موقع ہاتھ سے جاتا رہا ۹ر فروری کو زار نے اپنے ایلچی کو شاتیلان سے واپس بلا لیا اور موتمر کے اجلاس شکست ہو گئے۔

شوارزنبرگ اب آہستہ آہستہ اور بیدلی کے ساتھ سین سے لگا ہوا ٹرایس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ بلوچر کو مارن میں واپس جانے کی اجازت مل گئی اور یہ اختیار دیدیا گیا کہ وہ جس راستہ سے چاہے پیرس کے طرف کوچ کرے۔ اس نے ملک کو ایبی اور مارن کے درمیان عبور کیا اور ان حصص افواج سے مل گیا جو اس نے دریائے مارن پر پیچھے چھوڑ دی تھی۔ مگر اس کا انداز نہایت بے پروایانہ تھا، اس کی موجیں شیلانس سے مغرب میں ساٹھ میل تک پھیلی ہوئی تھیں گویا اسے مارٹیمنز اور مارمنٹ کے کمزور حصص افواج کے سوا جو اس کے (بلوچر کے) سامنے برابر ہٹتے جاتے تھے اور کسی دشمن سے مقابلہ نہیں کرنا تھا۔ دفعتہً سمپا برٹ میں طولانی پریشاوی خط کے وسط پر نپولین خود نمودار ہوا۔ شوارزنبرگ جوں ہی ٹرایس میں داخل ہوا، نپولین فوراً ہی تیس ہزار آدمیوں کے ساتھ بلوچر کے عقب میں شمال کو روانہ ہو گیا اور ۱۰ر فروری کو ایک کمزور روسی جمعیت جو بلوچر کے کالم کے مرکز میں تھی اس کے قبل ہی مغلوب ہو گئی کہ یہ بھی معلوم ہو سکتا کہ شہنشاہ نے سین کو چھوڑ دیا ہے۔ پھر بائیں جانب مڑ کر نپولین نے مانٹمیرل میں پریشاوی مقدمتہ الجیش کو منہزم کر دیا اور دو دن بعد خود بلوچر پر حملہ کر کے (جو مطلقاً یہ نہیں جانتا تھا کہ اسے کسی دشمن سے مقابلہ کرنا ہے) اسے شکست دیدی۔ بلوچر کی فوج نے جس کی تعداد ستر ہزار تھی، چار دن کے اندر تیس ہزار فوج سے متفرق طور پر تین مرتبہ شکست کھائی۔ بلوچر شیلانس کی طرف ہٹ جانے پر مجبور ہو گیا، نپولین معاً آڈ نیاٹ کے حصہ فوج کی مدد کے لئے واپس ہوا، جسے وہ شوارزنبرگ کے سامنے

دریائے مارن پر بلوچر کی کشمکش۔

۱۰ - ۱۴ فروری

چھوڑ گیا تھا۔ بلوچر کو مدد دینے کے لئے آسٹروی دریائے سین پر مانیٹرو سے
آگے بڑھ گئے تھے۔ بلوچر سے جنگ ہونے کے تین دن کے اندر نپولین
دریائے سین پر واپس آگیا تھا اور آسٹروی کالم کے سروں پر حملہ کر رہا تھا۔
۱۸ فروری کو اس نے مانیٹرو میں ایسی قطعی فتح حاصل کی کہ شوارزنبرگ

جنگ مانیٹرو ۱۸ فروری

نے آگے بڑھنا ترک کر دیا اور ٹرائس پر ہٹ گیا،
اور بلوچر کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ بھی جنوب کی طرف
آئے اور ایک بڑی لڑائی لڑنے میں اس کی مدد
کرے۔ بلوچر نے قابل قدر زور کے ساتھ حرکت کی اور دریائے مارن
پر تکلیفیں اٹھانے کے ایک ہفتے کے اندر اندر ٹرائس کے نواح میں آگیا۔
مگر بڑی لڑائی لڑنے کی تجویز ترک کر دی گئی۔ پُرزور کارروائی کے
لئے آسٹریوں کی بے التفاتی اس قدر قوی تھی کہ اسے مغلوب کرنا
مشکل تھا اور آخر میں یہ عزم کر لیا گیا کہ شوارزنبرگ تقریباً لینگرس کے

آسٹریوں کا لینگرس کی طرف ہٹ جانا۔

بلند میدان تک ہٹ جائے اور بلوچر کو چھوڑ دے
کہ وہ بیولو کی فوج سے جس نے ہالینڈ کو فتح کر لیا تھا،
متحد ہو جائے اور دشمن کے بازو اور عقب میں
کارروائی کرے۔ دریائے مارن پر دفعتہً نپولین کی کامیابیوں کا اثر
مخالف بادشاہوں کی مجالس مشورے میں فوراً ظاہر ہونے لگا۔
الگزنڈر جس نے اپنے ایلچی کو شاتیلان سے واپس بلا لیا تھا، اب نپولین
سے گفت وشنود کے خلاف ثابت قدم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے

شاتیلان کی موتمر کی تجدید ۱۷ فروری لغایتہ ۱۵ مارچ۔

اپنے ایلچی کے اختیارات پھر بحال کر دئے اور موتمر
پھر جمع ہوئی مگر نپولین نے اپنے تصور میں یہ نقشہ
جما لیا کہ وہ حملہ آوروں کو دریائے رائن کے پار
بھگا رہا ہے اور کالنکورٹ کے پاس یہ حکم بھیجا کہ وہ
فرینکفرٹ کے مجوزہ شرائط پر اصرار کرے جن کے بموجب رائن کے
صوبے اور بلجیم دونوں فرانس کے پاس چھوڑ دیئے گئے تھے اس کے

ساتھ ہی اس نے یہ کوشش کی کہ اپنے خسر شہنشاہ آسٹریا سے نجی مراسلت کرے اور اسے حلفا کے معاملہ سے الگ کرے۔ یہ کوشش ناکامیاب ہوئی۔ کالنکورٹ نے اب جو مطالبات کیے انھوں نے آسٹریوی وزیر کے صلح جویانہ میلانات کو بھی دبا دیا اور یکم مارچ کو حلفا نے شومون میں ایک نئے معاہدے پر دستخط کیے اور یہ اقرار کیا کہ وہ نپولین سے ۱۷۹۲ء کے حدود کی بحالی کے سوا اور کوئی صلح نہ کریں گے اور فرانس کے خلاف بیس برس تک دفاعی مخالفہ قایم رکھیں گے[1]۔ کالنکورٹ دوسرے دن تک شاتیلان میں رہا۔ نپولین نے اسے گفت و شنود کے طول دینے کی ہدایت کر دی تھی مگر ان شرایط کے قبول کرنے سے منع کر دیا تھا جن کے سوا حلفا دوسرے شرایط عطا کرنے پر رضامند نہ تھے۔

بلوچر اب شمال کی جانب ایس نے پر اس فوج سے ملنے کے لئے بڑھ رہا تھا جو برنیڈوٹ کی فوج کہلاتی تھی۔ جنگ لیپزگ کے بعد سے برنیڈوٹ نے خود اس فوج کی نقل و حرکت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا جو رسماً اس کے زیر قیادت تھی۔ ہالینڈ کو بیولو روسی سپہ سالار ونزنگروڈ نے فتح کیا تھا اور اب یہ دونوں عہدہ دار جنوب جانب اس غرض سے بڑھ رہے تھے کہ پیرس کی طرف نقل و حرکت کرنے میں بلوچر کے شریک ہو جائیں۔ نپولین نے یہ رائے قایم کی کہ سائسنز کا قلعہ شمالی فوج کے راستہ میں حایل ہو سکتا ہے اور اس سے اسے یہ موقع مل سکتا ہے کہ وہ بلوچر پر حملہ کر کے اس سے قبل ہی اس کا قلع قمع کر دے کہ وہ اپنے رفقا سے مل سکے۔ نپولین پرشیادیوں کے تعاقب میں چلا اور اسے یہ امید تھی کہ جیسی فتحیں اسے دریائے مارن پر حاصل ہوئی تھیں ویسا ہی دوسرا سلسلۂ فتوحات

نپولین کا بلوچر کے عقب میں شمال کو جانا
جنگ لون
۱۰ مارچ

[1] برطانی و غیر ملکی کاغذات سلطنت، جلد اول صفحہ ۱۲۱۔

میسر آئیگا مگر سائسنز کے قاید کی بزدلی نے اس کی کامیابی کے مواقع کو
تباہ کردیا۔ پہلے ہی حکم پر قلعہ روسیوں کا مطیع ہوگیا، بلوچر شمالی فوج کے
آگے بڑھتے ہوئے محافظین سے دریائے این پر ۹ مارچ کو مل گیا اور
لون کی طرف اس غرض سے بڑھتا رہا کہ اس فوج کے جو حصے عقب میں
ہیں ان سے متحد ہو جائے۔ فرانسیسی اس کے عقب میں چلے مگر نپولین کو
جو کچھ فائدہ ہوا وہ صرف یہ کہ مقام کرون میں اسے ایک منقطع روسی
جیش پر فتح حاصل ہوگئی۔ (۱۰ مارچ کو) بلوچر نے لون کی پہاڑی کے
مستحکم موقع سے مارمنٹ پر یورش کی اور مارمنٹ کو سخت نقصان
کے ساتھ شکست ہوئی اور شہنشاہ خود جنگ کی صورت حالات کو
بدل نہ سکا اور سائسنز کے طرف ہٹ گیا اور یہاں سے جنوب کی جانب
کوچ کر کے پھر جنوبی فوج کے خط پر حملہ آور ہوا۔ مقام لون پر بلوچر کی
فتح کی خبر سن کر شوارزنبرگ نے پھر آگے کی جانب حرکت شروع
کردی تھی۔ اس کی فوجیں اتنی وسعت میں پھیلی ہوئی تھیں کہ نپولین کو
اگر اس کی واقعی حالت معلوم ہو جاتی تو وہ اب بھی شوارزنبرگ
کے خط کو دو حصوں میں کاٹ دیتا مگر نپولین نے اڈ بناٹ کی جیش کا

نپولین کا حلفا کے عقب کے طرف کوچ کرنا۔ ۲۳ مارچ

مقابلہ کرنے کے لیے چکر کا راستہ اختیار کیا اور
آسٹریوں کو آرسس سر آبی پر مجتمع ہونے کا موقع
دیدیا۔ یہاں ۲۰ مارچ کو نپولین نے اپنے کو ایک لاکھ
آدمیوں سے دوچار پایا۔ خود اس کی فوج اس
تعداد کے ایک تہائی سے بھی کم تھی۔ پھر بھی دشمن کی نسبت اپنی نہ بدلنے والی
حقارت کے ساتھ وہ دوسری جنگ کے خطرے میں پڑ گیا۔ پہلے دن کی
لڑائی میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوسکا۔ نپولین اپنی جگہ پر قائم رہا، اسے
توقع یہ تھی کہ شوارزنبرگ رات میں پیچھے ہٹ جائیگا مگر صبح کو آسٹروی
پھر اس کے مقابل میں جمے ہوئے تھے، شوارزنبرگ نے آخرالامر خود
اپنی اصلی نوعیت کو سمجھ لیا تھا اور اس لئے یہ عزم کرلیا تھا کہ بازگشت

کے لغو طریق سے وہ اب دشمن کو مدد نہ پہنچا ئیگا۔ آسٹروی سپہ سالار کی جانب سے ایک ہی مستحکم کارروائی نے نپولین پر یہ ظاہر کر دیا کہ اب لڑائیوں کے سلسلے کا خاتمہ ہے۔ اس نے سامنے سے حملہ آوروں کو روکنے کی تمام امیدوں کو ترک کر دیا۔ اب اس کے لیئے صرف یہی باقی رہ گیا کہ وہ ان کے عقب میں جا پڑے اور سرحدی قلعہ نشین افواج اور لینز کی فوج کی مدد سے جرمانیہ کے ساتھ دشمنوں کے ذرایع نقل وحمل پر حملہ کرے۔ یہ تجویز کچھ نامعقول نہیں تھی، بشرطیکہ پیرس محاصرے کی تاب لا سکتا یا اگر پیرس دشمن کے ہاتھ میں پڑ جاتا تو بھی اس سے جنگ کا خاتمہ نہ ہوتا مگر حلفا نے بہت صحیح رائے قایم کی تھی کہ جس وقت پیرس نے اطاعت کی اسی وقت نپولین کے اقتدار کا خاتمہ ہو جائیگا۔ شہنشاہ کے مشرقی جانب کوچ کرنے کی خبر حلفا کو مل گئی تھی مگر انھوں نے اس کے عقب میں جانے سے انکار کر دیا۔ شوارزنبرگ اور بلوچر کی فوجیں ایک دوسرے سے جا ملیں اور دونوں نے متفقاً پیرس کی جانب حرکت کی۔ ۲۷ مارچ کو مقام وِٹری میں نپولین کو اول مرتبہ یہ پتہ چلا کہ جو فوج بظاہر اس کی شرقی نقل وحرکت کے عقب میں ہے وہ صرف سواروں کا ایک دستہ ہے اور متحالفین کی فوج پورے زوروں کے ساتھ دارالصدر کے طرف کوچ کر رہی ہے۔ نپولین نے تا حدِ رسائی ہر ایک حصۂ فوج کو فوراً ہی طلب کیا اور یلغار کرتا ہوا سین کی طرف بڑھا، اسے توقع یہ تھی کہ متحالفین کے مقدمۃ الجیش کے پیرس تک پہنچنے کے قبل ہی وہ ان کے ساقہ پر حملہ کر دیگا۔ مگر کوچ کے ہر گھنٹہ پر عیاں اور عیاں تر ہوتا جاتا تھا کہ دشمن بہت آگے بڑھ گیا ہے۔ دو روز تک نپولین اپنے آدمیوں کو آگے بڑھاتا رہا۔ آخر الامر ناقابل برداشت عدم تیقن کی تاب نہ لا کر اس نے ۳۰ مارچ کی صبح کو فوج کو چھوڑ دیا اور فانٹینبلو کی سڑک کی طرف سے انتہائی سرعت کے ساتھ دارالصدر

حلفا کا پیرس پر بڑھنا

کی طرف بڑھا جب وہ دس بجے شب میں پیرس سے پندرہ میل پر فرامنٹو کے گاؤں میں پہنچا تو اس نے سنا کہ پیرس فی الواقع منطیع ہوگیا۔

مارمنٹ کی حوالگی۔

حلفا نپولین کی نقل و حرکت کا لحاظ کیئے بغیر آگے بڑھتے رہے اور ۳۰ مارچ کی صبح کو انھوں نے پیرس کی شمال مشرقی بلندیوں پر حملہ کر دیا۔ مارمنٹ کے پاس ایک فوج کے ٹکڑے اور قومی گارڈ کے کچھ کمزور حصے تھے، ان پینتیس ہزار آدمیوں سے اسے دشمن کی سہ چند تعداد کا مقابلہ کرنا تھا۔ حکومت نے عام قوم کو مسلح کرنے کی کوئی کارروائی نہیں کی تھی حالانکہ اگر پشتے قایم کر دیئے جاتے تو حلفا کو اس وقت تک روکا جا سکتا کہ نپولین اپنی فوج کے ساتھ آجاتا۔ مارمنٹ جب بیرونی مقامات میں لڑ رہا تھا تو لوگ شہنشاہ کی آمد کی توقع اور ایک بڑی اور قطعی جنگ کے نظارے کے لیئے ماٹاریٹر پر جمع تھے، مگر بیرون جات میں توپوں کی آواز دوپہر کے بعد ہی جلد تر ختم ہوگئی۔ پھر اعلان کردیا گیا کہ مارمنٹ نے خود کو حوالہ کر دیا۔ اس اطلاع نے قوم کو مدہوش و غضبناک کر دیا۔ لوگ صبح سویرے سے ہتیار طلب کر رہے تھے مگر اس کی کچھ شنوائی نہیں۔ ہوئی اور حوالگی کے بعد بھی مزدور طبقات نے دبیرو سخط کے کاغذات لوگوں کو دیئے جس میں مزید مفاومت پر زور دیا تھا[1] مگر لوگ اب نہیں جانتے تھے کہ خود اپنے سرگروہوں کی پیروی کس طرح کریں۔ نپولین نے فرانس کو یہ تعلیم دی تھی کہ وہ صرف اسی پر نظر ڈالے۔ اس کی عدم موجودگی نے عامۃ الناس کو جو اب بھی فرانس کے لیئے جنگ کرنے پر آمادہ تھے، فاتحین کے مقابلہ میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ زیادہ دولتمند طبقات میں حکومت کے اتنے کافی دشمن موجود تھے جنھوں نے پیرس میں غیر ملکیوں کے داخلہ کو

---

[1] "ریگرا نسوا سنج" (Biographic) صفحہ ۳۵۴۔

واقعی جشن و مسرت کا منظر بنا دیا۔ قدیم امرا کے فریق میں فرقہ وارانہ جوش اور نپولین کی بربادی پر کچھ مسرت فرانس کی محبت پر اس درجہ غالب آگئی کہ ۳۱ مارچ کو مخالف فوجوں کے پیرس میں داخل ہونے پر اعیانی طبقہ کی عورتوں نے سرکردگان فوج کے ہاتھ ہی نہیں بلکہ واقعی ان کے جوتوں اور ان کے گھوڑوں کو چوما، اور ان کا سکون کے لیئے شور تحسین بلند کیا جو خونچکاں اور خستہ فرانسیسی قیدیوں کے ایک گروہ کو سڑکوں پر لیجارہے تھے۔

حلفا کا داخلہ پیرس ۳۱ مارچ

نپولین کا دور فی الواقع ختم ہوگیا۔ شاتیلان میں ۱۸ مارچ کو مؤتمر کے شکست ہونے پر حلفانے یہ عزم کرلیا تھا کہ نپولین کے تخت سے اتارے جانے کو صلح کی شرط قرار دیں گے۔ جب یہ مرحلہ خاتمہ پر پہنچا تو اس وقت یہ عیاں ہوا کہ خاندان باربن کے سرگروہ کے سوا اور کسی شخص کی جانشینی کا امکان نہیں ہے، اگرچہ آسٹریا شاید اس امر پر رضامند ہو جاتی کہ ملکہ میری لوئیس کے تحت تولیت قائم کی جائے اور زار نے کچھ وقت کے لیئے یہ خیال کیا تھا کہ برنیڈوٹ کو فرانسیسی سلطنت کا سرتاج بنا دے۔ مگر پیرس میں داخل ہونے کے بعد ہی یہ عزم کرلیا گیا کہ جلاوطن لوئیس ہیژدہم کو تخت پر بٹھایا جائے، شہنشاہی کے وہ مدبرین جو ٹالیرنیڈ کے اقتدار میں تھے، وہ فاتحین کے ساتھ متحد ہوکر اور شاہی پسند امرا کی مختصر جماعت سے مل کر باربن خاندان کو واپس بلانے پر نارضامند نہیں تھے۔ الگزنڈر نے جو اس موقع کا واقعی مالک تھا، صحیح طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ ٹالیرنیڈ میں ہی سب سے زیادہ یہ قابلیت ہے کہ وہ نئی نظم کیجانب میں فرانس کی رائے عامہ کو حاصل کرے۔ الگزنڈر نے ٹالیرنیڈ ہی کے مکان پر قیام کیا، اور اس چابکدست مدبر سے حلفائی حکمت عملی اور دستوری آزادی کے حامی بننے کا کام لیا کیونکہ الگزنڈر خود اس وقت دستوری آزادی کا دوست بنا ہوا تھا۔ ٹالیرنیڈ کی سرکردگی میں ایک

نپولین کا تخت سے اتارا جانا۔ ۲ اپریل

عارضی حکومت مقرر کی گئی۔ ۲ اپریل کو سینات نے نپولین کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ ۶ اپریل کو باربن کو واپس بلا لیا۔

لوییس ہیژدہم، ابھی تک انگلستان ہی میں تھا۔ اس کا بھائی کاؤنٹ آرٹائس فرانس میں حملہ آوروں کے ساتھ شریک ہو گیا تھا، اور نائب سلطنت کا خطاب اختیار کر لیا تھا گر اس ضدی اور نا قابلِ تعلیم شخص کو کسی قسم کی دستوری حیثیت دینے کے لئے الگزنڈر کے اثر کی ضرورت تھی۔ عارضی حکومت نے کاؤنٹ کو یہ دعوت دی تھی کہ وہ سینات کے ایک حکم کے بموجب بادشاہ کی آمد تک نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لیلے۔ ڈی آرٹائس نے سینات کے جواز استحقاق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور بادشاہی کی نیابت کا اپنے بھائی کے نمایندے کی حیثیت سے دعویدار رہا، سینات نے کاؤنٹ کے حق خداداد کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس وجہ سے جب وہ پیرس میں داخل ہوا تو کچھ بے معنی الفاظ دونوں طرف سے کہے گئے، اور عارضی حکومت شاہی نائب کے دعاوی پر لحاظ کئے بغیر کل اختیار عمل میں لاتی رہی۔ آخر زار نے اس امر پر اصرار کیا کہ ڈی ارٹائس اپنی رائے سے باز آئے۔ پس ۱۴ اپریل کو تیولیرز میں اس نے سینات کے حکم کو قبول کر لیا۔ عارضی حکومت کنارہ کش ہو گئی، اور ایک مجلس سلطنت بنائی گئی جس میں ٹالیرینڈ بدستور حکومت کے اصلی اختیارات عمل میں لاتا رہا۔ اس موقع پر ڈی آرٹائس نے جو خطبہ دیا اس میں اس نے یہ بیان کیا کہ اگرچہ بادشاہ نے اسے اس دستور سلطنت کے قبول کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے جسے ۶ اپریل کو سینات نے بنایا ہے گر اسے اس میں شک نہیں ہے کہ بادشاہ ان اصولوں کو قبول کریگا جو اس دستور میں داخل ہیں، یہ اصول نمایندہ حکومت، مطابع کی آزادی اور وزرا کی ذمہ داری کے تھے۔ ڈی آرٹائس کے اعلان کے ایک ہفتہ بعد، لوییس ہیژدہم فرانس

میں آگیا۔

لوئیس ہیژدہم اگرچہ عملاً اپنے کو دستوری نظم کے موافق بنا لینے کی قابلیت رکھتا تھا، مگر وہ اس کا کبھی روادار نہیں ہوتا تھا کہ خاندان باربن کے فرمانروایانہ اقتدار کے حق خداداد پر کوئی جرح و قدح کیجائے۔ جو جلا وطن اشخاص اسے گھیرے ہوئے تھے وہ وقت کی ضروریات کے سمجھنے میں سست تھے۔ انھوں نے بادشاہ کو یہ صلاح دی کہ وہ دستور سلطنت کو مسترد کر دے۔ تشریعی جماعت جب کیمپن میں لوئیس سے ملی اور یہ استدعا کی کہ لوئیس شاہی حکمت عملی کا اظہار کرے تو اس نے کچھ مبہم سا جواب دیا۔ زار کو پھر یہ ضرورت پیش آئی کہ

لوئیس ہیژدہم اور زار۔

وہ مداخلت کرے اور بادشاہ کو یہ سمجھائے کہ فرانس اب مطلق العنان شاہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن لوئیس کاؤنٹ آرٹائس سے بہتر بحث کرنیوالا تھا، اس نے ایک ایسے شخص کی طرح سے بحث کی جسے اس کی درخواست کے بغیر یورپ کے تاجداروں نے اس کے تخت پر بحال کرنا اپنا فرض سمجھا ہو۔ اس نے دلیل یہ پیش کی کہ اگر نپولین کی سینات کو یہ حق ہوتا کہ وہ فرانس کو کوئی دستور سلطنت دے سکے تو لوئیس اپنے انگلستان کی جائے عافیت سے نہ بلایا جاتا۔ وہ اس پر رضامند تھا کہ

لوئیس ہیژدہم کا داخلہ پیرس، ۲ مئی۔

خود اپنے شاہانہ حقوق کے عملدرامد سے آزادانہ طور پر فرانس کو ایک دستور سلطنت عطا کرے مگر وہ کسی ایسے دستور سلطنت کو نہیں تسلیم کر سکتا جسے ایک غاصب کے خادموں نے بنایا ہو۔ لوئیس کے آزادی کے اظہار خیالات سے الگزنڈر کو صرف نصف اطمینان ہوا اگر اس نے اس پر اصرار نہیں کیا کہ سینات نے جو دستور سلطنت بنایا ہے اسے لوئیس قبول کرے بلکہ اس نے لوئیس کو یہ اطلاع دی کہ ڈی آرٹائس نے جو وعدے کئے ہیں جب تک شاہی اعلان سے ان کی توثیق نہ ہو جائیگی، پیرس میں داخلہ نہیں ہوگا۔ آخرالامر بادشاہ نے

ٹالیرینڈ کے لکھے ہوئے ایک اعلان پر دستخط کردیئے اور ۳ مئی کو جلوس کے ساتھ دارالصدر میں داخل ہوا۔

پیرس کے احساسات

خود لوئیس کے وعدے اور ایک مہینہ قبل یعنی فتح کے وقت سے حلفا کے مسلسل رفق ومدارا اور دوستانہ برتاؤ نے اس خاندان کے متعلق جس کا واپس آنا فرانسیسی فوجوں کے انہزام کی وجہ سے ہوا تھا عمومی احساس کی مخالفت کو تقریباً معدوم کردیا غیر ملکی سرگروہوں کی نسبت خود ایک طرح کی قدر ومنزلت اور دلچسپی پیدا ہونے لگی تھی۔ الگزنڈر کی نسبت یہ سمجھا جاتا تھا اور معقول وجہ سے سمجھا جاتا تھا کہ وہ ایک فیاض دشمن ہے۔ شاہ پرشیا کی سادگی، اس کے مصائب، اور جنگ جینا میں اس کی بہادری جو اچھی طرح یاد تھی، اُن امور نے اس سے ایک عام ہمدردی پیدا کردی تھی؛ واپس آنے والے باربنوں کے لیے تھوڑا ہی کام باقی تھا کہ وہ اس دلچسپی اور استعجاب کو الفت میں بدل دیں؛ لوئیس ہیزدہم کے ساتھ جو حشم وخدم دارالصدر میں داخل ہوا تھا، وہ متروک الاستعمال اور غیر ملکی ملبوسات کا ایک عجب معجون مرکب تھا، اُن آنے والوں میں بہت سے نام وہ تھے جو از یاد رفتہ ہو گئے ہیں۔ خود بادشاہ کی صورت نے جب وہ پیرس میں ہوکر گزر رہا تھا، لوگوں کو خوش کررہا تھا مقتول ڈیوک انگین کا باپ جس کے اب کوئی اولاد نہیں رہی تھی ان چند اشخاص کی رحم آمیز توجہ کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا جو اس شخص کی صورت کو پہچانتے تھے جس نے پچیس برس جلاوطنی میں بسر کئے تھے۔ لوئیس شانزدہم کی لڑکی جس نے اپنے والدین اور اپنے بھائی کی قید میں شرکت کی تھی اور جو اپنے نہایت ہی ستم رسیدہ خاندان کی اب تنہا یادگار رہ گئی تھی وہ اب ڈچیس انگولیم کی حیثیت سے واپس آئی۔ اس کے بچپن کی نہایت ہی درد انگیز تاریخ اور بعد میں اس کے عقد نے اسے بالطبع اس سے زیادہ گرم جوش ہمدردی کا محل بنا دیا تھا جو لوئیس شانزدہم کے دونوں

بھائیوں سے کسی دوسرے بھائی کے ساتھ ہو سکتی تھی۔ مگر اس بے مسرت عورت کی شکل و طبیعت پر ناموافق حالات نے ایسا گہرا نقش قایم کر دیا تھا کہ ایک لمحے کی مسرت بھی اس پر نہیں ظاہر ہوتی تھی۔ اس کی آواز اور اس کے انداز نے ان ہزاروں آدمیوں کی شفقت کو اس سے پھیر دیا جو اس سے اظہار شفقت کے مشتاق تھے۔ بحال شدہ بادشاہی کے ابتدائی ایام میں یہ ظاہر ہو گیا کہ خاندان باربن میں ایک شخص بھی ایسا واپس نہیں آیا ہے جو فرانسیسی قوم کی محبت حاصل کرنے کی قابلیت رکھتا ہو۔

قدیم سلسلہ کی واپسی کو اس طرح ظاہر کیا گیا تھا کہ دنیا یہ سمجھتی کہ یہ خود فرانس کا کام ہے۔ نپولین کی قسمت کا تعین صرف اس کے قاتلین کر سکتے تھے۔ پیرس کے زوال کے بعد نپولین واقعات کے انتظار میں فانٹبلو میں ٹھہرا رہا۔ اس کی فوج کے سپاہی اور نوجوان عہدہ دار اب بھی اس کے واسطے لڑنے کے لیے آمادہ تھے۔ مگر مارشل بہت ہی پست ہمت ہو گئے تھے اور وہ اس پر جمے ہوئے تھے کہ ایک شخص کے لئے اب فرانس کو مزید مصیبت میں نہ مبتلا کیا جائے انھوں نے نپولین کو مطلع کر دیا کہ وہ انخلاع کرے۔ ان کے دباؤ سے نپولین نے ۴ اپریل کو اپنے خرد سال لڑکے کے حق میں ایک دستاویز انخلاع تحریر کی اور کالنکورٹ کے ذریعہ سے مخالف بادشاہوں کے پاس پیرس میں بھیجی۔ حلفا نے اس دستاویز کو رد کر دیا۔ کالنکورٹ اس اطلاع کے ساتھ واپس آیا کہ نپولین اپنے اور اپنے تمام خاندان کے لئے تخت سے دست برداری کرے۔ ایک لمحے کے لئے شہنشاہ نے تجدید جنگ کا خیال کیا، مگر مارشلوں نے پہلے سے زیادہ استقامت کے ساتھ اپنی امداد سے انکار کر دیا اور ۱۱ اپریل کو نپولین نے اپنے اور اپنے ورثا کی جانب سے غیر مشروط حوالگی تخت کے لئے دستخط کر دیئے۔ حلفا نے اسے یہ اجازت دیدی کہ وہ شہنشاہ کا بے معنی خطاب

نپولین

قایم رکھے اور اپنے ساتھ ایک دستہ فوج محافظ ذات اور معقول آمدنی

نپولین کا البا کو بھیجا جانا

جزیرۂ البا کو لیجائے جواب اس کی امارت اور اس کا قید خانہ ہونے والا تھا۔ اس جزیرہ کا انتخاب جہاں سے فرانس اور اطالیہ میں پہنچنا آسان تھا اور جو اس قدر وسیع تھا کہ ایک بڑے بیڑے کے بغیر اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی، یہ انتخاب نپولین کے متعلق الگزنڈر کی ناصواب فیاضی سے اور اس وعدے کی وجہ سے ہوا تھا جو مارمنٹ سے کیا گیا تھا کہ شہنشاہ کی آزادی کی توقیر برقرار رہے گی۔ الگزنڈر کو اس کی اس نرمی کے اغلب نتائج سے متنبہ کر دیا گیا۔ حلفا کے صدر مقام میں برطانیہ عظمیٰ کا نمایندہ سر چارلس اسٹوارٹ تھا، اس نے خود اپنی حکومت اور متحالف حکومتوں پر زور دیا کہ اگر وہ یورپ کو ایک نئی نپولینی جنگ سے اور فرانس کو ایک دوسرے حملے کی مصیبت سے بچانا چاہیں تو البا کے بجائے کوئی اور دور کا جزیرہ ہونا چاہیئے۔ حلفا اگرچہ شک وشبہ سے بری نہیں تھے مگر وہ اپنی اصلی تجویز پر قایم رہے اور اپنے صلاح کار کی پیشین گوئیوں کو صحیح ثابت ہونے کے لیے، وقت کے حوالہ کر دیا۔

معاہدۂ پیرس، ۳۰ مئی

اب کہ نپولین تخت سے ہٹا دیا گیا تھا، یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ صلح کے شرائط کیا ہونگے۔ حلفا کا یہ ارادہ نہیں تھا کہ ۱۷۹۲ء کے قبل فرانس کے جو حدود تھے ان میں کسی طرح کی کمی کریں۔ کسی قطعی معاہدے کا موکد ہونا صرف اس وقت تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا تھا کہ الگزنڈر نے لوئیس ہیژدہم سے جس دستور سلطنت کے عطا کرنے کی خواہش کی تھی اسے ایک شاہی ماموریت نے مرتب کر دیا اور بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔ ۲۷ مئی کو اس دستور سلطنت کا مسودہ جو منشور کے نام سے مشہور ہے بادشاہ کے روبرو پیش ہوا، اور منظور ہو گیا؛ ۳۰ مئی کو معاہدۂ پیرس پر فرانس اور تمام

دول عظمیٰ کے نمایندوں نے دستخط کردیے[1] فرانس نے اپنے تمام فتوحات سے دست برداری کر کے یکم جنوری ۱۷۹۲ء کی سرحد کو قبول کر لیا، صرف سیوائے کی جانب میں اور شمالی ومشرقی حدود پر تھوڑے تھوڑے قطعات کا اضافہ ہوا، فرانس کو یہ بھی اجازت مل گئی کہ بیس برس کی اغارت میں اس نے جو چیزیں جمع کی تھیں وہ اسی کے پاس رہیں صرف برلن کے دروازہ برینڈبرگ کے آثار فتح اور کتبخانہ وائنا کی غنیمتیں اس سے مستثنیٰ تھیں۔ فرانس کو تقریباً وہ تمام مستعمرات واپس مل گئے جو برطانیہ عظمیٰ نے اس سے لیلئے تھے۔ معاہدے کے ان دفعات کے بموجب جن میں اس مملکت کا تصفیہ کیا گیا تھا جو شہنشاہی اور نپولین کے توابع پر مشتمل تھی، ہالینڈ خاندان آرینج کو اس شرط کے ساتھ واپس دیدیا گیا کہ اس کی مملکت بہت زیادہ وسیع کردی جائیگی۔ سویزرلینڈ آزاد قرار دیا گیا، یہ بھی شرط ہوئی کہ آسٹروی صوبوں کو مستثنیٰ کر کے اطالیہ آزاد سلطنتوں پر مشتمل ہوگی ادھر جرمانیہ بہت سے فرمانرواؤں کے مابین منقسم کردیگی، یہ فرمانروا اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہو گئے مگر ایک متفق رشتہ میں متحد ہو گئے۔ راین کی جہازرانی سب کے لئے کھول دیگئی برطانیہ عظمیٰ کے ساتھ ایک خاص قرارداد کے بموجب فرانسیسی حکومت نے یہ قرار دیا کہ وہ تمام سلطنتوں میں بردہ فروشی کے مٹانے میں انگلستان کی کوششوں کے ساتھ اتحاد کریگی۔ اور یہ ذمہ لیا کہ فرانسیسی رعایا میں زیادہ سے زیادہ پانچ برس کے اندر بردہ فروشی کو موقوف کرادیگی۔

ان تمام یورپی مسائل کے لئے جو معاہدۂ پیرس میں داخل نہیں تھے، یہ قرار پایا تھا کہ دو مہینے کے اندر دول کی ایک موتمر وائنا میں جمع ہوگی۔ یہ معاہدۂ پیرس کے علانیہ دفعات تھے، خفیہ دفعات میں یہ طے ہوا تھا کہ حلفا (یعنی فرانس کے سوا دوسرے حلفا) موتمر کے موقع پر مملکت کی تقسیموں کو اپنے قبضہ میں رکھینگے، آسٹریا کو وینیشیا اور ٹسینو تک تمام شمالی اطالیہ

---

[1] برطانی وغیر ملکی کاغذات سلطنت جلد اول صفحہ ۱۵۱۔

ملیگی۔ جنیوا شاہ سارڈینیا کو دیا جائیگا اور نیدر لینڈز کو ہالینڈ سے ملا کر ایک بادشاہی بنادی جائیگی اور اس طرح شمال میں فرانس کے خلاف ایک سد قایم ہو جائیگی۔ نیپلیز کا کوئی ذکر نہیں ہوا تھا جس کا فرمانروا میورٹ نپولین کو چھوڑ کر اتحادیہ سے متحد ہو گیا تھا مگر اپنے سابق آقا کے خلاف اس نے جو قرار دادیں کیں تھی انھیں صدق دلی سے پورا نہیں کیا تھا۔ وہ حلفا کا ایک برائے نام دوست تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس نے دوہری چال چلی ہے اور اس کی فرمانروائی کو اگرچہ ابھی تک دھمکی نہیں دی گئی تھی مگر وہ غیر محفوظ تھی[1]۔ وائنا کی موتمر کے طے کرنے

۱۸۱۵ء سے حملہ کئی انتظامات	کے لئے ابھی بہت سے کام باقی تھے مگر دول عظمی میں سے کم از کم دو طاقتوں نے معاہدۂ پیرس میں ان مقاصد کو پورا ہوتے دیکھ لیا جن کے لیے انھوں نے

اس قدر جدو جہد کے ساتھ جنگ کے ابتدائی زمانہ میں کوشش کی تھی اور جو بعد میں یہ معلوم ہوتے تھے کہ حد امکان سے تقریباً خارج ہو گئے ہیں۔ انگلستان

[1] ۔ لارڈ ولیم بینٹنک جو میورٹ کے ساتھ تھا اس نے اس دو رخی کارروائیوں کے اغلب نتائج سے اسے متنبہ کر دیا تھا مگر واقعۂ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ بینٹنک اپنے الفاظ میں محتاط رہا۔ میورٹ نے بینٹنک کو اعزازاً ایک تلوار بھیجی تھی، اس کے متعلق بینٹنک نے یکم مئی ۱۸۱۴ء کو انگریزی حکومت کو لکھا کہ میرے احساس کو اس سے سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ میں ایک ایسے شخص کا کچھ بھی احسان اٹھاؤں جس سے مجھے کلی نفرت ہے مگر میں اسے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ کسی قسم کے خیال عناد کا مطلقاً اظہار نہ کروں"۔ اسی دن اس نے میورٹ کو یہ لکھا کہ "کسی جلیل القدر کپتان کی تلوار ایک نہایت مفتخر تحفہ ہے جو کسی سپاہی کو ملی ہے، حضور والا میں نہایت ہی تشکر کے ساتھ اس تحفہ کو قبول کرتا ہوں جس سے حضور نے میری عزت افزائی فرمائی ہے"۔ دفاتر مسلی جلد ۹۸۔

نے یہ دیکھ لیا کہ نیدرلینڈز پھر فرانس کے خلاف ایک روک بن گیا ہے اور انیٹورپ دوستانہ ہاتھوں میں ہے۔ آسٹریا نے ۱۸۱۳ء کے نازک زمانہ میں پُرسکون اور صحیح التوازن تدبیر سیاسیہ کے قایم رکھنے کا پورا پورا صلہ اس طرح حاصل کر لیا کہ ایسے اطالوی قطعہ ملک کا الحاق کر لیا جس سے وہ جزیرہ نما کی حقیقی مالک بن گئی۔ کاسلری اور ہر ایک دوسرے انگریز مدبر نے یہ محسوس کیا کہ یورپ نے اپنے لئے یہ کچھ عزت کا کام نہیں کیا ہے کہ وینس کو پھر خاندان ہیپسبرگ کے حوالہ کر دیا مگر یہ وہ شرط تھی جو بمقام پرگو میٹرنک نے اس سے قبل ہی حاصل کر لی تھی کہ وہ ترازو کے ملتے ہوئے پلے میں آسٹریا کی تلوار کا وزن رکھ دیتا[1] وینس اور جنیوا

[1] معاہدات ہیٹلز، ۹ر ستمبر ۱۸۱۳ء۔ ان بیانچی، "یورپی تدابیر سفارتی کی دستاویزی تاریخ" (Storia Documentata de lla Diplomazia L uropea) جلد اول صفحہ ۳۴۳۔ میں ایک طولانی تعرض ہے جو میٹرنک نے کاسلری کو ۲۶ر مئی ۱۸۱۴ء کو بھیجا تھا، جس میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کے متعدد دفعات کا حوالہ دیا گیا تھا، جس پر ۲۷ر جولائی ۱۸۱۳ء کو تمام طاقتوں نے بمقام پرگو دستخط کئے تھے اور جس کی توثیق ۲۳ر اگست کو لندن میں ہوئی تھی، اس میں تمام الطالیہ کا ہست و نیست آسٹریا کو دیا گیا تھا۔ یہ تعرض جسے ایوفلن "تاریخ الطالیہ" (Geschichte Italiens) میں اور دوسرے کتابوں میں صحیح تسلیم کر لیا گیا ہے، یہ اور اس کے ساتھ مذکورہ خفیہ معاہدہ جعلی ہے۔ اس بیان کے لئے میرے دلائل حسب ذیل ہیں:۔ (۱) جولائی ۱۸۱۳ء میں پرنگو میں کوئی برطانی ایلچی نہیں تھا۔ (۲) لارڈ کھنکارٹ کے نام کاسلری کے ۱۳ر اور ۱۸ر دسمبر کے خانگی اور سرکاری خطوط اور جو ہدایات اگست و ستمبر میں لارڈ ابرڈین کو بھیجے گئے تھے ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس تاریخ تک کسی ایسے مشترکہ معاہدہ کا وجود نہیں تھا جس میں انگلستان اور آسٹریا دونوں فریق ہوں۔

دونوں کے جمہوری روایات ۱۸۱۴ء کے مدبران کے نزدیک ڈیوک ماڈینا یا شہزادہ ہسپی کیبل کے حق خداداد کے مقابلہ میں کچھ وزن نہیں رکھتے تھے[1] خود فرانس اگرچہ بیس برس کی جنگ و جدال سے حاصل کردہ مملکت سے محروم کر دیا گیا تھا مگر ایک بحال شدہ سلسلۂ شاہاں کے نفع کے لئے اسے اپنی کل قدیم مملکت اور مغربی یورپ کے تمام روائتوں اور عجائب خانوں کی لوٹ کے اپنے پاس رکھنے کی اجازت ہوگئی تھی۔ اگر ۱۸۱۴ء کے فاتحین فرانس سے وہی برتاؤ کرتے جو فرانس نے دوسرے ملکوں سے کیا تھا، تو یہ کوئی غیر فطری ظلم نہیں ہوتا۔ اگر وہ اس غنیمت کو جو پیرس میں لائی گئی تھی اس کے حق داروں کو واپس کر دیتے اور فرانس کے خزانہ سے وہ کثیر رقم وصول کرتے جو نپولین نے مفتوح سلطنتوں سے جبراً حاصل کی تھی تو یہ محض انصاف ہوتا، مگر فاتحین کے دربار اپنی فتح سے اس قدر مطمئن ہو گئے تھے کہ انھیں ان ثانوی معاملات میں سختی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دفاتر روسی ۲۰۷، ۲۰۹، الف۔ آسٹریا ۱۰۵۔ (۳) اس تاریخ کے بعد میٹرنک کے ساتھ اپنے گفت وشنود کے متعلق لارڈ ایبرڈین کے اعلانات سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ تقریباً تمام اطالوی مسایل جن میں آسٹروی سرحد کا مسئلہ بھی داخل تھا، عام حلفا کے فیصلے کے مسایل قرار دیئے گئے تھے۔ بالائی اطالیہ میں آسٹریا کے غلبہ کا حق تسلیم کئے جانے کے ساتھ، روما اور نیپلز کے معاملات انگریزی حکمت عملی کی حد کے اندر قرار دیئے جاتے رہے ہیں۔

[1] خودمختاری کے لیئے جنیوا اور ملین اصلی درخواستیں "دفاتر" میں ہیں۔ سسلی جلد ۹۸۔

اہل جنیوا ہمہ گیر طور پر اپنی قدیم جمہوریت کی بحالی کے خواہاں ہیں۔ انھیں سب سے زیادہ خوف اس انتظام سے ہے کہ انھیں پڈمانٹ کے ساتھ ملحق کر دیا جائے جس کے باشندوں سے انھیں ہمیشہ ایک خاص طور کا تنفر رہا ہے۔" بنٹنک کا مراسلہ ۲۷ اپریل ۱۸۱۴ء۔

پڑنے کی ضرورت نہیں تھی، اور خاندان باربن کی خوشحالی کے لئے حلفاء کے دانشمندانہ لحاظ نے فرانس کو اس تجربہ سے بچالیا جو اس نے خود دوسرے ملکوں پر کیا تھا۔

جس حکمت عملی نے اب فرانس کے لیے ۱۷۹۲ء کی سرحد بحال کر دی تھی، وہ فرانس اور تمام دوسرے ممالک میں بہت ہی مختلف خیال کے ساتھ دیکھی جاتی تھی۔ یورپ اپنی فیاضی پر ایک طرح کی حیرت کے ساتھ نظر ڈالتا تھا۔ فرانس اپنی ان اشتعال انگیزیوں کو بھول گیا جو اس نے بنی نوع انسان کو دی تھی اور جس کی کوئی نظیر کہیں نہیں ملتی، اسے صرف یہ یاد رہ گیا کہ بلجیم اور رائن کے صوبے تقریباً بیس برس تک جمہوریت اور شہنشاہی کے جزو رہے تھے۔ جمہوریت کے یہ ابتدائی فتوحات جنھیں ۱۷۹۵ء کے بعد سے کسی نے فرانس کے ہاتھوں سے نکالنے کی کوشش نہیں کی تھی، بلا شک و شبہ اس کا مساویانہ عوض ہے کہ نظامت کے زمانہ میں آسٹریا کو اطالیہ میں اور پرشیا کو جرمانیہ میں وسعت حاصل کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ ان لوگوں کی رائے میں جو صدق دل سے نپولین کی بعد کی فتوحات پر لعنت بھیجتے تھے فرانس اور رائن کا درمیانی قطعہ ارض اس سے زیادہ نہیں تھا جس کا فرانس جائز طور پر مطالبہ کر سکتا تھا کہ یہ ان وسیع اضافوں کا عوض ہے جو ایک نہ ایک بر اعظمی سلطنت کو پولینڈ، وینس اور جرمانیہ کی فنا کردہ سلطنتوں سے ملے ہیں۔ ان اضلاع کو علیحدہ کر کے جو ۱۷۹۲ء میں پولینڈ سے

۱۷۹۲ء سے ۱۸۱۴ء کی جنگ سے فرانس کے سوا تمام طاقتوں کو اضافہ ملک کا نفع پہنچا

لے لئے گئے تھے، پولینڈ کی آبادی بلجیم اور صوبجات رائن دونوں کی مجموعی آبادی سے دو چند تھی۔ وینس اصل ملک اطالیہ پر ایک حاوی صوبے کی حیثیت رکھنے کے علاوہ رگوسا تک مشرقی اڈریاٹک ساحل پر بھی حاوی تھی۔ اگر یہ صحیح تھا کہ یورپی حکمت عملی کا واحد مستحکم اصول طاقت کا تناسبی اضافہ تھا، تو فرانس کو ایسی حالت

میں ۱۷۹۱ء کے حدود واپس ملنے سے سخت نقصان ہوا جب کہ براعظم کی ہر ایک دوسری سلطنت کے لئے یہ روا رکھا گیا کہ ۱۷۹۱ء اور ۱۸۱۴ء کے مابین جو عظیم تغیرات ہوئے ان میں اُسے جو کچھ حاصل ہوا اُسے وہ اپنے قبضہ میں رکھے مگر واقعہ یہ ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ سو برس میں کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ فرانس کسی پُرزور حکومت کے تحت میں آیا ہو اور وہ اپنے تمام ہمسایوں کے لئے ایک خطرناک قوت نہ بن رہا ہو۔ فرانس اپنے سابق حدود تک کم کئے جانے کے بعد بھی براعظمی طاقتوں کے انقلابی جنگ سے حاصل کردہ ممالک کے شمول کے باوجود ان میں سے ہر ایک کے برابر بلکہ برابر سے زیادہ تھا۔ فرانس یورپی قوتوں میں اول درجہ پر تھا، اگرچہ اٹھارھویں صدی کی طرح اب مغربی براعظم میں صرف وہی ایک عظیم الشان قوم نہیں تھا۔ ہمہ گیر شہنشاہی کے لئے اس کی کوششوں نے دوسری قوموں میں جان ڈال دی تھی۔ اگر نپولین کی قوت حاصل کرنے کے قبل فرانسیسی فتح کا سلسلہ ختم ہو گیا ہوتا تو فرانس اپنی راین کی سرحد پر بدستور قابض رہتا اور انقلاب نے فرانس کے زمانۂ گذشتہ کے دور سے مل کر اس میں جو ناقابل مقابلہ منصفانہ و درخشاں معاشری زندگی پیدا کر دی تھی، اس کی وجہ سے وہ زمانۂ دراز تک جرمانیہ اور اطالیہ دونوں پر غیر محدود اثر ڈالتا رہتا۔ نپولین نے تمام یورپ پر اپنی حکومت عاید کرنے کی کوشش میں جرمانیہ میں ایک ایسی قوت پیدا کر دی جس کا فوجی مستقبل استحکام میں خود فرانس سے کم نہ رہا اور اپنے دشمنوں کے اتفاق کی صورت میں فرانسیسی حملے کے خلاف نپولین نے اس سے زیادہ منضبط تحفظ قایم کر دیا جو مدبروں کی کوشش سے کسی وقت قایم ہوا ہو۔

آخر میں آکر قدیم تر بادشاہیوں کا معاقدہ ایک شخص واحد کی طباعی اور حوصلہ مندی سے قوی تر ثابت ہوا لیکن اگر فرانس نے نپولین کی خدمت گزاری میں اپنی دولت کو غارت کر ڈالا، اپنے بیڑوں کو ڈوبا دیا، اور اپنے دس لاکھ آدمیوں کی قربانی کر دی

یورپ ۱۷۹۶ء سے ۱۸۱۴ء کے دور کا مستقل اثر۔

اور یہ سب صرف اس لئے کہ وہ اپنے تمام سابق فتوحات کو کھو کر انھیں حدود پر آ جائے جن حدود سے وہ نپولین کی پہلی قیادت کے بعد سے تجاوز کر گیا تھا، تو یہ حال اس کام کا نہیں تھا جو فرانس نے گذشتہ بیس برس کے تحریکات کے زمانہ میں اپنے لئے یا اپنے خلاف یورپ میں پیدا کئے تھے۔ جو دور اب ختم ہو رہا تھا اس کے دوران میں آسٹریا اور روس کی سرحدوں تک تمام براعظم نے قومیت اور سیاسی آزادی کے دو نتیجہ خیز خیالات حاصل کر لئے تھے۔ یورپ میں اب دو قومیں ایسی تھیں جہاں پہلے صرف مصنوعی سلطنتوں کا مجموعہ کیا۔ اب جرمانیہ اور اطالیہ محض جغرافئی الفاظ نہیں تھے۔ دونوں ملکوں میں قومیت کا جدید التشبوع احساس اپنے ساتھ اتحاد و آزادی کا دعویٰ بھی لے آیا تھا، اگرچہ یہ احساس دونوں جگہ بہت غیر مساوی تھا۔ جرمانیہ میں پرشیا نے ایک عظیم الشان مثال قائم کر دی تھی اور

جرمانیہ اور اطالیہ میں قومی احساس کا برانگیختہ ہونا

اب بعد میں اس کا صلہ اسے ملنے والا تھا، اطالیہ میں نہ کوئی سلطنت ایسی تھی نہ کوئی مدبر ایسا تھا جو نپولین کی حکمرانی کے پلٹ دینے میں پیشیروی کر سکے یا اگر یہ نہیں تو تائید کے صلہ میں نپولین کو مجبور کر سکے کہ وہ اطالوی بادشاہی کو حقیقی قومی حکومت عطا کرے۔ خود اپنے لئے کچھ کرنے میں ناکام رہ کر نیپیز کے سوا، اطالیہ کی تمام آبادی، آسٹریا اور قدیم خاندانوں میں تقسیم کر دی گئی مگر غیر ملکیوں کی خاموشانہ اطاعت کے دن اب ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکے تھے اور زمانہ یہ ظاہر کرنیوالا تھا کہ آیا جو لوگ متحدہ اطالیہ کا خیال قایم کئے ہوے ہیں وہ محض خواب دیکھنے والے تھے، یا وہ لوگ خواب دیکھنے والے تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مٹرنک کے تدبر نے وینس اور ملان کی قسمت کا ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا ہے۔

انقلابی دور کی دوسری وراثت دستوری آزادی کا تصور تھا۔ ۱۷۸۹ء میں یہ تصور اسپین میں جہاں قومی جذبہ سب سے زیادہ قوی تھا، اسی طرح مفقود تھا جس طرح ان جرمانی سلطنتوں میں تھا جہاں یہ جذبہ سب سے

زیادہ کمزور تھا۔ مگر یہ جذبہ اطالیہ میں ۱۷۹۶ء اور ۱۷۹۸ء کے واقعات سے اسپین میں بار بن باد شاہ کے غائب ہو جانے اور حملہ آور کے خلاف قوم کی خود کردہ جدوجہد سے مشتعل ہو گیا، اور پرشیا میں خود حکومت نے جب اسٹین سرگروہ سلطنت تھا، اس کی تقریب کی۔ لارڈ کاسلری نے ۱۸۱۴ء کے موسم بہار میں لکھا تھا کہ یورپ میں جو جلیل القدر اخلاقی تغیر پیدا ہو رہا ہے اور آزادی کے جو اصول پوری طرح عمل میں آ رہے ہیں انھیں محسوس نہ کرنا ممکن نہیں ہے[1] یورپ میں اب شاید ایک دربار بھی ایسا نہیں تھا جو دستور سلطنت بنانے کے متعلق اپنے ارادہ کا اعلان نہ کر رہا ہو۔ یہ ممکن تھا کہ یہ اظہار خیالات خفیف طور پر کیے جائے، یہ بھی ممکن تھا کہ حکومت خود اختیاری کی خواہش و قابلیت اس سے تنگ تر طبقہ میں محدود ہو جس قدر آزادی کی دوست سمجھتے تھے مگر تخم ریزی ہو گئی تھی اور ایک تحریک ایسی شروع ہو چکی تھی جو خود بھی تاریخ کے آیندہ تیس برس میں قوت حاصل کرنے والی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک کے بعد دوسرے انقلاب نے یہ ثابت کر دیا کہ حکومتیں اب اپنی رعایا کے حقوق سے بے التفاتی برت کر محفوظ نہیں رہ سکتی۔

سیاسی آزادی کی خواہش

آخر امر یہ ہے کہ اس تمام مملکت میں جو نپولین کی شہنشاہی اور توابع میں داخل تھی اور نیز پرشیا میں انتظم معاشرت سے مختلف طبقات کے حقوق و تعلقات میں قانونی تغیرات کیے گئے تھے اور یہ تغیرات اس قدر اہم تھے کہ ان سے معاشری زندگی کا تقریباً ایک نیا طرز پیدا ہو گیا تھا، خود شہنشاہی کے اندر ضابطہ نپولین نے فرانس کی رعایا کو وہ فوائد عطا کیے تھے جو فرانسیسوں نے خود اپنے لیے حاصل کیے تھے۔ اس ضابطے نے ایک ایسی نظم معاشرت کو فروکر دیا تھا جو طبقاتی حقوق خاص، جاگیرانہ خدمات اور رواج کی مطلق العنان حکومت

معاشری تغیرات

[1] کاسلری جلد دہم، صفحہ ۱۸۔

پر قایم تھی، اور اس کے بجائے ایک ایسا نظم معاشرت قایم کیا تھا، جو قانون کے سامنے مساوات، معاہدے کی آزادی، اور اراضی کی بے دغدغہ ملکیت و انتفاع پر مبنی تھی، خواہ اراضی دار کے پاس ایک ایکڑ زمین ہو یا ایک فرسنگ ہو۔ اگر خود ضابطہ نہیں تو فرانسیسی ضابطہ کے اصول اطالیہ کی نپولین کی بادشاہی میں، نیپلز میں، اور فرانس کے تقریباً تمام جرمانی توابع میں رائج ہو گئے تھے۔ پرشیا میں اسٹین اور ہارڈنبرگ کے اصلاحات اسی مقصد کی جانب رہبر تھے، اگرچہ اس جرأت کے ساتھ نہیں تھے، اور ۱۸۱۵ء کے بعد جب موتمر وائنا کے بموجب رائن کے صوبے، پرشیا سے ملحق کر دیئے گئے تو حکومت نے اتنی دانشمندی اور آزاد خیالی دکھائی کہ ان اضلاع میں وہ قوانین بدستور رہنے دیئے جو فرانس نے انھیں عطا کیئے تھے۔ حکومت نے اپنے کو اس خطرے میں بھی نہیں ڈالا کہ بہترین پرشیاوی قانون اور ضابطۂ نپولین کا مقابلہ کرتی۔ دوسرے اقطاع ملک جو اب فرانس سے نکال لیئے گئے تھے اور جرمانی یا اطالوی حکمرانوں کو واپس دیئے گئے تھے ان میں ان کوششوں کی کمی نہیں تھی کہ نئے طور و طریق کو محو کر دیا جائے، یہ رجعت پسندیاں جہاں کچھ زمانہ کے لیئے بے مقابلہ رہیں وہاں بھی انداز زمانہ کے اس درجہ مخالف تھیں کہ انھیں عارضی و مخدوش کامیابی سے زیادہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ لوگ اچھائی اور برائی کو سمجھنے لگے تھے، آزادانہ معاشرتی نظم کی مثالیں اس قدر قریب میں موجود تھیں کہ مغربی یورپ کے کسی حصہ کا اٹھارھویں صدی کی حالت میں زیادہ مدت کے لیئے واپس جانا ممکن نہیں تھا۔

انقلابی دور کے سیاسی و معاشرتی تغیر کا کام ایک بدیہی حد کے اندر اثر انداز ہوا، انگلستان اور آسٹریا دونوں میں سے کسی میں بھی ترقی کی ادبی تحریک بھی نہیں پیدا ہوئی۔ برخلاف ازیں، جنگ کے دوران میں انگلستان نے تقریباً تمام اندرونی ترقی کو معلق کر دیا۔

آسٹروی دربار کی خانگی حکمت عملی، جو انقلاب کے عین ما بعد عہد میں اس قدر پرزور تھی، آیندہ بیس برس میں خالص تعطل و بے عملی کی حکمت عملی بن گئی، اگر اس میں کہیں استثنا تھا تو وہ دار و گیر کی حکمت عملی تھی، لیکن مغربی یورپ کی تمام دوسری سلطنتوں میں جو دور نپولین کے زوال کے ساتھ ختم ہوا وہ دور اپنے پیچھے نہایت گہرے اور پائدار اثرات چھوڑ گیا۔ تغیر کے دوسرے عظیم انسان دوروں کی طرح، اس دور کی بھی اپنی خاص نوعیت تھی۔ نشأۃ جدیدہ اور اصلاح کی طرح، یہ کوئی ایسا زمانہ نہیں تھا جب کہ عقیدے اور علم کی نئی دنیا نے انسانی زندگی کے تمام حدود و تصور کو منقلب کر دیا ہو۔ خود ہمارے زمانہ کی طرح یہ ایسا وقت بھی نہیں تھا جب انکشاف اور آمد و رفت کے وسیع ذرایع نے خاموشی کے ساتھ کائنات کی مادّی حالت کو بدل دیا ہو۔ یہ ان تغیرات کا زمانہ تھا جو اپنی نوعیت میں بلا واسطہ سیاسی تھے اور وضع قوانین اور جنگ کے سیاسی وسایل سے براہِ راست عمل میں آئے تھے۔ تاریخ کے آئینہ عکس میں نپولینی دور دوسرے دوروں کے درمیان اپنی صحیح اور شاید نسبتہً زیادہ بڑی جگہ حاصل کرے گا۔ اس کے خالص جور و ستم اور اضطراب و ہیجان کے عناصر بنی نوع انسان کی نگاہوں میں بہت کم جگہ لیں گے اور اس کی دائمی پیداوار کو زیادہ جگہ ملے گی۔ خالص سیاسی زور و قوت کے دور کی حیثیت سے جس میں نئی نسل کے کام پچیس برس کے حدود کے اندر مرکوز ہو گئے تھے، اس کی نظیر شاید مشکل سے ملیگی۔

تمت

صحت نامہ

یورپ کا عصرِ جدید جلد اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۸	پیرس	ببرس	۶۲	۲	یکم فروردی	یکم فروری
۲۰	۵	ریر	زیر	۶۶	۱۹	آمینی	آئینی
״	۱۶	رہ گی	رہے گی	۸۱	۸	یقنی	یقینی
۳۷	حاشیہ (سطر۸)	خود برد کرڈالنا	خورد بُرد کرڈالنا اور	۸۷	۱	لئے ہو	لئے ہوے
۴۲	۲	آسٹری	آسٹروی	۹۰	۱۰	نفاق	انشقاق
״	۷	نڈرلنڈ	ندرلینڈز	۹۲	۸	نفع کے	نفع کی
״	۱۳	متخالفین	متخالفین	״	۱۰	تحالف	تخالف
۴۳	۲۱	قرب	قریب	۹۳	۱۲	محالفا	محالفہ
۵۰	۲۰	۲۱ر ستمبر سنہ	۲۱ر ستمبر ۱۷۹۲ء	۹۵	۷	فلینڈز	فلینڈرز
״	حاشیہ سطر۱	۔ انکے	رانکے	۱۰۰	۸	۱۰۹۴ء	۱۷۹۴ء
״		ursprecngund	urusprung	۱۰۸	۲۳	متج	منتج
״	״	Beginn	und Beginn	۱۲۱	حاشیہ سطر۱	کہ اہل سمینیم	وہ یہ اضافہ کرتا ہے کہ اہل ہمینیم
״	سطر۴	بریش زٹینگ ( )کو	برلنش زیٹینگ مورخہ				
۵۷	۱۵	جمہویہ	جمہوریہ	۱۲۹	۱۵	ندرلیندر	ندرلینڈز
۵۹	۵	سے	اسے	۱۳۵	۱۳	اعتما	اعتماد
۶۰	۲۳	۹ر فروردی	۹ر فروری	۱۴۳	۱۷	Ramagha	Romagna

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۸	۴	صنفت	صنف
۱۵۵	حاشیہ سطر ۱۲	پرتاؤ	برتاؤ
۱۵۶	۲۱	بجائے اسے	بجائے، اسے
۱۶۲	۱۸	رہشیمان	ریگسبان
″	۲۰	راشاؤ	راسٹاڈ
″	حاشیہ سطر ۱	Gesehichte	Geschichte
″	″ ۳	دضعات	دفعات
۱۶۳	۱۷	کابسرل	کابنزل
″	۲۰	جوڈرس	جوڈاس
″	۲۱	پامیس یابلیبٹ	پاٹئیس پائیلیٹ
″	۲۳	رکھایا	دکھایا
۱۶۵	۱۵	ان کے باری	ان کی باری
۱۶۸	″	متفقی	متفقہ
۱۷۲	۲۰	یرتھیر	برتھیر
۱۷۳	۱۴	ملسن	نلسن
۱۷۵	۲	بلکہ	ملکہ
″	حاشیہ سطر ۳	چوٹیں پڑیں	چوٹیں لگیں
″	سطر ۴	۱۵ر ستمبر	۲۵ر ستمبر
″	سطر ۵	میرے گود	میری گود
″	سطر ۷	اثرار	اثر اور
″	″ ″	جانے دیا تھا۔	جاتا رہا تھا۔
″	سطر ۹	سرپیٹ	سرپٹا
″	″ ″	تجھے بھٹلانے	مجھے بھٹلانے
۱۷۸	۱۱	شامنیان	شانیبیان
″	۱۶	ٹماسر	ٹمائیر
۱۷۸	حاشیہ سطر ۱	الحمن	انجمن
″	سطر ۹	پروانداز	پورا اندازہ
۱۷۹	۲۳	شانبیانی	شانپیانی
۱۸۰	۱۶	شانیسپانی	شانپیانی
۱۸۲	۷ و ۱۶ و ۱۷ و ۱۹ و ۲۰	″	″
۱۸۵	۶	سونررلینڈ	سویزرلینڈ
۱۹۲	۵	سکینی	لسکینی
۱۹۳	حاشیہ سطر ۳	ہوئے اس	ہوئے ہیں
۲۰۹	۱۲ و ۱۵	سائجبیں	سائمیں
″	۱۸	کمبونوں	کمیونوں
۲۱۰	۱۳	سنے	سننے
۲۱۱	۵	ٹربیونیٹ	ٹریبیونوٹ
۲۱۶	″	چاہے	چاہیے
۲۲۷	۲۰	اسینیڈریا	الیسنڈریا
″	۲۴	۱۲ر جون	۱۴ر جون
۲۳۲	حاشیہ سطر ۱	مارنٹز	مارٹنز
۲۳۶	۱۲	۱۸۰۰ء	۱۸۰۱ء
۲۳۸	۸	امیرالحو	امیرالبحر
۲۴۰	۱۹	الغریش	العریش
۲۵۳	۹	یہ تھاکہ	یہ تھا
″	″	لمیٹان	ریٹسبان
۲۵۴	۶	ولمبرگ	لمبرگ
۲۷۸	حاشیہ سطر ۱	ہاسنر	ہاسر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۲	۲	بوہیما	بوہیمیا	۳۹۳	۶	شٹی	ٹٹی
۲۸۷	۲۰	تقربیاً	تقریباً	۳۹۸	۱	دل ہی دل ہی	دل ہی دل میں
۲۸۹	"	امیرالجر	امیرالبحر	۴۲۱	۱	ہیں ایک	میں ایک
۲۹۳	۱۴	ازوقہ	آزوقہ	۴۲۲	۱۰	میڈٹرد	میڈرڈ
۲۹۹	۱۰	فرینسین	فرینس	۴۲۵	۲۲	کار یا	کارتھیا
۳۰۳	۳	شونبزن	شونبرن	۴۲۶	۲	الیپریا	الیریا
"	سطر ۲ حاشیہ	ہیرولی	ہیروبی	۴۴۳	۲۰	متونیئین	متولئین
۳۰۴	۲۲	کیمپوفارمیو	کیمپوفارمیو	۴۴۶	۱۱	اسافغہ	اساقفہ
۳۲۴	۱۵	بینیزلی تھیں	بیعزتی کی تھیں	۴۵۵	۱۵ و ۱۷	وٹنپک	وٹپسک
۳۳۰	سطر ۱ حاشیہ	بڑئے	بڑے	۴۵۶	۱۵ و ۱		
۳۴۲	۲۰	۲۵ر نومہر	۲۵ر نومبر	۴۶۲	۲۱	ویمنسٹین	وٹمنسٹین
۳۴۵	سطر ۴ حاشیہ	لارڈ ہچپسن	لارڈ ہچنبسن	"	۲۳	دپیسک	وٹپسک
۳۴۶	۴	اختیام جنگ	اختتام جنگ	۴۶۴	۱۷	برلبینا	برلیسینا
۳۵۲	۱۱	مقاہمت	مفاہمت	۴۸۴	۱۹	کے نسبت	کی نسبت
۳۵۳	۴	قرار داد علم	قرارداد کا علم	۴۸۷	۱۶	شلیشیا	سلیشیا
"	۱۸	نلسٹ	ٹلسٹ	۴۸۸	۸ و ۱۶	رسڈن	ڈرسدن
"	سطر ۱ حاشیہ	یہ خیر	یہ خبر	۴۹۱	۳	اڈنئیاٹ	آڈیناٹ
۳۵۵	۱۴	جہازوں گے	جہازوں کے	۴۹۲	۳	گرابیرن	گرابیرین
۳۶۷	۱۶	مجابس	مجالس	۴۹۳	۲۲	آضافہ	اضافہ
۳۷۴	۲۰	دہشت زیادہ	وحشت زدہ	۴۹۴	۱۳	عہدہ داراں	عہدہ داروں
				۴۹۸	۳	پرنیڈوٹ	برنڈوٹ
۳۸۵	۱	تہکاربتوالے	تھکا دینے والے	۵۱۲	۱۵	اڈناٹ	آڈیناٹ
۳۸۶	۳	اینڈوجاز	اینڈوجار	"	۱۶	حکرکا	جیکر کا
۳۸۷	۱۵	دستخط ہوئی	دستخط ہوئے	"	۲۰	کم ہی	کم تھی
۳۹۲	۱۶	ایسٹن	اسٹین	۵۲۰	۸	اس نری	اس نرمی
				۵۲۲	۹	حلہ کئی	حملے کے
۳۹۳	۴	اسٹپین	"	۵۲۳	سطر ۲ حاشیہ	مرٹنگ	مٹرنگ